نصر الباری

شرح اردو

صحیح البخاری

مولفہ

حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف سہارنپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: دوم | پارہ: ۱-۲ | باب: ۹۶-۲۸۸ | حدیث: ۱۳۵-۴۱۵

کتاب الوضوء، کتاب الغسل،
کتاب الحیض، کتاب التیمّم، کتاب الصلوٰۃ

ناشر مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493

نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَفَتْحٌ قَرِيْبٌ وَّبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ

نصر الباری

شرح اردو

صحیح البخاری

مولفہ

حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مظاہر العلوم وقف سہارنپور

شاگرد رشید شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

جلد: دوم | پارہ: ۱-۲ | باب: ۹۶-۲۸۸ | حدیث: ۱۳۵-۴۱۵

كتاب الوضوء، كتاب الغسل،
كتاب الحيض، كتاب التيمّم، كتاب الصلوٰة

ناشر مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔ فون: 021-34935493

نام .... نصر الباری شرح اردو صحیح البخاری ﴿جلد دوم﴾

مؤلف .... حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم

ناشر .... مکتبة الشیخ ۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

﴿انتباہ﴾

کِتَابُ الوَضُوْء ص۲۵

وضو کا بیان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بابٌ ۹۶ ماجاء فی الوضوء وقول اللہ تعالیٰ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین" قال ابوعبد اللہ وبیّن النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم انّ فرض الوضوء مرۃً مرۃً وتوضأ ایضا مرتین مرتین وثلثا ثلثا ولم یزد علی ثلاث وکرہ اھل العلم الاسراف فیہ وان یتجاوزوا فعل النبی صلی اللہ علیہ وسلم:

ترجمہ باب وضو کے بیان میں اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے بیان میں (جو سورۂ مائدہ میں ہے) اذا قمتم الی الصلوٰۃ الایۃ جب تم نماز پڑھنے کیلئے اٹھنے لگو (یعنی نماز پڑھنے کا ارادہ کرو) تو اپنے چہروں کو دھولو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک (دھوؤ) امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ نبیٔ اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے (حدیث شریف) میں بیان کردیا کہ وضوء میں ایک ایک بار (اعضاء کا دھونا) فرض ہے اور آپؐ نے دو دو بار بھی وضوء میں دھویا ہے، اور تین تین بار بھی، اور تین بار سے زیادہ نہیں کیا۔ اور علماء نے وضوء میں اسراف (ناحق پانی بہانے) کو اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ سلم کے فعل سے تجاوز کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے۔

ماقبل سے ربط امام بخاریؒ نے صحیح بخاری کا آغاز بطور مقدمہ "باب الوحی" سے فرمایا پھر کتاب الایمان اور کتاب الایمان کے بعد کتاب العلم لائے۔ ان تینوں کے باہمی ربط و مناسبت کو کتاب العلم کے شروع میں بیان کیا جاچکا ہے جس سے امام بخاریؒ کی دقت نظر اور حسن ترتیب کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

بظاہر تو یہ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کتاب الایمان کے بعد امام بخاریؒ کتاب الصلوٰۃ بیان فرماتے اس لئے

کہ ایمان لانے کے معنی ہی یہ ہیں کہ بندے نے اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی اطاعت وعبادت لازم کرلی اور تمام عبادتوں میں اہم العبادات نماز ہی ہے۔

اب کتاب العلم کے بعد کتاب الصلوٰۃ کو بیان کرنا چاہیئے تھا کیوں کہ نماز اہم العبادات ہے اور عام ہے اس کے مکلف امیر، غریب، آزاد، غلام، بیمار وتندرست، مقیم ومسافر سب ہی ہیں۔ نیز اسکی ادائے گی بھی دیگر عبادات (مثلاً روزہ وحج وغیرہ) سب سے زیادہ ہے کہ ہر روز پانچ مرتبہ فرض ہے۔

قرآن وحدیث میں ایمان کے بعد متصلاً نماز کا حکم مذکور ہے جیساکہ ارشادِ خداوندی ہے: الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوٰۃ (بقرہ ۱۶) اور ارشادِ نبوی ہے:

بنی الاسلام علی خمس شہادۃ ان لا الہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ واقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ الخ (بخاری ج ۱ ص ۶)

اسلئے کتاب العلم کے بعد کتاب الصلوٰۃ کو بیان کرنا چاہیئے تھا لیکن نماز کے لئے طہارت شرط ہے اور شرط مقدم ہوتی ہے مشروط پر، اسلئے سارے فقہاء ومحدثین کتاب الصلوٰۃ سے قبل کتاب الطہارت ذکر فرماتے ہیں۔

ووقع فی بعض النسخ کتاب الطہارت وبعدہ باب ماجاء فی الوضوء وھذا انسب (عمدہ)

یعنی بعض نسخوں میں کتاب الوضوء کے بجائے کتاب الطہارت ہے اس کے بعد باب ماجاء فی الوضوء ہے اور یہی انسب ہے اسلئے کہ امام بخاریؒ نے اس کے تحت طہارت کے جملہ انواع کو ذکر فرمایا ہے ہمارے ہندی نسخوں میں کتاب الوضوء ہے اس صورت میں وضوء کی اہمیت کے پیشِ نظر ذکر کردیا اور بقیہ استنجاء وغیرہ اطلاق بعض الافراد وارادۃ الکل کے طور پر داخل ہوگئے۔

الوضوء المراد بالوضوء ذکر احکامہ وشرائطہ وصفتہ ومقدماتہ (فتح)

والوضوء بالضم ھو الفعل وبالفتح الماء الذی یتوضاء بہ علی المشہور فیہما (فتح)

خلاصہ یہ ہوا کہ وُضو بضم الواؤ فعل وضو اور بفتح الواؤ اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جائے یہی اشہر ہے نیز یہی اکثر علماء لغت کا قول ہے باب کرم وضوءً او وضاءۃً سے مشتق ہے یعنی پاکیزہ وخوبصورت ہونا۔ شریعت میں اعضاء ثلثہ (چہرہ، دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں) کے دھونے اور سر کے مسح کو وضو کہتے ہیں۔

آیت کریمہ سے افتتاح

امام بخاریؒ نے حسبِ عادت کتاب الوضوء کا افتتاح بھی قرآن حکیم کی ایک آیت سے کیا ہے اس سے مقصد تبرک فی الافتتاح کے علاوہ اسکی طرف اشارہ کرنا ہے کہ اس باب میں یہی استنباط مسائل کی اصل یہی آیت قرآنی ہے، علامہ قسطلانی فرماتے ہیں کہ افتتح المؤلف رحمہ اللہ الباب بہذہ الآیۃ للتبرک او لانہا اصل استنباط مسائلہ (قس ص ۲۴۱)

کتاب الوضوء کے انسٹھ ۵۹، ابواب میں وضوء کے متعلق جتنے احکام و مسائل بیان کئے جائیں گے وہ سب کے سب اسی آیت کریمہ کی تفسیر و تشریح ہیں. چنانچہ آیت کریمہ سے معلوم ہوگیا کہ وضوء کے ارکان (فرائض) چار ہیں: چہرہ دھونا، دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھونا اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا اور سر کا مسح کرنا یہ آیت آیت وضو کہلاتی ہے۔

وضو کی مشروعیت

اس میں اختلاف ہے کہ وضو کی فرضیت کب ہوئی؟ بعض کے نزدیک ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں سورۂ مائدہ کی آیت وضو سے شروع ہوا کیونکہ بالاتفاق آیت مذکورہ مدنی ہے اور شریعت میں فرض کی تعریف ہی یہ ہے کہ جس کا لزوم دلیل قطعی سے ثابت ہو مایثاب علی فعله ویعاقب علی ترکه۔

محققین کی رائے یہ ہے کہ وضو کی مشروعیت و فرضیت تو ہجرت سے قبل مکہ مکرمہ میں نماز کے ساتھ ہی ہو چکی تھی اور آیت بعد میں نازل ہوئی اور اس میں کوئی استبعاد نہیں کیوں کہ بہت سے احکام ایسے ہیں جو فرض پہلے ہوئے اور آیت بعد میں نازل ہوئی وضو بھی اسی قبیل سے ہوگی واللہ اعلم

وضو میں چار اعضاء کی خصوصیت

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ وضو میں ان ہی چار اعضاء کی وجہ خصوصیت کیا ہے؟ حکمت کیا ہے؟ جبکہ وضو سے ظاہر و باطن دونوں کی طہارت مقصود ہے۔

جواب:- یہ ہے کہ ان چاروں اعضاء کو قلب کے بناؤ بگاڑ سے بہت گہرا تعلق ہے اور قلب کے ہی بگاڑ سے گناہوں (یعنی باطنی نجاستوں) کا صدور ہوتا ہے اس سے صاف معلوم ہوا کہ گناہوں کا تعلق عام طور پر انہی اعضاء اربعہ سے ہے دیکھئے جب انسان کے سامنے کوئی چیز آتی ہے تو پسندیدگی یا ناپسندیدگی ظاہر کرتا ہے اس سے معلوم ہوا کہ رغبت و لپسندیدگی کا دار و مدار مواجہت پر ہے پھر جو چیز پسند آگئی تو ہاتھوں سے اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتا ہے اب اگر وہ اس طرح نہ ملنے والی ہو تو دماغ سے اس کے حصول کی تدابیر سوچتا ہے پھر اس کے موافق چل پھر کر کوشش کرتا ہے۔ اس لئے اگر ممنوعات و محرمات کی طرف رغبت ہوئی تو قلب کو نقصان پہنچا، اور اگر مامورات و مستحبات شرعیہ کی طرف رغبت و کوشش کی تو اس سے قلب میں نور ایمان بڑھتا ہے۔ بہر حال جو راستے نجاست و گندگی کے قلب تک پہونچنے کے تھے شریعت نے ان ہی راستوں کو طہارت کیلئے استعمال کیا ہے۔

غرض وضوء سے ظاہر طہارت کے ساتھ ساتھ اعمال، اخلاق، قلب اور روح کی طہارت کا بھی راستہ کھلتا ہے، ظاہر کا اثر باطن پر ضرور پڑتا ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

وضو کے اثرات دیکھنے کیلئے شرط یہ ہے کہ وضو کرتے وقت بازاری ولایعنی چیزوں سے پرہیز کرے۔

حضرت زین العابدینؒ کا واقعہ

حضرت زین العابدین بن حضرت حسین رضی اللہ عنہما جب وضو کیلئے بیٹھتے تو چہرہ زرد ہو جاتا تھا، کسی نے پوچھا کیا بات ہے جب آپ وضو کیلئے بیٹھتے ہیں تو ایسی کیفیت کیوں ہو جاتی ہے؟
فرمایا مجھے یہ تصور ہوتا ہے کہ اب اس احکم الحاکمین کی بارگاہ میں حاضری ہونے والی ہے جس کی عظمت وجلال کی کوئی انتہا نہیں ہے اس کے رعب وہیبت کی وجہ سے میری یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔
(معارف مدنیہ بحوالہ احیاء العلوم)

موجب وضو کیا ہے؟

موجب وضو یعنی وضو کا سبب کیا ہے؟ وضو کس وقت واجب ہوتا ہے؟ آیت کریمہ اذا قمتم الی الصلوٰۃ فاغسلوا الآیۃ کے عموم کا ظاہر تو یہی ہے کہ جب نماز کیلئے اٹھو تو وضو کرو خواہ باوضو ہو یا محدث (بے وضو) ہر نماز کے وقت وضو ضروری ہے والی ھذا ذھب اھل الظاھر فقالوا الوضوء سببہ القیام الی الصلوٰۃ فکل من قام الیہا فعلیہ ان یتوضأ الخ (عمدہ) یعنی بعض اہل ظاہر کہتے ہیں کہ ہر نماز کے وقت وضو ضروری ہے لیکن یہ شاذ ہے اس کا اعتبار نہیں چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں "وما اظن ھذا المذھب یصح عن احد (شرح مسلم ص۱۳۵)
اس لئے کہ اس پر اجماع ہے کہ ایک وضو سے متعدد نمازیں پڑھ سکتے ہیں اسی لئے شراح حدیث کوئی لفظ یہاں مقدر مانتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ آیت کریمہ کا مطلب یہ ہے اذا قمتم الی الصلوٰۃ وانتم محدثون یعنی اس حالت میں کہ تم بے وضو ہو، پس معلوم ہوا کہ موجب وضو قیام الی الصلوٰۃ بشرط الحدث ہے۔
نیز احکام وضوء بیان کرنے کے بعد اسکی غرض وغایت ولکن یرید لیطھرکم بیان کرنا بھی اسی پر دلالت کرتا ہے کیوں کہ جو پہلے سے پاک ہے اس کو پاکی کا حکم بطور وجوب ہو تو حرج میں ڈالنا ہوگا جس کی نفی آیت کے آخر میں موجود ہے:

مَا یُرِیدُ اللّٰہُ لِیَجعَلَ عَلَیکُم مِن حَرَجٍ وَلٰکِن یُرِیدُ لِیُطَھِّرَکُم (مائدہ آیت ٦)
اللہ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالیں لیکن اس کو منظور ہے کہ تم کو پاک صاف رکھے۔

مسلم شریف میں حضرت بریدہؓ سے روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی الصلوات یوم الفتح بوضوء واحد (مسلم ص۱۳۵) حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ آج آپ نے وہ کام کیا ہے جو اس سے پہلے نہیں کرتے تھے ارشاد فرمایا عمدا صنعتہ یا عمر" میں نے قصداً ایسا کیا ہے۔
اس سے صاف معلوم ہوا کہ ہر نماز کیلئے وضو ضروری نہیں ہے پس اس بات کی وضاحت ہو گئی کہ موجب وضو (وضو واجب ہونے کا سبب) دو ہے ایک محدث (بے وضو آدمی) جب نماز کا ارادہ کرے یا ایسے کام کا ارادہ کرے جو بلا طہارت جائز نہ ہو جیسے قرآن مجید کا چھونا، یا نماز جنازہ یا سجدۂ تلاوت تو وضو لازم ہے

بلا وضو یہ افعال جائز نہیں۔ البتہ وضو علی الوضوء یعنی ہر نماز کیلئے جدید وضو باعث ثواب مستحب بلاشبہ ہے۔

قال ابو عبد اللہ الخ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے (حدیث شریف میں) بیان کر دیا کہ (اعضاء وضو کا) ایک ایک مرتبہ دھونا فرض ہے الخ یہاں امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیق کے طور پر آیت وضو کی اجمالی تشریح فرمادی آگے ص۲۷ پر مستقل باب "باب الوضوء مرۃ مرۃ" اور دوسرا باب "باب الوضوء مرتین مرتین" اور تیسرا باب "باب الوضوء ثلثا ثلثا" نقل کر کے احادیث لائیں گے۔

قرآن حکیم میں غسل اور مسح کو صیغہ امر سے بیان کیا گیا ہے اور امر من حیث ہو تکرار کا مقتضی و محتمل نہیں ہوتا ہے مگر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے بیان فرمادیا کہ اعضاء وضو کو صرف ایک مرتبہ دھونے سے فرض ادا ہو جائے گا البتہ سنت کا اعلیٰ درجہ تین تین مرتبہ دھونے سے حاصل ہو گا۔

وکرہ اهل العلم الاسراف فیہ الخ چونکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے تین بار سے زائد ثابت نہیں اسلئے تین بار سے زائد کو علماء نے مکروہ (تنزیہی) سمجھا ہے، بعض روایت میں ہے فمن زاد علی هذا او نقص فقد اساء وظلم (ابوداؤد فی باب الوضوء ثلثا ص۱۸) یعنی بلاضرورت ۳ بار سے زائد کیا تو اس نے برا کیا اور ظلم کیا، اور نقص بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ تین بار سے کم کیا اس نے برا کیا اور ظلم کیا، اور یہ مطلب بہت مشکل ہے اسلئے کہ نقص عن الثلاث تو احادیث صحیحہ بالخصوص حدیث بخاری شریف میں حضور اقدس ؐ سے ثابت ہے البتہ زیادہ علی الثلاث ثابت نہیں تو جو عمل خود حضور اقدس ؐ سے ثابت ہے ان کو اسارۃ اور ظلم کہنا کس طرح صحیح ہو گا؟

علامہ عینی فرماتے ہیں: اجیب عنہ باجوبۃ الاول حذف تقدیرہ او نقص من واحدۃ الخ (عمدہ ص۲۴۲)

یعنی اس کا ایک جواب یہ ہے کہ حدیث میں عبارت محذوف ہے تقدیر کلام یہ ہے او نقص من واحدۃ (مطلب یہ ہے کہ اداء فرض کا درجہ جو ایک ایک بار دھونا ہے اس میں کمی کی مثلاً ناخن کے برابر جگہ وضو میں چھوڑ دی اس پر الفاظ وعید وارد ہوئے ہیں) اس کی تائید نعیم بن حماد کی اس روایت سے ہو رہی ہے جس کو انہوں نے مطلب بن حنطب کے واسطہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے الوضوء مرۃ ومرتین وثلاثا فان نقص من واحدۃ او زاد علی ثلاث فقد اخطأ" وهو مرسل ورجالہ ثقات (عمدہ، فتح) یہ حدیث مرسل ہے کیونکہ مطلب بن حنطب تابعی صغیر ہیں اور اس کے سب رجال ثقہ ہیں) اب اس سے ابوداؤد کی روایت عن عمرو بن شعیب الخ کی مراد واضح ہو گئی کہ ایک سے کم کرنا (پورے طور پر اچھی طرح سے نہ دھونا) بھی ظلم اور اسارت ہے اور تین بار سے زیادہ کرنا بھی ظلم اور اسارت ہے۔

الثانی ان الرواۃ لم یتفقوا علی ذکر النقص فیہ بل اکثرھم اقتصروا علی قولہ فمن زاد فقط الخ (عمدہ) دوسرا جواب یہ ہے کہ ابو داؤد کی مذکورہ روایت میں لفظ نقص " وہم راوی ہے اکثر راویوں نے صرف فمن زاد پر اقتصار کیا ہے چنانچہ یہ حدیث نسائی، ابن ماجہ اور مسند احمد میں ہے ان تمام کتابوں میں فقط فمن زاد ہے اور نقص کا لفظ نہیں ہے۔

الثالث ان یکون ظالما لنفسہ فی ترک الفضیلۃ والکمال وان کان یجوز مرۃ مرۃ اور مرتین مرتین۔ خلاصہ یہ کہ لفظ ظلم کلی مشکک ہے حرام سے لے کر خلاف اولیٰ تک سب پر صادق آتا ہے تو ظاہر ہے کہ اس نے ایک مرتبہ یا دو مرتبہ پر اکتفا کر کے درجہ کمال وفضیلت چھوڑ کر اپنے اوپر ظلم کیا، مزید جوابات کیلئے عمدۃ القاری دیکھئے۔

بَابُ ۹۷ لَاتُقْبَلُ صَلوٰۃٌ بِغَیْرِ طُھُوْرٍ ص ۲۵

بغیر وضو کے نماز قبول نہیں ہوتی

ترجمۃ الباب یہ ترجمہ بعینہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں جو ترمذی شریف کی پہلی حدیث ہے نیز مسلم شریف ص ۱۱۹ وغیرہ۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں" وھذہ الترجمۃ لفظ حدیث رواہ مسلم وغیرہ من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما بزیادۃ (عمدہ ج۲ ص ۲۴۳)

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں" وھذہ الترجمۃ لفظ حدیث رواہ مسلم وغیرہ من حدیث ابن عمر وابو داؤد وغیرہ من طریق ابی الملیح بن اسامۃ عن ابیہ ولہ طرق کثیرۃ لکن لیس فیہا شئ علی شرط البخاری فلھذا اقتصر علی ذکرہ فی الترجمۃ واورد فی الباب مایقوم مقامہ (فتح الباری)

مقصد امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے بغیر طہارت کے کوئی نماز درست نہ ہوگی خواہ فرض ہو یا نفل، موقت ہو یا غیر موقت، اور نماز مقیم کی ہو یا مسافر کی بغیر طہارت کے کوئی نماز صحیح نہیں ہوگی کیوں کہ نماز کے لئے طہارت کے شرط ہونے پر اجماع ہے نیز اگر کسی نے نماز باوضو شروع کی اور نماز کے درمیان حدث لاحق ہو گیا تو فوراً سلام پھیر کر دوبارہ وضو کر کے نماز پڑھنی ضروری ہے۔ البتہ نماز جنازہ، سجدۂ تلاوۃ کے بارے میں کچھ اختلاف ہے جو اپنی جگہ بحث آئیگی۔

غرض ائمہ اربعہ اور جمہور امت کے نزدیک ہر نماز اور سجدۂ تلاوت کیلئے طہارت شرط ہے اور امام نوویؒ فرماتے ہیں "اجمعت الامة علی تحریم الصلوۃ بغیر طہارۃ من ماء او تراب ولا فرق بین الصلوۃ المفروضة والنافلة وسجود التلاوۃ والشکر وصلوۃ الجنازۃ الا ما حکی عن الشعبی ومحمد بن جریر الطبری من قولہما تجوز صلوۃ الجنازۃ بغیر طہارۃ وھذا مذھب باطل الخ (شرح نووی ص۱۱۹)

۱۳۵ "حدثنا اسحٰق بن ابراھیم الحنظلیُّ قال انا عبدُ الرزاق قال انا معمرٌ عن ھمّام بن مُنَبّہٍ انہ سمع ابا ھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا تقبلُ صلوۃُ من احدث حتی یتوضأ قال رجلٌ من حضرموت ما الحدث یا ابا ھریرۃ قال فساءٌ او ضراطٌ"۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" جو شخص بے وضو ہو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی جب تک وہ وضو نہ کرلے، حضرموت کے ایک شخص نے پوچھا" ابوہریرہ! حدث کسے کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا پھسکی یا پاد۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقت الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھنا ص۲۵ ویاتی ص۱۰۲۸ واخرجہ مسلم فی الطہارۃ ص۱۱۹ والترمذی ایضا فی الطہارۃ۔

تشریح لا تقبل بضم المثناۃ الفوقیۃ بمعنی لا تصح۔ وصلوۃ بالرفع مفعول مالم یسم فاعلہ من بمعنی الذی ای صلوۃ الذی احدث (قس) حتی یتوضأ ای الی ان یتوضأ خواہ پانی سے، اور پانی پر قدرت نہ ہونے کیصورت میں پانی کے قائم مقام مٹی سے جیساکہ ارشاد نبوی ہے الصعید الطیب وضوء المسلم ان لم یجد الماء عشر سنین (عمدہ) فساء مرفوع علی انہ خبر مبتدا المحذوف ای ھو فساء، فساء کہتے ہیں الریح الخارجۃ من الدبر من غیر صوت۔ ضراط ما خرجت بالصوت یعنی دُبر سے خارج ہونے والی ریح (گوز) بلا آواز ہو یعنی پھسکی تو فساء ہے اور اگر آواز سے ہو تو ضراط۔

اشکال حدث کی دو قسمیں ہیں ۱ حدث اکبر جس سے غسل واجب ہوتا ہے جیسے حیض، نفاس اور جنابت ۲ حدث اصغر یعنی نواقض وضو جس سے صرف وضو واجب ہوتا ہے۔

اب اشکال یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے حدث کو فساء اور ضراط کے ساتھ خاص کیوں کیا؟

جواب ۱ حضرت ابوہریرہ رضؓ کا جواب اثنائے صلوۃ کے حدث سے متعلق ہے اور ظاہر ہے کہ نماز

میں خروج ریح ہی کی صورت پیش آتی ہے۔

ع۲ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے اخف اور اضعف نواقض کو ذکر کر دیا چوں کہ یہ اغلب ہے، اکثر پیش آتا ہے اس سے مخاطب خود سمجھ لیگا کہ جو اغلظ ہے جیسے بول و براز اس سے بطریق اولیٰ وضو واجب ہوگا۔

ع۳ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ فرماتے ہیں کہ ابوہریرہ رضؓ نے فساء اور ضراط کے اعم اور اغلب ہونے کے سبب سے ذکر فرما دیا یہ نہیں کہ نقض وضو ان ہی دونوں کے اندر منحصر ہے لہٰذا اگر پیشاب و پاخانہ کرے تب بھی وضو واجب ہوگا مگر چوں کہ کثیر الوقوع یہی دو چیزیں تھیں اسلئے ان ہی کو ذکر کر دیا (تقریر بخاری جلد دوم)

مسئلہ فاقد الطہورین | اگر کوئی شخص ایسے ناپاک مکان میں محبوس ہو جہاں پانی نہیں ہے اور نہ پاک مٹی یعنی دونوں میں سے کسی پر بھی قدرت نہیں تو ایسے شخص کو فاقد الطہورین کہا جاتا ہے، اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا شخص کیا کرے؟ جب نماز کا وقت آجائے تو نماز پڑھے یا نہیں؟ اس میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

(۱) حنفیہ کا مفتی بہ قول (مذہب) یہ ہے کہ اس وقت تشبہ بالمصلین کرے حقیقۃً نماز نہ پڑھے صرف صورۃً نماز ادا کرے یعنی بغیر نیت و بغیر قرأت کے نماز کے تمام افعال (قیام ورکوع، سجدہ وغیرہ) نمازیوں کی طرح بجالائے پھر جب پانی پر قدرت ہو تو حصول طہارت پر قضا لازم وضروری ہے۔

(۲) شافعیہ کے اقوال مختلف ہیں امام نووی شافعیؒ فرماتے ہیں فقیہ اربعۃ اقوال للشافعی رحمہ اللہ تعالیٰ وہی مذاہب للعلماء قال بکل واحد منہا قائلون اصحہا عند اصحابنا یجب علیہ ان یصلی علی حالہ ویجب ان یعید اذا تمکن من الطہارۃ الخ (شرح نووی ص۱۱۹)

یعنی امام شافعیؒ سے چار اقوال منقول ہیں اصح ترین قول یہ ہے کہ اس وقت اسی حال میں پڑھ لے اور بعد میں حصولِ طہارت پر وجوباً قضاء بھی کرے۔

دوسرا قول:- اس وقت ادا حرام ہے بعد میں قضا واجب ہے۔

تیسرا قول:- اسوقت نماز پڑھنا مستحب ہے اور اعادہ واجب ہے۔

چوتھا قول:- اس وقت نماز پڑھنا واجب ہے اور قضاء واجب نہیں، امام مزنی رحؒ نے اسی قول کو اختیار کیا ہے اور اسی کو امام نووی رحؒ نے ازروئے دلیل قوی قرار دیا ہے۔ امام احمدؒ کے نزدیک ادا واجب ہے قضاء واجب نہیں۔

مالکیہ کے اقوال بھی مختلف ہیں لیکن مشہور و معتمد قول یہ ہے کہ نماز ساقط ہے نہ ادا ہے نہ قضاء یہ حیض والی عورت پر قیاس کرتے ہیں۔ (المنہل ج۲ ص۲۰۹)

حنفیہ کی دلیل | یہ معلوم ہو چکا کہ حنفیہ کے یہاں مفتی بہ قول یہ ہے کہ فاقد طہورین اس وقت صرف

تشبہ کرے گا نہ نماز کی نیت کرے گا۔ اور نہ قرأت کریگا۔ البتہ حصول طہارت کے بعد وجوباً قضا کریگا۔
(۱) صوم حائض پر قیاس ہے، حائضہ عورت رمضان المبارک کے اندر دوپہر دن میں یا دن کے کسی حصہ میں پاک ہوجائے تو فقہاء کا اتفاق ہے کہ حرمت رمضان کیلئے باقی دن روزہ داروں کی طرح گذارے گی۔ یعنی تشبہ بالصائمین کرے گی تو چونکہ دن کے اوّل حصہ میں حائضہ تھی اسلئے اس دن کا امساک حقیقۃً روزہ نہیں بن سکتا صرف تشبہ بالصائمین ہے اسلئے بعد میں قضاء کرے گی۔
(۲) اگر کسی کا حج فاسد ہوجائے تو سارے فقہاء کا اجماع ہے کہ ایسا شخص حج کے تمام افعال دوسرے تمام حاجیوں کی طرح کرتا رہے آئندہ قضاء کرنی پڑے گی۔
ظاہر ہے کہ یہ ادائے گی افعالِ حج تو ہے نہیں صرف تشبہ بالحاجین ہے۔
اور وقت نماز کی اہمیت روزہ اور حج کے وقت سے بلاشبہ کسی طرح کم نہیں ہے اسلئے ان دو اجماعی مسئلوں پر قیاس کر کے حنفیہ کہتے ہیں کہ لاتقبل صلوٰۃ بغیر طہور کی وجہ سے حقیقۃً نماز ادا کرنا ممکن نہیں صرف وقت نماز کا حق ادا کرنے کیلئے کم از کم نمازیوں سے تشبہ کرلے۔

باب ۹۸

"فَضْلِ الْوُضُوْءِ وَالْغُرُّ الْمُحَجَّلُوْنَ مِنْ آثَارِ الْوُضُوْءِ" ۲۵

وضو کی فضیلت اور ان لوگوں کی فضیلت کا بیان جو (قیامت کے روز) وضو کی نشانیوں سے سفید پیشانی اور سفید ہاتھ پاؤں ہونگے (یعنی اعضاءِ وضو روشن و چمکدار ہونگے)

ربطِ ماقبل اور مقصدِ ترجمہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ وضو کے بغیر کوئی نماز درست و مقبول نہیں ہوگی اب اس باب میں اس وضو کی فضیلت بیان کی جا رہی ہے جس سے مقبولیت حاصل ہوگی اور نیز وضو کی برکت سے اس امت کو خصوصی فضیلت و نورانیت حاصل ہوگی۔

۱۳۶۔ حدثنا یحییٰ بن بُکیرٍ قال ثنا اللیثُ عن خالدٍ عن سعیدِ بنِ ابی ہلالٍ عن نُعیمِ المُجْمِرِ قال رقیتُ مع ابی ہریرۃ علی ظہر المسجدِ فتوضأ قال انی سمعتُ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقولُ انّ امتی یُدعون یومَ القیامۃِ غرًّا محجّلین من آثارِ الوضوءِ فمنِ

استطاعَ منکم اَن یُطِیلَ غُرَّتَه فلیفعَل.

ترجمہ نعیم مجمر کا بیان ہے کہ میں (ایک مرتبہ) ابوہریرہ رضؓ کے ساتھ مسجد نبوی کی چھت پر چڑھا تو انھوں نے وضوء کیا اور کہا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے آپؐ فرمارہے تھے کہ میری امت کے لوگ قیامت کے روز بلائے جائیں گے. وضو کے نشانوں سے ان کی پیشانیاں ہاتھ پاؤں سفید (نورانی چمکدار) ہوں گے اب جو کوئی تم میں سے اپنی سفیدی بڑھانا چاہے بڑھالے۔

مُطابقۃ للترجمۃ مُطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاهرۃ امامطابقۃ للاولیٰ وهی قوله "فضل الوضوء" فبطریق سوق الکلام له واما مطابقۃ للثانیۃ وهی قوله "غرا محجلین من آثار الوضوء" فبطریق التصریح (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ههنا فی الوضوء ص۲۵ ویاتی فی اللباس فی باب نقض الصور ص۸۸۰ من وجہ آخر عن ابی هریرۃ رضؓ انه غسل یدیه حتی بلغ ابطه فقلت یا اباهریرۃ اشیٔ سمعت من رسول اللہ صلے اللہ علیه وسلم قال منتهی الحلیۃ.

الفاظ کی تحقیق المجمر اسم فاعل من الاجمار علی الاشهر ویقال المجمر من التجمیر وهو التبخیر الخ (عمدہ) نعیم بن عبداللہ مدنی تابعی ہیں یہ اور ان کے والد دونوں مسجد نبوی میں خوشبو کی دھونی دیتے تھے اسلئے ان کو اور ان کے والد کو مجمر یا مجمّر کہا جاتا ہے خود ان کا بیان ہے جالست اباهریرۃ عشرین سنۃ وعاش الی قریب سنۃ عشرین ومئۃ (سیر اعلام النبلاء ج ۵ ص۲۲)

غُرّ بضم الغین المعجمۃ وتشدید الراء وهو جمع اغرّ ای ذو غرۃ (عمدہ) یعنی اغر کے معنی ہیں سفید پیشانی خوبصورت والمراد به النور۔

• حافظ عسقلانی رحؒ فرماتے ہیں "اصل الغرۃ لمعۃ بیضاء تکون فی جبهۃ الفرس الخ (فتح) یعنی لغت میں غرّہ اس سفید چمک (سفیدی) کو کہتے ہیں جو گھوڑے کی پیشانی پر ہو. پھر اس کا استعمال خوبصورتی نیک شہرت کیلئے بھی ہونے لگا۔

محجلین من التحجیل وهو بیاض فی الیدین والرجلین والمراد به النور ایضا ای یدعون الی یوم القیامۃ وهم بهذا الصفۃ الخ (فس) یعنی محجل بتشدید الجیم المفتوحۃ تحجیل سے مشتق ہے جس کے معنی گھوڑے کے پیروں کی سفیدی کے تھے تو چونکہ مسلمانوں کے اعضاء وضو بھی وضو کی برکت سے منور وچمکدار ہوں گے اسلئے غرّ محجلین کے نام سے پکارے جائیں گے. المسجد الف لام عہدی کا ہے مراد مسجد نبوی ہے۔ امتی امتی سے مراد یہاں امت اجابت یعنی مسلمان ہیں۔

تشریح بخاری شریف کے اکثر نسخوں میں الغر المحجّلون. رفع کے ساتھ مذکور ہے۔

اطالۂ غرہ مستحب ہے جمہور احناف وشوافع ؒ کے نزدیک وضوء میں اطالہ مستحب ہے، علامہ حصکفی ؒ فرماتے ہیں کہ "ومن الآداب اطالۃ غرتہ وتحجیلہ (درمختار ۱/۲۴)
یعنی وضوء میں اعضاء مغسولہ کے حدود متعینہ سے زیادہ دھونا مستحب ہے۔ علامہ شامی ؒ فرماتے ہیں وفی البحر واطالۃ الغرۃ تکون بالزیادۃ علی الحد المحدود وفی الحلیۃ والتحجیل یکون فی الیدین والرجلین وھل لہ حد لم اقف فیہ علی شئ لاصحابنا (شامی ج ۱ ص ۸۸)
مطلب یہ ہے کہ کتب احناف میں کوئی متعین حد مجھے نہیں ملی لیکن حضرت علامہ انور شاہ کشمیری ؒ فرماتے ہیں "ثم فی الفقہ ان اطالۃ التحجیل الی نصف الساق ونصف الساعد (فیض)
یعنی ہاتھ دھونے میں نصف بازو اور پاؤں دھونے میں نصف پنڈلی تک دھونا اطالۂ تحجیل ہے
امام نووی شافعی ؒ فرماتے ہیں" واما تطویل التحجیل فھو غسل ما فوق المرفقین والکعبین وھذا مستحب بلا خلاف بین اصحابنا واختلفوا فی قدر المستحب علی اوجہ
احدھا انہ یستحب الزیادۃ فوق المرفقین والکعبین من غیر توقیت۔
والثانی یستحب الی نصف العضد والساق۔
والثالث یستحب الی المنکبین والرکبتین (مسلم ص ۱/۱۲۶)
مالکیہ انکار کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ اطالۂ غرۃ کوئی چیز نہیں۔
حضرات حنابلہ ؒ کا مذہب بھی مالکیہ کے مطابق ہی معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم۔

قائلین اطالہ کی دلیل ایک تو یہی حدیث باب ہے دوسری دلیل مسلم شریف کی ایک مرفوع فعلی حدیث ہے جس میں یہ الفاظ ہیں۔ ثم غسل یدہ الیمنیٰ حتی اشرع فی العضد ثم یدہ الیسریٰ حتی اشرع فی العضد ثم مسح برأسہ ثم غسل رجلہ الیمنیٰ حتی اشرع فی الساق ثم غسل رجلہ الیسریٰ حتی اشرع فی الساق ثم قال ھٰکذا رایت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یتوضأ ۔
(مسلم ص ۱/۱۲۶)
اس حدیث سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی ہاتھ کے دھونے میں بازو اور پاؤں دھونے میں پنڈلی کو شامل فرمایا اور یہی اطالۂ تحجیل ہے۔

سؤال وضو اس امت کی خصوصیت نہیں بلکہ وضوء کا ثبوت تو پہلی امتوں میں بھی ہے جیساکہ خود بخاری شریف میں جریج راہب کے بارے میں ہے فتوضأ وصلی ۔
(بخاری ص ۳۳۲ و ص ۴۸۹)
نیز حضرت سارہ کے متعلق روایت میں ہے کہ وضو کرکے نماز پڑھی (بخاری ص ۲۹۵)

وعند الترمذی هذا وضوئی ووضوء الانبیاء من قبلی.
جواب :- بنی اسرائیل پر دو نمازیں تھیں تو دو مرتبہ وضو تھا ہم پر پانچ نمازیں ہیں اور پانچ وضو ہوئے اسلئے ہمارے وضوء زیادہ ہوئے جن کیوجہ سے قیامت کے دن وضو کا یہ مخصوص اثر غرہ و تحجیل اس امت کے ساتھ خاص ہے ذالك فضل الله یوتی من یشا۔

باب ۹۹

لا یتوضأ من الشك حتی یستیقن ص۲۵

جبتک بے وضو ہونیکا یقین نہ ہو محض شک کی بنا پر وضو کرنا ضروری نہیں یعنی صرف شک سے وضو نہیں ٹوٹتا

ماقبل سے ربط علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ دونوں باب احکام وضوء پر مشتمل ہیں صرف جہت کا فرق ہے باب سابق میں وضو کی فضیلت کا بیان تھا جو احکام وضو میں سے ایک حکم ہے اور اس باب میں اس وضو کا حکم بیان ہو رہا ہے جس میں شک واقع ہو جائے فتنا سبا من حیث ان کلا منهما حکم من احکام الوضوء (عمدہ)
من الشك میں من تعلیل کیلئے ہے ای لاجل الشك.

۱۳۷ "حدثنا علیؒ قال ثنا سفیان قال ثنا الزهری عن سعید بن المسیب وعن عباد بن تمیم عن عمه انه شکی الی رسول الله صلی الله علیه وسلم الرجل الذی یخیل الیه انه یجد الشیٔ فی الصلوٰة فقال لا ینفتل او لا ینصرف حتی یسمع صوتا او یجد ریحا.

ترجمہ عباد بن تمیم اپنے چچا (حضرت عبد اللہ بن زید رضؓ) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ ایک شخص ہے جسے یہ خیال ہوتا ہے (یعنی یہ شبہ ہوتا ہو) کہ نماز میں کوئی چیز (یعنی ہوا نکلتی) محسوس ہوتی ہے (یعنی نماز کی حالت میں دبر سے ریح خارج ہونے کا شک ہوتا ہے) آپؐ نے فرمایا وہ (نماز چھوڑ کر) نہ پھرے یا نہ مڑے جب تک کہ (حدث کی) آواز نہ سنے یا بو نہ پائے۔

تعدد موضعه والحديث هنا ص۲۵ ويأتي ص۳۰ وفي البيوع ص۲۷۶ واخرجه مسلم في الطهارة وابوداؤد والترمذي وابن ماجه ايضا۔

مطابقته للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في قوله لاينفتل الى اخره لانه يفهم منه ترك الوضوء من الشك حتى يستيقن وهو معنى قوله "حتى يسمع صوتا او يجد ريحا"

تشريح اولا ينصرف او للشك من الراوي. او يجد ريحا اي من الدبر ايضا وكلمة او للتنويع۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب سے ایک اصل وقاعدہ کلیہ استنباط کیا گیا ہے کہ تمام چیزوں کو اپنے اصل پر باقی رکھیں گے۔ جب تک کہ ان کے خلاف کا یقین نہ ہو جائے یعنی کوئی شک سابق یقین کو ختم نہ کر سکے گا (عمدہ) مطلب یہ ہے کہ اليقين لا يزول بالشك والعلماء متفقون على هذه القاعدة۔

بَابٌ ١٠

التَّخْفِيفِ فِي الْوُضُوءِ

وضو میں تخفیف کا بیان۔ یعنی مختصر اور معمولی طور پر وضو کرنا

ربط ما قبل والمناسبة بين البابين من حيث اشتمال كل منهما على حكم من احكام الوضوء۔

١٣٨۔ حدثنا عليُّ بنُ عبدِ الله قال ثنا سُفيٰنُ عن عمرٍو قال اخبرني كُرَيبٌ عن ابنِ عبّاسٍ انّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم نامَ حتى نفخَ ثمّ صلّى وربّما قال اضطجعَ حتى نفخَ ثمّ قامَ فصلّى ح ثمّ حدثنا به سُفيٰنُ مرّةً بعدَ مرّةٍ عن عمرٍو عن كُريبٍ عن ابنِ عبّاسٍ قال بِتُّ عندَ خالتي ميمونةَ ليلةً فقامَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم من الليلِ فلمّا كان في بعضِ الليلِ قامَ رسولُ الله صلى الله عليه وسلم فتوضأَ من شنٍّ مُعلّقٍ وُضوءً

خفيفا يُخففه عمرو ويقلله وقام يصلى فتوضأت نحوا مما توضا ثم جئت فقمت عن يساره وربما قال سفيان عن شماله فحولني فجعلني عن يمينه ثم صلى ما شاء الله ثم اضطجع فنام حتى نفخ ثم اتاه المنادي فاذنه بالصلوة فقام معه الى الصلوة فصلى ولم يتوضا قلنا لعمرو ان ناسا يقولون ان رسول الله صلى الله وسلم تنام عينه ولا ينام قلبه قال عمرو سمعت عبيد بن عمير يقول رؤيا الانبياء وحي ثم قرأ اني ارى في المنام اني اذبحك)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے. پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور کبھی سُفیان نے (یوں) کہا کہ آپؐ لیٹ گئے۔ یہاں تک کہ خرّاٹے لینے لگے پھر کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی (امام بخاریؒ کے شیخ علی بن عبداللہ کہتے ہیں) پھر ہم سے سفیان نے دوسری مرتبہ (مفصل لمبی) حدیث بیان کی عمرو بن دینار سے انھوں نے کہا کریب سے انہوں نے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) میں نے اپنی خالہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضؓ کے پاس رات گذاری تو (میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم رات کو اٹھے جہاں رات کا کچھ حصّہ گذر گیا تو آپؐ نے اٹھکر ایک لٹکے ہوئے مشکیزے سے معمولی طور پر وضو کیا۔ عمرو اس کا ہلکاپن اور معمولی ہونا بیان کرتے تھے، اور آپؐ کھڑے ہوکر نماز پڑھنے لگے تو میں نے بھی اسی طرح وضو کیا پھر آکر آپؐ کے بائیں کھڑے ہوگیا اور کبھی سُفیان نے بجائے یسارہ کے شمالہ کہا (مطلب دونوں کا ایک ہے) پھر آپؐ نے مجھے پھیر لیا اور اپنی داھنی جانب کرلیا پھر نماز پڑھی جتنی اللہ تعالے نے چاہی پھر لیٹ گئے اور سو گئے یہاں تک کہ خراٹے لینے لگے، پھر آپؐ کی خدمت میں مؤذن آیا۔ اور اس نے آپؐ کو نماز کی اطلاع دی تو آپؐ اس کے ساتھ نماز کے لئے تشریف لے گئے پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا.

سفیان کہتے ہیں کہ ہم نے عمرو سے کہا کچھ لوگ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی آنکھیں (ظاہر میں) سوتی تھیں اور آپؐ کا دل نہیں سوتا تھا۔ عمروؔ نے کہا کہ میں نے عبید بن عمیر سے سنا وہ کہتے تھے کہ انبیاء علیہم السلام کے خواب وحی ہوتے تھے پھر (سورہ والصافات کی) یہ آیت پڑھی انی اری فی المنام انی اذبحك (حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ تمہیں ذبح کر رہا ہوں.

مُطابقت للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة فى قوله "وضوءً خفيفًا"

تعدد موضعہ | مراالحدیث صـ۲۴ دیاتی صـ۲۵ صـ۳۰ صـ۹۷ صـ۱۰۰ صـ۱۰۱ صـ۱۱۸ تا صـ۱۱۹ صـ۱۳۵، صـ۱۵۹

ص۱۵۶ ص۳ ص۳ ص۸۷۸ ص۹۱۸ ص۹۳۴ تا ص۹۳۵ و ص۱۱۱۰

تشریح

ایک ہی روایت کو امام بخاری رح نے ابن عباس رض سے دو طرح نقل کیا ہے.
امام بخاری رح کے شیخ علی بن عبد اللہ مدینی فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ سفیان (ابن عیینہ) نے مختصراً بیان کیا اور دوسری مرتبہ مفصل.

مختصر روایت میں صرف اتنا مذکور ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے یہانتک کہ خراٹے لینے لگے پھر آپ صلے نے (بغیر تجدید وضو کے) نماز ادا فرمائی.

اس مختصر روایت میں تخفیف وضو کیلئے کوئی اشارہ بھی نہیں ہے اسلئے ترجمۃ الباب کا اس سے کوئی تعلق نہیں بلکہ ترجمہ دوسری مفصل روایت سے متعلق ہے لیکن اس صورت میں اس کے ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی ؟

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ بخاری کے استاذ علی بن عبد اللہ نے یہ حدیث ایک مجلس میں اسی طریقہ سے سنائی تھی کہ پہلے اس کا ایک ٹکڑا نقل کیا اور پھر تحویل کے بعد پورا واقعہ بیان کر دیا اس لئے امام بخاری رح بھی اس میں اپنی جانب سے کوئی تغیر یا تصرف نہیں فرمایا بلکہ پوری حدیث نقل فرمادی ورنہ یہ بھی ممکن تھا کہ مقصد کے مطابق اس میں سے الفاظ لے لیتے اور باقی چھوڑ دیتے۔

ثم حدثنا به (یہاں سے مفصل روایت ہے) یعنی بخاری رح کے شیخ علی بن عبد اللہ رض مدینی بسندہ المتصل حضرت ابن عباس رض سے روایت کرتے ہیں حضرت ابن عباس رض فرماتے ہیں الخ ترجمہ گذر چکا.

من شن معلق سے مراد یہ ہے کہ ایک پرانا مشکیزہ لٹکا دیا گیا تھا تاکہ ہوا سے پانی ٹھنڈا رہے.

یخففه عمرو ویقلله تخفیف کیفاً ہے یعنی آپ صلے نے پانی کم بہایا، اعضاء وضو کو خوب مل کر نہیں دھویا معمولی طور پر پانی خرچ کیا.

اور تقلیل کماً ہے یعنی اعضاء وضو تین تین بار نہیں دھوئے، اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آپ صلے نے صرف فرائض پر اکتفا فرمایا.

فحولنی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عباس رض کو بائیں جانب سے داھنی طرف کس طرح پھیرا؟ عنقریب بخاری صفحہ ۹۳ پر اسکی تفصیل آرہی ہے. **ثم اضطجع** یہ لیٹنا بعد نماز تہجد بھی ہو سکتا ہے اور سنت فجر کے بعد بھی.

رؤیا الانبیاء الخ پیغمبروں کا خواب وحی ہوتا ہے جیسا کہ عمرو بن دینار نے آیت کریمہ سے استدلال کیا نبی کا خواب اگر وحی نہ ہوتا تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کیلئے اسماعیل علیہ السلام کا ارادہ ذبح جائز نہ ہوتا کیونکہ اس میں قطع رحم بھی ہے اور قتل نفس بھی.

اور یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام کی نیند ناقض وضو نہیں چونکہ قلب بیدار رہتا ہے اور ظاہر ہے کہ

جب قلب بیدار رہے گا تو خروج ریح کا احساس یقینا رہے گا، پس خروج ریح کے اندیشہ سے جو وضو ٹوٹ جانے کا حکم لگتا تھا وہ نہیں لگیگا۔

باب ۱۰۱

اِسْبَاغِ الْوُضُوْءِ وَقَدْ قَالَ ابْنُ عُمَرَ اِسْبَاغُ الْوُضُوْءِ الْاِنْقَاءُ ۲۵

پورا وضو کرنے کا بیان، حضرت ابن عمرؓ نے کہا وضو کا پورا کرنا (اعضاء کا) صاف کرنا ہے

ربط ما قبل سابق باب میں ہلکے (مختصر) وضو کا بیان تھا اب اس باب میں پورے وضو کا بیان ہو رہا ہے۔

۱۳۹ (حدثنا عبدُ اللّٰهِ بنُ مَسْلَمَةَ عن مَالكٍ عن موسیٰ بن عُقبَةَ عن کُرَیبٍ مولی ابنِ عبّاسٍ عن اُسامَةَ بنِ زیدٍ اَنّه سمعه یقول دفع رسولُ اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم من عَرَفَةَ حتی اذا کان بالشِّعبِ نزَلَ فبالَ ثُمّ توضأ ولم یُسبغِ الوضوءَ فقلتُ الصّلٰوة یا رسولَ اللّٰهِ قال الصّلٰوةُ اَمَامَكَ فرَکِبَ فلمّا جاءَ المُزدَلِفَةَ نزل فتوضأ فاسبَغَ الوضوءَ ثمّ اُقیمتِ الصّلٰوةُ فصلّی المغربَ ثمّ اَناخَ کلُّ انسانٍ بَعِیرَهٗ فی منزِلِه ثمّ اُقیمتِ العِشاءُ فصلّی ولَمْ یُصَلِّ بینهما)

ترجمہ حضرت ابن عباسؓ کے مولی (غلام) کریب سے روایت ہے انہوں نے حضرت اسامہ بن زیدؓ سے سنا حضرت اسامہ بن زیدؓ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عرفہ (عرفات) سے چلے جب گھاٹی میں پہونچے تو آپؐ اترے اور پیشاب کیا پھر وضو کیا لیکن پورا وضو نہیں کیا (مثلاً اعضاء وضو ایک ایک مرتبہ (دھویا) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ نماز پڑھئے گا؟ آپؐ نے فرمایا "نماز تمہارے آگے ہے (یعنی مزدلفہ چل کر پڑھینگے) پھر آپؐ سوار ہوئے تو جب مزدلفہ پہنچے تو اترے اور وضو کیا اور خوب اچھی طرح

پورا وضو کیا پھر نماز کی تکبیر کہی گئی آپ ﷺ نے مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد ہر شخص نے اپنے اونٹ کو اپنی منزل میں (جہاں وہ اترنا چاہتا تھا) بٹھلایا پھر عشاء کی تکبیر ہوئی اور آپ ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھی اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقة الحديث للترجمة في قوله "فتوضا فاسبغ الوضوء"

تعدد موضعہ | والحديث هنا صـ۲۵ تا صـ۲۶ ويأتي صـ۳۰ وفي المناسك صـ۲۲۶ ايضا صـ۲۲۷

تشریح | امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ وضو کے دو درجے ہیں ایک ادنیٰ درجہ ہے جس کو باب سابق میں تخفیف وضو کی صورت میں بیان کیا۔

اور دوسرا درجہ اعلیٰ اور اکمل ہے جس کو اس باب میں یعنی اسباغ الوضوء میں ذکر فرما رہے ہیں تاکہ ادنیٰ و اعلیٰ، اقل و اکمل دونوں درجے معلوم ہو جائیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا صحیح بخاری شریف میں قاعدہ یہ ہے کہ مقصود کو کسی آیت یا روایت یا اثر سے واضح فرماتے ہیں۔ اسی قاعدہ کے مطابق یہاں ترجمہ میں اسباغ کا لفظ آیا تھا تو حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا اثر نقل کرکے اس کے معنی متعین فرما دیئے کہ یہاں اسباغ سے مراد انقاء ہے یعنی اعضاء وضوء کو خوب اچھی طرح دلک کے ساتھ تین تین بار دھونا، یہ مراد نہیں ہے کہ شرعی حدود (تین بار) سے زیادہ مرتبہ پانی بہایا جائے کیوں کہ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ بلاوجہ تین بار سے زیادہ دھونا ممنوع ہے۔

جمع بین الصلوٰتین اور مسئلہ اقامت | یہ مسئلہ پوری تفصیل سے کتاب المناسک (کتاب الحج) میں آئے گا انشاء اللہ مختصراً عرض ہے کہ حج کے موقع پر دو مرتبہ جمع بین الصلوٰتین مشروع ہے ایک تو عرفات میں جمع بین الظہر والعصر (جمع تقدیم) اور دوسرے مزدلفہ میں جمع بین المغرب والعشاء (جمع تاخیر)

اس حدیث میں مزدلفہ میں جمع بین المغرب والعشاء کا ذکر ہے اس سلسلے میں احناف رحمہم اللہ کا مسلک یہ ہے کہ ان دونوں نمازوں کیلئے ایک اذان اور ایک اقامت ہوگی لیکن یہاں اقامتیں دو آگئی ہیں۔

جواب یہ دیا گیا ہے کہ دونوں نمازوں کے درمیان اونٹوں کے بٹھانے اور کجاوہ وغیرہ کھولنے کی مشغولیت سے فصل ہونے کی صورت میں عند الاحناف بھی دو اقامت ہوگی۔

والتفصیل فی الحج انشاء اللہ تعالیٰ

باب ۱۰۲

غسل الوجه باليدين من غرفة واحدة ۲۶

ایک چلو پانی لیکر دونوں ہاتھوں سے چہرہ دھونا

۱۴۰ (حدثنا محمد بن عبد الرحیم قال انا ابو سلمة الخزاعی منصور بن سلمة قال انا ابن بلال یعنی سلیمان عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن ابن عباس انه توضأ فغسل وجهه اخذ غرفة من ماء فتمضمض بها واستنشق ثم اخذ غرفة من ماء فجعل بها هکذا اضافها الی یده الاخری فغسل بها وجهه ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها یده الیمنی ثم اخذ غرفة من ماء فغسل بها یده الیسری ثم مسح برأسه ثم اخذ غرفة من ماء فرش علی رجله الیمنی حتی غسلها ثم اخذ غرفة اخری فغسل بها یعنی رجله الیسری ثم قال هکذا رایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یتوضأ)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے (یعنی ابن عباس رضؓ نے) وضو کیا تو اپنا چہرہ دھویا (اس طرح کہ) ایک چلو پانی لیا پھر اس سے کلی کی اور ناک میں ڈالا پھر ایک چلو پانی لیا اور اس کو اس طرح کیا یعنی اپنے دوسرے ہاتھ کو ملایا پھر اس سے (یعنی دونوں ہاتھوں سے) اپنا چہرہ دھویا پھر ایک اور چلو پانی لیا اور اس سے اپنا داہنا ہاتھ دھویا پھر ایک اور چلو پانی لیا اور اس سے اپنا بایاں ہاتھ دھویا اس کے بعد سر کا مسح کیا پھر ایک اور چلو پانی لیا اور اپنے داہنے پاؤں پر چھپڑکا اور اس کو دھو ڈالا پھر دوسرے چلو سے بایاں پاؤں کو دھویا اس کے بعد کہنے لگے میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

ربط ما قبل علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "فان قلت ما وجه المناسبة بين البابين قلت المناسبة بين المذكورين وبين اكثر ابواب كتاب الوضوء غير ظاهرة الخ

مطلب یہ ہے کہ یہاں تک تو امام بخاریؒ کے ابواب منعقدہ کی ترتیب بالکل واضح تھی۔ لیکن آئندہ باب سے ایسی جدت اور باریک بینی سے ابواب ذکر فرمائے ہیں کہ بظاہر کوئی ترتیب معلوم نہیں ہوتی۔

اب غسل الوجہ کے بعد باب التسمیۃ الخ لارہے ہیں حالاں کہ تسمیہ تو چہرہ دھونے سے پہلے ہونا چاہیئے نہ کہ بعد، پھر فوراً خلاء کا بیان شروع کر دیا اور تقریباً ڈیڑھ صفحہ ترتیب سے خلاء کے ابواب ذکر فرما کر باب الوضوء مرۃ مرۃ ذکر فرمایا، اسی وجہ سے علامہ کرمانیؒ جو بخاری شریف کے قدیم شارح ہیں۔ نے کہدیا کہ امام بخاری کتاب الوضوء میں حُسن ترتیب کی رعایت نہیں کرتے ہیں ان کی تمام توجہ نقل حدیث اور صحت سے متعلق باتوں پر ہے اور بلاشبہ اپنی جگہ پر یہ اعلیٰ مقصد ہے، کرمانی کا قول نقل کرنے کے بعد علامہ عینی فرماتے ہیں ابواب کے درمیان مناسبت کا بالکلیہ انکار درست نہیں ہے البتہ کہیں قلیل اور باریک مناسبت کیوجہ سے بہت غور و فکر کرنی پڑے گی چنانچہ دیکھیے علامہ عینی فرماتے ہیں کہ سابق باب میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا ایک وصف مذکور تھا اب اس باب میں بھی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کا وصف بیان کیا جارہا ہے اس لئے کہ حضرت ابن عباس رضؓ نے جب حدیث الباب کے مطابق وضو کیا تو فرمایا کہ میں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے (عمدہ)

(۲) بالفاظ دیگر:- ماقبل اسباغ الوضو کا باب ذکر کیا گیا تھا اب باب غسل الوجہ بالیدین ذکر کر کے اشارہ کر رہے ہیں کہ اگر اسباغ وضو میں دو ہاتھوں سے کام لینے کی ضرورت ہو تو وہاں دونوں ہاتھوں سے کام لیا جاسکتا ہے مثلاً چہرہ ہے کہ یہاں ایک ہاتھ سے اسباغ مشکل ہے اور دونوں ہاتھوں سے بہ نسبت ایک ہاتھ کے اسباغ آسان ہے اور اچھی طرح سے دھل سکتا ہے۔

مقصد | علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "فان قلت ما المراد من هذه الترجمه ؟ قلت التنبيه الخ (عمدہ)

مطلب یہ ہے کہ وضو میں ابتدا سے آخر تک دونوں ہاتھوں کا استعمال شرط نہیں ہے جیسے کلی کرنا، ناک میں پانی ڈالنا صرف ایک ہاتھ کا استعمال کافی ہے جیسا کہ حضرت ابن عباس رضؓ کے وضو سے واضح ہے مثلاً کسی لوٹے سے پانی داہنے ہاتھ میں لیا۔ پھر دونوں ہاتھوں سے چہرہ دھویا تاکہ پانی بھی محفوظ رہے اور عضو بھی پوری طرح سے دھل جائے۔

مطابقۃ للترجمہ | مطابقة الحديث للترجمة في قوله ثم اخذ غرفة من ماء فجعل بها هكذا اضافها الى يده الاخرىٰ فغسل بها وجهه"

تعدد موضعہ | والحديث هنا ص۲۶ وسياتي ص۲۷ وفيه اجمال۔

تشریح | غرفة مثل لقمة اسم مصدر بمعنی مفعول ہے یعنی چلّو اور بفتح الغين غرفة ایک مرتبہ چلّو لینا۔

باب ۱۰۳

التسمیۃ علی کل حالٍ وعند الوقاع ۲۶

ہر حال میں بسم اللہ پڑھنا مستحب ہے، یہاں تک کہ جماع کے وقت بھی

۱۴۱:- حدثنا علی بن عبد اللہ قال ثنا جریرٌ عن منصورٍ عن سالم بن ابی الجعد عن کریبٍ عن ابن عباسٍ یبلغ بہ النبیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قال لو انّ احدکم اذا اتی اھلہ قال بسم اللہ اللّٰھم جنّبنا الشیطان وجنّب الشیطان ما رزقتنا فقضی بینھما ولدٌ لم یضرہ۔

ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس حدیث کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے تھے کہ آپ نے فرمایا کہ اگر تم میں سے کوئی جب اپنی بیوی سے صحبت کرنا چاہے تو کہے بسم اللہ الخ (اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں یا اللہ، ہمیں شیطان سے بچا اور جو اولاد ہمیں عطا فرمائے شیطان کو اس سے دور رکھ (یہ دعا پڑھ کر جماع کرنے سے) میاں بیوی کو جو اولاد ملے گی، شیطان اس کو نقصان نہ پہنچا سکے گا۔

مطابقتہ للترجمہ ترجمۃ الباب کے دو اجزاء ہیں پہلا جزء عام یعنی علی کل حال، اور دوسرا جزء خاص یعنی عند الوقاع ہے، تو ترجمہ کے جزء ثانی کی مطابقت حدیث کے الفاظ اذا اتی اھلہ الخ (والمراد زوجتہ) سے واضح ہوگا۔

تعدد موضعہ والحدیث ھنا صـ ۲۶ ویاتی صـ ۴۶۳ ایضا صـ ۴۶۴ و صـ ۷۷۶ وحد صـ ۹۴۵ و صـ ۱۱۰۰۔

ربط و مقصد ترجمہ بعض شراح نے چونکہ یہ سمجھا کہ باب غسل الوجہ سے وضو کا بیان شروع ہوگیا اور اسی وجہ سے عدم مناسبت کا خلجان ہوا حالانکہ یہ صحیح نہیں، امام بخاری رحمہ اللہ نے ابھی ابواب الوضوء شروع نہیں فرمایا بلکہ اجمالی طور سے پورے وضو کو بیان کرکے استنجاء کو ذکر فرما رہے ہیں لہٰذا باب التسمیۃ علی کل حال" ذکر فرمایا۔

امام کا اصل مقصد اس ترجمہ سے یہی ہے کہ وضو کے وقت بسم اللہ ہونی چاہیے اس لئے کہ

جب عند الجماع تسمیہ مشروع ہے جو ذکر اللہ سے بعید تر اور قضاء شہوت کا موقع ہے تو وضو کی حالت جو ایک طرح کی عبادت ہے بدرجہ اولیٰ بسم اللہ مشروع و مستحب ہونا چاہیے۔

رہا یہ اشکال کہ تسمیہ کے متعلق صریح حدیث تھی جسکی تخریج ترمذی شریف نے کی ہے اسے ذکر کرنا چاہیے حدیث یہ ہے: لاوضوء لمن لم یذکر اسم اللہ علیہ۔ (جو بسم اللہ پڑھے بغیر وضو کرے اس کا وضو نہیں ہوتا)

جواب:- چوں کہ ترمذی کی یہ حدیث پر حسن کا حکم لگایا ہے۔

اس حدیث کے درجہ صحت میں نہ ہونے کی وجہ سے امام احمدؒ کا ارشاد ہے جسے ترمذی نے بھی نقل کیا ہے کہ لا اعلم فی التسمیۃ حدیثا لہ اسناد جیّد" یعنی اس باب میں میرے علم کے اندر کوئی ایسی حدیث نہیں جس کی اسناد جید ہو۔

اقوالِ ائمہؒ امام احمدؒ اور اسحاق بن راہویہؒ اور حنفیہ میں سے علامہ ابن ہمامؒ وجوب تسمیہ کے قائل ہیں لیکن ائمہ ثلاثہ اور جمہور فقہاء رحمہم اللہ کے نزدیک تسمیہ عند الوضوء مستحب ہے امام احمدؒ سے بھی راجح قول استحباب ہی کا ہے۔

اذا اتی اہلہ الخ: جمہور علماء کے نزدیک اس کا مطلب ہے اذا اراد الجماع۔

بَابُ ۱۰۴

مَا يَقُولُ عِنْدَ الْخَلَاءِ

بیت الخلاء جانیکے وقت کیا کہے (یعنی جب بیت الخلاء میں جانیکا ارادہ کرے تو کیا پڑھے؟

۱۴۲:- حدثنا آدم قال ثنا شُعْبَةُ عن عبدِ العزيزِ بنِ صُهَيبٍ. قال سمعتُ انسًا يقولُ كان النبيّ صلى الله عليه وسلم اذا دخل الخلاءَ قالَ اللهمَّ انّي اعوذُ بكَ مِنَ الخُبُثِ وَالخبائثِ تابعَهُ ابنُ عَرْعَرَةَ عن شعبةَ وقالَ غندرٌ عن شعبةَ اذا اتى الخلاءَ وقال موسى عن حمّادٍ اذا دخل وقال سعيدُ بنُ زيدٍ حدثنا عبدُ العزيزِ اذا ارادَ اَن يَّدخُلَ."

ترجمہ عبدالعزیز بن صہیب کا بیان ہے کہ میں نے حضرت انسؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت الخلاء میں داخل ہوتے تو فرماتے: اللّٰھمّ انی اعوذ

بك من الخبث والخبائث (یا اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں بھوتوں اور بھتنیوں سے) اس حدیث کو محمد بن عزیز نے بھی شعبہ سے روایت کیا (یعنی امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ محمد بن عرعرہ نے متابعت کی ہے آدم بن ابی ایاس کی، پوری سند دیکھئے ص۹۳۶)

اور غندر نے جو شعبہ سے روایت کی اس میں اذا دخل الخلاء ہے۔

اور سعید بن زید نے عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کی (اس کے الفاظ ہیں) اذا اراد ان یدخل (جب آپ بیت الخلاء میں داخل ہونے کا ارادہ فرماتے (تو یہ دعا پڑھتے)

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ فی قولہ " اذا دخل الخلاء الخ "

تعدد موضعہ والحدیث ھنا ص۲۶ ویاتی الحدیث ص۹۳۶.

باب سابق سے ربط اور مقصد ترجمہ باب سابق میں ذکر ہو چکا ہے کہ تسمیہ ہر حال میں مطلوب ہے۔ حتی کہ عند الجماع بھی تو تسمیہ عند الوقاع سے اشارہ علی الوضوء کی طرف ہوا۔ اب تسمیہ عند الجماع کے ذکر سے طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ بیت الخلاء کی ضرورت بھی انسان کے ضروری احوال میں شامل ہے تو اس کا تسمیہ کیا ہے؟

اسی سوال کے جواب کیلئے امام بخاریؒ نے یہ ترجمۃ الباب قائم کر کے بتلا دیا کہ بیت الخلاء کا تسمیہ یہ ہے "اللھم انی اعوذ بك من الخبث والخبائث" نیز اس سے یہ بھی اشارہ ہو جائے گا کہ جب ان مواقع میں (یعنی عند الجماع وعند الخلاء) تسمیہ مشروع ومطلوب ہے تو عند الوضوء بطریق اولی مطلوب ومندوب ہوگا۔

اذا دخل الخلاء ای اراد دخولہ یعنی دخل الخلاء سے مراد ارادۂ دخول ہے جس طرح آیت کریمہ اذا قرأت القرآن فاستعذ باللہ میں مراد ارادۂ قرأت ہی ہے ای اذا اردت قراءت القرآن اور اذا قمتم الی الصلوۃ فاغسلوا میں مراد ارادۂ قیام ہے۔ اسی کی تائید کیلئے امام بخاریؒ نے عبدالعزیز بن صہیب کے دوسرے شاگرد سعید بن زید کی روایت اذا اراد الدخول صراحۃ نقل فرمایا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ قضاء حاجت کیلئے اگر گھر میں بنا ہوا بیت الخلاء ہے تو داخل ہونے سے پہلے پڑھنا چاہیئے اگر کھلے میدان یا جنگل میں قضاء حاجت کی نوبت آئے تو بیٹھتے وقت کپڑے اٹھانے سے قبل تعوذ کے یہ کلمات پڑھ لینا چاہیئے۔ اور اگر کوئی شخص بیت الخلاء میں داخل ہو گیا اور یہ دعاء نہیں پڑھی تو اب زبان سے نہ پڑھے بلکہ دل میں استحضار کرے یہی جمہور کا قول ہے صرف بعض مالکیہ اور ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ

داخل ہونے کے بعد بھی پڑھ سکتے ہیں اسلیے کہ نجاست نیچے کی طرف گر جاتی ہے اور دعا آسمان کی طرف۔

خلا بفتح الخاء وبالمد موضع قضاء الحاجة سمی بذالک لخلائه فی غیر اوقات قضاء الحاجة وهو الکنیف والحش والمرحاض ایضا واصله المکان الخالی (عمدہ)

یعنی خلاء کے لفظی معنی ہیں خالی جگہ، تنہائی کی جگہ تو چونکہ قضاء حاجت کیلئے ایسے ہی مقامات مستعمل ہوتے تھے۔ اس لئے اس لفظ کے معنی ہو گئے قضاء حاجت کی جگہ۔

من الخبث والخبائث. خبث بضم الخاء والباء، نیز بسکون الباء خبیث کی جمع ہے اور خبائث خبیثة کی جمع مراد شیاطین ذکور واناث یعنی مذکر و مؤنث مراد ہیں واستعاذته صلی الله علیه وسلم اظهار العبودیة وتعلیم الامة والا فهو معصوم من الجن والانس۔

ابوابُ الوضوء کی ترتیب پر اعتراض وجواب

حافظ عسقلانی رح نے لکھا ہے کہ اس باب اور اس کے بعد آنے والے ابواب جو باب الوضوء مرۃ مرۃ تک ذکر ہوئے ہیں اشکال ہوا ہے۔ کیونکہ امام بخاری ابواب وضو ذکر کر رہے تھے، یہاں سے چند ابواب ایسے شروع کر دیئے جن کا تعلق وضو سے نہیں ہے اور ان کے بعد پھر وضو کے ابواب لائے ہیں۔ درمیان میں استنجاء کے متعلقات کا ذکر باعث اشکال ہے۔

چنانچہ علامہ کرمانی رح نے اس طرح اعتراض ذکر کیا کہ بسم اللہ منہ دھونے سے پہلے ہوتی ہے بعد میں نہیں پھر ابواب وضو کے درمیان بیت الخلاء اور مسائل استنجاء کا ذکر مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ پھر علامہ کرمانی رح نے خود ہی جواب دیا کہ امام بخاری رح ابواب میں حسن ترتیب کی رعایت نہیں فرماتے امام بخاری رح کی تمام تر توجہ نقل حدیث اور صحت سے متعلق باتوں پر ہے۔ حافظ عسقلانی رح نے علامہ کرمانی کے اس دعوے پر حیرت کا اظہار کیا ہے کیوں کہ امام بخاری رح کا اہتمام حسن ترتیب ضرب المثل ہے اور تمام مصنفین سے زیادہ حسن ترتیب پر توجہ دی ہے چنانچہ بہت سے علماء نے کہا ہے فقه البخاری فی تراجمه" امام بخاری رح کی فقہی عظمت ان کے تراجم ابواب سے معلوم ہوتی ہے گو بعض ابواب کی ترتیب بادی النظر میں باعث اشکال معلوم ہوتی ہے مگر دقت نظر سے یہ بات ظاہر ہے کہ پہلے تو امام بخاری نے وضو کا فرض بیان کیا اور بتلایا کہ وہ صحت صلوٰۃ کیلئے شرط ہے پھر اسکی فضیلت ذکر کی اور بتلایا کہ وضو کا وجوب بغیر تیقن حدث نہیں ہے اور عضو کو پورا دھو لینے سے زیادہ (یعنی دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھونا) فرض نہیں ہے اس پر جو کچھ زیادتی ہو گی وہ از قبیل اسباغ وفضل ہے۔

اور اسی وضوء سے متعلق یہ صورت بھی ہے کہ بعض اعضاء دھونے میں ایک چلو پانی پر اکتفا ہو سکتی ہے، پھر بتلایا کہ تسمیہ وضو کے شروع میں اسی طرح مشروع ہے جس طرح دخول خلاء کے وقت شروع

ہے اور یہیں سے استنجار کے آداب و شرائط اور اس کے مسائل و متعلقات شروع ہو گئے گویا اس جگہ ترتیب ابواب الشئی بالشئی کی بنار پر ہے اور اسلئے یہ مناسبت دقت نظر و فکر کا محتاج ہے۔

بَاب ۱۰۵

وَضعِ الماءِ عِندَ الخلاءِ

پاخانے کے پاس پانی رکھنا

۱۴۳: حدثنا عبدُ اللهِ بنُ محمدٍ قال ثنا هاشمُ بن القاسمِ قال ثنا ورقاءُ عن عُبَيدِ اللهِ بنِ ابي يزيدَ عن ابنِ عباسٍ انّ النبيَّ صلى الله عليه وسلم دخلَ الخلاءَ فوضعتُ له وَضوءً قال مَن وَضعَ هٰذا فاُخبِرَ فقال اللّٰهمّ فقّهه في الدِّين۔

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بیت الخلار میں تشریف لے گئے تو میں نے آپؐ کیلئے وضو کا پانی رکھدیا۔ آپؐ نے (باہر نکل کر) پوچھا "یہ پانی کس نے رکھا؟ (حضرت میمونہ رضؓ نے بتادیا) جب آپؐ کو بتلایا گیا تو آپ نے (میرے لئے) دعا فرمائی کہ اے اللہ اس کو دین کی سمجھ عطا فرما۔

ربط ماقبل و مقصد ترجمہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "وجه المناسبة بين البابين ظاهر لان كل ما فيهما مما يستعمل عند الخلاء"

امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کسی بزرگ کی خدمت بغیر حکم کے بھی درست ہے۔ نیز کوئی بزرگ، استاذ غسل خانے یا بیت الخلار جانے لگے تو شاگرد، خادم کو چاہیئے کہ پانی رکھدے اور مخدوم اور استاد کو چاہیئے کہ اس کے عوض خادم کو دعار خیر دے۔

۲ ان حضرات کی تردید مقصود ہو جو لوگ کہتے ہیں کہ پانی پینے کی چیز ہے اس لئے پانی سے استنجار مکروہ ہے، امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کر کے استنجار بالمار ثابت کردیا۔

تعدد موضعہ والحديث هنا ص۲۶ ومر في ص۱۷ ويأتي ص۵۳۱ و ص۱۰۸۱ واخرجه مسلم ص۲۹۸

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في قوله ان النبي صلى الله عليه وسلم دخل

الخلاء فوضعت له وَضوءً"

تشریح حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ حدیث پاک کے الفاظ فوضعت له وضوءً میں وضو بفتح الواو ہے ای ماء لیتوضاء به وقیل یحتمل ان یکون تاوله ایاه لیستنجی به وفیه نظر (فتح) یعنی بعض حضرات نے یہ خیال کیا ہے کہ یہ پانی جو ابن عباس رض نے رکھا تھا وہ استنجاء کیلئے تھا حافظ عسقلانی کہتے ہیں کہ بات محل نظر ہے یعنی صحیح نہیں۔

مگر امام بخاری رح کا ترجمۃ الباب وضع الماء عند الخلاء، سے معلوم ہوتا ہے کہ عند البخاری یہ پانی استنجاء کیلئے تھا جیسا کہ عند الخلاء سے اشارہ ملتا ہے چنانچہ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا رح فرماتے ہیں" فوضعت له وضوء سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ وضو کا پانی تھا یہ غلط ہے بلکہ اس سے ماء الاستنجاء مراد ہے" (تقریر بخاری ج ۲ ص ۱۴۰) واللہ اعلم بالصواب۔

علامہ نووی رح فرماتے ہیں کہ وفیه اجابة دعاء النبی صلی اللہ علیه وسلم له فکان من الفقه بالمحل الاعلیٰ (شرح نووی ص ۲۹۸) حضرت ابن عباس رض اس دعا کی برکت سے حبر الامت راس المفسرین اور اعلیٰ درجہ کے فقیہ ہوئے کہ فقہ شافعی کا تمام تر مدار ان ہی پر ہے جیسے فقہ حنفی کا مدار حضرت عبداللہ بن مسعود رض پر ہے، اس حدیث کی مزید تشریح حدیث ۷۴ کی تشریح دیکھیے۔ (محمد عثمان غنی چلل)

باب ۱۰۶

لَا تُسْتَقْبَلُ الْقِبْلَةُ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اِلَّا عِنْدَ الْبِنَاءِ جِدَارٍ اَوْ نَحْوِهٖ

پاخانہ پیشاب کیوقت قبلہ کیطرف رخ نہ کیا جائے مگر جب کوئی عمارت آڑ ہو جیسے دیوار وغیرہ

۱۴۴ ا حدثنا اٰدم قال ثنا ابن ابی ذئبٍ قال ثنا الزّهریُّ عن عطاء بن یزیدَ اللّیثیّ عن ابی ایوب الانصاری قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا اتیٰ احدُکمُ الغائطَ فلا یستقبلِ القبلةَ ولا یولّها ظهرهٗ شرّقوا او غرّبوا۔

ترجمہ حضرت ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تم میں سے کوئی پاخانہ میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ اسکی طرف پیٹھ کرے (بلکہ) پورب

یا پچھم کی طرف منہ کرو۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ فی قولہ اذا اتی احدکم الغائط فلا یستقبل القبلۃ الخ

تعدد موضعہ

والحدیث ھنا ملا ویاتی فی الصلوٰۃ ملا ص۵۷۔

ربط ما قبل و مقصد ترجمہ باب سابق میں دخول خلاء کا ذکر تھا اس باب میں عند الخلاء نشست کی تعلیم و طریقہ ادب کا بیان ہے فالمناسبۃ واضحۃ۔

حضرت ابو ایوب انصاریؓ آپ کا اسم گرامی خالد بن زید بخاری خزرجی انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے اور کنیت ابو ایوب ہے آپ بیعت عقبہ ثانیہ میں حاضر ہوئے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کی آپ کا مسکن مدینہ منورہ تھا۔ آپ ہی وہ صحابی ہیں جنہیں ابتداء ہجرت میں ایک ماہ تک حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی میزبانی کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کو غزوۂ بدر اور تمام غزوات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیساتھ شرکت کا شرف حاصل رہا، اور حضور ﷺ کے بعد بھی جہاد کا عمل جاری رکھا، آپ ایسی محاربات میں ہمیشہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ رہے، آپؓ کا انتقال حضرت معاویہ رضؓ کے دور خلافت میں ۵۰ھ (قیل ۵۲ھ وقیل ۵۵ھ) میں قسطنطنیہ میں ہوا اور وہاں قلعہ کے نشیبی حصہ میں دفن ہوئے۔ اب تک آپ کا مزار پر انوار قسطنطنیہ میں موجود ہے۔ اگر بارش نہیں ہوتی ہے تو ان کے مزار پر حاضر ہو کر دعا کرنے سے بارش ہوتی ہے (عمدہ)

آپؓ سے ایک سو پچاس حدیثیں مروی ہیں ان میں سات متفق علیہ اور تنہا بخاری نے صرف ایک روایت کی ہے (عمدہ) تہذیب التہذیب ج۳ ص۹۱

تشریح الغائط لغۃً غائط نشیبی (پست) زمین کو کہتے ہیں، چونکہ اہل عرب قضاء حاجت کیلئے عموماً نشیبی زمین کو استعمال کرتے تھے جس کے اطراف اٹھے ہوئے ہوں اس لئے اس کا اطلاق بیت الخلاء پر ہونے لگا، عام طور پر ہندو پاک کے دیہات والے بھی جہاں گھروں میں بیت الخلاء نہیں ہیں، پاخانہ کی ضرورت پیش آجائے تو وہ بھی ایسی ہی جنگلوں اور کھیتوں میں پست زمین تلاش کرتے ہیں۔ جو گڑھا ہو اور ادھر ادھر سے اونچا ہو تاکہ پردہ ہو سکے۔

اور بعض اوقات لفظ غائط کا اطلاق نجاست خارجہ یعنی پاخانہ کے معنی میں استعمال ہوا ہے۔

شرقوا او غربوا یعنی مشرق کا رخ کرو یا مغرب کا۔ یہ حکم مدینہ طیبہ کے اعتبار سے ہے کیوں کہ مدینہ طیبہ

سے قبلہ جانب جنوب میں واقع ہے اسلئے جن مقامات پر قبلہ جانب جنوب یا شمال میں ہے جیسے مدینہ طیبہ شام اور یمن وغیرہ، صرف ان ہی مقامات والوں کیلئے شرقوا او غربوا کا حکم ہے لیکن جن مقامات پر قبلہ مشرق یا مغرب میں ہے جیسے بنگلہ دیش، ہندوستان اور پاکستان وغیرہ وہاں جنبوا او شملوا ہوگا اسلئے کہ اصل علت احترام قبلہ ہے۔

اقوال الفقہاء فی مسئلۃ الباب

قبلہ کیطرف منہ کرکے یا پیٹھ کرکے قضائے حاجت کے سلسلے میں ائمہ کرام و فقہاء عظام کے آٹھ اقوال ہیں۔

(۱) استقبال اور استدبار دونوں علی الاطلاق مکروہ تحریمی ناجائز ہیں خواہ صحراء (جنگل، میدان) ہو یا بنیان (آبادی) علی الاطلاق ممنوع ہے۔ والیہ ذھب ابو ایوب الانصاری رض ابن مسعود رض ابو ہریرہ رض، ومجاہد رح ابراہیم نخعی رح امام اعظم ابو حنیفہ رح، سفیان ثوری، احمد بن حنبل فی روایۃ ابن حزم ظاہری، ابن عربی، ابن قیم رحمہم اللہ تعالےٰ یعنی جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے اور حنفیہ کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے۔

(۲) استقبال و استدبار دونوں مطلقا جائز ہیں خواہ آبادی میں ہو یا صحرا (کھلی فضاء) میں ہو یہ مسلک عروہ بن زبیر، امام مالک کے استاد ربیعۃ الرائی اور داؤد ظاہری رحمہم اللہ سے منقول ہے یہ حضرات مذکورہ بالا احادیث کو منسوخ کہتے ہیں (عمدہ)

(۳) استقبال قبلہ (یعنی قضائے حاجت کیوقت قبلہ کیطرف منہ کرنا) کہیں بھی جائز نہیں نہ عمارت (بیت الخلاء) میں نہ میدان میں، اور استدبار (یعنی قبلہ کی طرف پیٹھ کرنا) ہر جگہ جائز ہے۔ وھواحدی الروایتین عن ابی حنیفۃ رح (عمدہ)

(۴) استقبال اور استدبار دونوں صحرا میں ناجائز اور بنیان یعنی آبادی میں دونوں جائز و بہ قال مالک والشافعی واسحاق واحمد فی روایۃ رحمہم اللہ تعالےٰ وھو مروی عن ابن عباس وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم واستدلوا بحدیث ابن عمر رض الاتی ذکرہ عن قریب انشاء اللہ وھذہ المذاھب الاربعۃ مشہورۃ عن العلماء ولم یذکر النووی فی شرح المھذب غیرھا وکذالک عامۃ شراح البخاری (عمدہ)

(۵) استقبال بہر صورت ناجائز اور استدبار آبادی میں جائز اور صحرا میں ناجائز تمسکا بظاہر حدیث ابن عمر وھو مروی عن ابی یوسف (عمدہ) (۶) استقبال و استدبار کعبہ کے ساتھ بیت المقدس کا استقبال و استدبار بھی مطلقا ناجائز ہے یہ قول منقول ہے ابراہیم نخعی اور محمد بن سیرین رحمہم اللہ سے۔ (۷) استقبال اور استدبار دونوں کی ممانعت اہل مدینہ اور اس سمت میں رہنے والوں کیلئے مخصوص ہے یہ قول ابوعوانہ کا ہے جو مزنی رح کے شاگرد ہیں۔ (۸) استقبال و استدبار مطلقاً مکروہ تنزیہی ہیں یہ امام اعظم ابو حنیفہ رح سے ایک روایت ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان
مذکورہ بالا مذاہب واقوال میں امام بخاری رحمہ اللہ نے چوتھا قول یعنی ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ کا مذہب اختیار فرمایا ہے جیساکہ امام بخاری ترجمۃ الباب الاعند البناء جدار او نحوہ کی قید لگا کر اشارہ کررہے ہیں۔ حالانکہ حدیث الباب حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کوئی قید واستثنار نہیں ہے بلکہ حدیث الباب میں استقبال واستدبار قبلہ کی مطلقا ممانعت ہے خواہ صحرا میں ہو یا بنیان میں۔
لیکن امام بخاری رحمہ اللہ اپنے ترجیحی مسلک کو جب بیان کرتے ہیں تو عام کو خاص اور مطلق کو مقید کردیتے ہیں جیساکہ یہاں بھی کیا ہے، حدیث ابی ایوب مطلق اور عام ہے مگر ترجمہ کو مقید کردیا۔

سوال
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حدیث الباب میں صحرا اور بنیان کی کوئی تفریق نہیں ہے، مطلقا ممانعت ہے تو حدیث مطلق سے مقید ترجمہ کیسے ثابت ہوگا؟

جواب:۔ حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اجیب بثلاثۃ اجوبۃ (فتح) اور حافظ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ قوی جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے لفظ غائط کے لغوی معنی مراد لیا ہے۔ غائط کے لغوی معنی ہیں نشیبی وسیع میدان، یعنی ایسا وسیع میدان جس کے اطراف اٹھے ہوئے ہوں تو جب غائط کے لغوی معنی حقیقی معنی وسیع میدان کے ہوئے تو اس لفظ سے خود معلوم ہوگیا کہ یہ حکم صحرا کا ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ کا اعتراض
فرماتے ہیں کہ یہ استدلال درست نہیں کیوں کہ قاعدہ ہے کہ جب کسی لفظ کو لغوی معنی کے علاوہ دوسرے معنی استعمال کرنے لگتے ہیں اور وہ استعمال اصلی معنی پر غالب ہوجاتا ہے تو وہ حقیقت عرفیہ کہلاتی ہے جس کے مقابلے میں حقیقت لغویہ مغلوب ومتروک ہوجاتی ہے۔ اہل عرب لفظ غائط کا استعمال جسم انسانی سے نکلنے والی نجاست پر کرتے ہیں تو اب یہ حقیقت عرفیہ کہلاتی ہے تو جب حقیقت لغویہ متروک ہوگئی تو معنی عرفی ہی مراد ہوں گے۔

جواب ۲:۔ بعض حضرات کہتے ہیں کہ آبادی میں پیشاب، پاخانہ کرنے والوں کے سامنے دیوار وغیرہ کی آڑ ہوتی ہے اسلئے استقبال کی نسبت دیوار وغیرہ کی طرف ہوگی یعنی آبادی (بیت الخلاء) میں استقبال واستدبار دیوار و بنیان کا ہوگا۔ کعبہ کا نہ ہوگا۔
علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص کعبہ کی سمت توجہ کرتا ہے تو اس پر استقبال کعبہ کا ہی اطلاق ہوتا ہے چاہے وہ صحرا میں ہو یا آبادی میں ہو، آبادی میں اگر دیوار وغیرہ کی آڑ حاصل ہوسکتی ہے تو کیا صحرا اور جنگل میں پہاڑوں اور درختوں کی آڑ حائل نہیں ہوسکتی۔

جواب ۳ :- بعض حضرات کہتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے الاعند البناء جلد ۱ ص ۲۶ کا استثناء حدیث ابن عمرؓ سے نکالا ہے جو متصلا آئندہ باب میں آئے گی، تفصیل تو آئندہ باب میں اپنی جگہ آئے گی خلاصہ یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک روز دیکھا کہ کوٹھے پر بیت الخلاء کے اندر بیت المقدس کیطرف رُخ کئے ہوئے قضاء حاجت کر رہے ہیں۔

جواب :- یہ جواب توجیہ القائل بما لا یرضیٰ بہ کے قبیل سے ہے اسلئے کہ اگر امام بخاریؒ ابن عمرؓ کی اس حدیث کے پیش نظر ترجمۃ الباب کو مقید کرتے تو ظاہر ہے کہ اس کو اسی باب کے تحت نقل کرتے۔

حضرت ابن عمرؓ کی پوری حدیث پر نظر کرنے سے معلوم ہوگا کہ ابن عمرؓ کی حدیث کو قبلہ کے استقبال واستدبار سے تعلق نہیں ہے بلکہ حضرت ابن عمرؓ نے ان لوگوں کی تردید فرمائی ہے۔ جو لوگ خانہ کعبہ کے ساتھ بیت المقدس کو بھی برابری کا درجہ دے رہے تھے جیساکہ عنقریب معلوم ہوگا۔

حنفیہ کی وجوہ ترجیح

حنفیہ نے اس سلسلے کی تمام روایات میں حضرت ابوایوب انصاریؓ کی روایت کو بچند وجوہ ترجیح دے کر اپنے مذہب کی بنیاد رکھی ہے۔

۱۔ یہ حدیث بالاتفاق محدثین اصح ما فی الباب ہے۔

۲۔ حضرت ابوایوبؓ کی حدیث قولی ہے باقی روایات فعلی ہیں اور قاعدہ مسلمہ ہے کہ قولی حدیث کو فعلی پر ترجیح ہوگی۔

۳۔ محرّم راجح ہے مبیح پر۔

۴۔ اگر ایک حدیث میں امت کو عام خطاب ہو اور دوسرے میں نبی کا کوئی اپنا عمل بیان ہو تو اول کو ترجیح ہوگی ثانی پر کیوں کہ ثانی میں خصوصیت نبیؐ کا احتمال ہے کیوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک بیت اللہ شریف سے افضل تھی لہٰذا آپؐ کیلئے استقبال واستدبار جائز تھے باقی امت کیلئے ممنوع۔

۵۔ اگر ایک میں ضابطۂ کلیہ اور عام تشریعی قانون کا بیان ہے اور دوسری میں کسی جزئی واقعہ کا ذکر ہے تو اول کو ترجیح ہوگی ثانی پر کیوں کہ کلیات کی حفاظت جزئیات سے مقدم ہے۔

۶۔ حضرت ابوایوبؓ کی روایت معلوم العلۃ والسبب ہے جو جہت قبلہ کی تعظیم وتکریم ہے۔

۷۔ حضرت ابوایوبؓ کی حدیث مؤید بالقیاس ہے کیونکہ ایک حدیث میں آیا ہے من تفل تجاہ القبلۃ جاء یوم القیامۃ وتفلہ بین عینیہ (معارف السنن ج ۱ ص ۹۵)

تو جب قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت ہے تو قضائے حاجت میں استقبال قبلہ کی ممانعت بطریق اولیٰ ہوگی خواہ صحرا ہو یا بنیان۔

باب ۱۰۷

من تبرز على لبنتين ص۲۶

جو شخص کچی دو اینٹوں پر بیٹھکر پاخانہ کرے

۱۴۵: حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن يحيى بن سعيد عن محمد بن يحيى بن حبان عن عمه واسع بن حبان عن عبد الله بن عمر انه كان يقول ان ناسا يقولون اذا قعدت على حاجتك فلا تستقبل القبلة ولا بيت المقدس فقال عبد الله بن عمر لقد ارتقيت يوما على ظهر بيت لنا فرايت رسول الله صلى الله عليه وسلم على لبنتين مستقبلا بيت المقدس لحاجته وقال لعلك من الذين يصلون على اوراكهم فقلت لا ادري والله قال مالك يعني الذي يصلي ولا يرتفع عن الارض يسجد وهو لاصق بالارض۔

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے وہ فرماتے تھے کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب قضاء حاجت کیلئے بیٹھو تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ بیت المقدس کیطرف، پھر عبد اللہ بن عمرؓ نے فرمایا کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بیت المقدس کیطرف منہ کرکے قضاء حاجت کیلئے بیٹھے ہیں، پھر ابن عمرؓ نے (واسع سے) کہا شاید تو ان لوگوں میں سے ہے جو چوتڑوں کے بل نماز پڑھتے ہیں، میں نے کہا خدا کی قسم میں نہیں جانتا (کہ آپ کا کیا مطلب ہے؟) امام مالکؒ نے کہا ابن عمرؓ کی مراد (اس چوتڑوں کے بل نماز پڑھنے سے) وہ شخص ہے جو نماز میں زمین سے اونچا نہ ہو، سجدہ کرتے ہوئے زمین سے ملا رہے (جس طرح عورتیں سجدہ کرتی ہیں مردوں کے لئے ایسا کرنا خلاف سنت ہے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة "فرايت رسول الله صلى الله عليه وسلم على لبنتين مستقبلا بيت المقدس لحاجته،"

تعدد موضعه والحديث هنا ص۲۶ وسياتي ص۲۷ ايضا ص۲۷ وفي الخمس ص۴۳۷

ماقبل سے ربط اور امام بخاری رح کا مقصد ماقبل کے باب سے ربط کے سلسلے میں علامہ عینی رح فرماتے ہیں:۔

وجه المناسبة بين البابين ظاهر وهو ان حديث هذا الباب مخصص لحديث الباب الاول على راى البخارى ومن ذهب الى مذهبه فى ذالك۔

مقصد امام بخاری رح کا اس باب سے یہ بتانا ہے کہ آبادی بنائے گئے بیت الخلاء کے قدمچوں پر بیٹھکر رفع حاجت کرنا جائز ہے اس میں تستر کے علاوہ اونچائی کیوجہ سے نجاست سے حفاظت بھی ہے اگر قدمچے نہ ہوں اور ہموار زمین سے متصل نشست ہو تو پیشاب کے چھینٹوں اور نجاست سے بدن اور کپڑے کی حفاظت مشکل ہے۔

تشریح حدیث حضرت عبداللہ بن عمر رض ان لوگوں کے خیال کی تردید فرماتے ہیں جو قضاء حاجت کے وقت اور بیت المقدس دونوں کا استقبال ممنوع سمجھتے ہیں، حضرت ابن عمر رض کا مقصد صرف یہ ہے کہ استقبال بیت المقدس کو جو لوگ ناجائز کہتے ہیں اس پر رد کرنا ہے یہ غرض نہیں ہے کہ استدبار فی البیوت جائز ہے بلکہ صرف قبلہ اور بیت المقدس میں فرق بتانا مقصود ہے۔

باب ۱۰۸

خُروجِ النساءِ اِلی البرازِ ص۲۶

عورتوں کا قضاءِ حاجت کیلئے باہر نکلنا

۱۴۶ (حدثنا يحيى بن بُكيرٍ قال ثنا الليثُ قال حدثنى عُقيلُ عن ابن شهابٍ عن عروةَ عن عائشةَ أنّ ازواجَ النبى صلى الله عليه وسلم كنّ يخرجنَ بالليلِ اذا تبرّزنَ الى المناصعِ وهى صعيدٌ أفيحُ وكان عمرُ يقولُ للنبى صلى الله عليه وسلم أحجُبْ نساءَكَ فلم يكن رسولُ الله صلى الله عليه وسلم يفعلُ فخرجتْ سودةُ بنتُ زمعةَ زوجُ النبى صلى الله عليه وسلم ليلةً مِنَ الليالى

عِشاءً وکانت امرءۃً طویلۃً فناداھا عمرُ الاَقد عرفناكِ یا سودۃُ حِرصًا علیٰ اَن یُنزَلَ الحِجابُ فانزل اللہ الحجابَ)

ترجمہ ۱۴۶ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں رات میں مناصع کی طرف قضاء حاجت کیلئے جایا کرتی تھیں، اور مناصع (مدینہ سے باہر) کھلا میدان ہے اور حضرت عمرؓ (کئی دن سے) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کرتے تھے کہ اپنی عورتوں کو پردے کا حکم دیجئے لیکن حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایسا حکم نہیں دیتے تھے ایک بار ایسا ہوا کہ آپؐ کی بیوی سودہ بنت زمعہؓ رات کو عشاء کے وقت (قضاء حاجت کیلئے) نکلیں اور یہ لمبے قد کی عورت تھیں، حضرت عمرؓ نے ان کو آواز دی سُن لو اے سودہؓ ہم نے تمہیں پہچان لیا، حضرت عمرؓ کو حرص تھی کہ پردے کا حکم نازل ہو جائے چنانچہ اللہ تعالےٰ نے پردہ کا حکم) نازل فرما دیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ اذا تبرزن الی المناصع"

تعدد موضعہ والحدیث ھنا ص۲۶ ایضا متصلا ص۲۶ ویاتی فی التفسیر ص۷۰۷ وفی النکاح ص۷۸۸ وفی الاستیذان ص۹۲۲۔

۱۴۷: حدثنا زکریاءُ قال حدثنا ابو اُسامۃَ عن ھشامِ بن عروۃَ عن ابیہ عن عائشۃَ عن النبی النبی صلے اللہ علیہ وسلم قال قد اُذِنَ لکُنَّ اَن تخرُجنَ فی حاجتکُنَّ قال ھشام یعنی البرازَ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں کہ آپؐ نے (اپنی بیویوں سے) فرمایا کہ تمہیں قضاء حاجت کیلئے باہر نکلنے کی اجازت ہے، ہشام کہتے ہیں حاجت سے مراد پاخانہ ہے (یعنی پاخانہ کی حاجت کیلئے گھروں سے نکلنے کی اللہ تعالےٰ نے اجازت دیدی ہے)

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ لان الباب مقصود فی خروجھن الی البراز وفی ھذا الحدیث بیان ان اللہ تعالیٰ قد اذن لھن بالخروج عن بیوتھن الی البراز (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھنا ص۲۶ ومرّ ایضا ص۲۶ ویاتی ص۷۰۷ وص۷۸۸ وص۹۲۲

روایاتِ حجاب میں بظاہر تعارض ہے امام بخاریؒ نے اس باب میں ۲ دو حدیث نقل فرمائی ہیں اور دونوں میں بظاہر تعارض ہے۔

حدیث الباب کی پہلی حدیث (حدیث ۱۴۶) کے الفاظ حرصا علیٰ ان ینزل الحجاب فانزل اللہ

الحجاب سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضہ کا نکلنا حکم حجاب سے قبل کا ہے نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت عمر فاروق رضہ کا منشاء پورا ہوگیا اور وحی الہٰی نے ان کی موافقت کی۔

اور دوسری حدیث (حدیث ۱۴۷) نیز کتاب التفسیر کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ام المؤمنین حضرت سودہ رضہ کا واقعہ حجاب کا حکم آجانے کے بعد پیش آیا۔ جس کے الفاظ ہیں "عن عائشۃ رضہ قالت خرجت سودۃ بعد ما ضرب الحجاب الخ نیز اس روایت سے اور کتاب التفسیر کی روایت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضہ کا منشاء پورا نہ ہوسکا بلکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:-

تطبیق | شارح بخاری حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں:-

"یحتمل ان یکون اراد (عمر رضہ) کا ستر اولاً الابستر وجوھھن فلما وقع الامر مارادا حب ایضاً ان یحجب اشخاصھن مبالغۃ فی التفسیر فلم یجب الاجل الضرورۃ (فتح الباری ص ۲۰۱)

ممکن ہے کہ حضرت عمر رضہ نے اولاد ازواج مطہرات کے چہروں کا حکم چاہا ہو، جب اللہ تعالےٰ کا حکم عمر رضہ کی خواہش کے مطابق نازل ہوگیا (اور اسی ایک حصہ میں موافقت کیوجہ سے حضرت عمر رضہ نے وافقت ربی فی ثلاث فرمادیا) پھر اس کے بعد حضرت عمر رضہ نے یہ چاہا کہ اشخاص کے پردہ کا حکم ہوجائے یعنی پورا جسم چھپ جائے، تو اللہ تعالےٰ نے ضروریات کیوجہ سے یہ حکم نازل نہیں فرمایا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حجاب کے دو درجے ہیں ایک حجاب وجوہ اور دوسرا حجاب اشخاص۔

حجاب وجوہ یعنی چہرے کا پردہ، مطلب یہ ہے کہ عورت خواہ گھر میں رہے یا کسی ضرورت سے گھر سے باہر نکلے لیکن کسی غیر مرد کے سامنے اپنا چہرہ بے نقاب نہ کرے۔

اور حجاب اشخاص یہ ہے کہ عورتیں اپنے ذوات و اشخاص ہی کو مستور رکھیں یعنی پورا جسم اس طرح چھپا رہے کہ شناخت نہ ہوسکے یہ دو چیزیں الگ الگ ہیں۔

احکام حجاب کی تشریح | حضرت عمر رضہ نے پہلے حجاب وجوہ کی خواہش ظاہر کی اور عرض کیا۔

یارسول اللہ یدخل علیک البرُّ و الفاجرُ فلو امرت امہات المؤمنین بالحجاب فانزل اللہ اٰیۃ الحجاب (بخاری ثانی ص ۷۰۶)

یارسول اللہ آپ کے پاس اچھے اور برُے ہر طرح کے لوگ آتے ہیں کاش آپ امہات المؤمنین (اپنی بیویوں) کو پردے کا حکم فرمادیں چنانچہ آیت حجاب نازل ہوگئی (یعنی حضرت عمر رضہ کی رائے کیموافق اللہ تعالےٰ نے پردے کا حکم نازل فرمادیا

اس آیت حجاب سے سورہ احزاب کی آیت یٰایہا الذین اٰمنوا لا تدخلوا بیوت النبی الاّ اَن یوذن لکم الاٰیۃ (پارہ ۲۲ رکوع ۴) مراد ہے۔

جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی روایت ہے:-

قال انس بن مالك انا اعلم الناس بهذه الاية اية الحجاب لما اهديت زينب بنت جحش رضی اللہ عنہا الى رسول الله صلى الله عليه وسلم كانت معه فى البيت صنع طعاما ودعا القوم فقعدوا يتحدثون فجعل النبى صلى الله عليه وسلم يخرج ثم يرجع وهم قعود يتحدثون فانزل الله تعالى "يايها الذين امنوا لا تدخلوا بيوت النبى الا ان يؤذن لكم الى طعام غير ناظرين اناه الى قوله من وراء حجاب فضرب الحجاب وقام القوم (بخاری ۲ صفحہ ۷۰۶)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس آیت یعنی آیت حجاب (کے شان نزول) کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہوں جب حضرت زینب دلہن بنا کر رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجی گئیں اور وہ آپ کے ساتھ آپ کے گھر ہی میں تھیں تو آپ نے کھانا تیار کروایا اور قوم کو دعوت دی پھر (کھانے سے فارغ ہونے کے بعد) لوگ بیٹھے باتیں کر رہے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باہر جاتے پھر اندر آتے (تاکہ لوگ اٹھ جائیں) لیکن لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے اس پر اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی کہ اے ایمان والو نبی کے گھروں میں بے اجازت مت جایا کرو مگر جس وقت تم کو کھانے کے لئے (آنیکی) اجازت دی جائے ایسے طور پر کہ اس (کھانے) کی تیاری کے منتظر نہ رہو (یعنی بے دعوت تو جاؤ مت اور اگر دعوت ہو تب بھی بہت پہلے سے مت جا بیٹھو) لیکن جب تم کو بلایا جائے (کہ اب چلو کھانا تیار ہے) تب جایا کرو پھر جب کھانا کھا چکو تو اٹھ کر چلے جایا کرو اور باتوں میں جی لگا کر مت بیٹھا کرو (کیونکہ) اس بات سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ناگواری ہوتی ہے سو وہ تمہارا لحاظ کرتے ہیں (اور زبان سے نہیں فرماتے کہ اٹھ کر چلے جاؤ) اور اللہ تعالے صاف بات کہنے سے (کسی کا لحاظ نہیں کرتا اسلئے صاف صاف کہہ دیا گیا) اور آگے سے یہ حکم کیا جاتا ہے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں تم سے پردہ کیا کریں گی تو اب سے) جب تم ان سے کوئی چیز مانگو تو پردے کے باہر (کھڑے ہو کر وہاں) سے مانگو، اسی وقت پردہ ڈالدیا گیا اور لوگ اٹھ گئے۔

احکام حجاب کی ترتیب

سب سے پہلے آیت حجاب یعنی لاتدخلوا بیوت النبی (سورہ احزاب آیت ۵۳) کس سن میں نازل ہوئی؟ یعنی پردے کا حکم کب ہوا؟ اقوال مختلف ہیں سنہ ۳ھ سنہ ۴ھ لیکن سب سے راجح قول یہ ہے کہ سنہ ۵ھ میں ام المومنین حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کے طعام ولیمہ کے روز نازل ہوئی جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی مذکورہ بالا روایت میں تصریح ہے اور یہی آیت احزاب آیت حجاب سے مشہور ہے اور یہ آیت حجاب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی درخواست کے بعد نازل ہوئی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خواہش و درخواست کے مطابق نازل ہوئی۔ اس آیت میں گھر کی حالت کا بیان ہے کہ دوسروں کے گھروں میں داخل مت ہو اور اگر کوئی چیز عورتوں سے مانگو تو پردے کے پیچھے سے مانگو۔

اس حجاب کا حاصل دوسروں کو اجنبی عورتوں سے روکنا تھا، عورتوں کو باہر نکلنے سے بالکلیہ روکنا نہ تھا، اس آیت حجاب کے نازل ہونے کے بعد بھی عورتیں حسب ضرورت تستر کے ساتھ باہر نکلتی تھیں مگر نزول حجاب کے بعد بھی حضرت عمرؓ حکم حجاب میں سختی و تنگی چاہتے تھے حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کہ عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا ممنوع ہوجائے۔

اسی دوران ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ رات کے وقت ام المومنین حضرت سودہؓ قضائے حاجت کیلئے آبادی سے باہر جارہی تھیں، حضرت سودہؓ لمبے قد کی عورت تھیں (اسلئے ان کو جاننے والا دور ہی سے پہچان لیتا تھا حضرت عمرؓ نے ان کو دیکھا تو پہچان گئے) فناداھا عمر الا قد عرفناك یاسودة حرصا علی ان ینزل الحجاب الخ حدیث الباب کی پہلی حدیث ۱۴۶ دیکھئے اور ترجمہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔

اس کے آخر میں ہے فانزل اللہ الحجاب، اس سے یا تو مراد وہی آیت حجاب ہے جیساکہ ابوعوانہ نے اپنے صحیح میں طریق زبیدی عن ابن شہاب سے یہ عبارت زیادہ کی ہے: فانزل اللہ الحجاب، یاایھا الذین آمنوا لاتدخلوا بیوت النبی الآیۃ گویا یہاں صراحت ہوگئی کہ حضرت سودہؓ کے واقعہ میں بھی وہی آیت حجاب نازل ہوئی جو حضرت زینب کے ولیمہ کے دن نازل ہوچکی تھی۔

(فتح الباری، ایضا عمدۃ القاری ص۲۸۴)

۲: نیز یہ بھی احتمال ہے کہ فانزل اللہ الحجاب سے مراد آیت جلباب ہو یعنی:-

یاایھا النبی قل لازواجك وبناتك ونساء المؤمنین یدنین علیهن من جلابیبهن (عمدہ ۲ ص۲۸۴)	اے نبی آپ اپنی ازواج مطہرات اور بنات طاہرات کو اور عام مسلمانوں کی عورتوں کو حکم دیں کہ اپنی جلباب (لمبی چادر) استعمال کریں۔

مطلب یہ ہے کہ کسی سخت ضرورت سے باہر نکلنا پڑے تو دوپٹہ کافی نہیں بلکہ اتنی لمبی چادر استعمال کیجائے کہ عورت سر سے پیر تک مستور ہوجائے صرف راستہ دیکھنے کیلئے آنکھ کھلی رہے یا ایسا برقعہ استعمال کرے کہ چہرہ پر جالی دار کپڑا ہو کہ راستہ نظر آجائے۔

حاصل یہ کہ حضرت سودہؓ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بطور شکوہ حضرت عمرؓ کا قصہ بیان کیا تو وحی نازل ہوئی جس میں ضرورت کیوقت پورے تستر کے ساتھ باہر نکلنے کی گنجائش رکھی گئی جیساکہ حدیث الباب کی دوسری حدیث (حدیث ۱۴۷) میں ہے: قد اذن لکن ان تخرجن فی حاجتکن"

بہرحال حضرت عمرؓ جتنی تنگی چاہتے تھے کہ کسی حالت میں باہر نہ نکلا جائے اتنی تنگی نہیں کی گئی مگر پھر بھی حضرت عمرؓ کی خواہش پوری ہوگئی کہ باہر نکلنے کیلئے مزید تستر کا حکم ہوا کہ لمبی چادر یا برقع

اوڑھ کر ضرورت کے وقت نکلنے کی اجازت ہے۔
مزید تفصیل اگر مطلوب ہو تو معارف القرآن جلد ہفتم سورہ احزاب کی تفسیر ملاحظہ فرمالیں۔

باب ۱۰۹

التبرز فی البیوت
ص ۲۶ تا ص ۲۷

گھروں میں قضائے حاجت کرنیکا بیان

۱۴۸ (حدثنا ابراهیم بن المنذر قال ثنا انس بن عیاض عن عبیدالله بن عمر عن محمد بن یحیی بن حبان عن واسع بن حبان عن عبدالله بن عمر قال ارتقیت علی ظهر بیت حفصة لبعض حاجتی فرایت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقضی حاجته مستدبر القبلة مستقبل الشام)

۱۴۹ (حدثنا یعقوب بن ابراهیم قال ثنا یزید بن هارون قال انا یحیی عن محمد بن یحیی بن حبان ان عمه واسع بن حبان اخبره ان عبدالله بن عمر اخبره قال لقد ظهرت ذات یوم علی ظهر بیتنا فرایت رسول الله صلی الله علیه وسلم قاعدا علی لبنتین مستقبل بیت المقدس)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ میں ایک دن اپنی بہن) ام المؤمنین حضرت حفصہؓ کے گھر کی چھت پر اپنی کسی ضرورت سے چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبلہ کی طرف پیٹھ اور شام کی طرف منہ کئے ہوئے اپنی حاجت پوری کر رہے ہیں۔

ترجمہ حدیث ۱۴۹ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپؐ دو کچی اینٹوں پر (قضائے حاجت کیلئے) بیٹھے ہیں بیت المقدس کی طرف منہ کئے ہوئے۔

ربط و مقصد باب سابق میں عورتوں کے قضائے حاجت کیلئے باہر نکلنے کا بیان تھا، عورتوں کو قضائے حاجت کیلئے باہر نکلنے کی ضرورت اسلئے پیش آتی تھی کہ اس وقت تک مکانوں میں کنیف (بیت الخلاء) کا انتظام نہ تھا۔

اب یہ باب اس امر کو بتلانے کیلئے ذکر فرمایا ہے کہ قضائے حاجت کیلئے عورتوں کا باہر جانا ہمیشہ نہیں رہا

بلکہ گھروں میں ہی بیت الخلاء بنالئے گئے اور عورتوں کو ضروریاتِ شرعیہ کے سوا گھر سے نکلنا ممنوع ہوگیا (عمدہ)

امام بخاری رح کا مقصد احادیث باب سے یہ ہے کہ گھروں میں بیت الخلاء بنانا جائز ہے۔

مطابقۃ الحدیث حدیث ۱۴۸ کی مطابقت فی قولہ یقضی حاجتہ، اور حدیث ۱۴۹ کی مطابقت فی قولہ قاعدا علیٰ لبنتین الخ

تعدد موضعہ مر الحدیث ص۲۶ وھٰھنا ص۲۷ وسیاتی ص۴۳۷

تشریح علیٰ ظہر بیت حفصۃ حضرت عبداللہ بن عمر رض کا کبھی اپنے گھر کی چھت اور کبھی حضرت حفصہ رض کے گھر کی چھت میں کوئی اختلاف و تعارض نہیں ہے اسلئے کہ گھر تو حضرت حفصہ رض ہی کا تھا لیکن کبھی بہن کے گھر کو اپنا گھر کہدیا۔

سوال وجواب سوال یہ ہے کہ فرشتوں کو غلاظت و گندگی سے نفرت اور شیاطین کو طبعی مناسبت ہے اب اگر گھروں میں بیت الخلاء بنائے گئے تو شیاطین کا تو اجتماع ہوگا مگر فرشتے نفرت کرینگے، نیز ایک روایت میں ہے کہ گھر کے اندر طشت وغیرہ میں پیشاب جمع نہ کیا جائے کیوں کہ فرشتے ایسے گھر میں نہیں آتے۔

جواب:- امام بخاری رح نے اس کے جواب میں عبداللہ بن عمر رض کی روایت لاکر بتادیا کہ مکان کے ایک طرف .... بیت الخلاء بنانے میں کوئی مضائقہ نہیں خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے اور شیاطین کے اثرات سے محفوظ رہنے کیلئے خود حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تعلیم فرمائی "اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثْ" آپ نے اپنے عمل سے بتادیا کہ بیت الخلاء کا تعلق انسانی ضروریات سے ہے ملائکہ کے نجاست سے طبعی نفرت کی وجہ سے ہم ترکِ ضروریات کے مکلف نہیں ہیں جہاں بدبو ہو وہاں ملائکہ نہیں آتے اسی طرح برہنگی کے وقت بھی نہیں آتے مگر اسلام نے ہمیں ضروریات طبعیہ سے منع نہیں کیا۔

رہا استدبار قبلہ کی تمام بحثیں گذر چکی ہیں۔

باب ۱۱۰

الاستنجاءِ بالماءِ

پانی سے استنجا کرنے کا بیان

۱۵۰ ۔ حدثنا ابو الولید ہشام بن عبد الملک قال ثنا شعبة عن ابی معاذٍ واسمه عطاء بن ابی میمونة قال سمعت انس بن مالك یقول کان النبی صلے اللہ علیه وسلم اذا خرج لحاجته اجیٔ انا وغلام معنا اداوة من ماءٍ یعنی یستنجی به ۔

ترجمہ ابو معاذ جن کا نام عطاء بن میمونہ ہے کہتے ہیں کہ میں نے انس بن مالک رضؓ سے سنا وہ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنی حاجت کیلئے نکلتے تو میں اور ایک لڑکا اور ہمارے ساتھ ایک لوٹا پانی لے کر آتے آپ اس سے استنجا کرتے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحدیث فی قوله "یستنجی به" ای بالماء

تعدد موضعه والحدیث ھھنا ص۲۷ ویاتی متصلاً فی باب الاٰتی ص۲۷ وایضا بعدہ ص۲۷ ویاتی ایضا ص۳۵ وفی الصلوٰة ص۱۷ ۔

ربط باب سابق سے مناسبت ظاہر ہے کہ قضائے حاجت کے بعد سب سے پہلے استنجاء کی ضرورت پڑتی ہے چنانچہ اس باب میں پانی سے استنجے کا ذکر ہے۔

مقصد ترجمہ حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں. اراد بھذہ الترجمة الرد علیٰ من کرھه و علیٰ من نفیٰ وقوعه من النبی صلی اللہ علیه وسلم الخ

یعنی اس ترجمہ سے امام بخاری رح کا مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جنہوں نے پانی سے استنجا کو مکروہ کہا ہے یا جن حضرات نے یہ کہا ہے کہ اس (استنجا بالماء) کا ثبوت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہے (فتح الباری ص۲۰۱ ج۱ وعمدۃ القاری ص۲۸۷ ج۲)

امام بخاری رح نے اس باب میں حضرت انس رض کی حدیث پیش کر کے استنجاء بالماء کا جواز اور خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت پیش کر دیا۔

طہارت کیلئے ڈھیلے اور پانی دونوں کا استعمال افضل ہے

استنجاء صرف ڈھیلے سے بھی جائز ہے اور صرف پانی سے بھی مگر دونوں کو جمع کرنا بالاتفاق افضل ہے اور بصورت جمع پہلے ڈھیلوں کو استعمال کرنے تاکہ نجاست کم ہوجائے پھر پانی سے دھوئے اس صورت میں پوری صفائی اور پاکیزگی حاصل ہوجائے گی۔

لیکن صرف پانی اور ڈھیلوں کے استعمال میں کونسا عمل افضل ہے؟ ظاہر ہے کہ پانی کا استعمال افضل ہے کیوں کہ پانی نجاست کے عین واثر دونوں کو ختم کردیتا ہے اور ڈھیلوں سے صرف عین نجاست کا ازالہ ہوتا ہے مگر فی الجملہ اثر باقی رہتا ہے اسلئے ایک پر اکتفا کی صورت میں پانی کا استعمال اولیٰ و افضل ہے۔

ازالہ شبہات حضرت حذیفہ رضؓ سے منقول ہے "اذا لایزال فی یدی نتن" مطلب یہ ہے کہ پانی سے استنجاء کرنے میں ہاتھ میں بدبو باقی رہ جائے گی، اس سے پانی کے استعمال کا عدم جواز ثابت نہیں ہوتا البتہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ پہلے ڈھیلے استعمال کرکے پھر پانی استعمال کرو تاکہ بدبو نہ رہے یا پھر استنجاء بالماء کے بعد مٹی رگڑ کر یا صابن سے ہاتھ دھولینا چاہیئے بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ پانی انسان کی غذا ہے اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے جنات کی غذا میں احتیاط منقول و ثابت ہے تو انسانی غذا کی رعایت بطریق اولیٰ ہونی چاہیئے اس کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی کو نجاست دور کرنے اور پاک کرنے کا ذریعہ بنایا ہے۔

ارشاد ربانی ہے انزلنا من السماء ماء طهورا"

دوسرے کھانے پینے کی چیزوں کی خلقت اس مقصد کیلئے نہیں ہے لہذا ان سب کا احترام بجا لیکن اگر پانی کو بھی محترم قرار دیں گے تو کپڑوں وغیرہ سے بھی نجاست کو پانی سے دھونا ممنوع ہونا چاہیئے اور صرف مٹی، پتھر سے نجاست کو دور کرنا کافی ہونا چاہیئے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے ترمذی شریف میں ہے: عن عائشۃ رضؓ انها قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط والبول بالماء فان النبی ﷺ کان یفعله" معلوم ہوا کہ استنجاء بالماء خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

باب ۱۱۱

مَن حُمِلَ معهُ الماءُ لِطُهورِهِ وقال ابو الدَّرداءِ الیسَ فیکُمْ صَاحبُ النَّعلینِ وَالطَّهورِ والوِسادِ

اس شخص کے بیان میں جس کے ساتھ اس کی طہارت کیلئے پانی اٹھایا جائے (یعنی طہارت کیلئے پانی ساتھ لے چلنا) اور حضرت ابو الدرداء رضہ نے (عراق والوں سے) کہا کیا تم میں وہ شخص نہیں ہے جو (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی) جوتیاں اور وضو کا پانی اور تکیہ اپنے ساتھ رکھتا تھا وقال ابو الدرداء الیس فیکم ا یہ ایک ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری رح مناقب عبد اللہ بن مسعود رضہ ص۵۳۱ میں موصولا لائے ہیں۔

مُطابقت | ترجمۃ الباب میں لطہورہ سے استنجاء کا طہور مراد ہے اور روایت میں والطہور سے بھی مراد آب طہارت ہے۔

۱۵۱ (حدّثنا سُلیمانُ بنُ حَربٍ قال ثنا شعبةُ عن عطاءِ بنِ ابی میمونةَ قال سمعتُ انسًا یقول کانَ النبیّ صلی اللهُ علیه وسلم اِذا خرجَ لِحاجتِهٖ تبعتُهُ انا وغلامٌ مِنّا معنا اِداوةٌ مِن ماءٍ)

ترجمہ | حضرت انس رضہ کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کیلئے نکلتے (یعنی جنگل کیطرف جاتے) تو میں اور ہم میں سے ایک اور لڑکا (دونوں ملکر) ایک ڈول پانی کا لیکر آپ کے پیچھے جاتے۔

مُطابقۃ للترجمہ | مطابقت الحدیث فی قولہ تبعتہ انا وغلام منا معنا اداوۃ من ماء"

تعدد موضع | مر ص۲۷ ایضا ص۲۷ ویاتی ص۳۵ ایضا ص۷۱۔

مقصد | امام بخاری رح کا مقصد یہ بتلانا اور ثابت کرنا ہے کہ استنجے اور وضوء کے سلسلے میں دوسروں سے خدمت لینا جائز ہے مثلاً پانی وغیرہ کی ضرورت ہو تو خادم سے طلب کر لینے میں کوئی کراہت نہیں ہے خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ کوئی شخص اپنے آپ کو خادمانہ حیثیت سے پیش کرے اور خادم اس خدمت کو اپنے لئے عار نہیں بلکہ سعادت سمجھتا ہو۔

تشریح | لطہورہ طہور بضم الطاء بمعنی طہارت وفی اللغۃ النظافۃ والتنزہ والطہور

بفتح الطاء وہ پانی جس سے طہارت حاصل کیا جائے جیسے سحور بضم السین سحری کرنا اور سحور بفتح السین سحر کا کھانا۔

صاحب النعلین والطہور والوساد سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔

صاحب النعلین کا لقب تو اس لئے ملا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب کسی مجلس میں جوتے اتار کر تشریف لیجاتے تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جلدی سے نعلین شریفین اٹھالیتے اور صاحب الطہور کے لقب کا سبب یہ ہے کہ جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم استنجاء وغیرہ کیلئے تشریف لیجاتے تو حضرت ابن مسعودؓ پانی ساتھ لیجاتے۔ اور صاحب الوسادہ کا لقب اس وجہ سے ملا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب کہیں سفر میں ہوتے حضرت ابن مسعودؓ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا تکیہ ساتھ رکھتے۔

تبعتہ انا وغلام منا یعنی میں اور ہم میں سے ایک لڑکا ایک ڈول پانی لے کر آپ کے پیچھے جاتے غلام کے معنیٰ ہیں نوجوان یعنی پیدائش سے لے کر بلوغ تک، بعض ائمہ لغت سے منقول ہے داڑھی نکلنے تک۔

حضرت انس بن مالکؓ کی اس روایت میں غلام سے مراد کون ہیں؟ تعیین میں اختلاف ہے لیکن امام بخاریؒ کا رجحان اس طرف معلوم ہوتا ہے کہ یہاں غلام سے مراد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں چنانچہ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں "وایراد المصنف لحدیث انس مع ھذا الطرف من الحدیث ابی الدرداء یشعر اشعارا قویا بان الغلام المذکور فی حدیث انس ھو ابن مسعود وقد قدمنا ان لفظ الغلام یطلق علی غیر الصغیر مجازا (فتح ص۲۰۲) وھکذا قال العلامۃ العینیؒ ص۲۹۲)

رہا یہ اشکال کہ حضرت انس بن مالکؓ انصاری ہیں پھر روایت "غلام منا" کا کیا مطلب ہے؟ جواب یہ ہے کہ ای من الصحابۃ اور من خدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم (عمدہ) فلا اشکال۔

باب ۱۱۲

حمل العنزۃ مع الماء فی الاستنجاء ص۲۷

استنجے کیلئے نکلے تو پانی کے ساتھ برچھی بھی لے جانا

عنزہ وہ لاٹھی جسکے نیچے لوہے کا پھل لگا ہوا ہو یعنی برچھی۔

۱۵۲ (حدثنا محمد بن بشار قال ثنا محمد بن جعفر قال ثنا شعبۃ عن عطاء بن ابی میمونۃ سمع انس بن مالک یقول کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الخلاء فاحمل انا وغلام اداوۃ من ماء

وَعَنَزَةً يَسْتَنْجِي بِالْمَاءِ تَابَعَهُ النَّضْرُ وَشَاذَانُ عَنْ شُعْبَةَ الْعَنَزَةُ عَصًا عَلَيْهِ زُجٌّ۔

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کیلئے جاتے تھے تو میں اور میرے ساتھ ایک لڑکا ایک ڈول پانی اور ایک برچھی لیجاتے، آپؐ پانی سے استنجا کرتے۔

محمد بن جعفر کے ساتھ اس حدیث کو نضر اور شاذان نے بھی شعبہ سے روایت کی ہے۔
عنزہ اس لاٹھی کو کہتے ہیں جسکے نچلے حصے میں لوہے کا پھل لگا ہوا ہو۔
طبقات ابن سعد میں ہے کہ نجاشی (شاہ حبش) نے یہ برچھی (شام دار لاٹھی) حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ میں بھیجی تھی، علامہ عینی رحؒ نے یہ بھی نقل کیا ہے کہ نجاشی نے تین نیزے ارسال کئے تھے ایک آپؐ نے رکھا اور ایک حضرت علی رضؓ کو اور ایک حضرت عمر رضؓ کو عنایت فرمایا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقت الحدیث فی قولہ وعنزۃ یستنجی بالماء۔

تعدد موضعہ مر الحدیث ص۲۷ ایضاً ھہنا ص۲۷ ویاتی ص۳۵ ایضاً ص۱

مقصد امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ پانی اور برچھی دونوں کا تعلق استنجاء سے ہے پانی کا تعلق تو ظاہر ہے، عنزہ یعنی برچھی کا یہ ہوسکتا ہے کہ اس کے ذریعہ زمین کھود کر ڈھیلے لئے جاتے ہوں۔
اس تقدیر پر ترجمہ کا مقصد اس بات کیطرف اشارہ ہے کہ استنجاء میں پانی اور ڈھیلوں کو جمع کرنا، یعنی پہلے ڈھیلے پھر پانی) دونوں کا استعمال کرنا افضل ہے۔

فائدہ یہ روایت اور اس سے پہلے کے دو ابواب کی دو روایتیں بالکل ایک ہی ہیں صرف امام بخاریؒ کے اساتذہ مختلف ہیں کیونکہ سب روایتیں شعبہ پر جمع ہو رہی ہیں اور سب کا مخزن حضرت انس بن مالک رضؓ ہیں لیکن سابقہ ابواب کی دونوں روایتوں میں عنزہ کا ذکر نہیں تھا اسلئے اس عنزہ کی زیادتی پر شبہ ہوسکتا تھا امام بخاری رحؒ نے متابعت پیش کر کے تبلادیا کہ یہ زیادۃ بالکل درست اور ثابت ہے۔
اس کے علاوہ علامہ عینی رحؒ لکھتے ہیں کہ نضر کی روایت نسائی میں اور شاذان کی روایت بخاری کتاب الصلوٰۃ میں موصولاً مذکور ہے۔

باب ۱۱۳
النھی عن الاستنجاء بالیمین ص۲۷

داہنے ہاتھ سے استنجاء (طہارت) کرنے کی ممانعت

ربط باب سابق سے مناسبت وربط کے سلسلے میں علامہ عینی فرماتے ہیں: وجه المناسبة بين البابين بل بين هذه الابواب ظاهرة لان جمعها مقصود في امور الاستنجاء

۱۵۳ (حدثنا معاذ بن فضالة قال ثنا هشام هو الدستوائي عن يحيى بن ابي كثير عن عبد الله بن ابي قتادة عن ابيه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا شرب احدكم فلا يتنفس في الاناء واذا اتى الخلاء فلا يمس ذكره بيمينه ولا يتمسح بيمينه)

ترجمہ عبد اللہ بن ابی قتادہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کوئی پانی پئے تو برتن میں سانس نہ لے اور جب کوئی پاخانے میں جائے تو اپنے ذکر کو داہنا ہاتھ نہ لگائے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجاء کرے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقته في قوله "ولا يتمسح بيمينه"

تعدد وموضعہ والحديث ههنا ص۲۷ وايضا ياتي متصلا ص۲۷ ويأتي ص۸۴۱

مقصد ترجمہ باب سابق میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ جب استنجاء کیلئے نکلے تو ڈھیلے وغیرہ حاصل کرنے کیلئے لاٹھی، برچھی وغیرہ لے لے۔

اب آداب استنجاء کے سلسلے میں بیان کر رہے ہیں کہ داہنے ہاتھ سے استنجاء ممنوع و مکروہ ہے البتہ امام نے یہ فیصلہ نہیں فرمایا کہ استنجا بالیمین مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟

تشریح حدیث حدیث الباب میں تین چیزیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ (۱) پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لے (۲) قضائے حاجت کیوقت ذکر کو داہنا ہاتھ نہ لگائے۔ (۳) داہنے ہاتھ سے استنجاء نہ کرے۔

پانی پیتے وقت برتن میں سانس نہ لینا اس میں کئی حکمتیں ہیں ایک تو یہ کہ سانس کے ذریعہ باہر آنے والے جراثیم پانی میں شامل ہو کر نقصان کا اندیشہ ہے اس لئے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ ادب سکھایا ہے کہ تین سانس میں پیو اور سانس لیتے وقت برتن کو منہ سے الگ کرلو۔

(۲) ایک سانس میں پانی پینے سے کمال حرص ظاہر ہوتی ہے جو مویشیوں اور چوپایوں کی عادت ہے کہ پانی میں منہ ڈالنے کے بعد حرص کی وجہ سے منہ نہیں ہٹاتے پانی بھی پیتے جاتے اور پانی ہی میں سانس بھی لیتے رہتے ہیں۔

(۳) ایک سانس میں پینے کی وجہ سے معدے کو دھکہ لگتا ہے اور معدے کی حرارت کو ختم کر دیتا ہے، نیز تین مرتبہ پینے میں ہر مرتبہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے گا وغیرہ۔

دوسری اور تیسری چیز مس ذکر بالیمین اور استنجا بالیمین ہے۔

استنجا بالیمین (داہنے ہاتھ سے استنجاء) مکروہ تنزیہی ہے، اسلامی آداب کے خلاف ہے۔ اہل ظواہر کراہت تحریمی کے قائل ہیں۔ قدرت نے داہنے ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر فضل و شرف عطا فرمایا ہے اس لئے شرافت یمین کا تقاضا یہ ہے کہ اسے استنجا (اور ناک صاف کرنے، داہنے ہاتھ سے ذکر چھونے) اور دوسرے رذیل کاموں کیلئے استعمال نہ کیا جائے، انسان کھانے میں اس ہاتھ سے کام لیتا ہے کبھی کھاتے وقت داہنے ہاتھ سے استنجاء کا خیال آجائے تو طبع نظیف مکدر ہو جائے گی۔

مس ذکر بالیمین پر مستقل باب آرہا ہے۔

باب[۱۱۴]

لا یمسک ذکرہ بیمینہ اذا بال ص ۲۷

پیشاب کرتے وقت اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے

۱۵۴ حدثنا محمد بن یوسف قال ثنا الاوزاعی عن یحیی بن ابی کثیر عن عبد اللہ بن ابی قتادۃ عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا بال احدکم فلا یاخذن ذکرہ بیمینہ ولا یستنجی بیمینہ ولا یتنفس فی الاناء۔

ترجمہ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی پیشاب کرے تو اپنے ذکر کو داہنے ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے اور نہ برتن میں سانس لے۔

ربط و مقصد باب سابق میں داہنے ہاتھ سے استنجاء کی ممانعت کا ذکر تھا اب ترقی کر کے فرما رہے ہیں کہ داہنے ہاتھ کی شرافت کا تقاضہ یہ ہے کہ پیشاب کرتے وقت اس سے عضو مستور کو مس

بھی نہ کیا جائے۔

امام بخاری رح یہاں وہی حدیث لائے ہیں اور ترجمہ دوسرا قائم فرمایا ہے اسناد کا فرق ہے اس لئے تکرار میں افادیت ہے۔ حدیث کے الفاظ اذا بال احدکم کی وجہ سے امام بخاری رح نے ترجمۃ الباب میں اذا بال کی قید بڑھادی۔

اور حدیث پاک کے الفاظ اذا بال احدکم کی قید سے یہ بھی معلوم ہوا کہ باب سابق میں مس ذکر کی ممانعت کا تعلق پیشاب کیحالت کے ساتھ خاص ہے ای ان النہی المطلق محمول علی المقید بحالۃ البول فیکون ماعداہ مباحا" چنانچہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے مس ذکر کے بارے میں سوال کیا تو آپ ص نے فرمایا" انما ھو بضعۃ منك وہ بھی تمہارے جسم کا ایک حصہ ہے۔

مطلب یہ ہے کہ آپ نے حالت نجاست کے علاوہ مس ذکر کو دوسرے اعضاء جسم کے چھونے کے برابر قرار دیکر جائز فرمایا۔

باب ۱۱۵

الاستنجاء بالحجارۃ

پتھروں اور ڈھیلوں سے استنجاء کرنے کا بیان

۱۵۵ حدثنا احمد بن محمد ن المکی قال ثنا عمرو بن یحییٰ بن سعید بن عمرو المکی عن جدہ عن ابی ھریرۃ قال اتبعت النبی صلے اللہ علیہ وسلم وخرج لحاجتہ وکان لا یلتفت فدنوت منہ فقال ابغنی احجارا استنفض بھا او نحوہ ولا تاتنی بعظم ولا روث فاتیتہ باحجار بطرف ثیابی فوضعتھا الی جنبہ واعرضت عنہ فلما قضی اتبعہ بھن۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رض فرماتے ہیں کہ میں (ایک مرتبہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے چلا اور آپ رفع حاجت کیلئے نکلے تھے اور آپ (راستے میں) ادھر ادھر نہیں دیکھتے تھے۔ اس لئے میں آپ کے قریب پہنچ گیا تو آپ نے فرمایا مجھے کچھ پتھر (ڈھیلے) تلاش کردو۔ میں ان سے استنجا کروں گا یا اسی قسم کا آپ نے کوئی اور جملہ فرمایا۔ اور فرمایا کہ ہڈی اور گوبر میرے پاس نہ لے آنا، چنانچہ میں

کچھ پتھر اپنے دامن میں لے آیا اور آپ کے پہلو میں رکھدیا اور آپ کے پاس سے ہٹ گیا جب آپ (قضاء حاجت سے) فارغ ہوئے تو آپ نے ان پتھروں سے استنجا کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ ابغنی احجارا استنفض بہا لان معناہ استنجی بہا۔

تعدد وموضعہ الحدیث ھھنا ص۲۷ ویاتی ص۵۴۴

ربط ما قبل باب سابق اور ابواب سابقہ سے مناسبت ظاہر ہے کہ استنجاء کے مباحث چل رہے ہیں۔

مقصد ترجمۃ حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں کہ اس ترجمہ سے امام بخاری رح کا مقصد ان لوگوں کا رد کرنا ہے جو استنجاء کو پانی کے ساتھ مختص کرتے ہیں۔ یعنی پانی کے علاوہ اور کسی چیز سے استنجا جائز نہیں سمجھتے۔

کیوں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ابغنی احجارا استنفض بہا، ای استنجی بہا یعنی کچھ پتھر کے ٹکڑے لاؤ کہ میں اس سے استنجا کروں (فتح)

حدیث الباب میں بالتصریح ہے کہ جب آپ صلے اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت سے فارغ ہوئے تو آپ نے پتھروں سے استنجاء کیا۔

استنفض اس کا مادہ نفض ہے از باب نصر بمعنی جھاڑنا، گرد وغبار دور کرنے کیلئے کپڑے جھاڑنا، استنفاض کے معنی صفائی حاصل کرنا، استنجاء کرنا۔ روث گھوڑے وغیرہ کی لید جمع ارواث قال الحافظ الروثۃ مختص بما یکون من الخیل والبغال والحمیر (فتح)

تشریح حضرت گنگوہی رح فرماتے ہیں ان الاستنجاء بعد البول لاینبغی ان یکون بالحجر الخ یعنی پتھروں سے استنجاء پیشاب کے بعد مناسب نہیں کیوں کہ پتھر میں جذب کرنے کا مادہ نہیں! اور پیشاب کے بعد اصل مقصد یہی ہے (لامع ص۳)

البتہ براز (پاخانہ) کے بعد پتھر مفید ہوسکتا ہے اگر ڈھیلا میسر نہ ہو تو چند پتھروں سے یکے بعد دیگرے مقصد حاصل کیا جاسکتا ہے۔

بعض حنابلہ اور اہل ظواہر نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ چونکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے پتھر کی تخصیص کی ہے اسلئے پتھر کے سوا کسی بھی چیز سے استنجا درست نہیں۔

مگر اہل ظواہر کا یہ استدلال درست نہیں کیوں کہ حدیث میں پتھر کا ذکر صرف اسلئے ہوا ہے کہ عرب میں پتھر بسہولت میسر وموجود تھا علامہ عینی رح نے لکھا ہے کہ ہر جامد طاہر غیر محترم چیز پتھر ہی کے حکم میں ہے جبکہ

وہ نجاست کو دور کر سکے۔

معلوم ہوا کہ پتھر کی تخصیص اتفاقی تھی اور ظاہر ہے کہ اتفاقی تخصیص ماعدا کی نفی نہیں کرتی۔

ہڈی اور لید سے استنجاء کی ممانعت

ہڈی اور گوبر ولید سے استنجا کی ممانعت کیوجہ بھی ارشاد فرمادی گئی ہے انما لا یطھران (یہ دونوں چیزیں پاک نہیں کرتیں) اس وضاحت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہڈی اور گوبر کی خصوصیت نہیں بلکہ ہر اس چیز سے استنجاء کی ممانعت ہے جس میں تطہیر کی صلاحیت نہ ہو جیسے شیشہ، چکنا پتھر، دوسرے اس لئے بھی کہ یہ جنات کی خوراک ہیں جیسا کہ اسی بخاری شریف ص۵۴۲ میں یہ تفصیل موجود ہے کہ حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یارسول اللہ ؐ ہڈی اور گوبر میں کیا بات ہے (جو اس سے استنجاء کرنا منع ہے) آپؐ نے فرمایا یہ دونوں چیزیں جنوں کی خوراک ہیں میرے پاس نصیبین کے جنوں کا وفد آیا اور وہ اچھے جن تھے انہوں نے مجھ سے توشہ مانگا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ جب یہ کسی ہڈی یا گوبر سے گذریں تو ان کو اس پر سے کھانا ملے۔

مطلب یہ ہے کہ جب ہڈی اور گوبر کے پاس پہونچینگے تو بقدرت الٰہی ہڈی پر ان کی خوراک اور گوبر پر ان کے جانوروں کی خوراک پیدا ہوجائے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جن کا وفد خدمت اقدس میں حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ ؐ اپنی امت کو ہڈی اور گوبر اور کوئلے سے استنجاء کرنے سے منع فرمادیں اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں ہماری روزی رکھی ہے تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا۔ (ابوداؤد)

اشکال ۱: صحیحین کی روایت سے معلوم ہوا کہ جنوں کی درخواست پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تو ہڈی وغیرہ ان کی خوراک ہوئی۔

اور ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جنوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ درخواست کی کہ ہڈی گوبر اور کوئلے ہمارا رزق ہیں، حضورؐ آپ اپنی امت کو ان چیزوں سے استنجا کرنے سے منع فرمادیں. تو حضورؐ نے منع فرمادیا۔

جواب:۔ دونوں درخواستیں دو وقت کے ہیں جنوں کے وفد کی پہلی درخواست زادراہ کی تھی تو ہڈی وغیرہ ان کی خوراک ہوئی۔ پھر بعد میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور لوگ بکثرت مسلمان ہوئے جو ہڈی وغیرہ سے استنجاء کرتے تھے۔ اس پر جنوں نے دوسری درخواست حضورؐ سے کی اور حضورؐ نے منع فرمادیا۔ فلا اشکال۔

اشکال ۲: گوبر ناپاک ہے اور ناپاک چیز کا کھانا شرعاً حرام ہے اور ظاہر ہے کہ جنات بھی شریعت کے مکلف ہیں پھر ان کیلئے جائز کس طرح ہوا؟

جواب ۱:۔ جنات جب گوبر کے پاس پہونچتے ہیں تو برکت دعا بقدرت الٰہی گوبر گوبر نہیں رہتا ہے بلکہ ان کا ہاتھ

لگتے ہی دانہ بن جاتا ہے اور قلب ماہیت سے حکم بدل گیا۔
جواب۲ : یہ بھی ہوسکتا ہے کہ بعض جزئیات کے اندر انسان اور جن میں فرق ہو کہ جن کیلئے جائز اور انسان کیلئے ناجائز جیسے ریشمی لباس میں، سونے کی انگوٹھی میں مرد وعورت کا فرق ہے۔ واللہ اعلم

باب ۱۱۶

لا یستنجی بروث ص۲۷

لید (گوبر) سے استنجا نہ کیا جائے

۱۵۶ حدثنا ابو نعیم قال ثنا زهیر عن ابی اسحٰق قال لیس ابو عبیدة ذکرہ ولکن عبد الرحمٰن بن الاسود عن ابیه انه سمع عبد الله یقول اتی النبی صلی الله علیه وسلم الغائط فامرنی ان اتیه بثلاثة احجار فوجدت حجرین والتمست الثالث فلم اجد فاخذت روثة فاتیته بها فاخذ الحجرین والقی الروثة وقال هذا رکس وقال ابراهیم بن یوسف عن ابیه عن ابی اسحٰق حدثنی عبد الرحمٰن

ترجمہ ابو اسحاق کہتے ہیں کہ اس حدیث کو ابو عبیدہ نے (مجھ سے) ذکر نہیں کیا بلکہ عبد الرحمٰن بن اسود نے اپنے والد (اسود بن یزید) سے ذکر کیا ہے انہوں نے عبد اللہ بن مسعودؓ سے سنا وہ کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کیلئے گئے اور آپؐ نے مجھے حکم دیا کہ میں تین پتھر لاؤں چنانچہ میں نے دو پتھر پائے اور تیسرا پتھر ڈھونڈا مگر نہ ملا میں نے گوبر (یعنی خشک) کا ٹکڑا اٹھا لیا۔ اس کو لیکر آپؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے دو پتھروں کو لے لیا اور گوبر پھینک دیا اور فرمایا یہ ناپاک ہے اور ابراہیم بن یوسف نے اس حدیث کو اپنے باپ یوسف بن ابی اسحاق سے روایت کیا انہوں نے ابو اسحاق سے اس میں یوں ہے :۔
"حدثنی عبد الرحمٰن" یعنی مجھ سے عبد الرحمٰن (ابن اسود) نے حدیث بیان کی۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة فی قوله " والقی الروثة وقال هذا رکس"

ربط ما قبل باب سابق اور ابواب سابقہ سے مناسبت ظاہر ہے کہ استنجا کے مباحث چل رہے ہیں
عن ابی اسحٰق قال لیس ابو عبیدة ذکرہ ابو اسحاق نے کہا کہ اس حدیث کو ابو عبیدہ نے ذکر نہیں کیا ای ذکرہ لی یعنی مجھ سے نہیں ذکر کیا (فتح)

یہ ابو عبیدہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کے صاحبزادے ہیں ان کا نام عامر ہے اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی وفات کے وقت سات سال کے تھے۔

ولکن عبد الرحمٰن بن الاسود ای ھو الذی ذکرہ لی بدلیل قولہ فی الروایۃ الآتیۃ المعلقۃ حدثنی عبد الرحمٰن (فتح) بلکہ عبد الرحمٰن بن اسود نے کیا ہے اور عبد الرحمٰن اپنے باپ اسود بن یزید نخعی سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن سعودؓ سے الخ

حدیث الباب کے بارے میں امام بخاری وامام ترمذی کا اختلاف

اس میں مدار اسناد ابو اسحاق سبیعی تابعیؒ ہیں یہ حدیث ابو اسحاق سے چھ شاگرد روایت کرتے ہیں۔

(۱) زہیر عن ابی اسحٰق عن عبد الرحمٰن بن الاسود عن ابیہ عن عبد اللہ بن مسعود (بخاری ص۲۷ ابن ماجہ ص۲۷)
(۲) اسرائیل بن یونس عن ابی اسحاق عن ابی عبیدۃ عن عبد اللہ بن مسعودؓ (ترمذی ج ۱ ص۱۰)
(۳) قیس بن ربیع 〃 〃 رضؓ
(۴) معمر عن ابی اسحاق عن علقمہ 〃 〃 رضؓ
(۵) عمار بن زریق 〃 〃 رضؓ
(۶) زکریا بن ابی زائدہ عن ابی اسحاق عن عبد الرحمٰن بن یزید عن عبد اللہ بن مسعودؓ مذکورہ تمام طرق روایت میں سے زہیر بن معاویہ اور اسرائیل بن یونس کے دو طریق سب سے زیادہ بہتر اور قوی ہیں البتہ امام بخاریؒ ان دو میں سے زہیر کے طریق کو راجح واصح فرما رہے ہیں۔ اور امام ترمذی نے اسرائیل کی روایت کو اختیار کیا ہے۔

امام بخاریؒ ابو اسحاق کا یہ قول بھی نقل کر رہے ہیں کہ وہ (ابو اسحاق) اس روایت کو یہاں ابو عبیدہ سے نہیں لے رہے ہیں بلکہ عبد الرحمٰن بن اسود اور ان کے باپ کے واسطے سے حضرت عبد اللہ بن مسعود سے ذکر کر رہے ہیں۔ اس پر اعتراض ہوتا تھا کہ ابو عبیدہ کا سماع اپنے والد حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے مشکوک ہے پس اگر سماع ثابت نہیں ہے تو روایت منقطع ہے اس لئے دوسرا طریق یعنی زہیر کی روایت جو متصل السند ہے اس کو امام بخاریؒ نے ترجیح دی ہے اور بخاری شریف میں ذکر فرمایا، لیکن امام ترمذیؒ نے امام بخاری کی مخالفت کی ہے اور کہتے ہیں کہ ابو عبیدہ والا طریق ارجح ہے اسلئے کہ ابو اسحاق کے تمام تلامذہ میں اسرائیل کو ترجیح حاصل ہے۔

بہرحال ہر دو طریق عند المحدثین صحیح اور قابل حجت ہے اس سلسلے میں ائمہ حدیث میں تصحیح روایت کے باب میں اختلاف ہوتا رہا ہے اسلئے نہ امام بخاریؒ پر اعتراض ہے نہ امام ترمذی پر۔

ما بہ الاستنجا کیلئے ضابطہ

جن چیزیں سے استنجا جائز ہے ان کے بارے میں فقہاء نے ضابطہ یہ لکھا ہے:

شیءٌ جامدٌ طاهرٌ منقٍ قالعٌ للأثر غیر موذٍ لیس له شرف ولا حرمة ولا یتعلق به حق للغیر»

کوئی جامد، طاہر منقی شیٔ ہونی چاہئے جو غیر موذی ہونے کے علاوہ نجاست کیلئے مزیل ہو اسی طرح وہ شئی محترم اور قابل تعظیم بھی نہ ہو اور نہ اس پر کسی غیر کا حق ہو۔

استنجا میں تثلیث احجار کا حکم

ائمہ کرام کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ استنجاء میں تثلیث (یعنی تین ڈھیلوں کا ہونا) واجب ہے یا مستحب؟ اگر تین ڈھیلوں سے کم میں صاف ہوگیا تو اس پر اکتفا کر سکتا ہے یا تین کا عدد پورا کرنا واجب ہے؟ امام اعظمؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک صرف انقاء واجب ہے یعنی اگر دو ہی سے نجاست دور ہو جائے تو کافی ہے کیوں کہ اصل مقصد انقاء و صفائی ہے البتہ تثلیث یعنی تین کا پورا کر لینا مسنون ہے۔

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک انقاء و تثلیث دونوں واجب ہیں تین کا عدد پورا کرنا واجب اور ضروری ہے خواہ انقاء تین سے کم میں حاصل ہوگیا ہو۔

حدیث الباب حنفیہ کی دلیل ہے کیوں کہ جب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے تین میں سے ایک کو پھینک دیا۔ تو فقط دو ہی رہ گئے، حدیث الباب میں تیسرے کے استعمال کا کوئی ذکر نہیں اور بظاہر وہاں تیسرا پتھر موجود بھی نہیں تھا۔ حضورؐ کے پاس تو تھا ہی نہیں ورنہ ابن مسعودؓ کو تلاش کرنے کی تکلیف نہ دیتے اور نہ وہاں آس پاس تھا کیوں کہ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں: والتمست الثالث فلم اجد میں نے تیسرا پتھر تلاش کیا مگر مجھے وہ نہ مل سکا۔ امام طحاویؒ نے استدلال کیا ہے کہ آپؐ نے دو ہی پر اکتفا فرمایا اگر تین کا عدد واجب و ضروری تھا تو آپؐ دوبارہ طلب فرماتے۔

حافظ عسقلانیؒ اس استدلال سے ناراض ہیں: غفل رحمه الله عما اخرجه احمد فی مسنده من طریق معمر عن ابی اسحٰق عن علقمة عن ابن مسعود فی هذا الحدیث الخ (فتح الباری) یعنی امام طحاویؒ اس روایت سے غافل رہے جس کو امام احمدؒ نے اپنی مسند میں معمر کے طریق سے عبداللہ بن مسعودؓ کی یہی حدیث ذکر کی ہے جس میں اتنا زائد ہے فالقی الروثة وقال انها رکس ایتنی بحجر» یعنی آپؐ نے گوبر پھینکدیا اور فرمایا کہ یہ ناپاک چیز ہے ایک پتھر لاؤ۔»

علامہ عینیؒ نے عمدۃ القاری میں اور حافظ زیلعیؒ نے نصب الرایہ میں اسکا جواب دیتے ہوئے فرمایا کہ یہ زیادتی جس سند سے منقول ہے وہ قابل اعتماد نہیں کیوں کہ ابو اسحاق کا سماع علقمہ سے نہیں ہے لہٰذا یہ منقطع ہے اور قابل استدلال نہیں۔

۲ حافظ عسقلانیؒ کے جلالت شان کے پیش نظر حیرت ہے کہ خود حافظ عسقلانی نے ہدی الساری مقدمہ

فتح الباری میں یہ تصریح کی ہے کہ اس حدیث (ابن مسعودؓ) کے دو طریق (زہیر و اسرائیل) ہی صحیح ہیں باقی کوئی طریق صحیح نہیں پھر جب مسلک کا معاملہ آیا تو غیر صحیح بھی استدلال میں لا کر امام طحاوی جیسے محدث کی طرف غفلت کی نسبت کر دی۔ کیا امام ترمذی کی طرف بھی غفلت کی نسبت کر دینگے؟ کہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث پر باب قائم کیا ہے باب فی الاستنجاء بالحجرین" نیز اسی طرح امام نسائیؒ نے بھی اس حدیث پر باب قائم کیا ہے الرخصة فی الاستطابة بحجرین" اس سے صاف ظاہر ہوا کہ امام ترمذی اور امام نسائی رحمہما اللہ نے بھی زیادتی مذکور کو محدثانہ نقطہ نظر سے قابل قبول نہیں سمجھا۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا حافظ عسقلانی امام ترمذی اور امام نسائیؒ کیطرف بھی غفلت کی نسبت کرینگے یا یہ فیصلہ کر دیا جائے کہ امام طحاویؒ کیطرف غفلت کی نسبت کرنے والے ہی سے غفلت ہوئی۔ بالفرض اگر اس زیادتی کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو صرف یہ ثابت ہوگا کہ تیسرے ڈھیلے کے لانے کا حکم دیا مگر یہ تو کسی روایت سے ثابت نہیں کہ حضرت ابن مسعودؓ نے تیسرا پتھر لایا بھی پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے استعمال بھی فرمایا۔ غور کرنے سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے کہ جگہ ایسی تھی جہاں پتھر کے ملنے میں دشواری تھی ورنہ پہلے ہی بار لائے ہوتے اور گوبر نہیں لاتے جس سے غالب گمان یہی ہے کہ تیسرا پتھر لائے ہی نہیں۔

(۲) حنفیہ و مالکیہ کی دوسری دلیل حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من استجمر فلیوتر من فعل جو استنجاء (یعنی استنجاء میں ڈھیلہ استعمال) کرے۔ فقد احسن ومن لا فلا حرج الخ اس کو طاق استعمال کرنا چاہیئے جس نے ایسا کیا بہت اچھا کیا اور جسنے ایسا نہیں کیا اسپر کوئی حرج نہیں۔ (ابوداؤد ج ا ص۶)

معلوم ہوا کہ اصل مقصد ازالہ نجاست ہے اور عام طور پر چونکہ تین ڈھیلے سے تنقیہ ہوتا ہے اس لئے روایات میں تین کا عدد ذکر کیا گیا ہے یہ عدد مقصود بالذات نہیں ورنہ شوافع حضرات بھی کہتے ہیں کہ ایک ہی پتھر بڑا ہو جس کے تین گوشے ہوں تو وہ ایک ہی کافی ہے صاف معلوم ہوا کہ تین کا عدد ضروری نہیں بلکہ انقاء ضروری ہے۔

باب ۱۱۷

الوضوء مرة مرة ص۲۷

وضو میں ایک ایک بار اعضاء کا دھونا

۱۵۷ حدثنا محمد بن یوسف قال ثنا سفین عن زید بن اسلم عن

عَطاءِ بن یسارٍ عن ابنِ عباسٍ قال توضّأ النبیُّ صلّی اللہ علیہ وسلم مَرّۃً مَرّۃً)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک ایک بار اعضا کو دھویا۔

ربط و مقصد امام بخاری ” احکام استنجاء کے چودہ ابواب سے فراغت کے بعد پھر احکام وضوء شروع کر رہے ہیں ولاشک ان الوضوء تیلوا الاستنجاء۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی اکثر عادت مبارکہ تھی کہ استنجاء کے بعد وضو فرمایا کرتے تھے درمیان میں احکام استنجاء کے ابواب بطور استطراد لے آئے تھے اب اصل مقصود احکام وضو کی طرف رجوع فرما رہے ہیں۔

تشریح امام بخاری ” وضو کے سلسلے میں یہاں مسلسل تین ابواب قائم کر رہے ہیں جن کا مقصد اعضاء وضو کے اندر تعداد غسل کو بیان کرنا ہے۔

یہ مضمون امام بخاری ” کتاب الوضوء کے شروع میں بغیر سند کے ذکر فرما چکے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے وضوء میں اعضاء وضو کا ایک ایک بار دھونا بھی ثابت ہے جس سے فرضیت ادا ہو جائے گی بشرطیکہ اعضاء کا استیعاب ہو جائے البتہ وضوء صلوٰۃ میں آپ کا معمول تین بار دھونے کا تھا اسلئے تثلیث یعنی اعضاء مغسولہ کے ہر ہر عضو کو تین تین بار دھونا مسنون ہے یعنی تثلیث درجہ کمال ہے اور ایک ایک مرتبہ درجہ جواز۔

باب ۱۱۸

الوُضوءِ مَرّتینِ مَرّتینِ

وضوء میں دو دو بار اعضاء کا دھونا

۱۵۸ (حدّثنا الحُسَینُ بن عیسیٰ قال ثنا یونسُ بنُ محمّدٍ قال انا فُلیحُ بنُ سُلیمانَ عن عبدِ اللہِ بنِ ابی بکر بن محمّد بنِ عمرِو بنِ حزمٍ عن عبادِ بنِ تمیمٍ عن عبدِ اللہِ بن زیدٍ انّ النبیَّ صلّی اللہ علیہ وسلم توضّأ مرّتینِ مرّتینِ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے وضوء میں اعضاء کو دو دو بار دھویا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقة الحديث للترجمة ظاهرة

ربط و مقصد | ادائے فرض کا ادنیٰ درجہ بیان کرنے کے بعد اعضائے وضو کا دو دو مرتبہ دھونا ثابت کر رہے ہیں یہ دوسرا درجہ ہے یہ بھی سنت ہے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے البتہ آپ کا معمول وضو صلوٰۃ میں تین مرتبہ دھونے کا تھا اسلئے تثلیث مسنون ہے جیسا کہ آرہا ہے۔

تعدد موضع | والحديث هٰهنا ص۲۷ ويأتي ص۳۱ مطولا ايضا ص۳۱ ص۳۱ ص۳۲ ص۳۲ ص۳۳۔

باب [۱۱۹]

الوضوء ثلثا ثلثا

۱۵۹ حدثنا عبد العزيز بن عبد الله الاُوَيسی قال حدثنی ابراهيمُ بنُ سعدٍ عن ابن شهاب انّ عطاءَ بن يزيدَ اخبرَه انّ حُمرانَ مولیٰ عثمانَ اَخبرَه انّه رَاٰی عثمانَ بنَ عفّانَ دعا باناءٍ فافرغ علی كفّيه ثلاثَ مرارٍ فغسلهما ثمّ ادخلَ يمينَه فی الاناءِ فمضمضَ واستنثرَ ثمّ غسلَ وجهَه ثلاثا ويديه الی المرفقينِ ثلثَ مرارٍ ثمّ مسحَ براسه ثمّ غسلَ رجليه ثلثَ مرارٍ الی الكعبين ثمّ قال قال رسولُ اللهِ صلی اللهُ عليه وسلم من توضّا نحوَ وُضوئی هٰذا ثمّ صلّٰی ركعتين لا يحدّثُ فيهما نفسَه غُفرَ لَه ما تقدّمَ من ذنبِه وعن ابراهيمَ قال صالحُ بن كيسانَ قال ابنُ شهابٍ ولٰكن عروةُ يُحدِّثُ عن حُمرانَ فلمّا توضّا عثمانُ قال لاُحدّثنّكم حديثا لولا اٰيةٌ ما حدّثتكموه سمعتُ النبیّ صلّی اللهُ عليه وسلم يقول لا يتوضّا رجلٌ فيُحسِنُ وُضوءَه ويُصلّی الصلوٰةَ الّا غُفرَ لَه ما بينَه وبينَ الصلوٰةِ حتّٰی يُصلِّيَها قال عروةُ الاٰيةَ اِنّ الّذين يكتمون ما انزلنا)

ترجمہ | حمران حضرت عثمان رضؓ کے مولیٰ نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضؓ کو دیکھا کہ آپ نے (یعنی حضرت عثمان رضؓ نے) (حمران سے پانی کا) برتن منگوایا (پہلے) اپنے دونوں ہتھیلیوں پر تین بار پانی ڈالا اور انہیں دھویا پھر اپنا داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا پھر کلی کی اور ناک صاف کی پھر تین بار اپنا چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کیا (ایک ہی بار) پھر دونوں پاؤں

ٹخنوں تک تین بار دھوئے پھر کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو کوئی میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں (تحیۃ الوضوء) پڑھے جس میں اپنے آپ سے کوئی بات نہ کرے (یعنی دل میں کوئی خیال دنیا کا نہ پکائے بلکہ خشوع و خضوع سے نماز پڑھے) تو اس کے اگلے گناہ بخش دیئے جائیںگے۔

اور اسی عبدالعزیز بن عبداللہ نے اس حدیث کو ابراہیم سے روایت کیا انہوں نے صالح بن کیسان سے انہوں نے ابن شہاب سے کہ عروہ اس حدیث کو حمران سے یوں نقل کرتے تھے کہ جب حضرت عثمان وضو کر چکے تو کہنے لگے میں تم سے ضرور ایک حدیث بیان کروں گا اگر (اس سلسلہ میں) قرآن حکیم میں ایک آیت نہ ہوتی تو میں تم سے یہ حدیث نہیں بیان کرتا میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے اور (اس کے بعد) نماز پڑھے (کوئی فرض نماز) تو جتنے گناہ اس نماز سے دوسری نماز کے پڑھنے تک ہوں گے بخش دیئے جائیں گے۔ عروہ نے کہا آیت یہ ہے: اِنَّ الَّذِیْنَ یَکْتُمُوْنَ مَا اَنْزَلْنَا الخ۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاهرۃ فان فیه غسل الاعضاء المغسولۃ کلها ثلاث مرات۔

تعدد موضعه | والحدیث ههنا صـ۲۷ تا صـ۲۸ ویاتی ایضا فی باب المضمضۃ فی الوضوء صـ۲۸ وفی الصوم صـ۲۵۹ وایضا صـ۹۵۲

حمران مولی عثمان حمران بضم الحاء المهملۃ وسکون المیم ابن ابان بفتح الهمزۃ وبالباء الموحدۃ المخففۃ۔ حمران حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام ہیں اور تابعی ہیں ۷۵ھ میں وصال فرمایا (عمدہ)

عثمان بن عفان | امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ خلیفہ ثالث اور عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اور حضور اقدس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی زاد بہن اروی کے صاحبزادے ہیں، اسلام قبول کرنے والوں میں حضرت عثمان رضؓ سابقین اولین میں سے ہیں ان کے مناقب وفضائل معروف ومشہور ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی محبت تھی کہ یکے بعد دیگرے اپنی دو صاحبزادیاں حضرت رقیہ پھر حضرت ام کلثوم رضؓ ان کے نکاح میں دیں اسلئے آپ رضؓ کا لقب ذو النورین ہے آپ نے بیالیس ۸۲ سال کی عمر پاکر اٹھارہ ذی الحجہ ۳۵ھ بروز جمعہ اپنے مکان میں شہید کئے گئے اسود تجیبی (بضم التاء المثناۃ وکسر الجیم) نے شہید کیا جنازے کی نماز حکیم بن حزام رضؓ نے پڑھائی، حضرت عثمان رضؓ سے ایک سو ۱۴۶ چھیالیس احادیث مروی ہیں جن میں گیارہ احادیث امام بخاری رحؒ نے تخریج کی ہیں۔

(عمدۃ القاری)

تشریح | دعا باناء صـ۲۸ باب المضمضۃ فی الوضوء میں دعا باناء کے بجائے دعا بوضوء بفتح الواو

ہے یعنی وضو کا پانی مانگا۔

امام بخاری رح نے یہاں تین ابواب مسلسل قائم کیے ہیں جن کا مقصد اعضاء مغسولہ کی تعداد غسل کو بیان کرنا ہے پہلے باب میں ایک ایک مرتبہ دھونے کا ذکر ہے دوسرے میں دو دو مرتبہ اور تیسرے یعنی اس باب میں تین تین مرتبہ، یہ تینوں صورتیں بالاتفاق جائز ہیں بشرطیکہ اعضاء کا استیعاب ہوجائے۔

فافرغ علی کفیه ثلاث مرار اس سے معلوم ہوا کہ سب سے پہلے دونوں ہتھیلیوں کو دھو لینا چاہیئے۔ فمضمض واستنثر اس سے معلوم ہوا کہ داھنے ہاتھ سے کلی اور ناک میں پانی ڈالا جائیگا اور ان دونوں کا حال الگ الگ بیان ہوا جس سے معلوم ہوا کہ داہنے ہاتھ ہی سے تین تین مرتبہ کلی کرینگے پھر نیا پانی لے کر تین مرتبہ ناک میں پانی ڈالیں گے۔ اسی کو حنفیہ نے اختیار کیا ہے جیساکہ ابوحیہ سے روایت ہے۔ " رایت علیا توضا فغسل کفیه حتی انقاهما ثم مضمض ثلاثا واستنشق ثلاثا الحدیث ترمذی ص۹

من توضا نحو وضوئی هذا یہاں دو بحثیں ہیں اول یہ کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مغفرت کا ترتب دو چیزوں پر ہو رہا ہے ایک وضو کرنے پر اور دوسرا اس وضو کے بعد دو رکعت (تحیۃ الوضو) پڑھنے پر، اور سنن کی روایت میں ہے کہ جو شخص وضو کرتا ہے تو جب وہ کلی کرتا ہے تو اس کے منہ کے گناہ نکل جاتے ہیں اور ناک میں پانی ڈالنے پر ناک کے گناہ اور ہاتھ دھونے کے ساتھ ہاتھ کے گناہ اور پاؤں دھونے پر پاؤں کے گناہ، غرضکہ ہر عضو کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں تو سنن کی روایت سے معلوم ہوا کہ مغفرت کا ترتب صرف وضو پر ہوتا ہے لہذا روایتوں میں تعارض ہوگیا۔

اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں ۱) یہ کہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جب روایات میں تعارض ہو مثلاً ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی عمل قلیل پر ثواب کا ترتب معلوم ہو رہا ہے اور دوسری روایت سے زیادہ پر معلوم ہو تو زیادہ والی روایت مقدم ہوا کرتی ہے اور قلیل والی مؤخر۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ ثواب دو الگ الگ چیزوں یعنی وضو کرنے اور دو رکعت نماز یا د مافیہا پڑھنے پر مل رہا ہے اور یہ امر اتفاقی ہے کہ یہاں وضو اور نماز دونوں کا ذکر آگیا ورنہ اگر پہلے سے کسی نے وضو کر رکھا ہو اور اس نے پھر دو رکعت اس صفت کے ساتھ پڑھی جو حدیث میں مذکور ہے تو یہ بھی مغفرت کا مستحق ہوگا۔

اشکال یہاں اشکال یہ ہے کہ جب وضو کرنے سے مغفرت ہوگئی تو وضو کے بعد دو رکعت نماز کا کیا فائدہ ہوگا۔

جواب یہ ہے کہ یہ ترقی درجات کا سبب ہوگا۔

غفرله ماتقدم من ذنبه بعض روایت میں وما تاخر بھی آیا ہے۔

جن گناہوں کی معافی کا حکم لگایا گیا ہے ان سے مراد صرف صغائر ہیں یا صغائر و کبائر سب کی؟ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ اگرچہ ایسے مواقع پر جہاں روایات میں مغفرت کا تذکرہ ہے الفاظ عام ہیں مگر مراد خاص ہے یعنی صرف صغائر مراد ہیں کیوں کہ کبائر کی معافی کیلئے توبہ ضروری ہے۔ وعن ابراهيم قال صالح الخ بعض لوگوں نے اس کو تعلیق کہا ہے مگر حافظ کی تحقیق یہ ہے کہ تعلیق نہیں متصل السند ہی ہے اسکا عطف ہے مذکورہ سند کے قال حدثنی ابراهيم بن سعد پر یہ حدیث بھی اُولیسی شیخ بخاری کے واسطے ہی سے ہے۔

قال ابن شهاب ولكن عروة يحدث مطلب اس کا یہ ہے کہ ابن شہاب کے دو استاد ہیں ایک عطاء بن یزید ہیں جن کی روایت اوپر ذکر کی گئی اور دوسرے استاد عروہ ہیں۔ جن کی روایت اب امام بخاریؒ ذکر کر رہے ہیں لیکن خیال رہے کہ یہ اختلاف اس قبیل سے نہیں کہ حدیث ایک ہو اور اختلاف صرف راویوں کے الفاظ نقل کرنے میں ہو رہا ہو بلکہ یہ دو الگ الگ مستقل حدیث ہے ان دو متغائر حدیثوں میں سے ابن شہابؒ نے ایک عطاء سے سنی تھی اور دوسری عروہ سے جس کو امام اب ذکر فرما رہے ہیں۔

بَابٌ ۱۲۰

الِاسْتِنْثَارِ فِي الْوُضُوءِ ذَكَرَهُ عُثْمَانُ وَعَبْدُ اللهِ بْنُ زَيْدٍ وَابْنُ عَبَّاسٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

وضو میں ناک صاف کرنے کا بیان، اسکو حضرات عثمان اور عبداللہ بن زید اور ابن عباسؓ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے

۱۶۰ (حَدَّثَنَا عَبْدَانُ قَالَ أَنَا عَبْدُ اللهِ قَالَ أَنَا يُونُسُ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي أَبُو إِدْرِيسَ أَنَّهُ سَمِعَ أَبَا هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ مَنْ تَوَضَّأَ فَلْيَسْتَنْثِرْ وَمَنِ اسْتَجْمَرَ فَلْيُوتِرْ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا جو شخص وضو کرے اسے چاہیئے کہ ناک صاف کرے اور جو کوئی پتھر سے (یا ڈھیلے سے) استنجاء کرے اسے چاہیئے کہ طاق عدد (۳ یا ۵ یا ۷) سے کرے۔

مطابقتہ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ من توضأ فلیستنثر۔

ربط علامہ عینیؒ فرماتے ہیں "وجه المناسبة بين البابين من حيث ان المذكور في هذا الباب بعض المذكور في الباب الاول"
یعنی باب سابق میں جو بیان ہوا تھا اسی کا ایک جزو یہاں ذکر ہوا ہے (عمدہ)

تعدد موضعہ قوله ذكره عثمان وعبدالله بن زيد وابن عباس رضـ الخ اما حديث عثمان فمر انفا يعني حديث ۱۵۹. واما حديث عبدالله فياتي في باب مسح الراس كله ۳۱ واما حديث ابن عباس رضـ فمر في باب غسل الوجه باليدين ص۲۶.
وحديث ابي هريرة رضـ هٰهنا ص۲۸ ويأتي مفصلا في باب الاستجمار وترا ص۲۸ وص۲۶۵

استنثار واستنشاق کا مفہوم جمہور علماء کے نزدیک استنشاق کے معنی ہیں ادخال الماء فی الانف یعنی ناک میں پانی ڈالنا، پانی چڑھانا اور استنثار اس کی ضد ہے یعنی ناک سے پانی جھاڑنا، ناک صاف کرنا گویا استنثار مستلزم ہے استنشاق کو چنانچہ علامہ عینیؒ فلیستنثر کی تفسیر کرتے ہیں۔ فليخرج الماء من الانف بعد الاستنشاق مع ما في الانف من مخاط وغبار (عمدہ)

استنثار میں وجوب واستحباب کا اختلاف وقد اوجب بعض العلماء الاستنثار بظاهر الحديث وحمل اكثرهم على الندب الخ (عمدہ)
یعنی بعض علماء نے ظاہر حدیث من توضا فلیستنثر میں صیغہ امر کی وجہ سے استنثار یعنی ناک صاف کرنے کو واجب کہا ہے جیسے امام احمدؒ، واسحاق بن راہویہ نیز امام بخاریؒ کا رجحان ومیلان بھی بظاہر وجوب کیطرف معلوم ہوتا ہے اسلئے کہ انہوں نے استنثار کو مضمضہ سے مقدم ذکر کیا ہے نیز استنثار کے سلسلے میں جو حدیث ذکر کی ہے اسمیں امر کا صیغہ لایا گیا ہے اور ایک باب کے بعد باب المضمضة لایا ہے وہاں امر کا صیغہ نہیں ہے حالاں کہ مضمضہ کے سلسلے میں حدیث صحیح میں امر کا صیغہ موجود ہے اذا توضات فمضمض (ابوداؤد) درمیان میں ایک اجنبی باب غسل الرجلين لاکر شاید اشارہ مقصود ہو کہ جس طرح دونوں کو ذکر میں الگ الگ کر رہا ہوں اسی طرح وجوب وسنیت میں فرق ہے واللہ اعلم۔
مگر جمہور علماء (احناف، شوافع اور مالکیہ رحمہم اللہ تعالیٰ) کے نزدیک استنثار مستحب ہے۔
قائلین وجوب کی دوسری دلیل حضرت ابوہریرہ رضـ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا توضا احدكم فليجعل في انفه ماء ثم لينثر (ابوداؤد ص۱۹ باب الاستنثار) جمہور کی دلیل وہ حدیث ہے جسے ترمذی نے حسن فرمایا ہے۔
فتوضا كما امرك به (ترمذی ص۲۴ باب ما جاء في وصف الصلوٰة) جیسے اللہ نے تجھے حکم دیا اسی طرح وضو کر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے طریقہ وضو کو قرآن حکیم کی آیت وضو پر محمول فرمایا اور قرآن کریم کے

وضوء میں کوئی امر استنشاق واستنثار سے متعلق نہیں ہے، قرآن مجید میں تو صرف سر کا مسح اور تین اعضاء کا دھونا مذکور ہے اس سے معلوم ہوا کہ استنثار واجب نہیں۔

حضرات شوافع اور مالکیہ رحمہما اللہ بھی حدیث باب میں حنفیہ کے ساتھ ہیں اور صیغہ امر کو استحباب پر محمول کرتے ہیں۔

من استجمر فلیوتر اور جو شخص پتھر سے استنجا کرے وہ طاق پتھر لے۔
اس مسئلہ میں مستقل باب آرہا ہے۔

باب ۱۲۱
الاستجمار وترًا ص۲۸
طاق ڈھیلوں سے استنجا کرنا

١٦١ حدثنا عبد الله بن يوسف قال انا مالك عن ابى الزناد عن الاعرج عن ابى هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا توضأ احدكم فليجعل فى انفه ماء ثم لينتثر ومن استجمر فليوتر واذا استيقظ احدكم من نومه فليغسل قبل ان يدخلها فى وضوئه فان احدكم لا يدرى اين باتت يده)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو اپنی ناک میں پانی ڈالے پھر ناک صاف کرے اور جو شخص ڈھیلوں سے استنجا کرے وہ طاق عدد (بے جوڑ عدد) سے استنجا کرے اور جب تم میں سے کوئی سوکر اٹھے تو وضو کے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے اسے دھولے کیوں کہ تم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ اس ہاتھ نے رات کہاں گذاری ہے۔

مطابقۃ للترجمہ "مطابقة الحديث للترجمه فى قوله ومن استجمر فليوتر"

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۲۸ ایضا مرّ انفا ص۲۸۔

ربط ومقصد امام بخاری رحمہ اللہ نے مسائل استنجاء سے متعلق ابواب سے فراغت کے بعد وضو کے ابواب شروع فرمادیئے تھے اب پھر ایک باب استنجا کے بارے میں لے آئے جو اشکال کا باعث ہے حافظ عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس کتاب میں استنجا کے ابواب اور صفت وضو کے ابواب

ملا جلا ذکر کئے ہیں کوئی امتیاز ملحوظ نہیں رکھا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ امام بخاری رحمہ کے پیش نظر کتاب الوضوء میں وضو کے احکام کے ساتھ ساتھ وضو کے مقدمات و شرائط بھی ہیں۔ اس لئے دونوں امور کے ابواب ملے جلے و متلازم ہیں۔

مبر۲ حافظ عسقلانی رحمہ نے دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ "ویحتمل ان یکون ذالك لمن دون المصنف الخ" یعنی یہ بھی احتمال ہے کہ یہ ترتیب خود امام بخاری رحمہ نے نہ دی ہو بلکہ بعد کی ہو (فتح الباری)

علامہ عینی رحمہ فرماتے ہیں" وجہ المناسبة بین البابین الخ (عمدہ) یعنی سابق حدیث الباب میں دو حکم بیان ہوئے تھے ایک استنثار کا دوسرے استجمار وترا کا، اور باب سابق میں حکم اول پر ترجمہ قائم کیا تھا اسلئے مناسب معلوم ہوا کہ دوسرے حکم پر بھی ایک مستقل باب قائم کر دیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ یہ ضمنی باب ہے، باب در باب کی حیثیت ہے اسلئے درمیان میں آجانا نہ بے محل ہے اور نہ باعث اشکال۔

اب باب سابق سے مناسبت واضح ہوگئی کہ جب استجمار کے اندر ایتار ہے تو استنثار کے اندر بطریق اولی ایتار ہوگا۔

استجمار کے معنی من استجمر فلیوتر قال الحافظ ای استعمل الجمار وھی الحجارۃ الصغار (فتح) یعنی استجمار جمار سے بنا ہے جس کے معنی ہیں چھوٹے چھوٹے پتھر یا ڈھیلے سے پیشاب یا پاخانہ کی جگہ صاف کرنا۔

تشریح استنجا کے سلسلے میں تین باتیں سامنے آرہی ہیں ایتار۔ تثلیث۔ انقاء محل یعنی محل نجاست کی صفائی۔

احناف کے نزدیک صرف انقاء محل ضروری ہے یہ انقاء جتنے بھی ڈھیلوں سے حاصل ہو جائے۔ چونکہ استنجا کرنے والوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں اسلئے ڈھیلوں کی تعداد مختلف ہو سکتی ہے حصول مقصد کبھی ایک ڈھیلے سے بھی ہو سکتا ہے جیسے پیشاب کے وقت اور کبھی تین اور اس سے زائد تعداد کی ضرورت پڑ سکتی ہے مثلاً کبھی کا براز (پاخانہ) بستہ بکری کی مینگنی کی طرح اور کسی کا بالکل غیر بستہ کہ مخرج سے متجاوز ہو کر ادھر اُدھر پھیل جاتا ہے۔ ایسے شخص کو بلاشبہ تین سے زائد کی ضرورت ہوگی بہر حال اصل مقصود و مطلوب محل کی صفائی ہے رہا تین کا عدد جو حدیثوں میں آیا ہے تو اسلئے کہ عام طور پر اور اکثر حالات میں تین سے محل نجاست کا انقاء ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

اذا ذھب احدکم الی الغائط فلیذھب معہ بثلاثۃ احجار یستطیب بھن فانھا تجزی عنہ (ابوداؤد اول ص۶)	جب تم میں سے کوئی قضائے حاجت کیلئے جائے تو اپنے ساتھ پاکی حاصل کرنے کیلئے تین ڈھیلے لیجائے اس لئے کہ یہ تین اسکے لئے کافی ہو سکتے ہیں (یعنی یہ تین اس لئے لیجائے کہ یہ کافی ہو سکتے ہیں۔

اس حدیث پاک سے صاف معلوم ہو گیا کہ تین عدد مقصود بالذات نہیں ہے بلکہ ثلاثۃ احجار (تین ڈھیلے) کا ذکر اس بنا پر ہے کہ عام طور پر اور اکثر و بیشتر اس سے نجاست کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

نیز ایک اور حدیث ہے:-

من استجمر فلیوتر من فعل فقد احسن ومن لا فلا حرج

جو شخص استنجا کیلئے ڈھیلے لے وہ طاق لے جو شخص ایسا کرے تو اچھا ہے اور جو نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں۔

اس لئے احناف رح کے نزدیک تین کا عدد استحبابی ہے، اور حضرات شوافع رح کے نزدیک تین ڈھیلے کا استعمال کرنا واجب ہے اور تین سے زائد مستحب۔

مگر حدیث مذکور پورے طور پر احناف کی دلیل ہے۔

باب ۱۲۲

غَسلِ الرِّجلینِ ولَا یَمسَحُ عَلَی القَدَمَینِ

دونوں پاؤں کے دھونیکا بیان اور یہ کہ قدموں پر مسح نہ کرے

۱۶۲ حدثنا موسیٰ قال ثنا ابو عوانۃ عن ابی بشر عن یوسف بن ماھک عن عبد اللہ بن عمرو قال تخلف النبی صلی اللہ علیہ وسلم عنا فی سفرۃ فادرکنا وقد ارھقنا العصر فجعلنا نتوضأ ونمسح علی ارجلنا فنادی باعلی صوتہ ویل للاعقاب من النار مرتین او ثلاثا

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرو رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک سفر میں ہم سے پیچھے رہ گئے پھر آپ نے (آگے بڑھ کر) ہمیں پالیا جب کہ عصر کا وقت تنگ ہو گیا تھا تو ہم وضو کرنے لگے اور ہم (جلدی کے مارے اچھی طرح پاؤں دھونے کے بجائے) پاؤں پر مسح کرنے لگے آپ نے یہ حال دیکھ کر) بلند آواز سے فرمایا ایڑیوں کیلئے دوزخ (کے عذاب) سے خرابی ہے۔ دو مرتبہ یا تین مرتبہ فرمایا۔

مطابقۃ للترجمہ حدیث کی مطابقت کے سلسلے میں علامہ عینی فرماتے ہیں "تفھم من انکار النبی صلی اللہ علیہ وسلم" یعنی صحابہ کرام کے پیروں پر مسح کرنے (غسل خفیف) کو دیکھ کر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے انکار سے حدیث کی مطابقت مفہوم ہوتی ہے کیوں کہ حضور اکرم ص نے ایڑی میں خشک حصہ دیکھکر فرمایا "ویل للاعقاب من النار" جس سے حضور اکرم ص نے تنبیہ فرمائی کہ وضو میں پاؤں کو ٹخنوں تک پوری

طرح دھونا ضروری ہے کہ کوئی حصہ خشک نہ رہ جائے۔

ربط و مقصد سابق باب میں یہ معلوم ہو چکا ہے کہ باب الاستجمار وترا ضمنی باب ہے باب در باب کے طور پر تھا اسلئے یہ باب درحقیقت باب الاستنثار کے بعد ہو گیا والمناسبۃ بینھما ظاھرۃ لان کلامنھما مشتمل علی حکم من احکام الوضوء۔

(۲) یا اس طرح مناسبت بیان کیجائے کہ ناک بدن میں ایک جانب ہے اور پاؤں دوسری جانب اسلئے ناک استنثار کے بعد پاؤں کا وظیفہ بتلادیا۔

امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے روافض کا رد کرنا ہے جو کہتے ہیں کہ وضو میں پاؤں دھونا فرض نہیں مسح کرنا ضروری ہے۔

امام بخاریؒ کی تردید کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر وظیفہ رجل مسح ہوتا تو مسح میں کسی کے نزدیک استیعاب ضروری نہیں اسلئے ایڑی کے خشک رہ جانے پر اس قدر وعید شدید کا کوئی سبب نہ تھا کیوں کہ وظیفہ رجل ادا ہو چکا تھا لیکن چونکہ وظیفہ رجل غسل میں استیعاب لازم ہے لہٰذا اس کوتاہی پر وعید کا استحقاق ثابت ہو گیا اس سے صاف ثابت ہو گیا کہ وضو میں خالی پیروں کا دھونا ضروری ہے مسح سے وضو نہ ہوگا اور اس مسح سے نماز نہ ہونے کی بنا پر ان ایڑیوں پر عذاب ہوگا۔ (یا ان ایڑی والوں پر عذاب ہوگا)

تعدد موضعہ مر الحدیث ص۱۴ و ص۲۰ ھھنا ص۲۸

تشریح الفاظ فادرکنا بفتح الکاف ای لحق بنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

ارھقنا العصر بفتح الھاء والقاف من الارھاق، والعصر مرفوع بہ لانہ فاعل ھکذا روایۃ ابی ذر وفی روایۃ باسکان القاف ونصب العصر علی المفعولیہ ویقوی الاول وروایۃ الاصیلی وقد ارھقتنا بتانیث الفعل وبرفع الصلوۃ علی الفاعلیت (عمدۃ القاری)

ویل اور ویح کی تشریح جلد اول میں گذر چکی ہے دیکھئے نصر الباری جلد اول ص۳۶۶ حدیث ۵۸ اعقاب جمع ہے عقب (بکسر القاف وسکونہا) کی جس کے معنی ہیں پاؤں کا پچھلا حصہ یعنی ایڑی۔ علامہ عینیؒ کہتے ہیں معناہ ویل لاصحاب الاعقاب المقصرین فی غسلھا الخ (فتح) اور بعض نے کہا کہ اس تقدیر کی ضرورت نہیں ہے حدیث کا منشا یہ ہے کہ اس گناہ کا عذاب خود اعقاب پر ہوگا۔

الاختلاف بین اہل السنۃ والروافض غسل رجلین میں سبب اختلاف دو مشہور قراءتین ہیں۔ سورہ مائدہ کی چھٹی آیت میں ہے:

فاغسلوا وجوھکم وایدیکم الی المرافق وامسحوا برءوسکم وارجلکم الی الکعبین۔

آیت وضو کے ارجلکم کے لام میں دو مشہور قراءتین ہیں ایک لام کے نصب (زبر) کے ساتھ۔ دوسرے لام کے کسرہ کے ساتھ۔ روافض (فرقہ امامیہ) کہتے ہیں کہ اس آیت وضو میں کسرہ کی قراءت راجح ہے اور قرب

کی وجہ سے برؤسکم پر عطف ہے اس صورت میں دونوں پیروں پر مسح واجب ہوگا حالاں کہ جب دونوں قراءتیں قراءت مشہورہ ہیں تو کسی ایک کو ترجیح احادیث کے ذریعہ ہوگی اور متواتر احادیث میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کی کیفیت یہی نقل کی گئی ہے کہ آپؐ نے کھلے پیروں پر مسح کبھی نہیں کیا ہمیشہ پائے مبارک دھوئے ہیں اور آپؐ ہی اللہ تعالےٰ کے منشاء کو بیان کرنے والے ہیں پھر عمرو بن عنبسہ کی وہ طویل حدیث جسے ابن خزیمہ اور دوسرے محدثین نے وضو کی فضیلت کے بارے میں روایت کیا ہے اس میں یہ جملے موجود ہیں: ثمّ یغسل رجلیه کما امرہ اللّٰه پھر آپؐ اپنے دونوں پائے مبارک اللہ کے حکم کے مطابق دھوتے تھے۔

جمہور علماء و اہل سنت کے نزدیک ارجلکم کا عطف ایدیکم پر ہے اور اغسلوا کے ماتحت ہے اور جر (کسرہ) والی قراءت ارجلکم میں جر جوار ہے یعنی ارجلکم کو زبر کے ساتھ پڑھا جائے یا زیر کے ساتھ ہر دو صورت میں عطف ایدیکم پر ہے اس لئے کہ جس طرح ایدیکم کی غایت وحد بیان کی گئی ہے الی المرافق، اسی طرح پاؤں کی غایت بیان کی گئی ہے الی الکعبین۔ اس لئے دونوں صورتوں میں دھونا ہی مراد ہے اگر روافض کے قول کے مطابق رؤسکم پر عطف مانا جائے تو پھر پاؤں کے مسح کی حد الی الکعبین نہ ہونی چاہیئے جیسے سر کے مسح کی حد نہیں بیان کی گئی ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جب دو معمول ایسے ہوں کہ ان کے دو عامل متقارب المعنی ہوں تو ان میں سے ایک عامل کو حذف کرکے اس معمول کو مذکور عامل کے تابع کر دیا جائے یعنی تضمین مانی جائے کہ عامل مذکور کے معمول پر عامل محذوف کے معمول کو عطف کرنا، کلام عرب میں اسکی بہت سی نظیریں ہیں مثلاً مشہور شعر ہے ؎

؎ یالیت شیخك قد غدا متقلدا سیفا ورمحا

یہاں، رمحا کا عامل محذوف ہے اور اصل میں یوں تھا متقلدا سیفا حاملا رمحا اسی طرح علفتہ تبنا وماءً بارداً " اس میں ماء باردا عامل اول کے تابع نہیں ہے۔ بلکہ اس کا عامل محذوف ہے ای سقیته ماء باردا چونکہ دونوں عامل متقارب المعنی تھے اس وجہ سے ایک کو حذف کرکے معمول کو عامل مذکور کے تابع کر دیا ہے۔

اس کی مثال قرآن حکیم میں بھی موجود ہے ارشاد الہٰی ہے فاجمعوا امرکم وشرکاءکم (پ۱۱ ع۱۲ سورہ یونس) یہاں تقدیر یوں تھی اجمعوا امرکم واجمعوا شرکائکم" یعنی اپنا معاملہ طے کرلو اور اپنے شرکاء کو جمع کرلو اسلئے کہ اجماع کے معنی عزم کے ہیں اسے شرکاء کا عامل قرار نہیں دیا جاسکتا۔

بعینہ یہی صورت آیت وضو میں بھی ہے کہ وہ اصل میں وامسحوا برؤسکم واغسلوا ارجلکم تھا تو چوں کہ مسح اور غسل دونوں متقارب المعنی ہیں اسلئے غسل کو حذف کر دیا۔

شیخ ابن ہمام رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ تضمین اس مقام پر درست ہوتی ہے جب کہ عامل مذکور اور عامل محذوف دونوں کے معمول کا اعراب ایک ہی ہو جبکہ آیت وضو میں رؤس مجرور اور ارجل منصوب ہے؟

اس کا جواب شاہ کشمیری رحمہ اللہ نے یہ دیا ہے کہ برؤسکم بھی محلا منصوب ہے کیوں کہ وہ بواسطہ الباء امسحوا کا مفعول ہے اسلئے یہ اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

(۳) بعض بزرگوں سے منقول ہے کہ قراءتین مشہورتین دونوں نص کے حکم میں ہوا کرتی ہیں لہٰذا ان دونوں قراءتوں کو دو مختلف احکام پر محمول کرلیا جائے یعنی کسرہ کی قراءت حالت تخفف (یعنی پاؤں میں موزے ہوں) پر محمول ہے اور نصب کی قراءت عام حالات پر۔

(۴) جر (کسرہ) کی قراءت میں ارجل کا عطف رؤس ہی پر ہے لیکن جب مسح کی نسبت ارجل کی طرف کیجائیگی تو اس سے مراد غسل خفیف ہوگا اور لفظ مسح کا اس معنی میں استعمال معروف ہے۔

اشکال یہاں اشکال ہوتا ہے کہ اگر باری تعالیٰ کو ارجل کو مغسول ہی قرار دینا منظور تھا تو پھر ایسا طرز بیان اختیار کرکے ان توجیہات اور غلط فہمیوں کی گنجائش کیوں پیدا کی گئی؟ ارجل کو صراحۃً سیاق غسل میں کیوں ذکر نہیں فرمایا گیا؟ تاکہ اعتراض وجواب کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

اس کے چند جوابات دے گئے ہیں۔

(۱) ارجل کو رؤس کے بعد ذکر کرکے ترتیب مسنون کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جبکہ برعکس ترتیب میں یہ فائدہ حاصل نہ ہوسکتا۔

(۲) یہ ظاہر کرنے کیلئے کہ ارجل کا وظیفہ بھی بعض صورتوں میں مسح ہوتا ہے کما فی حالۃ التخفف والوضوء علی الوضوء، اگر یہ قراءت جر نہ ہوتی تو آیت سے ہر حال میں غسل ثابت ہوتا اور مسح علی الخفین کی روایات اس سے معارض ہوجاتیں اس قرأت کے ذریعہ یہ تعارض رفع کردیا گیا فقراءۃ الجر محمولۃ علی مسح الخفین وقراءۃ النصب علی غسل الرجلین (قسطلانی فی باب غسل الرجلین فی النعلین الخ)

(۳) اس بات کیطرف اشارہ کرنے کیلئے کہ مسح راس اور غسل رجلین بعض احکام میں مشترک اور یکساں ہیں مثلاً تیمم میں دونوں ساقط ہوجاتے ہیں وغیرہ من الحکم۔

بہرحال حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: قد تواترت الاخبار عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی صفۃ وضوئہ انہ غسل رجلیہ وھو المبین لامر اللہ وقد قال فی حدیث عمرو بن عنبسۃ الذی رواہ ابن خزیمۃ وغیرہ مطولا فی فضل الوضوء ثم یغسل قدمیہ کما امرہ اللہ ولم یثبت عن احد من الصحابۃ خلاف ذالک الا عن علی وابن عباس وانس وقد ثبت عنھم الرجوع عن ذالک قال عبد الرحمن بن ابی لیلی اجمع اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی غسل القدمین الخ

(فتح الباری) قال النووی "قوله صلی اللہ علیہ وسلم ثم یغسل قدمیہ" فیہ دلیل لمذہب العلماء کافۃ ان الواجب غسل الرجلین وقالت الشیعۃ الواجب مسحہما وقال ابن جریر ہو مخیر وقال بعض الظاہریۃ یجب الغسل والمسح (شرح نووی ص۱۲۶ مسلم شریف)

باب ۱۲۳

المضمضۃ فی الوضوء قالہ ابن عباس وعبداللہ بن زید عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۲۸

وضو میں کلی کرنیکا بیان، اسکو ابن عباس رضؓ اور عبداللہ بن زید رضؓ نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا ہے

۱۶۳ (حدثنا ابو الیمان قال اخبرنا شعیب عن الزہری قال اخبرنی عطاء بن یزید عن حمران مولیٰ عثمان بن عفان انہ رای عثمان دعا بوضوء فافرغ علی یدیہ من انائہ فغسلہما ثلث مرات ثم ادخل یمینہ فی الوضوء ثم تمضمض واستنشق واستنثر ثم غسل وجہہ ثلثا ویدیہ الی المرفقین ثلثا ثم مسح براسہ ثم غسل کل رجل ثلثا ثم قال رایت النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضا نحو وضوئی ہذا وقال من توضا نحو وضوئی ہذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیہما نفسہ غفر اللہ لہ ما تقدم من ذنبہ)

ترجمہ حمران رضؓ مولیٰ عثمان بن عفان رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت عثمان رضؓ کو دیکھا کہ انہوں نے وضو کا پانی منگوایا اور اپنے دونوں ہاتھوں پر برتن سے پانی ڈالا پھر دونوں ہاتھوں کو تین دفعہ دھویا پھر اپنا داہنا ہاتھ وضو کے پانی میں ڈالا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور ناک صاف کیا پھر تین بار منہ دھویا دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے پھر سر کا مسح کیا (ایکبار) پھر ہر ایک پاؤں کو تین بار دھویا پھر کہا میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا جیسے میں نے یہ وضو کیا اور آپؐ نے فرمایا جو کوئی میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں (تحیۃ الوضوء کی) پڑھے کہ دل میں کوئی بات نہ بنائے ان میں تو اللہ اس کے پچھلے گناہ معاف کر دیتا ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "ثم تمضمض"

تعدد موضعه قاله ابن عباس وعبدالله بن زید الخ اما حدیث ابن عباس رض فاسنده فی باب غسل الوجه بالیدین من غرفة واحدة صـ۲۶ واما حدیث عبدالله نسیانی موصولاً فی باب من مضمض واستنشق من غرفة واحدة صـ۳۱ ۔
واما حدیث عثمان رض (انه) دعا بوضوء الخ من الحدیث فی صـ۲۷ ویاتی فی صـ۲۵۹ وصـ۹۵۲ ۔

ربط ومقصد والمناسبة بین البابین من حیث ان کلا منهما مشتمل علی حکم من احکام الوضوء (عمدہ)

امام بخاری رح استنشاق کے بعد مضمضہ کا ذکر فرمارہے ہیں اس سے یہ بتانا مقصود ہے کہ جس طرح وضو میں استنشاق کی تاکید ہے اسی طرح مضمضہ بھی مطلوب ہے۔ امام بخاری رح نے مضمضہ کا ذکر چونکہ استنشاق کے بعد کیا ہے اسلئے بعض حضرات نے استنشاق کو مضمضہ سے زیادہ مؤکد سمجھا ہے مگر صرف ترتیب ذکری سے یہ فرق اس لئے صحیح نہیں ہے کہ قرآن حکیم میں جن فرائض وضو کا ذکر ہے ان میں ان کا ذکر نہیں البتہ وضو میں دونوں سنت ضرور ہیں۔
باقی تشریحات کیلئے حدیث ۱۵۹ فی باب الوضوء ثلثا ثلثا کے تحت ملاحظہ فرمائے۔

باب ۱۲۴

غَسْلِ الاَعْقَابِ وکانَ ابنُ سِیرِیْنَ یَغْسِلُ مَوضِعَ الخَاتَمِ اِذَا تَوَضَّأَ [۲۸]

ایڑیوں کا دھونا۔ اور محمد بن سیرین رح وضو کرتے وقت انگوٹھی کی جگہ دھویا کرتے تھے

۱۶۴ (حدثنا ادمُ بنُ اَبِی اِیاسٍ قال حدثنا شُعبةُ قال حدثنا محمدُ بنُ زیادٍ قال سمعتُ ابا هریرةَ وکان یمرُّ بنا والناسُ یتوضّؤُنَ منَ المطهرةِ فقالَ اَسْبِغوا الوضوءَ فانّ ابا القاسم صلے اللہ علیہ وسلم قال وَیلٌ لِلاَعْقَابِ مِنَ النَّارِ)

ترجمہ محمد بن زیاد کا بیان ہے کہ میں نے ابو ہریرہ رض سے سنا وہ ہمارے پاس سے گذر رہے تھے اور لوگ لوٹے سے وضو کر رہے تھے تو انہوں نے کہا (لوگو) وضو کو پوری طرح کرو اسلئے کہ ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے (خشک) ایڑیوں کیلئے آگ کا عذاب ہے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحدیث للترجمة فی قوله "ویل للاعقاب من النار"

ربط ومقصد والمناسبة بین البابین ظاهرة وهما ان کل واحد منهما فی حکم من احکام الوضوء۔

امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ جن اعضاء کا غسل فرض ہے ان کے پورے حصہ کا دھونا فرض ہے۔ اگر کہیں سے ذرا بھی خشک رہ گیا تو فرض ادا نہ ہوگا اس سے پہلے باب ۱۲۲ میں گذر چکا ہے کہ پاؤں کو دھویا جائے گا ان کا مسح نہ ہوگا کیوں کہ اگر پیروں کے مسح سے فرض ادا ہو جاتا تو آتش جہنم کی وعید نہ ہوتی۔

باب ۱۲۵

غسل الرجلين في النعلين ولا يمسح على النعلين

جوتوں میں پیروں کے دھونے کا بیان اور یہ کہ جوتوں پر مسح نہ کرے

۱۲۵ ا حدثنا عبد الله بن يوسف قال انا مالك عن سعيد المقبري عن عبيد بن جريج انه قال لعبد الله بن عمر يا ابا عبد الرحمن رايتك تصنع اربعا لم ار احدا من اصحابك يصنعها قال وما هي يا ابن جريج قال رايتك لا تمس من الاركان الا اليمانيين ورايتك تلبس النعال السبتية ورايتك تصبغ بالصفرة ورايتك اذا كنت بمكة اهل الناس اذا راوا الهلال ولم تهل انت حتى كان يوم التروية قال عبد الله اما الاركان فاني لم ار رسول الله صلى الله عليه وسلم يمس الا اليمانيين واما النعال السبتية فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس النعال التي ليس فيها شعر ويتوضأ فانا احب ان البسها واما الصفرة فاني رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم يصبغ بها واما الاهلال فاني لم ار رسول الله صلى الله عليه وسلم يهل حتى تنبعث به راحلته۔

ترجمہ عبید بن جریج سے روایت ہے کہ انہوں نے عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا کہ اے ابو عبد الرحمن (یہ عبد اللہ بن عمرؓ کی کنیت ہے) میں نے آپ کو چار کام ایسے کرتے ہوئے دیکھا جنہیں آپ کے ساتھیوں (صحابہؓ) میں سے کسی کو کرتے نہیں دیکھا، ابن عمرؓ نے فرمایا اے ابن جریج وہ کیا ہیں؟ ابن جریج نے کہا کہ میں نے (طواف کے وقت) آپ کو دیکھا دو یمانی رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کے سوا کسی اور رکن کو نہیں چھوتے، اور میں نے آپ کو سبتی (بال صاف کئے ہوئے) جوتے پہنتے دیکھا ہے۔ اور میں نے دیکھا کہ آپ زرد رنگ سے رنگتے ہیں (کپڑے کو یا بالوں کو) اور میں نے دیکھا ہے کہ جب آپ (حج کے دنوں میں) مکہ میں ہوتے ہو تو لوگ تو (ذی الحجہ کا) چاند دیکھتے ہی احرام باندھ لیتے ہیں اور آپ آٹھویں تاریخ تک احرام نہیں باندھتے ہیں۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ نے جواب دیا کہ ارکان کا

معاملہ یہ ہے کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو (طواف میں) یمانی رکنوں (حجر اسود اور رکن یمانی) کے علاوہ کسی اور رکن کو ہاتھ لگاتے نہیں دیکھا، اور سبتی جوتے اس لئے پہنتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے جوتے پہنے دیکھا ہے کہ جس پر بال نہیں ہوتے تھے اور آپؐ ان ہی جوتوں کو پہنے پہنے وضو فرمایا کرتے تھے تو میں بھی انہیں پہننا پسند کرتا ہوں، رہا زرد رنگ کی بات تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو زرد رنگ رنگتے دیکھا ہے چنانچہ میں بھی اس رنگ سے رنگنا پسند کرتا ہوں اور رہا احرام باندھنے کا حال تو میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اسوقت تک احرام باندھتے (تلبیہ پڑھتے) نہیں دیکھا جب تک آپ ؐ کی اونٹنی آپؐ کو لیکر نہ اٹھتی۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ ویتوضا فیھا" فانہ ظاھرہ کان علیہ الصلوٰۃ والسلام یغسل رجلیہ وھما فی نعلین لان قولہ فیھا ای فی النعال ظرف لقولہ یتوضا (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا مختصر ویاتی مطولا فی اللباس ص۸۷۰ واما طرف الاستلام ففی الحج ص۲۱۵ وکذا فی باب الاھلال مستقبل القبلۃ ص۲۱۰ وفی غیرہ۔

ربط و مقصد باب سابق میں امام بخاری" بیان کر چکے ہیں کہ اعضاء وضو کے پورے حصوں کو دھونا ضروری ہے، اب یہ بیان کر رہے ہیں کہ پیر مغسول ہے ممسوح نہیں پیر جوتے میں ہوں یا باہر ہوں اگر خفین (موزے) میں نہیں ہیں تو دھونا فرض ہے۔

اس باب سے امام بخاری" کا مقصد غسل رجلین کو ثابت کرنا ہے امام بخاری" کی عادت ہے کہ جب کوئی مسئلہ ثابت کرنا چاہتے ہیں تو اس کو مختلف پہلوؤں سے ثابت کر کے اشکال رفع کرتے اور مخالفین کی پوری پوری تردید کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مسئلہ کی دو صورتیں واضح ہو گئیں کہ پیر خفین (موزے) میں ہو تو مسح کیا جائیگا اور اگر پیر میں خفین نہیں ہے خالی پیر ہے تو غسل ضروری ہے لیکن اب تیسری صورت یہ ہے کہ پیر جوتے یا چپل میں ہے تو اسوقت کیا صورت ہوگی؟

امام بخاری" نے یہ باب قائم کر کے صاف کر دیا کہ اس صورت میں وضو کرنے والے کو اختیار ہے خواہ پہنے پہنے جوتے کے اندر ہی پانی پہونچانے کی کوشش کرے یا جوتے و چپل اتار کر پاؤں کو دھوئے۔ مگر جوتے و چپل پر مسح درست نہیں۔

تشریح حدیث عبید بن جریج (کلاھما مصغر) تابعی مدنی مولی بنی تیم نے حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے کہا اے ابو عبد الرحمن میں نے آپ کو چار ایسی چیزیں کرتے دیکھا ہے جنہیں آپ کے ساتھیوں کو کرتے نہیں دیکھا۔ ابن عمرؓ نے فرمایا وہ کیا ہیں؟ ابن جریج نے کہا ایک تو یہ کہ لا تمس من الارکان الا الیمانیین یعنی آپ کعبہ کے ارکان میں سے صرف دو یمانی رکنوں کا استلام کرتے (ہاتھ لگاتے) ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ خانہ کعبہ کے چار

ارکان (کونے) ہیں شامی[۱]، عراقی[۲]، یمانی[۳] اور اسود[۴] آپ جب خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہیں تو شامی اور عراقی کو چھوڑ کر صرف یمانیین کا استلام کرتے ہیں (یہاں یمانیین کا لفظ حجر اسود اور رکن یمانی کیلئے تغلیباً استعمال کیا گیا ہے۔

ابن عمر رضؓ نے جواب میں فرمایا کہ میرا یہ عمل حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے عن عبد اللہ بن عمر رضؓ قال لم ار النبی صلی اللہ علیہ وسلم یستلم من البیت الا الرکنین الیمانیین (بخاری اول ص۲۱۸ ایضا مسلم اول ص۴۱۲)

علامہ عینیؒ نے اس مقام پر پوری تفصیل دی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے:-

قاضی عیاضؒ نے کہا کہ عصر اول میں بعض صحابہ و تابعین میں اختلاف رہا کہ رکن شامی و عراقی کا استلام کیا جائے یا نہیں مگر پھر یہ اختلاف ختم ہو گیا اور استلام کیلئے حجر اسود اور رکن یمانی مخصوص ہو گئے کیوں کہ یہ دونوں ارکان بنار ابراہیم ع پر تھے اور رکن شامی و عراقی بنار ابراہیم ع پر نہیں تھے جس کا قصہ یہ ہے کہ قریش نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل اجتماعی چندہ سے کعبہ کی تعمیر کو سرمایہ کی کمی کی وجہ سے مختصر کر دیا اسلئے کعبہ کا کچھ حصہ تعمیر میں آنے سے رہ گیا جسے حطیم کعبہ کہتے ہیں۔

پھر جب حضرت عبد اللہ بن زبیر رضؓ نے اپنے عہد خلافت میں کعبہ (بیت اللہ) کو از سر نو تعمیر کیا تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی خواہش کے پیش نظر بیت اللہ کو بنار ابراہیمی پر تعمیر فرمایا اسلئے عبد اللہ بن زبیر وغیرہ ان دونوں رکن (عراقی و شامی) کا بھی استلام کرتے تھے۔

مگر عبد الملک کے حکم سے حجاج بن یوسف نے تعمیر کیا تو عبد اللہ بن زبیر رضؓ کے اضافے کو چھوڑ کر قریش کی بنیادوں پر کعبہ کو تعمیر کیا چنانچہ پھر حطیم باہر رہ گئی، تو جو حضرات واقف کار تھے وہ صرف رکنین یمانیین کا استلام کرتے تھے اور رکن عراقی اور رکن شامی کو ہاتھ نہیں لگاتے تھے۔

اور چونکہ ابتک یہی بنار باقی ہے اسلئے اب باتفاق ائمہ صرف حجر اسود اور رکن یمانی کا استلام ہے باقی کا نہیں البتہ کچھ لوگ چاروں ارکان کو ہاتھ لگاتے رہے جیسا کہ عبد اللہ بن زبیر رضؓ کی تعمیر کے بعد سے رواج پڑ گیا تھا، عبید بن جریج نے اسی اختلاف عمل کی وجہ سے ابن عمر رضؓ سے سوال کیا اگر اب بھی اسی طرح بنار ابراہیمی پر کسی وقت ہو جائے تو چاروں ارکان کا استلام بلاشبہ مستحب ہو جائیگا۔

پھر حجر اسود اور رکن یمانی کے حکم میں یہ فرق ہے کہ اگر حجر اسود کی تقبیل یا استلام کا موقع نہ ملے تو دور سے اشارہ کرکے ہاتھوں کو چوم لینا مسنون ہے لیکن رکن یمانی میں اگر ہاتھ سے استلام کا موقع ملجائے تو فبہا ورنہ دور سے اشارہ مسنون نہیں۔

دوسرے سوال کا جواب

حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ سے دوسرا سوال کیا گیا تلبس النعال السبتیۃ، سبتیۃ نسبت الی سبت یعنی سبت بکسر السین کی طرف نسبت ہے سبتی اس مدبوغ چمڑے کو

کہتے ہیں جس کے بال صاف کر کے عمدہ کر لئے گئے ہوں۔ جاہلیت کے اس دور میں مدبوغ چمڑے کے جوتے صرف امراء و رؤسا استعمال کرتے تھے۔ اب تو اس کا استعمال ہر ایک کرتا ہے اور بلا شبہ جائز ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے جواب میں فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ایسے (سبتی) جوتے پہنتے دیکھا ہے ویتوضا فیھا یعنی صرف پہنا ہی نہیں بلکہ انہیں جوتیوں میں آپؐ وضو فرماتے تھے، ابو داؤد کی ایک روایت میں ہے:

فاخذ حفنۃ من ماء فضرب بھا علی رجلہ وفیھا النعل فغسلھا بھا ثم الاخریٰ مثل ذالك (ابوداؤد صـ۱۶/۱)	حضورؐ نے پانی کا لپ لے کر اپنے پاؤں پر ڈالا جبکہ آپؐ کے پاؤں میں جوتا تھا پھر پیر اس سے دھویا پھر دوسرا پاؤں اسی طرح دھویا۔

مطلب یہ ہے کہ میں سبتی جوتے ترفع اور بڑائی کے طور پر نہیں پہنتا ہوں بلکہ اتباع رسول میں پہنتا ہوں)۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ہر دور کی ترقی یافتہ عمدہ چیزوں کا استعمال جائز بلکہ بہتر ہے بشرطیکہ اس میں خلاف شرع کا ارتکاب یا غیر مسلموں کے مذہبی شعار سے تشبہ نہ ہو۔ واللہ اعلم

تیسرے سوال کا جواب حضرت ابن عمرؓ نے تیسرے سوال کے جواب میں فرمایا کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے کہ آپؐ زرد رنگ استعمال کرتے ہیں۔

علماء نے لکھا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمومی لباس زرد رنگ کا نہیں تھا بلکہ کبھی پہن لیا ہوگا اور حضرت ابن عمرؓ نے دیکھ لیا بس اسی کو اختیار فرما لیا چونکہ حضرت ابن عمرؓ کثیر الاتباع تھے۔ بعض نے کہا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم زرد رنگ میں اپنے کپڑوں کو رنگا نہیں کرتے تھے۔ بلکہ چونکہ حضورؐ مہندی کا خضاب کرتے تھے اسکا زرد رنگ لگ جاتا تھا اس کو ابن عمرؓ نے دیکھ لیا ورنہ حدیث میں زرد رنگ اور زعفرانی رنگ کی مردوں کیلئے ممانعت ہے اسی لئے حنفیہ نے مردوں کیلئے یہ دونوں رنگ مکروہ قرار دیئے ہیں البتہ عورتوں کیلئے سب رنگ بلکہ کراہت جائز ہے، اسکی تفصیل کتاب اللباس میں آئے گی انشاء اللہ الرحمان۔

چوتھے سوال کا جواب ابن جریج کا چوتھا سوال تلبیہ یعنی احرام کے متعلق تھا، حضرت ابن عمرؓ نے جواب میں فرمایا کہ میرا یہ عمل بھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہے اس مسئلے کی پوری تفصیل تو کتاب الحج میں آئے گی۔ انشاء اللہ

مگر مختصراً عرض ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے احرام باندھنے میں مختلف روایات ہیں اور اختلاف روایات کی وجہ سے ائمہ کرام کے اقوال مختلف ہیں۔ امام اعظم، امام ابو یوسف، اور امام محمد رحمہم اللہ فرماتے ہیں کہ احرام کی نماز سے فارغ ہوتے ہی کھڑے ہونے سے پہلے ہی تلبیہ (لبیك اللھم لبیك الخ) شروع کر دیئے یہ تلبیہ واجب ہے پھر جب اونٹنی پر سوار ہو کر آگے چلے یا کسی بلندی پر چڑھے اور دوسرے اوقات میں مستحب ہے۔

ائمہ ثلاث رحمہم اللہ کا قول ہے کہ پہلا تلبیہ واجب جب سواری چلنے لگے انکی دلیل حدیث الباب ہے جو ابن عمرؓ

سے مروی ہے۔

حنفیہ کی دلیل عبداللہ بن عمرؓ کی حدیث ہے جس کو امام ابوداؤد نے ذکر کیا ہے:

سعید بن جبیرؒ کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ بن عباسؓ سے کہا کہ مجھے اس پر تعجب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تلبیہ کہنے کے وقت کے بارے میں صحابہؓ میں اختلاف ہے تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا میں اس معاملہ کو سب سے زیادہ جانتا ہوں واقعہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک حج کیا ہجرت کے بعد جس کو حجۃ الوداع کہتے ہیں) اسی وجہ سے لوگوں نے اختلاف کیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حج کی نیت کرکے (مدینہ منورہ سے) نکلے تو جب مسجد ذوالحلیفہ میں احرام کی دو رکعتیں پڑھیں اسی مجلس میں تلبیہ پڑھا کچھ لوگوں نے سنا اور میں نے اس کو یاد رکھا (مگر چونکہ لوگ بہت تھے اور دور تک تھے اسلئے بہت سے لوگوں نے نہیں سنا پھر جب آپؐ (مسجد سے باہر تشریف لاکر) سواری پر بیٹھے اور اونٹنی آپؐ کو لیکر چلنے لگی تو آپ نے تلبیہ پڑھا تو اور کچھ لوگوں نے سنا (یہ لوگ یہ سمجھے کہ یہی پہلا ہے) کیونکہ لوگ جماعت در جماعت آکر شامل ہوتے جاتے تھے تو ان لوگوں نے اسی وقت سنا اور یہ سمجھا کہ حضورؐ نے اسی وقت تلبیہ پڑھا، جب آپؐ کی لوری آپکو لیکر چلی پھر جب آپؐ شرف البیداء پر چڑھے تو تلبیہ کہا تو جن لوگوں نے صرف اس وقت سنا وہ سمجھے کہ یہی پہلا ہے (ابن عباسؓ کہتے ہیں) خدا کی قسم آپؐ کا واجب تلبیہ وہی تھا جو نماز پڑھنے کی جگہ میں پڑھا تھا جب آپؐ احرام کی دو رکعت سے فارغ ہوئے تھے۔ (ابوداؤد جلد اول ص۲۴۲ فی باب وقت الاحرام)

باب ۱۲۶

التَّيَمُّنِ فِی الْوُضُوْءِ وَالْغُسْلِ

وضو اور غسل میں داہنی طرف سے شروع کرنا

۱۶۶ (حدثنا مُسَدَّدٌ قال ثنا اسمٰعیلُ قال ثنا خالدٌ عن حفصةَ بنتِ سِیرینَ عن اُمِّ عَطِیَّةَ قالت قال النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم لهُنّ فی غُسْلِ اِبْنَتِهٖ ابدَأنَ بمَیَامِنِهَا ومواضعِ الوُضُوْءِ منها) ۲۹

۱۶۷ (حدثنا حَفصُ بنُ عُمَرَ قال حدثنا شعبةُ قال اخبرنی اَشعثُ بنُ سُلیمٍ قال سمعتُ اَبی عن مَسروقٍ عن عائشةَ قالت کان النبی صلے اللہ علیہ وسلّم یُعجِبُهُ التَّیَمُّنُ فی تَنَعُّلِهٖ وَ تَرَجُّلِهٖ وَطُهورِهٖ فی شانِهٖ کُلِّهٖ) ۲۹

ترجمہ ۱۶۶ | حضرت ام عطیہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی (حضرت زینبؓ)

کے بارے میں عورتوں سے فرمایا کہ غسل داہنی جانبوں اور وضو کے مقاموں سے شروع کرو۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "ابدان بمیامنہا" لان الامر بالتیمن فی التغسیل والتوضئۃ کلیہما مستفاد من عموم اللفظ (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۲۹ وفی الجنائز فی باب غسل المیت الخ ص۱۶۷ وفی باب مایستحب ان یغسل وترا ص۱۶۷ ایضا ص۱۶۷ وفی باب مواضع الوضوء ص۱۶۸ ایضا ص۱۶۸ ایضا ص۱۶۸ ایضا ص۱۶۸ ص۱۶۸ ص۱۶۸ ص۱۶۸۔

ترجمہ ۱۶۷ حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو داہنی جانب سے شروع کرنا جوتا پہننے، کنگھی کرنے اور پاکی حاصل کرنے اور ہر کام میں پسند تھا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث فی قولہ "یعجبہ التیمن الخ"

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۲۹ ویاتی فی الصلوٰۃ ص۶۱ وفی الاطعمہ ص۸۱۰ وفی اللباس ص۸۷۰ وفی باب الترجل ص۸۷۸ وفی مسلم ج۱ ص۳۰۵

ربط و مقصد گذشتہ ابواب احکام وضو پر مشتمل تھے اس باب سے امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ وضو میں عمل داہنی جانب سے شروع کرنا چاہیئے یعنی داہنی جانب سے شروع کرنا بھی اسی کے احکام میں سے ہیں۔

تشریح تیمن کے معنی ہیں ابتدا بالیمین یعنی داہنے سے شروع کرنا۔

ابدان بمیامنہا کا تعلق اگرچہ غسل میت سے ہے لیکن جب غسل میت کے وضو میں داہنی طرف سے شروع کرنا ثابت ہے تو نماز کے وضو کیلئے بطریق اولیٰ افضلیت و استحباب ثابت ہوگا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم کہ غسل کا عمل داہنی طرف اور اعضاء وضو سے شروع کیا جائے، حضرت ام عطیہ کی اس حدیث سے حضرت عائشہ رض کی حدیث کا مفہوم یہ ہوگا کہ آپ جوتا پہلے دائیں پاؤں میں پہنتے، کنگھی پہلے دائیں طرف سے کرتے اور طہارت حاصل کرنے اور ہر کام میں (جو امور شریف و تکریم کے ہوتے) داہنی طرف سے ابتداء کو پسند فرماتے تھے، اس حدیث سے مسجد کے دائیں حصہ میں نماز پڑھنے اور نماز جماعت میں امام کے دائیں جانب کھڑے ہونے کا استحباب نکلتا ہے۔

ؔ

باب التماس الوضوء اذا حانت الصلوٰة وقالت عائشة حضرت الصبح فالتمس الماء فلم يوجد فنزل التيمم ۔

باب:- جب نماز کا وقت آجائے تو پانی کی تلاش کرنا۔ اور حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ (ایک سفر میں) صبح کی نماز کا وقت ہوا تو پانی تلاش کیا گیا جب نہیں ملا تو آیت تیمم نازل ہوئی۔

تشریح | وقالت عائشة الخ هذا طرف من حديثها في قصة نزول اٰية التيمم سياتي في تفسير المائدة ص۶۶۳۔

حافظ عسقلانی رحؒ نے اس جگہ امام بخاری رحؒ کے استدلال کی نوعیت ابن منیر رحؒ سے نقل فرمائی ہے، امام بخاری نے اس واقعہ سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ نماز کا وقت آجانے سے پہلے وضو کیلئے پانی کی تلاش ضروری نہیں کیونکہ صحابہ رضؓ نے پانی کی تلاش دخول وقت کے بعد کی اور حضور اکرم صلعم نے اس تاخیر پر کوئی نکیر نہیں فرمائی (فتح الباری ج ۱ ص ۲۱۷)

آیت وضو میں ارشاد ہے اذا قمتم الی الصلوٰة فاغسلوا، معلوم ہوا کہ وضو کا فریضہ نماز کا وقت آنے سے پہلے عائد نہیں ہوتا جب دخول وقت نہ ہونے کی وجہ سے خود نماز ہی واجب نہیں ہوتی تو پانی کی تلاش کو کس طرح واجب کہا جائے گا۔

ابن بطال کہتے ہیں کہ مکلف نہیں کہا جا سکتا، لیکن وقت سے پہلے وضو کرلے تو اسکے حسن ہونے پر اجماعِ امت ہے

۱۶۸ حدثنا عبد الله بن يوسف قال انا مالك عن اسحٰق بن عبد الله بن ابي طلحة عن انس بن مالك انه قال رايت رسول الله صلى الله عليه وسلم وحانت صلوٰة العصر فالتمس الناس الوضوء فلم يجدوا فاتي رسول الله صلى الله عليه وسلم بوضوء فوضع رسول الله صلى الله عليه وسلم في ذالك الاناء يده وامر الناس ان يتوضأوا منه قال فرايت الماء ينبع من تحت اصابعه حتى توضأوا من عند اٰخرهم ۔

ترجمہ | حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور عصر کی نماز کا وقت ہو چکا تھا لوگوں نے پانی تلاش کیا تو انہیں نہیں ملا، آخر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس (ایک برتن میں تھوڑا سا) وضو کا پانی لایا گیا تو آپؐ نے اپنا ہاتھ اس برتن میں رکھدیا اور لوگوں کو حکم دیا کہ اسی برتن سے وضو کرو، حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ آپؐ کی انگلیوں کے نیچے سے پانی پھوٹ رہا تھا یہاں تک کہ (قافلے کے) آخری آدمی نے بھی وضو کیا (یعنی شروع سے آخر تک سب لوگوں کیلئے یہ پانی کافی ہو گیا)

مطابقة للترجمة | مطابقة الحديث للترجمة في قوله "فالتمس الناس الوضوء"

ربط و مقصد باب سابق میں تیمن کا وضو اور غسل کیلئے مطلوب ہونا ذکر کیا گیا تھا، اب اس باب میں امام بخاری رح یہ بیان کر رہے ہیں کہ وضو کیلئے پانی مطلوب ہے، خلاصہ یہ ہے کہ وضو کے مطلوبات وجہ مناسبت بین البابین ہے گرچہ دقیق و باریک مناسبت ہے۔

تشریح التماس الوضوء میں واؤ پر فتحہ ہے۔ وضو بفتح الواؤ اس پانی کو کہتے ہیں جس سے وضو کیا جاتا ہے اور وُضو بضم الواؤ فعل وضو اور وِضو بکسر الواؤ ظرف (برتن) کو کہا جاتا ہے ایک مصرعہ میں ان تینوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔ ع وَضو را در وِضو کردہ وُضو کن

حدیث باب کی تشریح حضرت انس بن مالک رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جب نماز عصر کا وقت ہو چکا تھا۔ صحابہ رضہ نے وضو کیلئے پانی تلاش کیا تو انہیں نہ ملا، ابن المبارک رح کی روایت میں ہے:۔

فانطلق رجل من القوم فجاء بقدح من ماء یسیر — قوم میں سے ایک شخص نے آکر ایک برتن پیش کیا جس میں تھوڑا سا پانی تھا۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست مبارک اس برتن میں رکھدیا اور لوگوں کو اس پانی سے وضو کرنے کا حکم فرمایا۔ انس رضہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ پانی حضورؐ کی انگشتان مبارک سے پانی کا فوارہ ابلنے لگا صحابہ نے خوب سیر ہو کر پیا جانوروں کو پلایا اور سب نے وضو کیا۔

حضرت انس رضہ بن مالک رضہ کی اس حدیث کا تعلق باب معجزات سے ہے لیکن امام بخاری رح تیمم کی اجازت کیلئے پانی نہ ملنے کی صورت اس حدیث سے متعین کرنا چاہتے ہیں اور وہ تعیین یہ ہے کہ پانی ملنے کی تمام صورتیں جبتک ختم نہ ہو جائیں اور تمام معتاد و غیر معتاد اور ظاہری و غیر ظاہری اسباب و طریقوں سے مایوسی نہ ہو جائے اسوقت تک تیمم درست نہیں۔

البتہ اگر کسی جگہ کے متعلق غالب گمان ہے کہ ایک میل کے اندر پانی نہیں تو عندالاحناف پانی تلاش کرنا ضروری نہیں۔

مسئلہ مستنبطہ اس سے علماء نے ایک مسئلہ استنباط کیا کہ آب زمزم سے وضو کرنا جائز ہے۔ آب زمزم کے متعلق شبہ ہو سکتا تھا کہ یہ تو تبرک کی چیز ہے وضو میں کیسے استعمال کریں؟ مگر آب زمزم اس پانی سے زیادہ مبارک نہیں جو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے انگشتان مبارک سے نکلا بلاشبہ تمام پانیوں سے حتی کہ آب زمزم اور آب کوثر سے بھی افضل اور مقدس ہے تو جب اس مقدس و مبارک سے وضو جائز ہے تو آب زمزم سے بلا شبہ جائز ہو گا۔ واللہ اعلم

باب ۱۲۵ الماءِ الذی یغسل بہٖ شعرُ الانسانِ وکان عطاءٌ لایریٰ بہ باسًا ان یُتخذَ منھا الخیوطُ والحِبالُ وسُورِ الکلابِ ومَمَرِّھا فی المسجدِ وقال

الزُّهريُّ إذا وَلَغَ فى إناءٍ ليسَ لهُ وَضوءٌ غيرُهُ يتوضّأبه وقال سُفيانُ
هذا الفِقهُ بعَينهِ لقولِ اللهِ عزّوجلّ فَلم تجدُوا ماءً فتيمّمُوا وهذا
مَاءٌ وفى النّفسِ منه شئٌ يتوضّأبه ويتيمّمُ)

باب:- اس پانی کے حکم کے بیان میں جس سے انسان کے بال دھوئے جائیں (وہ پانی پاک ہے یا ناپاک؟) اور عطاء بن ابی رباح اس میں کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے کہ انسان کے بال سے دھاگے اور رسیاں بنائی جائیں اور باب کتوں کے جھوٹے اور ان کے مسجد سے گذرنے کا بیان، اور زہری نے کہا کہ جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے اور اس کے پاس اس کے علاوہ کوئی پانی نہ ہو تو اسی سے وضو کرے۔ اور سفیان ثوری نے کہا یہ مسئلہ بعینہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد "فلم تجدوا ماء فتیمموا" سے سمجھ میں آتا ہے کہ جب پانی نہ پاؤ تو تیمم کرلو۔ اور یہ (کتے کا جھوٹا) پانی ہی ہے لیکن دل میں اس سے کچھ شبہ پیدا ہوتا ہے (کہ شاید ناپاک ہو) اسلئے اس پانی سے وضو کرلے اور (احتیاطاً) تیمم بھی کرلے۔

ربط ماقبل باب سابق میں امام بخاری نے یہ بیان کیا تھا کہ نماز کا وقت آنے پر پانی کی تلاش کیجائے اور ظاہر ہے کہ وضو کیلئے پاک پانی کی تلاش کیجاتی ہے۔ اب اس باب میں یہ بیان فرمارہے ہیں کہ انسان کے بال چونکہ پاک ہیں اسلئے جس پانی سے یہ دھوئے جائیں گے وہ بھی پاک شمار ہوگا، گویا دونوں باب ماء طاہر (پاک پانی) کے حکم پر مشتمل ہے (عمدہ)

مقصد ترجمہ امام بخاری کا مقصد یہ ہے کہ انسانی بال پاک ہے اور جسم سے الگ ہونے کے بعد بھی پاک ہی رہتا ہے اس مسئلہ کو بیان کرنے کیلئے امام بخاری نے عطاء بن رباح کا قول پیش کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ امام بخاری اس مسئلہ میں مسلک احناف کی موافقت کررہے ہیں اور جب انسان کے بالوں کی طہارت ثابت ہوگئی تو یہ مسئلہ بھی صاف ہوگیا کہ اگر پانی میں بال گرجائیں تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔

عطاء بن رباح کے قول سے یہانتک تو احناف متفق ہیں کہ انسانی بال پاک ہیں ان میں حیات حلول نہیں کرتی اور ان سے تیار کی ہوئی رسیاں اور دھاگے ناپاک نہیں مگر چونکہ امام اعظم کے نزدیک اجزائے انسانی سے نفع حاصل کرنا انسانی کراہت وشرف کے خلاف ہے مثلاً بال کی رسیاں بٹ کر ان میں جانور باندھا جائے اسمیں انسان کی توہین ہے اللہ تعالیٰ نے جس انسان کو مکرّم قرار دیا اس کے کسی بھی چیز کی بے حرمتی جائز نہیں فقہاء نے لکھا ہے کہ حجامت بنوانے کے بعد بال، ناخن بے حرمتی کی جگہ نہ پھینکے جائیں کہیں دفن کردیئے جائیں۔

وسور الکلاب وممرّھا فی المسجد بالجرّ عطف علی قوله الماء والتقدير وباب سؤر الكلاب الخ
یہ دوسرا ترجمہ شروع ہوتا ہے کہ کتے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟ اور کتوں کے مسجد میں گذرنے کا حکم۔

یعنی امام بخاری کا یہ باب تین اجزاء پر مشتمل ہے (۱) انسان کا بال اگر پانی میں گرجائے (۲) کتے نے پانی

میں منہ ڈال دیا؟ یہ دونوں پانی پاک ہے یا ناپاک؟ جو لوگ طہارت کے قائل ہیں ان کے نزدیک ان کے رہتے ہوئے تیمم درست نہ ہوگا اور جن کے نزدیک ناپاک ہے ان کے نزدیک وضو درست نہیں تیمم درست ہوگا۔

اس تقریر سے وضو سے مناسبت بھی واضح ہوگئی۔

وقال الزھری الخ امام زہری رح کہتے ہیں کہ اگر کتے نے برتن میں منہ ڈال دیا اور کوئی دوسرا پانی نہیں ہے تو اسی کتے کے جھوٹے پانی سے وضو کرلے۔ اس سے معلوم ہوا کہ امام زہری رح کے نزدیک کتے کا لعاب اور جھوٹا ناپاک نہیں ہے مگر بوقت ضرورت، کیونکہ اگر اس کے علاوہ پانی ہو تو اس سے وضو نہ کرے۔

وقال سفین الخ اور سفیان ثوری رح فرماتے ہیں ھذا الفقہ بعینہ الخ یعنی امام زہری رح نے جو فرمایا وہ عین فقہ کی بات ہے کیوں کہ تیمم کی اجازت پانی نہ پانے کیصورت میں ہے اور آیت کریمہ لم تجدوا ماء میں نکرہ تحت النفی عموم کا فائدہ دیتا ہے اور چونکہ کتے کا جھوٹا پانی بھی پانی ہی ہے اسلئے پانی کی موجودگی میں تیمم جائز نہیں اس کے بعد حضرت سفیان فرماتے ہیں وفی النفس منہ شیٔ اور دل میں اس سے کچھ شبہ ہے (کہ شاید ناپاک ہو) اسلئے احتیاطاً وضو اور تیمم دونوں کرلے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سفیان ثوری رح کے نزدیک سور کلب مشکوک ہے۔

سور کلب میں مذاہب فقہا کی تفصیل اگلے باب میں آرہی ہے۔

۱۶۹ (حدثنا مالکُ بن اسمٰعیل قال ثنا اسرائیلُ عن عاصمٍ عن ابن سیرینَ قال قلتُ لِعَبِیدَۃَ عندنا من شعر النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَصَبْنَاہُ مِن قِبَلِ اَنسٍ اومن قِبَلِ اَھلِ اَنسٍ فقال لَاَن تکونَ عِندی شعرۃٌ مِنہُ احبُّ اِلَیَّ مِن الدنیا وما فیھا ۲۹)

ترجمہ ابن سیرین رح کا بیان ہے کہ میں نے عبیدہ رح سے کہا کہ میرے پاس رسول اللہ علیہ وسلم کے کچھ بال (مبارک) ہیں جو ہم نے حضرت انس رض سے یا (شک راوی) انس رض کے گھر والوں سے حاصل کیا ہے تو عبیدہ نے کہا کہ اگر ان بالوں میں سے ایک بال بھی میرے پاس ہو تو وہ میرے لئے ساری دنیا وما فیہا سے زیادہ محبوب ہوگا

مطابقۃ الاثر للترجمۃ ترجمۃ الباب کی مطابقت فی قولہ " لان تکون عندی شعرۃ منہ احبّ الی من الدنیا وما فیہا۔

۱۷۰ (حدثنا محمدُ بن عبدِ الرحیم قال نا سعیدُ بن سُلیمٰن قال ثنا عبادٌ عن ابن عونٍ عن ابن سیرینَ عن انسٍ انّ رسولَ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما حلقَ راسَہُ کان ابوطلحۃَ اوّلَ مَن اخذَ مِن شعرِہٖ)

ترجمہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب (حجۃ الوداع میں) سر اقدس

منڈوایا تو حضرت ابو طلحہ رضؓ پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے آپ کے بال مبارک لئے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ کان ابو طلحۃ اول من اخذ من شعرہ۔

موئے مبارک کا تبرک حجۃ الوداع یعنی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب رمی جمرہ اور قربانی سے فارغ ہوئے تو حلاق (معمر بن عبداللہ) کو بلا کر اپنا سر حلق کرایا تو ایک طرف (داہنی جانب) کے موئے مبارک حضرت ابو طلحہ رضؓ کے ذریعہ تقسیم کروا دیا اور دوسری جانب موئے مبارک خود ابو طلحہ رضؓ کو عنایت فرمایا۔ ابو طلحہ رضؓ نے اپنی زوجہ (والدہ انس بن مالک رضؓ) ام سلیم کو دیا (مسلم ج ۱ ص ۴۲۱) محمد بن سیرین رحؒ کے والد سیرین حضرت انس رضؓ کے مولی (آزاد کردہ غلام) تھے اور انس رضؓ اپنی والدہ ام سلیم کی وساطت سے ابو طلحہ رضؓ کے زیر پرورش (ربیب) تھے اس طرح حضرت انس رضؓ کو موئے مبارک ملا اور انس رضؓ نے محمد بن سیرین رحؒ کو۔

جب ابن سیرین نے عبیدہ سے یہ بیان کیا تو عبیدہ نے تمنا ظاہر کی کہ اگر میرے پاس ان بالوں میں سے ایک بال بھی ہو تو میں اس کو دنیا و مافیہا کے مقابلہ میں زیادہ محبوب رکھوں گا۔ معلوم ہوا کہ انسانی بال بدن سے منفصل ہو جانے کے بعد بھی پاک ہے۔

علامہ عینی رحؒ لکھتے ہیں کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے موئے مبارک کو بطور تبرک رکھنا صحابہ کرام کے تعامل سے ثابت ہے تو اس سے بالوں کی طہارت ثابت ہو گئی۔

امام بخاری رحؒ نے اس سے استدلال کیا ہے کہ مطلق انسانی بال پاک ہے کیوں کہ ناپاک چیز تبرک نہیں بنائی جا سکتی۔

روایت ہے کہ حضرت خالد بن ولید رضؓ کچھ موئے مبارک اپنی ٹوپی میں رکھتے اور جہاد میں اسکی برکت سے مدد (و فتح حاصل کرنے) جنگ یمامہ میں آپ کی ٹوپی گر گئی جس کا آپؓ کو نہایت قلق ہوا، صحابۂ کرام نے اعتراض کیا کہ ایک ٹوپی کیلئے آپ اس قدر رنج اور صدمہ اٹھا رہے ہیں؟ خالد سیف اللہ رضؓ نے فرمایا میری نظر میں ٹوپی کی قیمت نہیں ہے بلکہ اس بات کا خیال و فکر ہے کہ کہیں وہ ٹوپی مشرکوں کے ہاتھ میں نہ پڑ جائے اس میں محبوب رب العالمین سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی نشانی و تبرک موئے مبارک تھا (عمدۃ ج ۳ ص ۳۷ مطبوعہ پاکستان)

ابن سیرین کا مقصد استناد بیان کرنا ہے یعنی یہ نہیں کہ ان پر صرف آپ ہی کا نام ڈال دیا گیا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آثار صالحین کے ساتھ تبرک و تحصیل برکت صحابۂ کرام و تابعین عظام کی سنت ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جعلی و نقلی نہ ہوں بلکہ مستند ہوں نیز ان کے ساتھ معاملہ حد سے تجاوز کر کے شرک اور بدعت کے درجے کا نہ کیا جائے۔

باب ۱۲۹
اذا شرب الکلب فی الاناء

۱۷۱ حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن ابی الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا شرب الکلب فی اناء احدکم فلیغسلہ سبعا) م ۲۹

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب کتا تم میں سے کسی کے برتن میں سے پی لے تو اس کو سات مرتبہ دھوئے۔

مطابقۃ للترجمۃ ترجمۃ الباب بعینہ حدیث پاک کا جزء ہے اکثر نسخوں میں (مثلاً فتح الباری) عمدۃ القاری میں یہاں مستقل باب نہیں ہے اور نہ ہونا ہی راجح ہے کیوں کہ باب سابق ہی میں سور کلب مذکور و موجود ہے اسلئے مستقل باب کی ضرورت باقی نہیں رہی البتہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ باب سابق میں کتے کے لعاب اور اس کے جھوٹے پانی کا مسئلہ بتانا تھا اور یہاں ان برتنوں کا مسئلہ بیان کرنا مقصود ہے۔ جن سے کتا پانی پی لے اس صورت میں یہ باب در باب کے طور پر سمجھا جائے گا۔

تشریح اذا شرب الکلب الخ جب کتا پی لے۔ مسلم وغیرہ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ہی سے بجائے اذا شرب، اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم ہے (مسلم ص ۱۳۷)

اور یہی ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے اکثر تلامذہ سے مروی ہے ابوداؤد ص ۱۰ فی باب الوضوء بسور الکلب ترمذی ص ۱۴ فی باب ماجاء فی سور الکلب۔

حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں ولغ از باب فتح ولوغ کے معنی ہیں زبان کے کنارے سے پینا یعنی پانی یا کسی مائع چیز میں زبان ڈال کر حرکت دینا ولوغ ہے فان کان غیر مائع یقال لعقہ فان کان فارغا یقال لحسہ (فتح) یعنی اگر غیر مائع جامد میں ہو تو لعق اور اگر خالی برتن ہو تو لحس کہا جاتا ہے۔

سور کلب میں ائمہ کا اختلاف یہاں دو مسئلے ہیں ۱۔ سور کلب یعنی کتے کا جھوٹا پاک ہے یا ناپاک؟ دوسرا مسئلہ ہے کتے کے جھوٹے برتن کی تطہیر کا طریقہ کیا ہے؟

مسئلہ ۱ اسمیں ائمہ عظام وفقہاء کرام کے دو قول ہیں ۱۔ جمہور ائمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم رحمہ اللہ امام شافعی رحمہ اللہ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نیز صاحبین رحمہما اللہ کے نزدیک کتے کا جھوٹا ناپاک ہے ۲۔ امام مالک کا مشہور قول یہ ہے کہ سور کلب پاک ہے، امام بخاری کا بظاہر یہی رجحان معلوم ہوتا ہے، حافظ عسقلانی رحمہ اللہ کہتے ہیں والظاھر من تصرف المصنف انہ یقول بطھارتہ۔ (فتح الباری ص ۲۱۵)

علامہ قسطلانی رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں "وظاھر صنع المؤلف القول بالطھارۃ" قسطلانی ص ۲۵۴ اگرچہ علامہ

عینیؒ کا خیال یہ ہے کہ بخاریؒ اس مسئلہ میں حنفیہ اور جمہور کے موافق ہیں یا کم از کم متردد ضرور ہیں۔

اس مسئلے میں جمہور کی دلیل بالکل صریح اور واضح ابوہریرہؓ کی حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طھور اناء احدکم اذا ولغ فیہ الکلب ان یغسلہ سبع مرات اولاھن بالتراب (مسلم ص۱۳۷ ج۱)

لفظ طہور نجاست کی ضد ہے صاف بتلا رہا ہے کہ برتن دھونے کا حکم تطہیر کیلئے ہے معلوم ہوا کہ کتے کا جھوٹا ناپاک ہے برتن دھونے کا حکم امر تعبدی نہیں ہے۔

نیز مسلم شریف کے اسی صفحہ پر ایک حدیث ہے قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیرقہ ثم لیغسلہ سبع مرات (مسلم اول ص۱۳۷)

یعنی اگر کتا برتن میں منہ ڈالدے تو برتن میں جو چیز ہو اسے گرا دے پھر برتن کو سات مرتبہ دھوئے۔ اگر کتے کا جھوٹا پاک ہوتا تو گرانے کا حکم نہیں ہوتا کیوں کہ مال مسلم کی اضاعت جائز نہیں۔

نیز حدیث الباب سے بھی ہر خالی الذہن اور صحیح وجدان والا شخص یہی سمجھے گا کہ برتن دھونے کا حکم نجاست کی وجہ سے ہے۔

مسئلہ ۱ اس باب کا اصل مسئلہ یہی ہے کہ کتے کے جھوٹے برتن کے پاک کرنے کا کیا طریقہ ہے تثلیث یا تسبیع؟

جمہور احناف (امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہم اللہ) کے نزدیک کتے کے جھوٹے برتن کے پاک کرنیکا بھی وہی طریقہ ہے جو عام نجاستوں سے پاک کرنے کا ہے یعنی ذی جرم میں ازالہ عین اور غیر ذی جرم میں تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے، یعنی عند الاحناف تثلیث (یعنی تین مرتبہ دھونا) واجب ہے اور تسبیع یعنی سات مرتبہ دھونا مستحب ہے اور ایک روایت امام مالکؒ سے بھی ہے کہ برتن دھونے کا حکم استحبابی ہے۔

دوسرا قول ائمہ ثلاثہ (امام مالک، امام شافعی، امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ) کا ہے کہ سات بار دھونا واجب اور ضروری ہے، سات بار دھونے کے وجوب پر ائمہ ثلاثہ متفق ہیں لیکن فرق اس میں ہے کہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک سور کلب (کتے کا جھوٹا) ناپاک ہے اسلئے سات بار دھونے کو ضروری اور واجب کہتے ہیں۔

امام مالکؒ سور کلب کو پاک کہتے ہیں اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب پاک ہے تو برتن بھی پاک ہوگا پھر سات مرتبہ دھونے کو واجب کیوں کہتے ہیں؟

جواب یہ ہے کہ اس بارے میں امام مالکؒ کا مشہور مذہب یہ ہے کہ وہ امر تعبدی کی بنا پر واجب کہتے ہیں نہ کہ نجاست کی بنا پر۔ امر تعبدی (حکم تعبدی) کا مطلب یہ ہے کہ اسکی وجہ ہمیں معلوم نہیں چنانچہ امام مالکؒ سے جب وجہ دریافت کی گئی تو فرمایا قد جاء ھذا الحدیث وما ادری حقیقتہ، یعنی اس تسبیع کے متعلق حدیث وارد

ہوئی ہے مگر مجھے اس کی حقیقت معلوم نہیں۔

احناف کے دلائل احناف کی دلیل حضرت ابوہریرہ رضؓ کی وہ حدیث ہے جسکو حافظ ابن عدیؒ نے "الکامل" میں ذکر کی ہے عن الحسین بن علی الکرابیسی قال حدثنا اسحاق الازرق حدثنا عبدالملک عن عطاء عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیھرقہ ولیغسلہ ثلاث مرات " (عمدہ ص ۴۱ مطبوعہ پاکستان)

واضح رہے کہ حسین بن علی کرابیسی کبار محدثین میں سے تھے اور امام احمد کے ہمعصر اور امام بخاریؒ اور داؤد ظاہری رحؒ کے استاد ہیں۔

(۲) حضرت ابوہریرہ رضؓ کی حدیث قولی کے ساتھ حدیث فعلی سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ تین مرتبہ دھونا برتن کی طہارت کیلئے کافی ہے چنانچہ عطاء بن ابی رباح رحؒ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ جب کتا برتن میں منہ ڈالتا تو ابوہریرہ رضؓ اس کا پانی گرادیتے اور تین مرتبہ دھولیتے۔ دارقطنی نے اسکو روایت کیا ہے اور اسکی سند صحیح ہے (آثار السنن)

(۳) قیاس سے بھی تثلیث ہی کی تائید ہوتی ہے کیوں کہ وہ نجاستیں جو غلیظ ہیں جیسے پیشاب پاخانہ جو دنیا میں اغلظ النجاست سمجھی جاتی ہیں حتی کہ خود کتے کا بول و براز تین مرتبہ دھونے سے پاک ہوجاتی ہیں تو سور کلب جو بظاہر اس سے اخف ہے بطریق اولیٰ پاک ہوجانا چاہیئے لہٰذا ظاہر یہ ہے کہ تسبیع (سات مرتبہ دھونے کا حکم) استحباب کیلئے ہے۔

شوافع وحنابلہ رحؒ حضرات شوافع وحنابلہ رحمہم اللہ کا استدلال حدیث الباب سے ہے، لیکن معلوم ہونا چاہیئے کہ اس کے متن میں سخت اضطراب ہے بعض روایات میں اولٰھن بالتراب ہے بعض میں اخراھن، بعض میں احداھن اور ترمذی کی روایت میں ہے السابعۃ بالتراب اور ایک روایت میں ہے والثامنۃ عفروہ بالتراب۔

بہرحال فقہائے احناف کا مسلک راجح ہے کہ تین مرتبہ دھونا واجب ہے باقی تسبیع، تثمین اور ترتیب مستحب ہے اس لحاظ سے تمام روایتوں پر حنفیہ کا عمل ہے۔ واللہ اعلم

۱۷۲ (حدثنا اسحٰقُ قال اخبرنا عبدُ الصمدِ قال حدثنا عبدُ الرحمٰنِ بنُ عبدِاللّٰہِ بنِ دینارٍ قال سمعتُ اَبی عن اَبی صالحٍ عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم اَنّ رجلاً رَأی کلباً یاکُلُ الثَّریٰ مِن العَطَشِ فاخذَ الرجلُ خُفَّہٗ فجعَلَ یَغرِفُ لہٗ بہٖ حتی اَرْوَاہُ فشکرَ اللّٰہُ لہٗ فاَدخلَہُ الجنۃَ وقال احمدُ بنُ شَبِیبٍ ثنا اَبی عن یُونسَ عَنِ ابنِ شہابٍ قال حدثنی حمزۃُ بن عبدِ اللّٰہِ عن اَبیہ قال کانتِ الکلابُ تُقبِلُ وتُدبِرُ فی المسجدِ فی زمانِ

رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلم یکونوا یرشون شیئاً من ذٰلک)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا ایک شخص نے ایک کتا دیکھا جو پیاس کے مارے گیلی مٹی چاٹ رہا ہے تو اس نے اپنا موزہ لیا اور (اسمیں پانی بھر کر) اس کتے کو پلانے لگا یہاں تک کہ اس کو سیراب کر دیا۔ اللہ تعالےٰ نے اسکو اس فعل کا اجر دیا اور اسے جنت میں داخل کر دیا۔

اور ہم سے احمد بن شبیب (الشیخ المؤلف رحؒ) نے بیان کیا کہا ہم سے میرے والد نے انہوں نے یونس سے انہوں نے ابن شہاب سے انہوں نے کہا مجھ سے حمزہ بن عبد اللہ نے بیان کیا انہوں نے اپنے باپ حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ سے، حضرت عبد اللہ بن عمر رضؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کتے مسجد نبوی میں آتے جاتے تھے لیکن لوگ (صحابۂ کرام رضؓ) اس وجہ سے پانی نہیں چھڑکتے تھے۔

مطابقۃ للترجمۃ قال العینی رحؒ هذا من الاحادیث التی احتج بها البخاری علی طهارۃ سور الکلب۔

تعدد موضعہ والحدیث ههنا صـ۲۹ وبانی صـ۳۱۸ وصـ۳۳۳ وصـ۴۶۷ وصـ۴۹۳ وصـ۸۸۸ تا صـ۸۸۹۔

بخاری شریف کے دوسرے ابواب (صـ۳۱۸ وصـ۳۸۸) میں اس طرح تفصیل ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ ایک شخص سفر کر رہا تھا اس کو زور کی پیاس لگی تو یہ ایک کنویں میں اترا اور اس کا پانی پیا اندر سے نکلا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کے مارے ہانپ رہا ہے اور کیچڑ چاٹ رہا ہے اس نے (اپنے دل میں) کہا اسکو بھی اسی طرح کی تکلیف (پیاس کے مارے) پہونچی ہے جو مجھکو پہونچی تھی چنانچہ کنویں میں اترا اور اپنے موزے میں پانی بھر کر منہ سے دبا لیا اور چڑھ کر باہر آیا اور کتے کو پانی پلایا، اللہ تعالےٰ نے اس کام کی قدر کی اور اس کو بخش دیا یہ سنکر صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا جانوروں کے ساتھ بھلائی کرنے میں بھی ہم کو ثواب ملیگا؟ فرمایا ہر تر جگر والے (یعنی جاندار) میں ثواب ہے۔

مقصد فاخذ الرجل خفه فجعل یغرف له به اس سے امام بخاری رحؒ نے سور کلب کو پاک ثابت کرنے کیلئے استدلال فرمایا ہے کہ موزہ میں پانی پلانے سے کتے کا لعاب موزے سے لگتا رہا مگر اس واقعہ میں یہ کہیں نہیں ہے کہ اس شخص نے کتے کو پانی پلانے کے بعد موزے دھویا ہو، اس سے امام بخاریؒ نے اخذ کر لیا کہ کتے کا لعاب پاک ہے ورنہ کون انسان موزے کو ناپاک کرے گا؟

جواب:- یہ استدلال صحیح نہیں ہے اسلئے کہ ہو سکتا ہے کہ اس شخص نے موزے کا پانی کسی گڈھے میں ڈال دیا جس سے کتے نے پی لیا۔ نیز یہ بھی ہو سکتا ہے کہ موزہ سے پانی پلا کر موزہ دھو لیا ہو، نیز یہ بھی ممکن ہے

کہ اس موزے کو استعمال نہ کیا ہو۔ پھر یہ شخص بنی اسرائیل میں سے تھا تو اگر اسکے نزدیک پاک تھا اور ہمارے نزدیک ناپاک؟ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

پھر اس واقعہ کا تعلق طہارت و نجاست سے نہیں ہے بلکہ شفقت علی الخلق کے معاملے سے ہے اس شخص نے جب دیکھا کہ شدت پیاس سے کتا زبان نکال رہا ہے، ہانپ رہا ہے، یہ ابھی مصیبت و تکلیف سے تڑپ رہا ہے جس تکلیف میں تھوڑی دیر پہلے میں مبتلا تھا تو اس کو رحم آیا اور موزے کی پاکی ناپاکی کی پرواہ کئے بغیر کنویں میں اتر کر پانی لایا اور پلایا۔

حدیث قدسی میں ہے الراحمون یرحمہم الرحمان الخ رحم کرنے والوں پر رحمان رحم کرتا ہے تم زمین والوں پر رحم کرو آسمان والا تم پر رحم کرے گا۔

وقال احمد بن شبیب الخ یہ امام بخاریؒ کے شیخ ہیں اس روایت سے بھی امام بخاریؒ کا مقصد یہی ہے کہ لعاب کلب پاک ہے کیونکہ کتے مسجد میں آتے جاتے تھے اور کتا ایسا جانور ہے کہ اکثر و بیشتر اس کے منہ سے لعاب گرتا رہتا ہے تو اگر لعاب ناپاک ہوتا تو مسجد کو ضرور دھویا جاتا۔

جواب :۔ یہ استدلال درست نہیں کیونکہ صرف آنے جانے سے یہ کیا ضروری ہے کہ لعاب ٹپکایا ہو صرف احتمال ہے اور مسجد در اصل پاک تھی تو صرف موہوم احتمال سے ناپاک ہونا ثابت نہ ہوگا قاعدہ ہے الیقین لایرفع بالشک۔

۲۔ بعض نسخوں میں تقبل و تدبر کے پہلے تبول کا لفظ ہے جیسا کہ فتح الباری اور قسطلانی میں ہے نیز ابوداؤد ص۵۵ میں ہے کانت الکلاب تبول و تقبل و تدبر فی المسجد فلم یکونوا یرشون شیئا، تو کیا لعاب کلب پاک کہنے والے کتے کے پیشاب کو بھی پاک کہیں گے؟

اصل مسئلہ یہ ہے کہ زمین پر لعاب کلب گرنے یا پیشاب، سوکھ جانے سے زمین پاک ہو جاتی ہے چنانچہ اس حدیث پر امام ابوداؤدؒ نے ترجمۃ الباب قائم کیا ہے "فی طہور الارض اذا یبست۔"

۱۷۳ حدثنا حفص بن عمر قال ثنا شعبة عن ابن ابی السفر عن الشعبی عن عدی بن حاتم قال سالت النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا ارسلت کلبک المعلم فقتل فکل و اذا اکل فلا تاکل فانما امسکه علی نفسه قلت ارسل کلبی فاجد معه کلبا اخر قال فلا تاکل فانما سمیت علی کلبک ولم تسم علی کلب آخر۔

ترجمہ حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کتے کے شکار کے متعلق پوچھا آپؐ نے فرمایا تم اپنے کلب معلم (سدھائے ہوئے کتے) کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑو اور وہ شکار مارے تو تم اس شکار کو کھاؤ اور جب وہ کتا اس شکار میں سے خود (کچھ) کھالے تو تم (اسکو) نہ کھاؤ کیونکہ اس نے شکار اپنے لئے پکڑا میں نے عرض کیا کبھی میں اپنا کتا (شکار پر) چھوڑتا ہوں پھر

اس کے ساتھ دوسرا کتا پاتا ہوں؟ آپ نے فرمایا کہ اس شکار کو مت کھاؤ کیوں کہ تم نے بسم اللہ اپنے کتے پر پڑھی تھی دوسرے کتے پر نہیں پڑھی تھی۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث ظاہرۃ فی قولہ اذا ارسلت کلبک المعلم فقتل فکل،

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۲۹ و یاتی ص۲۷۶ و ص۸۲۳ ایضا ص۸۲۳ ایضا ص۸۲۳ و ص۸۲۴ ایضا ایضا ایضا۔

تشریح یہاں حضرت عدی بن حاتم کی روایت میں سألت کے بعد سوال کا ذکر نہیں ہے دلالت جواب پر اکتفا کی وجہ سے سوال کو حذف کیا گیا ہے۔

عدی بن حاتم رض فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے کتے کے شکار کا حکم پوچھا آپ نے فرمایا کہ جب تم اپنا سدھایا ہوا شکاری کتا چھوڑ و اور وہ شکار مارے تو اسے کھاؤ لیکن اگر اس نے خیانت کی اور خود کھانا شروع کردیا تو اس شکار کو نہ کھاؤ کیونکہ اس نے تمہارے لئے شکار نہیں پکڑا ہے بلکہ اپنے لئے پکڑا ہے چنانچہ تمہارے لئے حلال نہیں، پھر میں نے عرض کیا کہ کبھی اپنا کتا شکار پر چھوڑتا ہوں اور اس کے ساتھ دوسرا کتا پاتا ہوں آپ نے ارشاد فرمایا کہ اس شکار کو مت کھاؤ ممکن ہے جانور کو ہلاک کرنے والا دوسرا کتا ہو کیونکہ اس دوسرے کتے پر بسم اللہ نہیں پڑھی گئی اسلئے شکار حلال نہیں اگر جانور پر حملہ دونوں نے کیا ہو پھر بھی یہ احتمال ہے کہ جانور کی ہلاکت دوسرے کتے کے زخم کی وجہ سے ہوئی ہو۔

شکار کیلئے سدھائے ہوئے کتے کی نشانیاں شکاری کتا یا باز وغیرہ سے شکار کیا ہوا جانور ان شروط سے حلال ہے (۱) شکاری جانور سدھایا ہوا ہو۔ (۲) شکار پر چھوڑا جائے (۳) اسے اسی طرح تعلیم دی گئی ہو جس کو شریعت نے معتبر رکھا ہے یعنی کتے کو سکھلایا جائے کہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں اور باز کو تعلیم دیجائے کہ جب اس کو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جارہا ہو فوراً چلا آئے اگر کتا شکار کو خود کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ جب اس کے کہنے میں نہیں ...... تو شکار بھی اسکیلئے نہیں پکڑا بلکہ اپنے لئے پکڑا ہے اسی کو حضرت شاہ صاحب (یعنی شاہ عبدالقادر دہلوی رح لکھتے ہیں کہ جب اس نے آدمی کی خو سیکھی تو گویا آدمی نے ذبح کیا۔

(۴) چھوڑنے کیوقت اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ کہکر چھوڑو۔

ان چار شرطوں کی تصریح تو نص قرآنی میں ہوگئی، پانچویں شرط جو امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک معتبر ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کردے کہ خون بہنے لگے۔ اسکی طرف لفظ جوارح اپنے مادہ جرح کے اعتبار سے مشعر ہے ان میں سے اگر ایک بھی شرط مفقود ہوئی تو شکاری جانور کا مارا ہوا شکار حرام ہے ہاں اگر مرا نہ ہو اور ذبح کر لیا جائے تو وہ ما اکل السبع الا ماذکیتم کے قاعدہ سے حلال ہوگا (فوائد عثمانی)

امام بخاری رح کا مقصد اس حدیث سے بھی امام بخاری رح استدلال کر رہے ہیں کہ کتے کا لعاب پاک ہے اگر کتے کا لعاب ناپاک ہوتا تو شکار کا وہ حصہ جس میں لعاب کلب داخل ہوا ہے کم ازکم اس حصہ کو پھینک دینے کا حکم ہوتا جبکہ دھونے کا حکم بھی نہیں ہے۔

جواب:- اس حدیث میں اگر اس جگہ دھونے یا مجروح حصہ کو پھینکدینے کا کوئی حکم نہیں ہے تو خون و آلائش اور جسم کے ان حصوں کا بھی ذکر نہیں ہے جو کھائے نہیں جاتے تو کیا خون وغیرہ کو بھی پاک کہا جائے گا۔

اصل بات یہ ہے کہ لعاب دھونے کا حکم اسلئے نہیں فرمایا گیا ہے کہ شکار کرنے والوں میں یہ سب باتیں جانی پہچانی ہیں یہاں تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے سوال کے متعلق شرائط تہذکار بتایا ہے واللہ اعلم

(باب ۱۳۰ مَنْ لَمْ يَرَ الْوُضُوءَ اِلَّا مِنَ الْمَخْرَجَيْنِ الْقُبُلِ وَالدُّبُرِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى اَوْجَاءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَائِطِ وَقَالَ عَطَاءٌ فِيْمَنْ يَخْرُجُ مِنْ دُبُرِهِ الدُّوْدُ اَوْ مِنْ ذَكَرِهٖ نَحْوُ الْقَمْلَةِ يُعِيْدُ الْوُضُوْءَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ اِذَا ضَحِكَ فِی الصَّلٰوةِ اَعَادَ الصَّلٰوةَ وَلَمْ يُعِدِ الْوُضُوْءَ وَقَالَ الْحَسَنُ اِنْ اَخَذَ مِنْ شَعْرِهٖ اَوْ اَظْفَارِهٖ اَوْ خَلَعَ خُفَّيْهِ فَلَا وُضُوْءَ عَلَيْهِ وَقَالَ اَبُوْهُرَيْرَةَ لَا وُضُوْءَ اِلَّا مِنْ حَدَثٍ وَيُذْكَرُ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم كَانَ فِیْ غَزْوَةِ ذَاتِ الرِّقَاعِ فَرُمِیَ رَجُلٌ بِسَهْمٍ فَنَزَفَهُ الدَّمُ فَرَكَعَ وَسَجَدَ وَمَضٰى فِیْ صَلٰوتِهٖ وَقَالَ الْحَسَنُ مَازَالَ الْمُسْلِمُوْنَ يُصَلُّوْنَ فِیْ جِرَاحَاتِهِمْ وَقَالَ طَاؤُسٌ وَمُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ وَعَطَاءٌ وَاَهْلُ الْحِجَازِ لَيْسَ فِی الدَّمِ وُضُوْءٌ وَعَصَرَ ابْنُ عُمَرَ بَثْرَةً فَخَرَجَ مِنْهَا دَمٌ فَلَمْ يَتَوَضَّأْ وَبَزَقَ ابْنُ اَبِیْ اَوْفٰى دَمًا فَمَضٰى فِیْ صَلٰوتِهٖ وَقَالَ ابْنُ عُمَرَ وَالْحَسَنُ فِيْمَنِ احْتَجَمَ لَيْسَ عَلَيْهِ اِلَّا غَسْلُ مَحَاجِمِهٖ)

باب:- جو لوگ مخرجین یعنی قبل اور دبر کے علاوہ کسی اور چیز کو ناقض وضو نہیں مانتے کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ مائدہ میں) یا تم میں سے کوئی قضاء حاجت سے فارغ ہو کر آئے۔ اور عطاء نے کہا جس کی دبر (پاخانے کے مقام) سے کیڑا نکلے یا ذکر میں سے (کوئی جانور) جوں کی طرح تو وہ وضو کو لوٹائے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص نماز میں ہنس دے تو نماز دوبارہ پڑھے لیکن وضو دوبارہ نہ کرے، اور حسن (بصری رح) کہتے ہیں کہ جس شخص نے (وضو کے بعد) اپنے بال منڈوالئے یا ناخن کاٹے یا اپنے موزے اتار ڈالے تو اسپر (دوبارہ) وضو (فرض) نہیں ہے، اور حضرت ابوہریرہ رضہ کہتے ہیں کہ وضو حدث کے سوا کسی اور چیز سے فرض نہیں ہوتا اور حضرت جابر رضہ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غزوہ ذات الرقاع میں تھے۔ وہاں ایک شخص کو (عین نماز میں) تیر مارا گیا اور اس (کے جسم) سے بہت سا خون بہا لیکن اس نے

رکوع اور سجدہ کیا اور اپنی نماز کو جاری رکھا۔ حسن بصری رحمہ کہتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں ہی نماز پڑھتے رہے ہیں۔ اور طاؤس، محمد بن علی (یعنی امام محمد باقر رحمہ) عطاء اور اہل حجاز کہتے ہیں کہ خون (نکلنے) سے وضو نہیں جاتا، اور حضرت عبداللہ بن عمر رضہ نے ایک پھنسی کو دبا دیا تو اس سے خون نکلا مگر آپ نے (دوبارہ) وضو نہیں کیا، اور حضرت ابن ابی اوفی رضہ نے خون تھوکا مگر وہ اپنی نماز پڑھتے رہے۔ اور ابن عمر اور حسن بصری پچھنے لگوانے والے کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ جس جگہ پچھنے لگے ہوں صرف اسی کو دھولے (دوبارہ وضو کرنے کی ضرورت نہیں)

ربط ما قبل

باب سابق میں نفی نجاست سور کلب کا ذکر تھا، اب اس باب میں نفی نقض وضو من غیر السبیلین مذکور ہے۔

مقصد ترجمہ

امام بخاری رحمہ کا مقصد نواقض وضو کو بیان کرنا ہے۔
امام بخاری رحمہ نے اپنے مقصد کو ثابت کرنے کیلئے ترجمۃ الباب بھی مفصل قائم کیا ہے جس کا خلاصہ دو دعوے ہیں۔
ایک ثبوتی کہ سبیلین سے جو چیز نکلتی ہے وہ ناقض وضو ہے۔
دوسرے سلبی کہ خارج من غیر السبیلین ناقض وضو نہیں جیسے خون وغیرہ۔

نواقض وضو کے مناط یعنی اصل علت میں ائمہ کا اختلاف

سبیلین سے جو کچھ نجاست نکلے اس کا خروج بالاتفاق ناقض وضو ہے، اس میں کسی کو کچھ اختلاف نہیں اسلئے کہ یہ تینوں منصوص ہیں مگر اسکا مناط کیا ہے؟ یعنی آیت وضو میں نقض وضو کی علت کیا ہے؟ اس میں اختلاف ہے؟

۱۔ حنفیہ اور حنابلہ رحمہ کے نزدیک مناط خروج نجاست ہے خواہ کہیں سے بھی ہو جبکہ وہ موضع خروج سے تجاوز کر جائے مثلاً اگر زخم سے خون نکلا اور زخم کے سر پر آگیا تو ابھی وضو باقی ہے البتہ جیسا اس سے ہٹ کر دوسری طرف جائے تو وضو ٹوٹ جائے گا اور چونکہ نقض وضو کی علت شئی نجس کا نکلنا ہے لہٰذا قے منہ بھر کر اور رعاف یعنی نکسیر سے بھی وضو ٹوٹ جائے گا۔ امام ترمذی شافعی رحمہ نے مستقل ترجمہ قائم کیا ہے، باب الوضوء من القیئ والرعاف، اور حضرت ابو الدرداء رضہ کی حدیث مرفوع نقل کرتے ہیں: ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قاء فتوضاء، اور آخر میں فرماتے ہیں کہ یہی قول ہے متعدد صحابہ وتابعین کا وھو قول سفیان الثوری وابن المبارک واحمد واسحاق رحمہم اللہ تعالیٰ (ترمذی ص ۱۳)

۲۔ حضرات شوافع رحمہ کے نزدیک کل مایخرج من السبیلین فہو ناقض یعنی مخرجین سے جو کچھ نکلے وضو ٹوٹ جائے گا۔ اس کے علاوہ بدن کے کسی اور حصہ سے کوئی اور چیز بھی نکلے اس سے وضو نہیں ٹوٹے گا پس قے نکسیر اور خون وغیرہ سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

ٓ۳ حضرات مالکیہؒ کے نزدیک مناط حکم خروج معتاد من مخرج معتاد علی وجہ معتاد ہے مطلب یہ ہے کہ مخرج معتاد یعنی سبیلین کے ساتھ خروج معتاد بھی شرط ہے لہٰذا استحاضہ، سلسل البول، دود اور کنکر وغیرہ کے نکلنے سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

امام بخاریؒ کی اپنی مستقل رائے ہے کہ نواقض وضو صرف ما یخرج من السبیلین ہے لہٰذا دود من الدبر اور قمل من الذکر سے وضو ٹوٹ جائے گا لیکن قئی، نکسیر، خون، مس مرأۃ اور مس ذکر اور قہقہہ فی الصلوٰۃ سے وضو نہیں ٹوٹے گا یعنی مس مرأۃ اور مس ذکر میں احناف کے موافق ہیں چنانچہ امام بخاری نے مس ذکر اور مس مرأۃ پر کوئی ترجمہ قائم ہی نہیں کیا، البتہ قئی، خون وغیرہ میں شوافع سے متفق ہیں۔

اب امام بخاریؒ کے پیش کردہ دلائل کا جائزہ لیجئے۔

مستدلات امام بخاری مع جوابات

سب سے پہلے امام بخاریؒ نے آیت ذکر کی ہے اوجاء احد منکم من الغائط ظاہر ہے کہ اس آیت سے جو خارج من السبیلین کا حکم نکلتا ہے کسی کو اختلاف نہیں ہے لیکن یہ خوب ذہن نشین رہے کہ اس آیت میں نقض وضو کا حصر بھی کسی کے نزدیک نہیں ہے چنانچہ اضطجاعی واتکائی نیند، بیہوشی، جنون بالاتفاق سب کے یہاں ناقض وضو ہیں پھر امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک مس مرأۃ اور مس ذکر بھی ناقض وضو ہیں۔

قال عطاءؒ عطاء بن ابی رباحؒ کہتے ہیں کہ جس کے پاخانہ کے مقام سے کیڑا نکلے یا پیشاب کے مقام سے کوئی کیڑا جوں کی طرح نکلے تو وہ وضو کا اعادہ کرے، ہمارے یہاں بھی مسئلہ اسی طرح ہے، کما فی الہدایہ والدابۃ تخرج من الدبر ناقضۃ۔ وقال جابر بن عبد اللہؓ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی نماز میں ضحک کرے تو نماز کا اعادہ کرے لیکن وضو دوبارہ نہ کرے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت جابرؓ کا قول حنفیہ کے موافق ہے کیونکہ تبسم، ضحک، قہقہہ تین چیزیں ہیں ۱ تبسم بے آواز مسکرانا ہے اس سے نہ نماز جاتی ہے نہ وضو۔

ٓ۲ ضحک جس کی آواز خود سنے اور پاس والے نہ سنیں تو اس سے حنفیہ کے نزدیک بھی نماز باطل ہوتی ہے، وضو باقی رہتا ہے۔

ٓ۳ قہقہہ وہ زور کی ہنسی ہے جس کو دوسرے لوگ بھی سنیں اس سے حنفیہ کے یہاں نماز اور وضو دونوں باطل ہو جاتے ہیں لحدیث ما رواہ ابن عمرؓ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من ضحک فی الصلوٰۃ قہقہۃ فلیعد الوضوء والصلوٰۃ (عمدہ ص۲۳)

تنبیہ قہقہہ کا ناقض وضو ہونا اس بنا پر ہے کہ اس نے ایک سخت جرم کیا ہے کہ نماز کے اندر قہقہہ لگایا اس لئے تعزیراً وتنبیہاً اس کو اعادہ وضو کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ وضو سے گناہوں کا کفارہ بھی ہو جاتا ہے۔

وقال الحسنؒ اور حسن بصریؒ فرماتے ہیں کہ اگر وضو کے بعد سر منڈا لیا یا ناخن کٹوایا یا موزوں پر مسح کرنے کے بعد

موزے اتار دیئے تو دوبارہ وضو لازم نہیں۔

جمہور احناف وشوافع رح کا مذہب بھی یہی ہے البتہ وضو کرے تو پاؤں دھولے، خفین پر مستقل بحث آئے گی انشاء اللہ تعالےٰ۔

قال ابوھریرۃ رضہ حضرت ابوہریرہ رضہ فرماتے ہیں کہ وضو، حدث کے علاوہ کسی اور چیز سے لازم نہیں ہوتا حضرت ابوہریرہ رضہ سے حدث کی تفسیر نقل کر چکے ہیں: ما الحدث یا ابا ھریرۃ قال فساء او ضراط ؟ جو خارج من السبیلین سے بھی زیادہ اخص ہے تو اگر وہی تفسیر حدث کی یہاں مرادلیں تو خود امام بخاری رح کے بھی خلاف پڑے گی اسلئے صحیح یہ ہے کہ حدث سے مراد عام ہے یعنی ہر ناقض وضو، اسلئے کہ اغماء، جنون اور نوم بالاجماع حدث ہیں اور ناقض وضو ہیں یعنی لا وضوء الا من حدث جو کسی کے خلاف نہیں سارے ائمہ تسلیم کرتے ہیں پس امام بخاری رح کیلئے مفید نہیں۔

ویذکر عن جابر رضہ الخ حضرت جابر رضہ سے غزوہ ذات الرقاع کا ایک واقعہ منقول ہے جس سے امام بخاری رح اور حضرات شوافع رح نے خون کے ناقض وضو نہ ہونے پر استدلال کیا ہے یہ غزوہ ۴ھ میں پیش آیا (دیکھئے نصر الباری ص۷۸ ج۱)

علامہ عینی رح لکھتے ہیں کہ اس غزوہ میں ایک مسلمان کے ہاتھ ایک کافر کی عورت قتل ہوگئی تو اس کافر نے قسم کھائی کہ جبتک ایک صحابی کو قتل نہ کر لوں گا دم نہ لوں گا۔ چنانچہ مسلمانوں کے لشکر کا اس نے پیچھا کیا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم جب واپس لوٹے تو ایک جگہ منزل کی اور حفاظت (پہرہ) کیواسطے ایک مہاجری عمار بن یاسر رضہ اور ایک انصاری عباد بن بشر رضہ دونوں کو مقرر کردیا، یہ دونوں حضرات درّہ کوہ پر چڑھ گئے اور آپسمیں طے کرلیا کہ آدھی رات ایک سوئے اور آدھی رات دوسرا، چنانچہ ابتدا میں عمار بن یاسر رضہ سو گئے اور عباد بن بشر رضہ نماز کی نیت باندھ کر کھڑے ہوگئے، ادھر کافر نے ان کو کھڑے دیکھکر تیر مارا، حضرت عباد رضہ نے تیر نکال کر پھینکدیا اور نماز میں مشغول رہے اس طرح اس کافر نے تین تیر مارے مگر انہوں نے نماز کو نہیں توڑا آخر نماز کو پوری کرکے اپنے ساتھی عمار بن یاسر رضہ کو جگا دیا کافر نے جب ان کو دیکھا تو فرار ہوگیا ولما رأى المھاجری ما بالانصاری من الدماء، مہاجری عمار رضہ نے جب انصاری رضہ کو لہولہان دیکھا تو کہا سبحان اللہ آپ نے مجھے پہلے ہی تیر میں کیوں نہ جگا دیا؟ انصاری رضہ نے فرمایا میں ایک سورہ (سورہ کہف) پڑھ رہا تھا یہ بات پسند نہ آئی کہ اس کو پورا نہ کروں۔

امام بخاری رح اور شوافع رح کا اس سے استدلال یہ ہے کہ اگر خون سے وضو ٹوٹتا تو نماز کیوں جاری رکھا جاتا۔ بظاہر یہ حنفیہ کے خلاف ہے۔

جواب ۱: یہ ہے کہ خروج دم ناقض وضو ہے یا نہیں؟ گو اسمیں اختلاف ہے مگر طہارت ثوب وطہارت بدن تو سب کے نزدیک بلا اختلاف صحت نماز کیلئے شرط ہے اور خون ناپاک ہے جو لامحالہ وہ خون کپڑے اور بدن

کو لگا، اب اس حال میں انصاری کا نماز کو جاری رکھنا اس وجہ سے تھا کہ ان کو مسئلہ معلوم نہ تھا یا غایت استغراق میں پڑھتے گئے نماز کی صحت وفساد کی طرف متوجہ ہی نہ ہو سکے، جس لذت کی وجہ سے وہ تیر پر تیر کھاتے رہے اور اتنا بھی گوارہ نہ کیا کہ اپنے ساتھی کو بیدار کر دیں تو اس محویت وشدت التذاذ میں ادھر توجہ ہی نہیں ہوئی کہ خروج دم یا خون سے کپڑے اور بدن کی آلودگی سے نماز صحیح ہوئی یا نہیں؟ پھر اس کے بعد کیا ہوا ہوگا؟ روایت میں مذکور نہیں وللہ در القائل ؎

خون شہیداں از آب اولی تراست ✿ ایں خطا از صد صواب اولی تراست

اس طرح کی استغراقی کیفیت سے استدلال درست نہیں۔

وقال الحسن رح اور حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ مسلمان ہمیشہ اپنے زخموں میں نماز پڑھتے رہے"، امام بخاری رح مسلمانوں کا تعامل پیش کرتے ہیں، ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ زخم کی موجودگی میں نماز چھوڑنا قطعاً جائز نہیں، ظاہر ہے کہ زخم پر پٹی باندھکر وضو کرتے پھر نماز پڑھتے تھے اس سے یہ استدلال کرنا کہ خروج دم ناقض وضو نہیں ہے تعجب خیز ہے، اور اگر سیلان الدم ہے تو معذور ہے اور معذور کی نماز درست ہے اس کیلئے سلسل البول اور مستحاضہ کیطرح سیلان خون ناقض وضو نہیں۔ وقال طاؤس ومحمد بن علی وعطاء واهل الحجاز ليس فی الدم وضوء"

جواب: ۱۔ دم سے مراد اگر غیر سائل ہے تو ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ لیس فی الدم وضوء۔

۲۔ یہ سب تابعی ہیں والمنقول عن ابی حنیفہ رح انہ کان یقول التابعون رجال ونحن رجال (عمدہ) وعصر ابن عمر الخ اور حضرت ابن عمر رض نے ایک پھنسی کو دبا دیا تو اس سے کچھ خون نکلا مگر آپ نے وضو نہیں کیا۔

یہ اثر حنفیہ کے بالکل خلاف نہیں ہے کیوں کہ یہاں اخراج ہے خروج نہیں ہے اور حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ خون نچوڑ کر اگر نکالا جائے تو ناقض وضو نہیں البتہ خود نکل کر ایسے مقام تک پہونچ جائے جس کا دھونا فرض ہے تو ناقض وضو ہوگا یعنی دم مسفوح ناقض وضو ہے۔

وبزق ابن ابی اوفی رض الخ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رض نے خون تھوکا مگر وہ اپنی نماز پڑھتے رہے علامہ عینی رح نے اسکی وضاحت کی ہے کہ منہ سے نکلنے والا خون اگر جوف سے آیا ہے تو بالاتفاق ناقض وضو نہیں اور اگر دانتوں سے خارج ہوا ہے تو فالاعتبار للغلبۃ بالبزاق والدم یعنی اعتبار غلبہ پر ہے خون لعاب پر غالب ہو تو ناقض ہوگا، مغلوب ہو تو ناقض وضو نہ ہوگا مساوی کی صورت میں احتیاطا وضو کرنا ہوگا۔ راوی نے اس اثر میں لعاب پر خون کے غالب ہونے کی صورت میں احتیاطاً وضو کرنا ہوگا راوی نے اس اثر میں لعاب پر خون کے غالب ہونے کی تصریح نہیں کی اسلئے احناف کے خلاف استدلال قوی نہیں۔

وقال ابن عمر والحسن الخ حضرت ابن عمر رض اور حسن بصری رح فرماتے ہیں کہ پچھنے لگوانے کے بعد پچھنے کی جگہوں

کا دھولینا کافی ہے۔

امام بخاریؒ اثبات مقصد کیلئے استدلال اس طرح کر رہے ہیں کہ صرف محاجم کو دھو لینے کا مطلب یہ ہے کہ اس کا وضو نہیں ٹوٹتا۔

جواب یہ ہے کہ روایت میں کہیں بھی اس کی صراحت نہیں ہے کہ وضو کی ضرورت ہوئی اور وضو نہیں کیا۔ ۲ ممکن ہے کہ صرف محاجم کو دھو لینے سے مقصد یہ ہو کہ ازالہ خون ہے غسل کرنا ضروری نہیں۔ پس ابن عمرؓ اور حسن بصریؒ کے قول کا تعلق وضو کے نقص اور عدم نقص سے نہیں بلکہ خون کیا لت سے بحث ہے کہ پچھنے لگوانے کے بعد خون کو فوراً دھوڈالنا چاہیئے غسل ضروری نہیں فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال محاجم جمع محجمة بفتح الميم مكان الحجامة۔ (عمدہ)

۱۷۴ حدثنا آدم بن ابی ایاس قال ثنا ابن ابی ذئب قال ثنا سعید المقبری عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لايزال العبد فی صلوٰة ما كان فی المسجد ينتظر الصلوٰة ما لم يحدث فقال رجل عجمی ما الحدث يا ابا هريرة قال الصوت يعنی الضرطة۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بندہ ہمیشہ نماز میں رہتا ہے (نماز کا ثواب اس کو ملتا رہتا ہے) جب تک وہ مسجد میں نماز کا انتظار کرتا ہے تاوقتیکہ اس کو حدث نہ ہو (یعنی وضو نہ ٹوٹے) ایک عجمی شخص نے پوچھا اے ابوہریرہؓ حدث کیا ہے؟ ابوہریرہؓ نے فرمایا آواز یعنی پاد۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة فی قوله قال الصوت يعنی الضرطة۔

امام بخاریؒ کے نزدیک ناقض وضو ما خرج من السبیلین ہے یعنی قبل اور دُبر سے جو کچھ نکلے ناقض وضو ہوگا، اس حدیث کا تعلق ما خرج من الدبر سے ہے۔

۱۷۵ حدثنا ابو الوليد قال ثنا ابن عيينة عن الزهري عن عباد بن تميم عن عمه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا ينصرف حتى يسمع صوتا او يجد ريحا۔

ترجمہ عباد بن تمیم اپنے چچا (عبداللہ بن زیدؓ) کے واسطہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (نمازی نماز سے) نہ پھرے جبتک (ریح کی) آواز نہ سن لے یا اسکی بو نہ پائے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة فی قوله حتى يسمع صوتا او يجد ريحا۔

اس حدیث کا تعلق بھی ما خرج من الدبر سے ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۳۰ ومضی ص۲۵ ویاتی ص۲۷۶ دیکھو نصر الباری ج۱ ص۱۳۷

۱۷۶ (حدثنا قتیبۃ قال ثنا جریر عن الاعمش عن منذر ابی یعلی الثوری عن محمد بن الحنفیۃ قال قال علی کنت رجلا مذاء فاستحییت ان اسأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فامرت المقداد بن الاسود فسألہ فقال فیہ الوضوء ورواہ شعبۃ عن الاعمش)

ترجمہ حضرت علی رضہ کا بیان ہے کہ میں وہ شخص تھا جسکی مذی بہت نکلتی تھی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا مسئلہ پوچھنے میں شرم کی تو میں نے مقداد بن اسود رضہ سے کہا تم پوچھو، انہوں نے پوچھا آپ صلعم نے فرمایا اس میں وضو ہے، اس حدیث کو جریر کی طرح شعبہ نے بھی اعمش سے روایت کیا ہے۔

مطابقتہ للترجمہ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ کنت رجلا مذاء
اس کا تعلق سبیلین میں سے قبل سے ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۳۰ وقد مضی ص۲۴ تا ص۲۵ ویاتی ص۴۱
تشریح کیلئے دیکھئے نصر الباری جلد اول ص۵۳۵ حدیث ص۱۳۲

۱۷۷ (حدثنا سعد بن حفص قال ثنا شیبان عن یحیی عن ابی سلمۃ ان عطاء بن یسار اخبرہ ان زید بن خالد اخبرہ انہ سأل عثمان بن عفان قلت ارایت اذا جامع ولم یمن قال عثمان یتوضأ کما یتوضأ للصلوۃ ویغسل ذکرہ قال عثمان سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألت عن ذلک علیا والزبیر وطلحۃ وابی بن کعب رضی اللہ عنہم فامروہ بذلک)

ترجمہ حضرت زید بن خالد جہنی رضہ نے خبر دی کہ انہوں نے (یعنی میں نے) حضرت عثمان بن عفان رضہ سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص جماع کرے اور انزال نہ ہو تو آپ کیا فرماتے ہیں؟ (یعنی اس پر غسل ہے یا نہیں؟) حضرت عثمان رضہ نے فرمایا کہ وہ وضو کرے جسطرح نماز کے لئے وضو کرتا ہے اور اپنے ذکر کو دھولے، حضرت عثمان رضہ نے کہا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ (اگر دخول ہو لیکن منی نہ نکلے تو غسل لازم نہیں وضو کافی ہے) (حضرت زید بن خالد رضہ کہتے ہیں کہ) پھر میں نے اس کے بارے میں حضرت علی اور حضرت زبیر اور حضرت طلحہ اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم سے دریافت کیا تو سب نے

اس شخص کے بارے میں یہی حکم دیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ یتوضا کما یتوضا للصلوٰۃ " یہ بتایا جاچکا ہے کہ امام بخاریؒ کا ترجمۃ الباب دو اجزاء پر مشتمل ہے تو یہاں جزء اول سے مطابقت ہے کہ خارج من السبیلین ناقض وضو ہے اور ظاہر ہے کہ جماع کرنے پر انزال ہو یا اکسال خروج مذی کا ظن غالب ہے اور خروج مذی بالاتفاق ناقض وضو ہے پس خروج مذی کا ناقض وضو ہونا ثابت ہو گیا۔

رہا یہ مسئلہ کہ جماع کے بعد انزال نہ ہو یعنی منی خارج نہ ہو تو غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ اس پر عنقریب بخاری صتہ میں حدیث آرہی ہے تحقیق پیش کی جائے گی انشاء اللہ۔

یہاں یہ ذہن نشین کرلینا کافی ہے کہ ائمہ اربعہ کا اسپر اتفاق ہے کہ محض غیبوبت حشفہ سے غسل واجب ہوجاتا ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو۔ امام بخاریؒ کا اس منسوخ حدیث کو ذکر کرنا بے سود ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا صتہ ویاتی صتہ۔

۱۷۸ (حدثنا اسحٰق بن منصور قال اخبرنا النضر قال اخبرنا شعبۃ عن الحکم عن ذکوان ابی صالح عن ابی سعید الخدری ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ارسل الی رجل من الانصار فجاء وراسہ یقطر فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لعلنا اعجلناک فقال نعم فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اعجلت او قحطت فعلیک الوضوء تابعہ وھب قال ثنا شعبۃ ولم یقل غندر ویحیی عن شعبۃ الوضوء)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری آدمی کو بلا بھیجا وہ اس حالت میں حاضر ہوا کہ اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا آپؐ نے فرمایا شاید ہم نے تجھکو جلدی میں ڈالدیا اس نے کہا جی ہاں تب آپؐ نے فرمایا جب تو جلدی میں پڑجائے یا تیری منی رک جائے (انزال نہ ہو) تو وضو کرڈال (غسل ضروری نہیں) نضر کے ساتھ اس حدیث کو وہب نے بھی شعبہ سے روایت کیا۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ غندر اور یحیی نے اس حدیث میں شعبہ سے وضو کا ذکر نہیں کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ اذا اعجلت او قحطت فعلیک الوضوء " یعنی جماع کے وقت انزال اگرچہ نہیں ہوا لیکن خروج مذی تو ضرور ہوا جو موجب وضو ہے، پس ماخرج من السبیلین کا ناقض وضو ہونا ثابت ہو گیا۔ اس مسئلے کی

تحقیق عنقریب بخاری ص۴۳ باب اذا التقی الختانان میں آئے گی۔ انشاء اللہ الرحمٰن۔

باب ۱۳۱

الرجل یوضی صاحبہ

جو شخص اپنے ساتھی کو وضو کرائے (یعنی اسکا حکم کیا ہے؟)

ربط ما قبل والمناسبة بين البابين من حيث ان كلا منهما مشتمل على حكم من احكام الوضوء

۱۷۹) حدثنا ابن سلام قال انا يزيد بن هارون عن يحيى عن موسى بن عقبة عن كريب مولى بن عباس عن اسامة بن زيد ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لما افاض من عرفة عدل الى الشعب فقضى حاجته قال اسامة فجعلت اصب عليه ويتوضأ فقلت يا رسول الله اتصلي قال المصلى امامك)

ترجمہ حضرت اسامہ بن زید رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب عرفات سے لوٹے تو گھاٹی کیجانب مڑ گئے (راستہ چھوڑ کر) اور وہاں اپنی حاجت سے فارغ ہوئے، اسامہ کہتے ہیں کہ پھر میں آپ (کے اعضاء شریفہ) پر پانی ڈالنے لگا اور آپ وضو فرما رہے تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نماز پڑھیں گے؟ آپ نے فرمایا نماز کی جگہ تیرے آگے (مزدلفہ میں) ہے۔

مطابقتہ للترجمہ

مطابقة الحديث للترجمة في قوله فجعلت اصب عليه ويتوضأ۔

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۳۱ وص۲۵ ويأتي ص۲۲۶ ايضا ص۲۲۶ وص۲۲۷

۱۸۰) حدثنا عمرو بن علي قال ثنا عبد الوهاب قال سمعت يحيى بن سعيد يقول اخبرني سعد بن ابراهيم ان نافع بن جبير بن مطعم اخبره انه سمع عروة بن المغيرة بن شعبة يحدث عن المغيرة بن شعبة انه كان مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر وانه ذهب لحاجة له وان المغيرة جعل يصب الماء عليه وهو يتوضأ فغسل وجهه ويديه ومسح براسه

ومسح علی الخفین)

ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ وہ (مغیرہ بن شعبہؓ) ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور آپؐ قضاء حاجت کیلئے تشریف لے گئے اور جب لوٹ کر آئے تو مغیرہؓ آپ پر پانی ڈالنے لگے آپؐ وضو فرما رہے تھے چنانچہ آپؐ نے اپنا چہرہ اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنے سر کا مسح کیا اور دونوں موزوں پر مسح کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ ان المغیرۃ جعل الماء علیہ ویتوضأ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۳۰ ویاتی ص۳۳ ایضا ص۳۳ وص۵۲ وص۵۶ وص۴۱۹ وفی المغازی ص۶۳۷ وفی اللباس ص۸۶۳ ایضا ص۸۶۳

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ کا مقصد استعانت فی الوضوء کا مسئلہ بیان کرنا ہے۔

تشریح استعانت فی الوضوء کی تین صورتیں ہیں ایک تو یہ کہ کسی شخص سے لوٹا اور پانی وغیرہ سامان وضوء منگالیا اور وضو خود ہی کرے یہ بلا شبہ بلا کراہت جائز ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اعضاء پر پانی بھی دوسرا ہی ڈالے فقط ملنا دلنا خود اپنے ہاتھ سے کرے یہ صورت بھی جائز ہے مگر خلاف اولی ہے، لیکن حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں خلاف اولی بھی نہ تھا کیوں کہ نبی کا وظیفہ بیان جواز بھی ہے اگرچہ امت کیلئے فی نفسہ خلاف اولی ہے۔

باب کی دونوں حدیثوں میں یہی دوسری صورت ہے چنانچہ حدیث کے الفاظ ہیں جعلت اصب علیہ ویتوضأ حضرت اسامہؓ کہتے ہیں کہ میں پانی ڈالنے لگا اور آپؐ وضو کرتے رہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ملنا دلنا اور ہاتھ چلانا بھی دوسرا ہی کرے یہ صورت مکروہ ہے مگر یہ کراہت اس صورت میں ہے جبکہ کوئی عذر نہ ہو اگر معقول عذر ہو تو جو صورت بھی ممکن ہو بلا کراہت، اور بغیر اولی ہونے کے جائز ہے۔

باب ۱۳۲ قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ وقال منصور عن ابراہیم لا باس بالقراءۃ فی الحمام وبکتب الرسالۃ علی غیر وضوء وقال حماد عن ابراہیم ان کان علیہم ازار فسلم والا فلا تسلم)

باب:- حدث (بے وضو ہونے) کے بعد قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور اسکے علاوہ (جیسے قرآن لکھنا) اور منصورؒ نے ابراہیم نخعیؒ سے نقل کیا ہے کہ حمام کے اندر قرآن پڑھنے میں کچھ حرج نہیں (اسی طرح) بغیر وضو خط لکھنے میں کچھ حرج نہیں۔ اور حمادؒ نے ابراہیم سے نقل کیا ہے کہ اگر حمام والے آدمی تہ بند باندھے ہوں تو اس کو سلام کرو ورنہ مت کرو۔

ربط باب سابق اور اس باب میں مناسبت ظاہر ہے کہ ہر دو ابواب وضو کے احکام پر مشتمل ہیں۔

باب قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیرہ اکثر شروح معتبرہ مستندہ (عمدۃ القاری، فتح الباری، ارشاد الساری) میں بابٌ بلا تنوین مضاف ہے مابعد کیطرف اور غیرہ کو مجرور یعنی رار پر کسرہ پڑھا گیا ہے، اس صورت میں غیرہ کی ضمیر کے مرجع میں چند احتمالات ہیں ا یہ کہ مرجع ضمیر قراءۃ مانا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ حدث کے بعد قرآن مجید کی تلاوت اور تلاوت کے علاوہ مثلاً قرآن مجید کا چھونا، لکھنا بھی جائز ہے اسی طرح دیگر اذکار تسبیح، تہلیل اور درود شریف بھی حدث کی حالت میں جائز ہیں۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ غیرہ کی ضمیر کا مرجع قرآن ہو عبارت ہو گی باب قراءۃ القرآن و غیر القرآن بعد الحدث، یعنی حدث کے بعد (بلا وضو) قرآن مجید کا پڑھنا اور قرآن کے علاوہ تسبیح تہلیل اور درود شریف سب جائز ہیں۔ مگر اس صورت میں قرآن مجید کا لکھنا اور چھونا داخل نہ ہوگا۔

تیسرا احتمال یہ ہے کہ غیرہ کی ضمیر کا مرجع حدث کو قرار دیں تو تقدیر عبارت اس طرح ہو گی باب قراءۃ القرآن بعد الحدث وغیر الحدث، یعنی قرآن مجید کی تلاوت کا حکم حدث کے بعد اور غیر حدث کے بعد؟

اس تیسرے احتمال میں دو صورتیں ہوں گی ایک یہ کہ حدث سے مراد حدث اصغر و اکبر دونوں کو عام ہو تو حدث سے حدث کا مقابل صورت طہارت مراد ہو گی، مطلب یہ ہوگا کہ قرآن مجید کی تلاوت حدث اصغر، حدث اکبر اور حالت طہارت ہر حالت میں جائز ہے، حالت طہارت میں تو جائز ہے ہی اور بلاشبہ باوضو تلاوت کا اجر و ثواب زیادہ ہے لیکن نفس اباحت و جواز میں تینوں صورتیں برابر ہیں جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد الہٰی ہے یکلم الناس فی المھد وکھلا (آل عمران) حضرت عیسیٰ لوگوں سے گہوارے میں بھی کلام کریں گے اور ادھیڑ میں بھی (بڑی عمر کو پہونچکر بھی) بڑی عمر میں تو سب ہی بات کرتے ہیں مگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خصوصیت ہے کہ ادھیڑ کیطرح گہوارے میں بھی بات کریں گے۔

مطلب یہ ہوا کہ تلاوت قرآن کے جواز میں طہارت و عدم طہارت برابر ہے۔

دوم یہ کہ حدث سے مراد صرف حدث اصغر ہو اور غیر حدث سے مراد حدث اکبر یعنی جنابت مراد لیں مطلب یہ کہ تلاوت قرآن جس طرح بے وضو جائز ہے اسی طرح حالت جنابت میں بھی جائز ہے۔

یعنی امام بخاری رح کے نزدیک حالت جنابت میں قرآن پڑھنا جائز ہے جیسے ظاہریہ کے نزدیک جائز ہے۔

تفصیل مذاہب حنفیہ کے نزدیک بے وضو قرآن مجید چھونا جائز نہیں لقولہ تعالیٰ لا یمسہ الا المطھرون (سورہ واقعہ)

اور حیض و نفاس والی عورت کو قرآن مجید کو نہ چھونا جائز اور نہ پڑھنا جائز، یہی قول ہے امام شافعی رح اور امام احمد رح کا۔

امام مالک رح اور امام بخاری رح کا مسلک یہ ہے کہ بے وضو قرآن چھونا جائز ہے۔

قال منصور عن ابراهیم الخ منصور ابن معتمر حضرت ابراہیم نخعی رح سے نقل کرتے ہیں کہ حمام میں قرآن پڑھنے میں کچھ حرج نہیں۔

ترجمۃ الباب سے مناسبت یہ ہے کہ حمام میں جانے والے لوگ اکثر وبیشتر محدث ہوتے ہیں حالانکہ ضروری نہیں کہ سب محدث ہوں مگر عموم احوال سے استدلال کیا جارہا ہے کہ قرآن پڑھنے میں کچھ حرج نہیں لیکن چونکہ حمام میل کچیل اور نجاستوں کے دور کرنیکی جگہ ہے۔

اس لئے امام اعظم سے کراہت منقول ہے۔ واختلفوا فی قراءۃ القرآن فی الحمام فعن ابی حنیفۃ رح انہ یکرہ وعن محمد بن الحسن انہ لا یکرہ وبہ قال مالک رح (عمدۃ ص ۶۳/۳)

(فتح الباری ص ۲۳/۱)

ویکتب الرسالۃ علی غیر وضوء اور بغیر وضو خط لکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں، مسلمانوں کے خطوط میں کچھ نہیں تو بسم اللہ ضرور لکھتے ہیں اور بسم اللہ قرآن مجید کی ایک آیت ہے۔ امام بخاری رح کا استدلال اسطرح ہے کہ جب بے وضو خطوط لکھتے ہیں تو بے وضو پڑھ بھی سکتے ہیں۔

ہمارا مسلک یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیت خطوط میں بہ نیت استفتاح بلا وضو جائز ہے علامہ عینی رح فرماتے ہیں ہمارے نزدیک جنبی اور حائضہ کو ایسے خطوط اور مسائل لکھنا مکروہ ہے جن میں کوئی آیت قرآنی ہو چونکہ لکھنے میں چھونا لازم آتا ہے اسلئے جائز نہیں (عمدہ ص ۶۳/۳)

وقال حماد عن ابراھیم الخ حضرت حماد رح (امام اعظم رح کے شیخ) ابراہیم نخعی رح سے نقل کرتے ہیں کہ ابراہیم نے کہا کہ اگر حمام (غسل خانہ) والے ازار باندھے ہوں (ننگے نہ ہوں) تو سلام کرو ورنہ سلام نہ کرو۔

امام بخاری رح کا استدلال اسطرح ہے کہ اصحاب حمام کو سلام کرنے سے وہ جواب دینگے جو ذکر اللہ ہے اور چونکہ اصحاب حمام عموماً محدث ہوتے ہیں اس بنا پر استدلال کرتے ہیں کہ بلا وضو ذکر اللہ جائز ہے اور قرآن بھی ذکر ہے اس کا جواز بھی نکل آیا۔

اگر غور کیا جائے تو امام بخاری رح کیلئے یہ استدلال غیر مفید ہے اسلئے کہ یہاں تو ستر وعدم ستر کا معاملہ ہے قرآن مجید کی تلاوت بلا وضو تو سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے، اختلاف تو مس قرآن میں ہے کہ جمہور احناف شوافع اور حنابلہ سب کے نزدیک ممنوع ہے۔

۱۸۱ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِیلُ قَالَ حَدَّثَنِی مَالِکٌ عَنْ مَخْرَمَۃَ بْنِ سُلَیْمَانَ عَنْ کُرَیْبٍ مَوْلٰی ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ عَبْدَ اللّٰہِ بْنَ عَبَّاسٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ بَاتَ لَیْلَۃً عِنْدَ مَیْمُوْنَۃَ زَوْجِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم وَھِیَ خَالَتُہٗ فَاضْطَجَعْتُ فِیْ عَرْضِ الْوِسَادَۃِ وَاضْطَجَعَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَھْلُہٗ فِیْ طُوْلِھَا فَنَامَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم حَتّٰی اِذَا انْتَصَفَ اللَّیْلُ اَوْ قَبْلَہٗ

بقليلٍ او بعدہٗ بقليلٍ استيقظ رسول الله صلے الله عليه وسلم فجلس يمسح النوم عن وجهه بيده ثم قرأ العشر الآيات الخواتم من سورة آل عمران ثم قام الى شنٍّ معلقةٍ فتوضا منها فاحسن وضوءه ثم قام يصلي قال ابن عباس فقمت فصنعت مثل ما صنع ثم ذهبت فقمت الى جنبه فوضع يده اليمنى على راسي واخذ باذني اليمنى يفتلها فصلى ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم ركعتين ثم اوتر ثم اضطجع حتى اتاه المؤذن فقام فصلى ركعتين خفيفتين ثم خرج فصلى الصبح)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کا بیان ہے کہ وہ ایک رات ام المؤمنین حضرت میمونہ رضؓ کے پاس رہے جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجۂ مطہرہ اور ان (ابن عباس رضؓ) کی خالہ تھیں، ابن عباس کہتے ہیں کہ میں بستر کے عرض میں لیٹ گیا اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی اہلیہ (معمول کیمطابق) بستر کے طول میں لیٹ گئے چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سو گئے جب آدھی رات ہوئی یا اس سے کچھ پہلے یا اس کے کچھ بعد تو آپؐ بیدار ہوئے اور بیٹھ کر ہاتھ کے ذریعہ اپنے چہرے سے نیند کا اثر دور کرنے لگے پھر آپؐ نے سورہ آل عمران کی آخری دس آیتیں پڑھیں (ان فی خلق السمٰوٰت سے آخیر تک) پھر آپؐ ایک پرانی مشک کیطرف متوجہ ہوئے جو (چھت میں) لٹک رہی تھی اس سے خوب اچھی طرح وضو کیا پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے۔ ابن عباس رضؓ کہتے ہیں میں بھی اٹھا اور جس طرح آپؐ نے کیا تھا میں بھی کیا۔ پھر جاکر آپؐ کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تب آپؐ نے اپنا داہنا ہاتھ میرے سر پر رکھا اور میرا داہنا کان پکڑ کر مروڑنے لگے پھر آپؐ نے (تہجد کی) دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر دو رکعتیں پڑھیں پھر وتر پڑھا اور لیٹ گئے یہاں تک کہ مؤذن آپؐ کے پاس آیا تو آپ کھڑے ہوئے اور ہلکی پھلکی دو رکعتیں (فجر کی سنت) پڑھیں پھر باہر نکلے اور صبح کی نماز پڑھی (یعنی آپؐ نے اصحاب کو نماز پڑھائی)۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة قيل فی قوله فجلس يمسح النوم عن وجهه بيده ثم قرأ العشر الآيات الخواتم من سورة آل عمران "یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سو کر اٹھے اور وضو سے پہلے ہی آل عمران کی آخری دس آیتیں تلاوت فرمائیں۔

بس اس سے سمجھ لیا گیا کہ حدث کے بعد بغیر وضو قرآن پڑھنا ثابت ہو گیا۔

بلاشبہ بلا وضو قرآن پڑھنا جائز و درست ہے لیکن حدیث الباب سے یہ اسلئے ثابت نہیں ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی نیند ناقض وضو نہیں لقوله عليه السلام تنام عيني ولا ينام قلبي" حقیقت تو یہی ہے کہ ترجمۃ الباب سے حدیث کی مطابقت مشکل ہے۔ مگر شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے

ہیں" استدلال المؤلف بحدیث الباب الخ (شرح تراجم ابواب ص۱) یعنی امام بخاری حدیث الباب سے محدث کیلئے جواز قرأت پر اس طرح استدلال کر رہے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نوم طویل کے بعد بیدار ہوئے جس پر ایک طویل وقت گذرا غالب اور اکثری بات ہے کہ اتنے طویل زمانے میں کوئی حدث خروج ریح وغیرہ کا پیش آجایا کرتا ہے لہذا حدیث الباب سے استدلال صحیح ہے، اور امام بخاری کا استدلال نقض نوم سے نہیں ہے جیساکہ بعض لوگوں نے وہم کیا ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۳۰ وقد مضی ص۲۲ وص۲۵ ویاتی ص۹۷ ایضا ایضا وص۱۰۰ وص۱۰۱ وص۱۱۸ تا ص۱۱۹ وص۱۳۵ وص۱۵۹ وص۶۵۷ ایضا ایضا ایضا وص۸۷۷ وص۹۱۸ وص۹۳۴ تا ص۹۳۵ وص۱۱۱۰

باقی تشریح کیلئے نصر الباری جلد اول ص۵۰۳ حدیث ۱۱۶ نیز نصر الباری جلد دوم حدیث ۱۳۸ دیکھئے

باب ۱۳۳

من لم یتوضأ الا من الغشی المثقل

باب: جب سخت غشی ہو (بالکل ہوش نہ رہے) تو وضو ٹوٹے گا

ربط ما قبل والمناسبة بين البابين من حيث ان في الباب السابق عدم لزوم الوضوء عند القرأة، وههنا عدم لزومه عند الغشي الغير المثقل (عمده)

یعنی باب سابق میں یہ بیان تھا کہ قرأۃ کے وقت وضو لازم نہیں، اب اس باب میں بیان کر رہے ہیں کہ غشی غیر مثقل کے وقت وضو لازم نہیں۔

تحقیق الفاظ الغشي بفتح الغين المعجمة وسكون الشين المعجمة۔ المثقل بضم الميم واسكان المثلثة وكسر القاف صفة للغشي۔

مقصد حافظ عسقلانی لکھتے ہیں واشار المصنف بذالك الى الرد الخ (فتح الباری) یعنی امام بخاری غشی کے ساتھ مثقل کی قید بڑھا کر ان لوگوں کا رد کیا ہے جو مطلقاً ہر غشی سے نقض وضو مانتے ہیں امام بخاری نے حضرت اسماء بنت ابی بکر کی حدیث لاکر تبلایا کہ غشی خفیف (ہلکی بیہوشی) سے وضو نہیں ٹوٹے گا۔

۱۸۲ (حدثنا اسمٰعيل قال حدثني مالك عن هشام بن عروة عن امرأته

فاطمۃ عن جدتھا اسماء بنت ابی بکر انھا قالت اتیت عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم حین خسفت الشمس فاذا الناس قیام یصلون فاذا ھی قائمۃ تصلی فقلت ما للناس فاشارت بیدھا نحو السماء وقالت سبحان اللہ فقلت آیۃ فاشارت ان نعم فقمت حتی تجلانی الغشی وجعلت اصب فوق راسی ماء فلما انصرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ما من شیئ کنت لم ارہ الا قد رایتہ فی مقامی ھذا حتی الجنۃ والنار ولقد اوحی الی انکم تفتنون فی القبور مثل او قریبا من فتنۃ الدجال لا ادری ای ذالک قالت اسماء یوتی احدکم فیقال لہ ما علمک بھذا الرجل فاما المؤمن او الموقن لا ادری ای ذلک قالت اسماء فیقول ھو محمد رسول اللہ جاءنا بالبینات والھدی فاجبنا وآمنا واتبعنا فیقال نم صالحا فقد علمنا ان کنت لمومنا واما المنافق او المرتاب لا ادری ای ذلک قالت اسماء فیقول لا ادری سمعت الناس یقولون شیئا فقلتہ۔

ترجمہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتی ہیں کہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہؓ کے پاس ایسے وقت آئی جب سورج کو گہن لگا دیکھا کہ لوگ کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے ہیں اور حضرت عائشہؓ بھی کھڑی نماز پڑھ رہی ہیں یہ (دیکھکر) میں نے کہا: (عذاب کی) کوئی نشانی ہے؟ تو عائشہ نے اشارہ سے کہا "ہاں" پھر میں کھڑی ہوگئی۔ یہانتک کہ مجھ پر غشی طاری ہونے لگی اور میں اپنے سر پر پانی ڈالنے لگی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو اللہ کی حمد وثنا بیان کی پھر فرمایا جو چیز میں نے نہیں دیکھی تھی وہ (آج) میں نے اس جگہ دیکھ لی یہانتک کہ جنت اور دوزخ کو بھی دیکھ لیا (یعنی میں نے اس جگہ نئی نئی چیزیں دیکھیں جو اس دنیا میں پہلے نہیں دیکھی تھیں۔ حتی کہ جنت و دوزخ بھی دیکھ لیا) اور مجھکو یہ وحی آئی کہ قبروں میں تمہارا امتحان ہوگا فتنۂ دجال کے مثل یا اس کے قریب قریب، فاطمہ نے کہا میں نہیں جانتی کہ اسماء نے کونسا لفظ کہا تم میں سے ہر ایک کے پاس فرشتے آئینگے تو اس شخص کے متعلق کیا اعتقاد رکھتا ہے بہر حال مومن یا موقن میں نہیں جانتی (یعنی یاد نہیں) کہ اسماءؓ نے کونسا لفظ کہا، یوں کہے گا یہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں ہمارے پاس نشانیاں اور ہدایت کی باتیں لے کر آئے ہم نے ان کی دعوت کو قبول کیا اور ان پر ایمان لائے اور انکی پیروی کی پھر اس سے کہا جائے گا کہ تم آرام سے سو جاؤ ہم جانتے تھے کہ تو مومن ہے۔ رہا منافق یا مرتاب (شکی) یاد نہیں کہ اسماءؓ نے کونسا لفظ کہا وہ کہے گا، میں کچھ نہیں جانتا (میں نے دنیا میں غور ہی نہیں کیا) میں نے لوگوں کو جو کہتے سنا میں بھی وہی کہنے لگا۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة ظاهرة في قوله حتى تجلاني الغشي۔

تعدد موضعه والحديث ههنا ص۳۰ تا ص۳۱ وقد مضى ص۱۸ ويأتي ص۱۲۶ وص۱۴۴ ايضا ص۱۴۵ وص۱۶۵ وص۱۰۸۲۔

تشریح
ملاحظہ فرمائے نصر الباری جلد اول ص۴۲۸ حدیث ۸۵۔

باب ۱۳۴ مَسْحِ الرَّاسِ كُلِّهِ لِقَوْلِهِ تَعَالٰى وَامْسَحُوا بِرُءُوْسِكُمْ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ الْمَرْاَةُ بِمَنْزِلَةِ الرَّجُلِ تَمْسَحُ عَلٰى رَاسِهَا وَسُئِلَ مَالِكٌ اَيُجْزِئُ اَنْ يَمْسَحَ بَعْضَ رَاسِهِ فَاحْتَجَّ بِحَدِيْثِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ)

باب: پورے سر کا مسح کرنا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے (سورہ مائدہ میں) "وامسحوا برءوسکم" اور اپنے سروں کا مسح کرو، اور سعید بن مسیب نے کہا کہ عورت بھی مرد کی طرح اپنے (پورے) سر کا مسح کرے اور امام مالکؒ سے پوچھا گیا کیا کچھ حصہ سر کا مسح کرنا کافی ہے؟ تو انہوں نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ کی حدیث سے استدلال کیا۔

ربط ما قبل باب سابق میں یہ بتایا گیا تھا کہ غیر مثقل غشی جس میں فی الجملہ ہوش باقی رہتا ہے ناقض وضو نہیں، اب اس باب میں پورے سر کا مسح بیان کر رہے ہیں جو وضو ہی کا جزء ہے۔

امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

۱۸۳ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى الْمَازِنِيِّ عَنْ اَبِيْهِ اَنَّ رَجُلًا قَالَ لِعَبْدِ اللّٰهِ بْنِ زَيْدٍ وَهُوَ جَدُّ عَمْرِو بْنِ يَحْيَى اَتَسْتَطِيْعُ اَنْ تُرِيَنِيْ كَيْفَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَوَضَّأُ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ زَيْدٍ نَعَمْ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَفْرَغَ عَلٰى يَدِهٖ فَغَسَلَ يَدَهٗ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ مَضْمَضَ وَاسْتَنْثَرَ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ وَجْهَهٗ ثَلَاثًا ثُمَّ غَسَلَ يَدَيْهِ مَرَّتَيْنِ مَرَّتَيْنِ اِلَى الْمِرْفَقَيْنِ ثُمَّ مَسَحَ رَاسَهٗ بِيَدَيْهِ فَاَقْبَلَ بِهِمَا وَاَدْبَرَ بَدَاَ بِمُقَدَّمِ رَاسِهٖ حَتّٰى ذَهَبَ بِهِمَا اِلٰى قَفَاهُ ثُمَّ رَدَّهُمَا اِلَى الْمَكَانِ الَّذِيْ بَدَاَ مِنْهُ ثُمَّ غَسَلَ رِجْلَيْهِ)

ترجمہ یحییٰ بن عمارہ مازنی سے روایت ہے کہ ایک شخص (عمرو بن ابی حسن) نے حضرت عبداللہ بن زیدؓ سے پوچھا اور وہ (یعنی رجل) عمرو بن یحییٰ کے دادا تھے، کیا آپ مجھے دکھا سکتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو فرماتے تھے؟ عبداللہ بن زیدؓ نے کہا "ہاں (دکھا سکتا ہوں) چنانچہ انہوں نے پانی منگوایا اور اپنے ہاتھ پر (یا دونوں ہاتھوں پر) ڈالا اور اپنا ہاتھ دوبارہ دھویا پھر تین مرتبہ کلی کی اور تین مرتبہ

ناک صاف کی پھر تین مرتبہ چہرہ دھویا پھر اپنے ہاتھوں کو دو دو مرتبہ کہنیوں تک دھویا پھر اپنے دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا چنانچہ آپ نے اقبال اور ادبار کیا یعنی آپ نے پہلے سر کے آگے کی جانب سے مسح شروع کیا یہاں تک کہ دونوں ہاتھوں کو اپنے گدی تک لے گئے پھر جہاں سے شروع کیا تھا دونوں ہاتھوں کو واپس لائے پھر آپ نے دونوں پاؤں دھوئے۔

مطابقۃ للترجمہ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ ثم مسح راسہ بیدیہ الخ

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۳۱ ایضا متصلا ص۳۱ ایضا ص۳۱ تا ص۳۲ ایضا ص۳۲ و ص۳۳ ومسلم ج۱ ص۱۲۳ ترمذی ص۸ باب فیمن توضا بعض وضوئہ مرتین وبعضہ ثلاثا وابوداؤد ص۱۶ فی باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم والنسائی وغیرہ۔

تشریح ان رجلا قال لعبد اللہ بن زید وھو جد عمرو بن یحیی، بخاری شریف کی روایت بالکل صاف ہے اور ھو کی ضمیر رجلا کی طرف راجع ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبد اللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے پوچھا اور وہ رجل عمرو بن یحیی کے دادا تھے۔

اور چونکہ عرف میں باپ کے چچا اور دادا کے بھائی بھی دادا ہوا کرتے ہیں اسلئے یہاں پر جد سے تعبیر کر دیا ورنہ حقیقۃً وہ رجل عمرو بن یحیی کے حقیقی دادا نہیں تھے بلکہ حقیقی دادا تو عمارہ بن ابی حسن ہیں اور سلسلۂ نسب یوں ہے عمرو بن یحیی بن عمارہ بن ابی الحسن اور وہ رجل عمرو بن ابی حسن جو عمارہ بن ابی الحسن کے بھائی تھے۔

بہر حال بخاری شریف کی روایت میں تو کوئی اشکال نہیں لیکن ابوداؤد شریف اور موطا امام مالک کی روایات میں کسی راوی سے اختصار واقع ہو گیا اور اس نے ان رجلا کو حذف کر دیا اب ابوداؤد ص۱۶ کی عبارت یہ رہ گئی عن ابیہ انہ قال لعبد اللہ بن زید وھو جد عمرو بن یحیی۔

اس صورت میں ضمیر عبد اللہ بن زید کی طرف لوٹتی ہے مگر یہ عبد اللہ بن زید عمرو بن یحیی کے اجداد میں سے نہیں ہیں۔

تفصیل مذاہب حنفیہ کے نزدیک چوتھائی سر کا مسح فرض ہے اور پورے سر کا مسح سنت ہے۔ مالکیہ اور حنابلہ کے نزدیک استیعاب یعنی پورے سر کا مسح فرض ہے اور یہی امام بخاری کا مذہب ہے یعنی اس مسئلے میں امام بخاری رحمہ اللہ امام مالک رحمہ اللہ کی موافقت کر رہے ہیں اور عورت کے بارے میں امام احمد رحمہ اللہ نے فرمایا: یکفی المرأۃ مسح مقدم راسہا (قس) یعنی عورت کیلئے سر کے اگلے حصہ کا مسح کر لینا کافی ہے۔

حضرات شوافع رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ادائے فرض کے لئے کوئی خاص مقدار نہیں ہے بلکہ ادنیٰ مایطلق علیہ اسم المسح ولو کان بقدر ثلاث شعرات، وعند الشافعی ادنیٰ مایطلق علیہ اسم المسح واقلہ ثلاث شعرات (معارف السنن ج۱ ص۱۴۳)

اقبال و ادبار کے معنی اقبال کے معنی ہیں ہاتھوں کو پیچھے سے آگے کی طرف لانا، اور ادبار کے معنی ہیں آگے سے پیچھے کی طرف لیجانا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسح راس کی ابتدا پیچھے کیجانب (یعنی گدی) سے کی اور آگے جو جملہ مفسرا آرہا ہے یعنی بدأ بمقدم راسه حتی ذهب بهما الی قفاه، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابتدا آگے کیجانب سے کی لہذا دونوں جملوں میں تعارض ہے؟

جواب :- فاقبل بهما وادبر میں واؤ مطلق جمع کیلئے ہے ترتیب کیلئے نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ ہے کہ صفحہ ۳۳ پر باب الوضوء من التور میں ہے فادبر بیده واقبل، یہاں ادبار مقدم ہے جس سے واضح ہوگیا کہ مسح راس میں ابتدا بمقدم راس ہی سے اکثر معمول تھا یہی سب سے بہتر اور اصل جواب ہے، اور جمہور فقہاء و محدثین کا مسلک یہی ہے کہ مسح راس کی ابتداء سامنے سے کرنا مسنون ہے صرف حضرت وکیع بن الجراح رح پیچھے سے ابتداء کرنے کو مسنون کہتے ہیں۔

تشریح تفصیل مذاہب سے معلوم ہو چکا ہے کہ امام بخاری رح اس مسئلہ میں امام مالک رح کی موافقت کر رہے ہیں کہ وضو میں پورے سر کا مسح کرنا فرض ہے۔

امام بخاری کا استدلال و جواب ۱۔ آیت کریمہ وامسحوا برؤسکم میں باء زائدہ ہے اور ظاہر ہے کہ راس پورے سر کو کہتے ہیں لہذا معلوم ہوا کہ آیت میں پورے سر پر مسح کرنے کا حکم ہے، جواب :- اسمیں تو کوئی شبہ نہیں کہ راس پورے سر کو کہتے ہیں لیکن آیت کریمہ کے اندر امسحوا برؤسکم میں القاء مسح علی الراس کا جو حکم ہے وہ بعض راس پر مسح کرنے سے ادا ہو جائے گا یا نہیں؟ ظاہر ہے کہ کسی فعل کے تحقیق کیلئے مفعول کے تمام اجزاء پر فعل واقع کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ بعض اجزاء پر کافی ہے جیسا کہ ضربت زیدا، اس وقت بھی کہا جاتا ہے جب زید کے کسی جزء پر ایقاع ضرب کیا گیا ہو بلکہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے کہ پورے مفعول پر فعل کا ایقاع بہت کم ہوتا ہے بس یہاں بھی یہی صورت ہوگی، مسح راس کا جو حکم ہے وہ سر کے ایک حصہ پر مسح سے بھی ادا ہو جاتا ہے اب وہ حصہ کتنا ہونا چاہیئے اس کا ذکر آیت میں نہیں ہے بلکہ مقدار کے اعتبار سے آیت مجمل ہے جیسے یدین کے ساتھ الی المرافق اور رجلین کے ساتھ الی الکعبین کے قیود مذکور ہیں اسلئے انمیں کوئی اجمال نہیں لیکن مسح کی کوئی حد آیت میں مذکور نہیں اسلئے آیت میں جب اجمال ہے تو اسکے بیان و تفسیر کیلئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اعمال کو دیکھا گیا کہ آپ نے کبھی پورے سر کا اور کبھی چوتھائی سر کا مسح فرمایا جیسا کہ مسلم شریف اور نسائی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رض اور حضرت انس بن مالک رض کی حدیث بقدر ناصیہ موجود ہے۔

بہر حال احناف کے مسلک میں تمام احادیث پر عمل ہوگا حدیث الباب میں حضرت عبد اللہ بن زید رض کی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ پورے سر کا مسح کرنا چاہیئے احناف رح کہتے ہیں اور الحمد للہ اسپر مکمل عمل ہے کہ پورے سر کا مسح سنت سمجھکر

کرتے ہیں۔ البتہ فرض کی ادائے گی مقدار ناصیہ یعنی چوتھائی سر کے مسح سے ہو جائے گی۔
واللہ اعلم

باب ۱۳۵

غسل الرجلین الی الکعبین ص۳۱

دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھونا

۱۸۴ (حدثنا موسیٰ قال نا وُهَيْبٌ عن عمرٍو عن ابيه شهدتُ عمرَو بنَ اَبِي حسنٍ سَاَلَ عبدَ اللّٰهِ بنَ زيدٍ عن وُضوءِ النبي صلي الله عليه وسلم فدعا بتورٍ مِن ماءٍ فتوضّأ لهم وضوءَ النبي صلى الله عليه وسلم فاكفأ على يديه مِن التورِ فغسل يديه ثلثا ثم ادخل يده في التور فمضمض واستنشق واستنثر ثلث غرفات ثم ادخل يده فغسل وجهه ثلثا ثم مضمض واستنشق واستنثر ثلث مرات ثم ادخل يده فغسل وجهه ثلثا ثم ادخل يده فغسل يديه مرتين الى المرفقين ثم ادخل يده فمسح راسه فاقبل بهما وادبر مرة واحدة ثم غسل رجليه الى الكعبين)

ترجمہ عمرو بن ابی حسن نے حضرت عبداللہ بن زید رضؓ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے پانی کا ایک طشت منگوایا اور ان پوچھنے والوں کے لئے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا سا وضو کیا چنانچہ طشت سے اپنے ہاتھوں پر پانی ڈالا اور اپنے دونوں ہاتھوں کو تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور ناک کو صاف کیا تین چلوؤں سے پھر اپنا ہاتھ ڈال کر (پانی لے کر) اقبال و ادبار کے ساتھ ایک مرتبہ سر کا مسح کیا پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ ثم غسل رجلیہ الی الکعبین"

تعدد موضعہ متن الحدیث ص۲۷ مختصرا و ص۳۱ وھھنا ایضا ص۳۱ و یاتی ص۳۱ تا ص۳۲ ایضا ص۳۲ و ص۳۳ اخرجہ مسلم ص۱۲۳ و ترمذی اول ص۷ و ص۸ وغیرہ

ربط و مقصد علامہ عینی رحؒ فرماتے ہیں والمناسبۃ بین البابین ظاهرۃ (عمدہ) یعنی باب سابق اور اس باب میں مناسبت ظاہر ہے کہ ہر دو ابواب وضو کے احکام پر مشتمل ہیں۔

امام بخاری رحؒ کا مقصد اس باب سے غسل رجلین (پیر دھونے) کی حد بیان کرنا ہے کہ اسکی حد ٹخنوں تک ہے

مقصد کے پیش نظر امام بخاری رحمہ اللہ نے اس ترجمہ میں غسل رجلین کے ساتھ الی الکعبین کی قید بڑھا کر اس سلسلے کے دوسرے ابواب (باب ۱۲۲ و ۱۲۵) سے ممتاز کر دیا ہے کیونکہ ان ابواب میں کعبین کی قید (یعنی کعبین تک کی حد) بیان نہیں کی تھی۔ سورۂ مائدہ کی چھٹی آیت میں رجلین کے ساتھ کعبین کی قید موجود ہے امام نے اس ترجمہ میں اس قید کو ذکر فرما کر متنبہ کر دیا کہ ارجلکم میں قرأت جر کی ہو یا نصب کی بہرصورت پیروں کو دھونا ہی متعین ہے کیوں کہ الی الکعبین کا لفظ پیر دھونے کی حد بیان کرنے کیلئے لایا گیا ہے تحدید و استیعاب کا تعلق دھونے سے ہے مسح میں نہ استیعاب ہے اور نہ کوئی اس میں تحدید کا قائل ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ اس باب سے بھی استیعاب راس ثابت فرما رہے ہیں کہ جب رجلین جو کہ اعضائے وضو میں سے ہے اس کو کامل دھویا جاتا ہے تو مسح بھی سارے سر کا ہوگا۔

اور دوسرا یہ کہ سنن کی روایت میں الاذنان من الراس آیا ہے وہ تو امام بخاری رحمہ اللہ کی شرط کے مطابق نہیں ہے لہذا اسکو تو ذکر نہیں فرمایا البتہ اس کی طرف اس باب سے ایک لطیف اشارہ فرما دیا کہ جیسے رجلین کعبین تک دھوئے جاتے ہیں اسی طرح اذنان سر کیلئے کعبین ہے (تقریر بخاری) لہذا سر کا مسح کانوں تک ہونا چاہئے جو استیعاب راس کا مقتضی ہے۔

غسل اعضاء کی مختلف صورتوں کا جواز

غسل مرتین الخ حضرت عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ سے جتنی روایات ہیں ان سب میں یہی ہے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو مرفقین تک دو مرتبہ دھویا دوسرے تمام صحابہ سے تین مرتبہ دھونا منقول ہے۔

ممکن ہے کہ پانی کی وجہ سے آپ نے ایسا کیا، اس سے کمال کے ادنیٰ درجہ پر تنبیہ بھی مقصود ہو سکتا ہے۔ یا اسے بیان جواز پر محمول کرینگے، یا یہ بتلانا مقصود ہو کہ غسل اعضاء میں مساوات ضروری نہیں ایک ہی وضو میں یہ صورت جائز ہے کہ بعض کو ایک بار اور بعض کو دو بار اور بعض کو تین بار دھویا جائے یعنی سب میں ایک ہی تعداد ملحوظ رکھنا ضروری نہیں۔

باب ۱۳۶

استعمال فضل وضوء الناس وامر جریر بن عبد الله اهله ان یتوضؤا بفضل سواکہ

لوگوں کے وضو کا بچا ہوا پانی استعمال کرنا، حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر والوں کو حکم دیا کہ وہ ان کے مسواک کے بچے ہوئے پانی سے وضو کریں (یعنی جس پانی میں مسواک ڈوبی رہتی تھی اس پانی سے گھر کے لوگوں کو وضو کرنے کیلئے کہتے تھے)

۱۸۵ (حدثنا آدم قال ثنا شعبة قال ثنا الحکم قال سمعت ابا جحیفة یقول خرج علینا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالھاجرة فاتی بوضوء فتوضأ فجعل الناس یاخذون من فضل وضوئہ فیتمسحون بہ فصلی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الظھر رکعتین والعصر رکعتین وبین یدیہ عنزة وقال ابو موسیٰ دعا النبی صلی اللہ علیہ وسلم بقدح فیہ ماء فغسل یدیہ ووجھہ فیہ ومج فیہ ثم قال لھما اشربا منہ وافرغا علی وجوھکما ونحورکما)

ترجمہ حضرت ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر میں ہمارے پاس تشریف لائے تو آپ کے پاس وضو کا پانی لایا گیا آپ نے وضو فرمایا پھر لوگ آپ کے وضو کا بچا ہوا پانی لینے لگے اور اس کو اپنے جسم پر پھیرنے لگے پھر آپ نے ظہر کی دو رکعتیں پڑھیں اور عصر کی دو رکعتیں پڑھیں (اسلئے کہ آپ مسافر تھے) اور آپ کے سامنے ایک نیزہ تھا (جو بطور سترہ گاڑا گیا تھا) اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا پھر آپ نے اس پیالہ میں اپنے دونوں ہاتھ اور چہرۂ مبارک کو دھویا اور اسی میں کلی کی پھر ان دونوں (حضرت بلال رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ) سے کہا اسمیں سے تم دونوں پی لو اور اپنے چہروں اور سینوں پر ڈالو۔

مطابقۃ للترجمہ مطابقة الحدیث للترجمة فی قولہ فجعل الناس یاخذون من فضل وضوئہ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۳۱ ویاتی فی باب الثوب الاحمر ص۵۴ ویاتی ص۷۱ ایضا فی باب الصلوٰۃ الی العنزۃ ص۷۱ وفی باب السترۃ بمکۃ وغیرھا ص۷۲ وفی باب الاذان للمسافر ص۸۸ وفی الباب الذی بعدہ ص۸۸ ان شاء اللہ تعالیٰ وفی المناقب فی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۵۰۲ وص۵۰۳ وفی اللباس ص۸۶۱ وص۸۷۱ واخرجہ مسلم فی کتاب الصلوٰۃ ص۱۹۵ تا ص۱۹۶۔

ربط ماقبل علامہ عینیؒ لکھتے ہیں والمناسبۃ بین البابین من حیث ان الباب السابق فی صفۃ الوضوء وھٰذا الباب فی بیان الماء الذی یفضل من الوضوء۔

یعنی دونوں بابوں کے درمیان مناسبت یہ ہے کہ باب سابق میں صفت وضو کا بیان تھا۔ اور اس باب میں وضو سے بچے ہوئے پانی کا حکم مذکور ہے۔

مقصد امام بخاریؒ امام بخاریؒ کا مقصد ان لوگوں کی تردید ہے جو لوگ ماءِ مستعمل کو نجس کہتے ہیں، یعنی امام بخاریؒ اس مسئلے میں امام مالکؒ کی موافقت کر رہے ہیں کہ ماءِ مستعمل طاہر بھی ہے اور مطہر بھی۔

ماءِ مستعمل اور اس کا حکم ماءِ مستعمل وہ قلیل پانی ہے جس سے حدث کا ازالہ کیا گیا یا بہ نیت قربت استعمال کیا گیا اور بدن سے جدا ہو گیا یعنی عضو سے الگ ہوتے ہی مستعمل ہو جائے گا۔

الصحیح انہ کما زایل العضو صار مستعملا (ہدایہ)

۱ امام مالکؒ کا مشہور قول یہ ہے کہ ماءِ مستعمل طاہر بھی ہے اور مطہر بھی، اسی کے قائل امام بخاریؒ بھی ہیں۔

۲ شوافع اور حنابلہ کے نزدیک طاہر غیر مطہر ہے۔

۳ امام محمدؒ اور امام زفرؒ کی روایت کے مطابق یہی امام اعظم ابو حنیفہؒ کا بھی مذہب ہے فقہائے حنفیہ کے نزدیک یہی مختار و مفتی بہ قول ہے اگرچہ امام اعظمؒ سے دو روایتیں اور بھی آئی ہیں، امام ابو یوسفؒ نے نجاست خفیفہ کی اور حسن بن زیاد نے نجاست غلیظہ کی روایت کی ہے۔

امام اعظم نے ماءِ مستعمل کو نورِ بصیرت کی بنا پر غیر طاہر کہا امام ابو حنیفہؒ نے جو ماءِ مستعمل کو غیر طاہر (نجس) فرمایا ہے علامہ شعرانیؒ نے میزان میں اس کے متعلق لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اس کو نجس کہنے پر مجبور تھے۔ کیونکہ ان کا کشف اس قدر کمال کو پہنچا ہوا تھا کہ ماءِ مستعمل کے ساتھ جو گناہ جھڑتے تھے جیسا کہ حدیث سے ثابت ہے کہ ان معاصی کا الگ الگ رنگ اور اثر ان کو نظر آتا تھا چنانچہ علامہ شعرانیؒ نے متعدد واقعات نقل کئے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ ابو حنیفہؒ ایک روز کوفہ کی جامع مسجد کے حوض پر تشریف لے گئے وہاں آپ نے ایک نوجوان کو وضو کرتے دیکھا تو آپ نے اس کے وضو کے پانی کے قطرات کو دیکھ کر فرمایا:

یاولدی تبُ عن عقوقِ الوالدین فقال تبتُ عن ذٰلك۔ برخوردار والدین کی نافرمانی سے توبہ کر، اس نے کہا کہ آئندہ کیلئے میں والدین کی نافرمانی سے توبہ کرتا ہوں

یہ تمام امور ان کے نزدیک بوجہ معلوم ہوجانے کے امورِ حسیہ کے مانند تھے، اسکے بعد علامہ شعرانی فرماتے ھیں:

ثم بلغنا انہ سال اللّٰہ تعالٰی ان یحجبہ عن ھذا الکشف لما فیہ من الاطلاع علیٰ سوآت الناس فاجابہ الیٰ ذالك پھر ہمیں معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ نے اللہ سے دعا کہ اس کیفیت کو مجھ سے دور کردے کیوں کہ اس سے بندوں کے گناہ معلوم ہونے لگے ہیں چنانچہ ان کی دعا قبول ہوئی۔

اسی طرح ایک اور شخص کے ماءِ مستعمل کو دیکھا تو اس سے ارشاد فرمایا:

یا اخی تب من الزنا فقال تبت من ذالك اے میرے بھائی زنا سے توبہ کر اس نے کہا میں زنا سے توبہ کرتا ہوں.

ایسے ہی ایک اور شخص کے استعمال شدہ پانی کیساتھ گناہ جھڑتے دیکھکر فرمایا۔

یا اخی تبُ من شربِ الخمرِ وسماع آلاتِ اللھو فقال تبتُ منھما۔ اے میرے بھائی شراب نوشی اور آلات لہو ولعب کے سننے سے توبہ کر تو اس نے کہا کہ میں ان سے توبہ کرتا ہوں.

معلوم ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ ماءِ مستعمل پر حکم کشف کے تابع ہوکر لگاتے تھے ان جھڑنے والے گناہوں میں کبائر وصغائر اور مکروہات کے علاوہ خلافِ اولیٰ جیسی خطائیں بھی شامل تھیں جن کے اثرات کا مشاہدہ فرماتے تھے (میزان الکبریٰ للشعرانی جلداول ص۱۰۹ مطبوعہ داراحیاء الکتب العربیۃ)

تو جس کو پانی میں یہ گندگی محسوس ومشاہدہ ہو وہ اس پانی کو پاک کہنے کی جرأت کیسے کرے گا مثلاً اگر آپ نے پانی کے لوٹے میں پیشاب کا قطرہ گرتے ہوئے دیکھا اور کسی نے نہیں دیکھا تو نہ دیکھنے والے اس کو طاہر کہہ سکتے ہیں دیکھنے والا اس کو کیونکر طاہر کہیگا۔

سبحان اللہ امامِ اعظم ابوحنیفہؒ کو کیا کشف تام، نور بصیرت اور لطیف ادراک حاصل تھا کہ معاصی جو معنوی چیز ہیں اس کو مستعمل پانی میں محسوس کرلیتے تھے اور صاف دیکھ لیتے تھے پھر محض دیکھنا ہی نہیں یہ بھی محسوس کرلیتے تھے کہ کس جنس کا گناہ کیا ہے اسی لئے تو کسی کو کہتے کہ عقوق (نافرمانی) والدین سے بچو۔ کسی کو کہتے کہ زنا سے بچو اور کسی کو شرب خمر سے۔ اگر متاخرین کا قول لے کر کہا جائے کہ وضو سے کبائر تو نہیں جھڑتے اور یہ مذکورہ معاصی سب کبائر ہیں۔

جواب:- یہ ہے کہ صغیرہ تو سب جھڑتے ہیں اور صغائر عموماً کسی نہ کسی کبیرہ کی جنس سے ہوتے ہیں. فلاں صغیرہ کس کبیرہ کے مبادی یا آثار میں سے ہے وہ بھی ان کو منکشف ہوجاتا تھا۔

اس تقریر سے میرا مقصود حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے اس قول کو ترجیح دینا نہیں ہے کیوں کہ ہمارے نزدیک مفتی بہ قول تو یہی ہے کہ ماء مستعمل طاہر ہے۔ بلکہ میری غرض حضرت امام ابو حنیفہؒ کی عظمت اور ان کی رفعت شان اور کمالات باطنیہ ان کا علو مرتبت بتلانا ہے کہ ان کا پایہ اس سلسلہ میں بھی کس قدر بلند تھا، اور یہ سب نقل کرنے والا کوئی ان کا مقلد حنفی نہیں تاکہ محض حسن عقیدت کا احتمال نکالا جائے۔

(منقول از فضل الباری جلد دوم)

وقال ابو موسیٰ الخ یعنی حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ یہ حدیث کتاب المغازی کی طویل حدیث کا ایک ٹکڑا ہے تشریح کیلئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی صہ ۳۹۶ حدیث ۳۳۳۔

یاخذون من فضل وضوئہ الخ ظاہر ہے کہ یہاں فضل وضوء سے مراد وہ پانی ہے جو آپؐ کے جسم مبارک سے لگنے کے بعد گر رہا ہے یعنی حضور اقدس ؐ کے مستعمل پانی کو صحابہ کرام اپنے چہروں پر ملتے تھے، اس سے بلا شبہ ماء مستعمل کا طاہر ہونا ثابت ہوا جس سے ہم منکر نہیں لیکن مطہر ہونا ثابت نہیں۔

۱۸۶ (حدثنا علیُّ بن عبد اللّٰہ قال ثنا یعقوبُ بن ابراہیم بن سعدٍ قالَ ثنا ابی عن صالحٍ عن ابن شہابٍ قال اخبرنی محمودُ بن الرَّبیع قال وھو الذی مجّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فی وَجْھِہٖ وھو غلامٌ مِن بئرھم وقال عروۃُ عنِ المِسْورِ وغیرِہٖ یُصدّقُ کُلُّ واحدٍ منھما صاحِبَہٗ وَاِذا توضَّأ النبیُّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کادُوا یقتتِلونَ علیٰ وَضوئِہٖ)

ترجمہ ابن شہاب کہتے ہیں مجھ سے محمود بن ربیع نے بیان کیا اور یہ محمود بن ربیع رضؓ وہی ہیں کہ جب وہ چھوٹے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں کے کنوئیں کے پانی سے ان کے چہرے پر کلی کی تھی اور عروہ بن زبیر نے مسور وغیرہ (مروان بن حکم) سے روایت کیا ہے اور ہر ایک ان دونوں میں سے ایک دوسرے کی تصدیق کرتا ہے کہ (عروہ بن مسعود نے مکہ کے مشرکوں سے کہا) نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب وضو فرمایا کرتے تھے تو آپ ؐ کے وضو سے بچے ہوئے پانی کیلئے لڑنے پر مستعد ہو جاتے تھے۔

مطابقتہ للترجمہ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ کادوا یقتتلون علیٰ وضوئہ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا صہ ۳۱ ویاتی الحدیث فی المغازی بطولہ صہ ۶۲۰ ویاتی فی باب الغسل والوضوء فی المخضب صہ ۳۲ طرف منہ۔

تشریح علامہ کشمیریؒ فرماتے ہیں کہ ماء مستعمل کی طہارت کا مسئلہ گو اپنی جگہ درست اور مسلم ہے لیکن خود امام بخاریؒ جن دلائل کے ذریعہ اسکی طہارت ثابت کر رہے ہیں وہ محل نظر ہے کیوں کہ تمام روایات میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بقیہ وضو یا وضو میں مستعمل پانی کا تذکرہ ہے جبکہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم

کے فضلات کی طہارت کا علماء نے قول کیا ہے۔

امام بخاری رح نے ترجمہ قائم کیا ہے استعمال فضل وضوء الناس الخ تو آنحضرت صلعم کے فضل وضو اور غسالہ پر دوسرے لوگوں کے فضل وضو و مستعمل پانی کو قیاس کرنا درست نہیں۔

(باب ۱۳۷)

۱۸۷ (حدثنا عبدُ الرحمٰنِ بنُ یونسَ قال حدثنا حاتمُ بنُ اسمٰعیلَ عن الجعدِ قال سمعتُ السائبَ بنَ یزیدَ یقول ذهبتْ بی خالتی الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقالتْ یارسُولَ اللّٰہ اِنَّ ابنَ اُختی وَقِعٌ فمسحَ راسی ودعالی بالبرکةِ ثمّ توضأ فشربتُ مِن وَضوئِه ثمّ قمتُ خلفَ ظَهرِه فنظرتُ اِلٰی خاتمِ النبوةِ بینَ کتفیهِ مِثلَ زِرِّ الحَجَلَةِ)

ترجمہ حضرت سائب بن یزید رض کہتے تھے کہ میری خالہ مجھے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے گئیں اور عرض کیا کہ یارسول اللہ میرا بھانجہ بیمار ہے (پاؤں میں درد ہے) تو آپ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور میرے لئے برکت کی دعا کی پھر آپ نے وضو کیا اور میں نے آپ کے وضوء سے بچا ہوا پانی پی لیا پھر میں آپ کی پس پشت کھڑا ہو گیا۔ اور میں نے مہر نبوت کی طرف دیکھا جو آپ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان ایسی تھی جیسے چھپر کھٹ کی گھنڈی (یا چکور کے انڈے کی مانند تھی)

مطابقتہ للترجمۃ علامہ عینی رح فرماتے ہیں اگر شربت من وضوئه سے مراد آپ کے اعضاء وضو سے ٹپکنے والا پانی مراد ہو تو مطابقت ظاہر ہے اور باب بلا ترجمہ کالفصل من الباب السابق ہے لیکن گفتگو تو عام انسانوں کے استعمال کردہ پانی میں ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال کردہ پانی میں نہیں ہے وہ بہرحال طاہر مطہر بلکہ مقدس ومتبرک بھی ہے

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۳۱ ویاتی الحدیث ص۵۰۱ وص۸۴۷ وص۹۴۰

بیان اللغات عن الجعد بفتح الجیم وسکون العین المهملة وللاکثرین الجعید بالتصغیر وهو المشهور ابن عبد الرحمٰن بن اوس المدنی الکندی (عمدہ قس) وَقِعٌ بفتح الواو وکسر القاف والتنوین ای اصابه وجع فی قدمیه الخ وفی روایة الکشمیهنی وابی ذر الهروی وقع بفتح القاف علی لفظ الماضی وفی روایة کریمه وجع بفتح الواو وکسر الجیم وعلیه الاکثرون ومعنی وقع بکسر القاف اصابه وجع فی قدمیه (عمدہ)

زرالحجلة بکسر الزای وتشدید الراء۔ والحجله بفتح الحاء والجیم واحدة الحجال (عمدہ، قس) زر کے معنی گھنڈی اور حجلہ چھپر کھٹ کو کہتے ہیں جو دلہن کیلئے تیار کیا جاتا ہے اس پر پردے ڈالے جاتے ہیں

اس میں بڑی گھنڈیاں لگاتے ہیں اس گھنڈی سے مہر نبوت کو تشبیہ دی جارہی ہے یہ تشبیہ یا تو خوبصورتی میں ہے یا ابھار میں۔ یہ اس صورت میں ہے جبکہ زار کو رار مہملہ پر مقدم رکھیں۔

اور اگر اس روایت کو لیا جائے جس میں رار مہملہ زار معجمہ پر مقدم ہے تو پھر حجلہ کے معنی چکور پرندے کے ہونگے یہ پرندہ بڑے ناز سے اٹھلا کر چلتا ہے اس صورت میں معنی ہوں گے چکور کے انڈے کے مانند بعض روایات میں ہے بیضۃ الحمامۃ (کبوتر کا انڈہ) وغیرہ۔

مہر نبوت یہ ختم نبوت کی علامت تھی حضرت سائب بن یزید رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے آپؐ کی مہر نبوت کو دیکھا جو آپؐ کے دونوں مونڈھوں کے درمیان چھپر کھٹ کی گھنڈی کے مانند یا چکور کے انڈے کے مانند تھی۔ مگر ٹھیک وسط میں نہیں بلکہ بائیں جانب مائل، صوفیار نے لکھا ہے کہ وہ جگہ شیطان کے وسوسے ڈالنے کی ہے جیسا کہ بعض اولیار کبار کو کشف سے معلوم ہوا کہ شیطان کے ایک سونڈ ہے جب وہ کسی کے دل میں وسوسہ ڈالنا چاہتا ہے تو اس کے پیچھے بیٹھکر اسی سونڈ سے اس کے دل میں وسوسہ کو پہنچاتا ہے حق تعالے نے مہر نبوت سے اسی چیز کو محفوظ فرمادیا۔ اس میں اختلاف ہے کہ یہ پیدائش ہی سے تھی یا بعد میں نمودار ہوئی۔ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں یہ ثابت کیا ہے کہ یہ پیدائش سے کچھ مدت بعد نمودار ہوئی تھی۔

باب ۱۳۸

(مَنْ مَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ مِنْ غُرْفَةٍ وَاحِدَةٍ) ص۳۱

ایک چلو سے کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

۱۸۸ (حدثنا مُسَدَّدٌ قال ثنا خالدُ بنُ عبدِ اللهِ قال ثنا عَمْرُو بنُ يحيى عن أبيهِ عن عبدِ اللهِ بنِ زيدٍ أنَّه أفرغَ من الإناءِ على يديهِ فغسلَهما ثمَّ غسلَ أو مضمضَ واستنشقَ من كفَّةٍ واحدةٍ ففعلَ ذلك ثلاثًا فغسلَ يديهِ إلى المرفقينِ مرَّتينِ مرَّتينِ ومسحَ برأسِهِ ما أقبلَ وما أدبرَ وغسلَ رجليهِ إلى الكعبينِ ثمَّ قال هكذا وضوءُ رسولِ اللهِ صلَّى اللهُ عليهِ وسلَّم)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن زید رضؓ سے روایت ہے کہ (وضو کرتے وقت) انہوں نے پہلے برتن سے اپنے لیے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور انہیں دھویا پھر منہ دھویا یا (یوں کہا کہ) کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا ایک ہی چلو سے تین بار ایسا ہی کیا پھر دونوں ہاتھوں کو دونوں کہنیوں تک دو دو مرتبہ دھویا اور

سر پر آگے اور پیچھے دونوں طرف مسح کیا اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے پھر کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو اسی طرح تھا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاهرۃ فی قوله "مضمض واستنشق من کفۃ واحدۃ"،

تعدد موضعہ والحدیث مر مختصرا ص۲۷ وههنا ص۳۱ ایضا ص۳۱ تا ص۳۲ ص۳۲ ص۳۲ وص۳۲ وص۳۳،

ربط ما قبل والمناسبۃ بین البابین من حیث ان کلا منهما من متعلقات الوضوء فالاول فی الوضوء بالفتح والثانی فی الوضوء بالضم (عمدہ)

مقصد ترجمہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو حضرات مضمضہ واستنشاق کو ایک ہی چلو میں جمع کے قائل ہیں یہ حدیث ان کا مستدل ہے مگر چونکہ امام بخاری رحمہ اللہ کے نزدیک افضل ترین طریقہ فصل ہے اسلئے اس باب میں منّ کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ یعنی اس مسئلے میں بھی امام بخاری رحمہ اللہ احناف کی موافقت کر رہے ہیں۔

تشریح فصل کا مطلب یہ ہے کہ مضمضہ یعنی تین مرتبہ کلی سے فارغ ہونے کے بعد ناک میں پانی ڈالا جائے یعنی ست غرفات بالفصل، یہی احناف کے نزدیک افضل ترین صورت ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ فی روایۃ وامام شافعی رحمہ اللہ فی روایۃ کا مسلک بھی یہی منقول ہے امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں وقال الشافعی ان جمعهما فی کف واحد فهو جائز وان فرقهما فهو احب الینا۔ (ترمذی ص۶/۱)

اور وصل کا مطلب یہ ہے کہ ایک چلو سے دونوں (مضمضہ واستنشاق) کو ایک ساتھ کیا جائے یہ ضرور ذہن نشین رہے کہ اس بارے میں احناف وشوافع کا اختلاف صرف افضلیت کا ہے جواز وعدم جواز کا نہیں ہے امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شوافع کے نزدیک ارجح الاقوال الوصل بثلاث غرفات ہے (شرح مسلم ص۱۲۰/۱) شوافع کے یہاں یہی قول مفتیٰ بہ ہے۔

مگر اصول وقواعد احناف رحمہم اللہ کے مؤید ہیں کیوں کہ منہ اور ناک ہر ایک مستقل عضو ہے لہٰذا دوسرے اعضا کے موافق ہر ایک کیلئے الگ غرفہ (چلو) ہونا چاہیئے۔

احناف رحمہم اللہ کی طرف سے اس حدیث کے تین جواب ہیں ایک جواب یہ ہے کہ من کف واحد لا من کفین یعنی مضمضہ اور استنشاق ایک ہاتھ سے کیا غسل وجہ کی طرح دونوں ہاتھ استعمال نہیں فرمایا۔

۲ مضمضہ اور استنشاق ایک ہی ہاتھ سے ہوا یہ نہیں کہ مضمضہ کیوقت داہنے ہاتھ کا استعمال کیا اور استنشاق کیلئے بائیں ہاتھ بلکہ دونوں عمل داہنے ہاتھ ہی سے فرمایا۔

۳ جواب یہ ہے کہ بیان جواز کیلئے یہ عمل فرمایا۔ واللہ اعلم

بہر حال حدیث الباب ایک واقعہ کا بیان ہے یہ دائمی معمول نہیں ہے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا دائمی معمول اور عادت مستمرہ یفصل بین المضمضة والاستنشاق (ابو داؤد اول ص۱۹)

باب ۱۳۹

مَسْحِ الرَّاسِ مَرَّةً

سر کا مسح ایک بار کرنا

۱۸۹ (حدثنا سلیمٰن بن حرب قال ثنا وُھَیبٌ قال ثنا عمرو بن یحیی عن ابیه قال شھدت عمرو بن ابی حسن سال عبد الله بن زید عن وضوءِ النبی صلے الله علیه وسلم فدعا بتورٍ من ماءٍ فتوضأ لھم فکفأہٗ علی یدیه فغسلھما ثلثا ثم ادخل یدہٗ فی الاناءِ فمضمض واستنشق واستنثر ثلثا بثلث غرفاتٍ من ماءٍ ثم ادخل یدہٗ فی الاناءِ فغسل وجھه ثلثا ثم ادخل یدہٗ فی الاناءِ فغسل یدیه الی المرفقین مرتین مرتین ثم ادخل یدہٗ فی الاناءِ فمسح براسه فاقبل بیدہٖ وادبر بھما ثم ادخل یدہٗ فی الاناءِ فغسل رجلیه)

۱۹۰ (حدثنا موسیٰ قال حدثنا وُھَیبٌ وقال مسح براسه مرةً)

ترجمہ حدیث ۱۸۹ عمرو بن یحیی نے اپنے باپ کے واسطے سے بیان کیا وہ کہتے ہیں کہ میں عمرو بن ابی حسن (اپنے چچا) کے پاس موجود تھا انہوں نے (یعنی عمرو بن ابی حسن نے) عبد اللہ بن زید رضی سے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے وضو کے بارے میں دریافت کیا تو عبد اللہ بن زید رضی نے پانی کا ایک طشت منگوایا پھر ان لوگوں کے سامنے وضو کیا چنانچہ پہلے طشت سے اپنے ہاتھوں پر پانی گرایا پھر انہیں تین بار دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن کے اندر ڈالا کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور ناک کو صاف کیا تین بار تین چلوؤں سے پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور (پانی لے کر) تین بار اپنا منہ دھویا پھر اپنا ہاتھ برتن میں ڈالا اور دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک دو دو بار دھویا پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور سر پر آگے اور پیچھے دونوں طرف مسح کیا پھر برتن میں ہاتھ ڈالا اور اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

ترجمہ حدیث ۱۹۰ ہم سے (اسی حدیث کو) موسیٰ نے بیان کیا انہوں نے وہیب سے اسمیں تصریح ہے کہ سر پر ایک بار مسح کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "فمسح براسہ"

تعدد موضعہ

متن الحدیث ص۲۷ ص۳۱ ص۳۱ ص۳۱
وھھنا ص۳۲ وباقی ص۳۳

مقصد ترجمہ

اس باب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ مسح راس میں تکرار نہیں ہے "مسح راس میں اقبال وادبار کی دو حرکتوں سے مسح کا دوبار سمجھنا درست نہیں۔ البتہ دو حرکتیں ہوگئیں ایک ادبار کی دوسری اقبال کی پہلے دونوں ہاتھوں کو سامنے کی طرف سے پیچھے کی طرف گدی تک لے گئے پھر لوٹا کر پیشانی کیطرف لائے تو اس اقبال کو مسح ثانی سمجھنا درست نہیں بلکہ یہ مسح راس کی تکمیل واستیعاب ہے کیونکہ صرف ادبار سے یا صرف اقبال سے پورے سر کا مسح نہیں ہو سکتا ہے اسلئے استیعاب کیلئے دو حرکتیں ضروری ہیں۔

امام بخاریؒ "باب مسح الراس مرۃ" کا ترجمہ قائم کرکے واضح کردیا کہ مسح راس میں تکرار (تثلیث نہیں ہے البتہ استیعاب مسنون ہے)

مسح راس میں اقوال ائمہ

جمہور ائمہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد رحمہم اللہ کا مسلک یہی ہے کہ مسح راس میں تثلیث نہیں ہے کیونکہ احادیث صحیحہ سے یہی واضح ہوتا ہے کہ آپؐ سر کا مسح ایک ہی بار فرمایا کرتے تھے۔ جیسا کہ روایت الباب کی متابعت میں تصریح ہے۔

صرف امام شافعیؒ مسح راس میں تثلیث کو مستحب کہتے ہیں اگرچہ امام ترمذیؒ نے امام شافعیؒ کا مسلک بھی جمہور کے ساتھ نقل کیا ہے چنانچہ امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وقد روی من غیر وجہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح براسہ مرۃ والعمل علی ھذا عند اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ومن بعدھم وبہ یقول جعفر بن محمد وسفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاق (رحمہم اللہ تعالیٰ) رأو مسح الراس مرۃ واحدۃ (ترمذی ص۱۶ فی باب ماجاء ان مسح الراس مرۃ) امام ابوداؤدؒ فرماتے ہیں: قال ابوداؤد احادیث عثمان الصحاح کلھا تدل علی مسح الراس انہ مرۃ فانھم ذکروا الوضوء ثلثا وقالوا فیھا ومسح راسہ ولم یذکروا عددا کما ذکروا فی غیرہ" (ابوداؤد جلد اول ص۱۵ فی باب صفۃ وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

۲۔ قیاس کا بھی یہی تقاضا ہے کہ سر کا مسح ایک ہی مرتبہ ہونا چاہیے کیوں کہ مسح راس میں تخفیف مطلوب ہے نیز ممسوح کو مغسول پر قیاس کے بجائے ممسوح پر قیاس درست ہوگا۔ کہ مسح علی الخفین، مسح علی الجبیرہ بھی مرۃ ہی ہوتا ہے پس مسح راس بھی مرۃ ہی ہونا چاہیئے۔

باب ۱۴۲

وُضوءِ الرَّجلِ مع امرأتِه وَفضلِ وضوءِ المرأةِ وتوضَّأ عمرُ رضیَ اللہ عنہ بالحمیمِ ومِن بیتِ نصرانیّۃٍ

مرد کا اپنی بیوی کیساتھ وضو کرنا اور عورت کے وضو سے بچا ہوا پانی استعمال کرنا، اور حضرت عمرؓ نے گرم پانی سے وضو کیا اور ایک نصرانی عورت کے گھر سے پانی لے کر وضو کیا

۱۹۱ (حدثنا عبدُ اللہ بن یوسف قال ثنا مالکٌ عن نافعٍ عن ابنِ عُمرَ انّہ قال کان الرِّجالُ والنساءُ یتوضَّئُونَ فی زمانِ رسولِ اللہ صلی اللہُ علیہ وسلم جمیعا)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرد اور عورت سب (ایک ہی برتن سے) وضو کیا کرتے تھے۔

مُطابقتہ للترجمۃ ترجمۃ الباب کے دو اجزاء ہیں پہلے ترجمہ کا مطلب یہ ہے کہ مرد عورت کا ایک ساتھ بیٹھ کر وضو کرنا۔ دوسرا اجزء ہے عورت کے وضو سے بچے ہوئے پانی کا حکم؟

حدیث کی مطابقت ترجمۃ الباب سے اس طرح ہوگی کہ حدیث پاک میں ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مرد اور عورت سب ایک ہی برتن سے وضو کرتے تھے۔

تو اس میں ایک مطلب یہ ہے کہ دونوں ایک ساتھ بیٹھکر وضو کرتے تھے یعنی وقتِ واحد میں اس صورت میں ترجمہ اولیٰ سے مطابقت ظاہر ہے۔

دوسرا مطلب یہ ہے کہ یکے بعد دیگرے وضو کرتے تھے جیسا کہ بعض روایت میں ہے "من اناء واحد" اس صورت میں ترجمہ ثانیہ سے مطابقت ہوگی۔ معلوم ہوا کہ عدم مطابقت کا دعویٰ صحیح نہیں ہے

تشریح امام بخاریؒ کا مقصد ترجمۂ اولیٰ "وضوءِ الرجلِ مع امرأتہ" سے حدیث پاک کی شرح و وضاحت ہے کہ حدیث میں مرد و عورت سے مراد شوہر اور بیوی ہے پس اجنبیہ کا اشکال اور نزول حجاب سے قبل اور بعد کے جوابات کی کوئی ضرورت نہیں۔ اور اگر حدیث شریف کے الفاظ کان الرجال والنساء جمیعا میں تعمیم کیجائے کہ سب عورتیں ہوتی تھیں تو نزول حجاب سے قبل پر محمول کیا جائے گا یا محارم کے ساتھ خاص رہے گا۔

دوسرے ترجمہ فضل وضوءِ المرأۃ سے امام بخاریؒ کا مقصد حنابلہ اور ظاہریہ کی تردید ہے کیوں کہ امام احمدؒ اور داؤد ظاہریؒ کہتے ہیں کہ اگر عورت نے مرد کی غیر موجودگی وتنہائی میں پانی استعمال کیا تو بچا ہوا پانی مرد کے حق

میں ناجائز وناقابل استعمال ہے کما قال النووی رحمہ وذھب احمد بن حنبل وداؤد الی انھا اذا خلت بالماء واستعملتہ لایجوز للرجل استعمال فضلھا (شرح مسلم ص۱۴۸)

جمہور ائمہ ثلاثہ امام اعظم، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک جائز ہے امام بخاریؒ جمہور کی موافقت کر رہے ہیں حدیث الباب جمہور کی دلیل ہے۔

حنابلہ رح کا استدلال:۔ حکم بن عمرو کی روایت ہے ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نھی ان یتوضا الرجل بفضل طھور المرأۃ (ابوداؤد اول ص۱۱)

جوابات:۔ ۱؎ حدیث ممانعت کراہت تنزیہی پر محمول ہے۔

۲؎ منع کی روایت بمقابلہ روایات جواز کے مرجوح ہے حکم بن عمرو کی روایت کو امام بخاری، بیہقی اور ابن العربی وغیرہ نے ضعیف قرار دیا ہے ۳؎ منع کی روایات منسوخ ہیں۔

توضا عمر بالحمیم ومن بیت نصرانیۃ علامہ عینی اور قسطلانی نے تو یہ کہدیا کہ دونوں اثر ترجمہ کے مناسب نہیں ہیں لیکن وجہ مناسبت کا انکار صحیح نہیں ہے بلکہ امام بخاری رح اس سے فضل طھارۃ المرأۃ ثابت فرما رہے ہیں۔ اور وہ اسطرح پر ثابت ہوئی کہ پانی عام طور پر گھر میں عورتیں گرم کرتی ہیں اور اس کی گرمی دیکھنے کیلئے ہاتھ ڈالتی ہیں لہٰذا فضل المرأۃ ہوگیا۔

ومن بیت نصرانیۃ یہاں حضرت عمرؓ نے سوال نہیں کیا کہ اس نے استعمال کیا ہے یا نہیں، امام بخاریؒ کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ گرم پانی سے وضو درست ہے چاہے عورت کتابیہ ہی کیوں نہ ہو۔

باب ۱۴۱

(صَبِّ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَضُوْئَہٗ عَلَی الْمُغْمٰی عَلَیْہِ)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے وضو کا بچا ہوا پانی بیہوش آدمی پر ڈالنا (یعنی چھڑکنا)

۱۹۲ (حدثنا ابو الولید قال ثنا شعبۃ عن محمد بن المنکدر قال سمعت جابرًا یَقُوْلُ جَاءَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلے اللہ علیہ وسلم یَعُوْدُنِیْ وَاَنَا مَرِیْضٌ لَا اَعْقِلُ فَتَوَضَّأَ وَصَبَّ عَلَیَّ مِنْ وَضُوْئِہٖ فَعَقَلْتُ فَقُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ لِمَنِ الْمِیْرَاثُ اِنَّمَا یَرِثُنِیْ کَلَالَۃٌ فَنَزَلَتْ اٰیَۃُ الْفَرَائِضِ)

ترجمہ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری عیادت کیلئے تشریف لائے اور میں ایسا بیمار تھا کہ مجھے ہوش نہیں تھا چنانچہ آپؐ نے وضو کیا اور اپنے وضو کا پانی میرے اوپر چھڑک دیا تو مجھے ہوش آگیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ میری میراث کس کو ملے گی میرا وارث تو کلالہ ہوگا اس پر فرائض کی

آیت نازل ہوئی (جو سورۂ نساء کے اخیر میں ہے یعنی يستفتونك قل الله يفتيكم فى الكلالة الخ)

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة فى قوله وصب علىّ من وضوئه فعقلت "

تعدد الحديث والحديث هٰنا صـ ۳۲ ويأتى فى التفسير صـ ۶۵۸ وفى المرضى صـ ۸۴۴ ايضا صـ ۸۴۶ و صـ ۸۴۷ وصـ ۹۹۵ وصـ ۹۹۸ وصـ ۱۰۸۷۔

ربط و مقصد والمناسبة بين البابين من حيث ان فى كل واحد منهما نوعا من الوضوء (عمده) یعنی باب سابق اور اس باب میں وضو کی صورتیں بیان ہوئی ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ماء مستعمل کی طہارت ثابت کرنا ہے اگر نجس ہوتا تو حضرت جابر رضی اللہ عنہ پر کیسے ڈالتے؟

تشریح صب علىّ من وضوئه یہاں دونوں احتمال ہیں بقیہ وضو یعنی وضو کے بعد برتن میں جو پانی باقی رہ گیا تھا اسے ڈالا، اور وہ پانی بھی مراد ہو سکتا ہے جو وضو کرنے میں اعضاء مبارکہ سے گرا یعنی ماء مستعمل۔

اور چونکہ یہاں مقصود تبرک ہے اسلئے قرین قیاس یہی ہے کہ جسم اطہر سے اتصال کرنے والا اور استعمال شدہ پانی ہی مراد ہو اگرچہ پہلے پانی میں بھی شفاء ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک ہاتھ ہر مرض کا علاج ہے

کلالہ کیا ہے کلالہ وہ میت ہے جس کی نہ اولاد ہو نہ باپ دادا۔
۲ے اور جو اس کا وارث ہوگا وہ بھی کلالہ کہلائے گا۔ نیز مال مورث پر بھی کلالہ کا اطلاق ہوتا ہے۔

باب ۱۴۲

(الغسل والوضوء فى المخضب والقدح والخشب والحجارة)

لگن، پیالے، لکڑی اور پتھر کے برتن سے وضو اور غسل کرنا

ربط ما قبل قال العينى رحمہ اللہ والمناسبة بين هٰذا الباب والابواب التى قبله ظاهرة لان الكل فيما يتعلق بالوضوء۔

۱۹۳ (حدثنا عبد الله بن منير سمع عبد الله بن بكر قال ثنا حميد عن انس قال حضرت الصلوٰة فقام من كان قريب الدار الى اهله وبقى قوم فاتى رسول الله صلى الله عليه وسلم بمخضب من حجارة فيه ماء فصغر المخضب ان يبسط فيه كفه فتوضأ القوم كلهم قلنا كم كنتم قال ثمانين وزيادة)۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ (عصر کی) نماز کا وقت آگیا تو جن لوگوں کا گھر قریب تھا وہ تو (وضو کرنے

کیلئے اپنے اپنے گھر گئے اور کچھ لوگ باقی رہ گئے (جن کا گھر دور تھا اور وضو نہ تھا) پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس پتھر کا ایک لگن لایا گیا جس میں پانی تھا لیکن وہ لگن اتنا چھوٹا تھا کہ آپؐ اپنی ہتھیلی اس میں پھیلا نہ سکے۔ مگر سب نے اس لگن سے وضو کر لیا (حمید کہتے ہیں کہ) ہم نے حضرت انسؓ سے پوچھا تم کتنے آدمی تھے؟ انہوں نے بتایا کہ اسّی سے کچھ زیادہ۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ بمخضب من حجارۃ الخ

تعدد الحدیث | مر الحدیث ۲۹ وھنا ۳۲ ویاتی ۳۳ و ۵۰۴ و ۵۰۵۔

۱۹۴ (حدثنا محمد بن العلاء قال ثنا ابو اُسامۃ عن بُرَیدٍ عن ابی بُردۃ عن ابی موسیٰ انّ النبیّ صلے اللہ علیہ وسلم دَعا بقدحٍ فیہ ماءٌ فغسَلَ یدَیہِ وَوجہَہٗ فیہِ وَمَجّ فیہ)

ترجمہ | حضرت ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک پیالہ منگوایا جس میں پانی تھا پھر آپؐ نے اس میں اپنے دونوں ہاتھ اور چہرہ کو دھویا اور اس میں کلی کی۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ دعا بقدح فیہ ماء الخ

تعدد الحدیث | والحدیث ھنا ۳۲ وسیاتی مطولاً فی المغازی ۶۲۲۔

۱۹۵ (حدثنا احمد بن یونس قال ثنا عبدُ العزیز بن ابی سلمۃ قال ثنا عَمرو بن یحییٰ عن ابیہ عبدِ اللہِ بن زیدٍ قال اَتیٰ رسُولُ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فاخرَجنا لہ ماءً فی تورٍ من صُفرٍ فتوضأ فغسل وجہَہ ثلثا ویدَیہِ مرّتین مرّتین ومَسَحَ براسِہِ فاقبلَ بِہِ وَادبَرَ وغسَل رِجلَیہِ)

ترجمہ | حضرت عبد اللہ زید سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (ہمارے یہاں) تشریف لائے ہم نے آپ کے لئے پیتل کے ایک برتن میں پانی نکالا آپؐ نے وضو کیا اور تین بار چہرہ دھویا اور دو بار ہاتھ دھوئے (کہنیوں تک) اور سر کا مسح کیا جس میں اقبال وادبار کیا اور دونوں پاؤں دھوئے (ٹخنوں تک)

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمہ فی قولہ فاخرجنا لہ ماء فی تور من صفر الخ

تعدد الحدیث | مر الحدیث مختصراً ۲۷ و ۳۱ " " تاماً ۳۲ وھنا ۳۳۔

۱۹۶ (حدثنا ابو الیمانِ قال انا شُعیبٌ عنِ الزھریِ قال اخبرنی عُبیدُ اللہِ بن عبدِ اللہِ بنِ عُتبۃَ انّ عائشۃَ قالتْ لمّا ثقُلَ النبیُّ صلے اللہ علیہ وسلم واشتَدّ بہ وَجعُہٗ استاذنَ ازواجہ فی ان یُمرَّضَ فی بیتی فاذِنّ لہ فخرج النبی

صلی اللہ علیہ وسلم بین رجلین تخط رجلاہ فی الارض بین عباس ورجل آخر قال عبید اللہ فاخبرت عبد اللہ بن عباس فقال اتدری من الرجل الآخر قلت لا قال ہو علی بن ابی طالب فکانت عائشۃ تحدث ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال بعد ما دخل بیتہ واشتد وجعہ ہریقوا علی من سبع قرب لم تحلل اوکیتہن لعلی اعہد الی الناس واجلس فی مخضب لحفصۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم طفقنا نصب علیہ تلک حتی طفق یشیر الینا ان قد فعلتن ثم خرج الی الناس)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوئے اور آپؐ کے مرض نے شدت اختیار کی تو آپؐ نے اپنی (دوسری) بیویوں سے اس بات کی اجازت لی کہ آپؐ کی تیمارداری میرے گھر میں کیجائے چنانچہ سب نے اجازت دیدی آپؐ (حضرت میمونہ رضؓ کے گھر سے) دو آدمیوں (حضرت عباس اور ایک دوسرے شخص) کے درمیان سہارا لے کر نکلے آپؐ کے دونوں پاؤں (کمزوری کیوجہ سے) زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے، عبید اللہ (راوی حدیث) نے بیان کیا کہ میں نے یہ حدیث عبد اللہ بن عباس سے بیان کی تو انہوں نے کہا کیا تم جانتے ہو وہ دوسرے شخص کون تھے؟ میں نے کہا نہیں ابن عباس نے کہا وہ علی بن ابی طالب رضؓ تھے، حضرت عائشہ رضؓ بیان فرماتی تھیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر میں (یعنی میرے حجرے میں) آگئے اور آپؐ کی بیماری شدید ہوگئی تو آپؐ نے فرمایا میرے اوپر ایسی سات مشکوں کا پانی ڈالو جن کے ڈاٹ (بند) نہ کھولے گئے ہوں شاید میں لوگوں کو وصیت کرسکوں چنانچہ آپؐ حضرت حفصہ رضؓ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ کے لگن میں بیٹھا دیئے گئے پھر ہم آپؐ پر ان مشکوں کا پانی ڈالنے لگے یہانتک کہ آپؐ ہمکو اشارہ کرنے لگے بس بس تم اپنا کام کرچکیں پھر آپؐ لوگوں کے پاس باہر تشریف لے گئے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ واجلس فی مخضب لحفصۃ الخ

تعدد الحدیث والحدیث ہنا ص۳۲ تا ۳۳۔ ویاتی ص۹۱ تا ۹۲ وفی باب انما جعل الامام لیؤتم بہ بطولہ ص۹۵ وص۳۵۲ وص۴۳۷ وفی المغازی ص۶۳۹ وص۸۵۱۔

مقصد اس باب سے امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ ان برتنوں کا استعمال جائز ہے شرط تو صرف طہارت ہے کہ برتن اور پانی پاک ہو برتن مٹی کا ہو یا لکڑی کا یا پتھر کا پھر چھوٹا برتن ہو یا بڑا برتن غسل یا وضو ہر قسم کے برتن سے کرسکتے ہیں بس اس سے ان حضرات کی تردید بھی ہوگئی جو کراہت کے قائل ہیں۔

امام بخاری رحؒ نے اس باب میں چار حدیثیں ذکر کیں جن میں مختلف قسم کے ظروف و برتنوں کا استعمال ذکر کرکے بتادیا کہ وضو ہر طرح کے برتن سے درست ہے۔

حل لغات مخضب بکسر المیم وسکون الخاء المعجمۃ وفتح الضاد المعجمۃ بمعنی لگن، کپڑا دھونے یا رنگنے کا ٹپ، برتن۔ قدح کھانے، پینے کا پیالہ جمع اقداح۔ خشب بفتح الخاء المعجمۃ لکڑی یہاں مراد لکڑی کا برتن ہے۔

تشریحات پہلی حدیث یعنی حدیث ۱۹۳ کی تشریح کیلئے ملاحظہ فرمائیے نصر الباری جلد دوم یعنی اسی جلد کی حدیث ۱۶۸ کی تشریح۔

۲ دوسری حدیث یعنی حدیث ۱۹۴ کی تشریح کیلئے ملاحظہ فرمائیے نصر الباری جلد ہشتم کتاب المغازی ص۲۹۶ حدیث ۳۳۳۔

۳ تیسری حدیث یعنی حدیث ۱۹۶ میں ہے استاذن ازواجہ الخ اسمیں اختلاف ہے کہ قسم بین الازواج (یعنی ازواج مطہرات کے درمیان عدل و برابری) آپ ﷺ پر واجب تھا یا نہیں؟ علامہ عینی رح لکھتے ہیں "الدال لالۃ علی وجوب القسم علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم والا لم یحتج الی الاستیذان عنہن (عمدہ ص۹۱/۳)

لیکن راجح قول یہ ہے کہ آپ ﷺ پر برابری واجب نہیں تھی باری دینے نہ دینے میں آپ ﷺ مختار تھے آپ ﷺ کو کلی اختیار دیدیا گیا تھا جسے چاہیں باری میں آگے پیچھے کر دیں قرآن حکیم میں ہے ترجی من تشاء منہن وتؤوی الیک من تشاء (احزاب) ان ازواج میں سے آپ جس کو چاہیں اپنے سے دور رکھیں۔ اور جس کو چاہیں اپنے سے نزدیک رکھیں۔

معلوم ہوا کہ حضور اقدس ﷺ پر ازواج میں برابری واجب نہیں تھی، آپ ﷺ کو باری دینے نہ دینے میں کلی اختیار دیدیا گیا تھا مگر آپ ﷺ نے مدت العمر اس اختیار سے کام نہیں لیا اور تبرعاً باری باری ہر ایک کے یہاں تشریف لیجاتے رہے یہاں تک کہ بیماری میں بھی، تاکہ آپ ﷺ کا عمل تمام امت کیلئے اسوہ و نمونہ بنے۔

لیکن جب شدت مرض کی وجہ سے کمزور ہو گئے تو بھی اجازت لے کر حضرت عائشہ رضی کے گھر تشریف لیگئے۔

بین عباس و رجل آخر ام المؤمنین حضرت صدیقہ رضی نے رجل آخر فرمایا حضرت علی رضی کا نام نہیں لیا؟ علامہ عینی اور علامہ قسطلانی رح فرماتے ہیں کہ ممکن ہے کہ حضرت صدیقہ رضی نے کسی بشری ناگواری کی وجہ سے حضرت علی رضی کا نام نہیں لیا (خواہ یہ وجہ ہو کہ واقعہ افک میں حضرت علی رضی نے ام المؤمنین کی صفائی و پاکدامنی کے ساتھ ساتھ یہ جملہ بھی کہدیا تھا کہ یا رسول اللہ اس کے علاوہ اور بہت عورتیں ہیں، اس کی وجہ سے حضرت صدیقہ رضی کو طبعی تکدر تھا۔ یا جنگ جمل کیوجہ سے آزردہ خاطر تھیں۔

دوسری وجہ:۔ علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ بعض روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک طرف حضرت عباس رضی تھے اور دوسری طرف کبھی فضل بن عباس اور کبھی حضرت علی رضی اور کبھی اسامہ رضی تینوں نے باری باری سہارا دیا اسلئے حضرت عائشہ رضی نے دوسری جانب کو مبہم رکھا چونکہ کوئی ایک متعین نہیں علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ وھذا الجواب احسن من الاول، مزید تشریح کیلئے نصر الباری کتاب المغازی ص۵۳۳ تا ص۵۳۴ یعنی حدیث ۴۳۹ کی تشریحات ملاحظہ فرمائیں

باب ۱۴۳

الوضوء من التور

طشت سے وضو کرنے کا بیان

۱۹۷ حدثنا خالد بن مخلد قال ثنا سليمن قال حدثني عمرو بن يحيى عن ابيه قال كان عمي يكثر من الوضوء فقال لعبد الله بن زيد اخبرني كيف رايت النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ فدعا بتور من ماء فكفأ على يديه فغسلهما ثلث مرات ثم ادخل يده في التور فمضمض واستنثر ثلث مرات من غرفة واحدة ثم ادخل يديه فاغترف بهما فغسل وجهه ثلث مرات ثم غسل يديه الى المرفقين مرتين مرتين ثم اخذ بيده ماء فمسح راسه فادبر بيديه واقبل ثم غسل رجليه فقال هكذا رايت النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ۔

ترجمہ عمرو بن یحییٰ اپنے والد یحییٰ (ابن عمارہ) سے روایت کرتے ہیں کہ یحییٰ نے بیان کیا کہ میرے چچا (عمرو بن ابی حسن) وضو میں پانی بہت بہاتے تھے تو انہوں نے (ایک دن) عبداللہ بن زید رضؓ سے کہا کہ مجھے بتلائیے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح وضو کیا کرتے تھے؟ چنانچہ انھوں نے پانی کا ایک طشت منگوایا (پہلے) اپنے ہاتھوں پر جھکایا پھر دونوں ہاتھ تین بار دھوئے پھر اپنا ہاتھ طشت میں ڈالا (پانی لے کر) کلی کی اور ناک صاف کیا ایک ہی چلو سے تین بار پھر دونوں ہاتھ طشت میں ڈال کر چلو بھر لیا اور تین بار اپنا منہ دھویا پھر دونوں ہاتھوں کو دو دو بار کہنیوں تک دھویا پھر دونوں ہاتھ سے پانی لیا اور اپنے سر کا مسح کیا چنانچہ دونوں کو سامنے سے پیچھے لے گئے پھر آگے کی طرف لائے پھر اپنے دونوں پاؤں (ٹخنوں تک) دھوئے اور فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في قوله فدعا بتور من ماء۔

تعدد الحديث مر الحديث ص۲۷ وص۳۱ ۔ ص۳۲

۱۹۸ حدثنا مسدد قال ثنا حماد عن ثابت عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم دعا باناء من ماء فاتي بقدح رحراح فيه شيء من ماء فوضع اصابعه فيه قال انس فجعلت انظر الى الماء ينبع من بين اصابعه قال انس فحزرت من توضا ما بين السبعين الى الثمانين۔

ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کا ایک برتن منگوایا تو چوڑے منہ کا ایک پیالہ لایا گیا جسمیں کچھ پانی تھا آپؐ نے اپنی انگلیاں اسمیں رکھدیں حضرت انس رضؓ کہتے ہیں کہ میں پانی کیطرف

دیکھنے لگا کہ وہ آپؐ کے انگشتہائے مبارک کے درمیان سے پھوٹ رہا ہے حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ میں نے اندازہ کیا تو ستر سے لیکر اسی آدمیوں تک نے وضو کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ دعا بإناء من ماء فاتی بقدح رحراح الخ اور یہ مطابقت اس صورت میں ہوگی جب کہ تور کے معنی کو عام رکھا جائے۔ یعنی پیالہ خواہ چھوٹا ہو یا بڑا پتھر کا ہو یا کسی اور دھات کا، چنانچہ علامہ عینیؒ بھی فرماتے ہیں کہ مطابقت غیر ظاہر ہے مگر اذا اطلق اسم التور علی القدح (عمدہ ص ۹۳)

تعدد موضعہ | مر الحدیث ص۲۹ و ص۳۲ وھنا ص۳۳ ویاتی ص۵۰۴ و ص۵۰۵۔

مقصد | یہ باب فی الباب کے قبیل سے ہے باب سابق میں نوع اور مادہ کی تعمیم کے سلسلہ میں بطور مثال مخضب قدح چند چیزوں کا ذکر کیا گیا ہے اگرچہ وہیں تور (طشت) کا بھی ذکر آگیا ہوتا تو بالاستقلال اس ترجمہ کی ضرورت نہ تھی لیکن بخاریؒ کا مقصد ترجمہ قائم کرکے کیفیت وصورت کو بتلانا ہے کہ فی التور اور من التور دونوں صورتیں درست ہیں۔ واللہ اعلم۔

اس باب کی حدیثوں پر تفصیلی مباحث گذر چکی ہیں۔

بقدح رحراح | بفتح الراء المھملۃ وہ پیالہ جس کا منہ کشادہ (چوڑا) ہو لیکن گہرائی کم ہو اور گہرائی کم ہونے کی وجہ سے پانی بہت ہی قلیل تھا۔

باب ۱۴۴
الوضوء بالمد

۱۹۹ ا حدثنا ابو نعیم قال حدثنا مسعر قال حدثنی ابن جبر قال سمعت انسا یقول کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغسل او کان یغتسل بالصاع الی خمسۃ امداد و یتوضأ بالمد)

ترجمہ | ابن جبر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنا بدن دھوتے تھے یا (یوں کہا) کہ غسل کرتے تھے ایک صاع سے لیکر پانچ مُد تک پانی سے اور ایک مد (پانی) سے وضو فرماتے تھے (مطلب یہ ہے کہ آپؐ اکثر اوقات میں ایک صاع یعنی چار مُد سے غسل فرماتے تھے لیکن کبھی کبھی پانچ مُد سے بھی غسل فرمایا ہے)۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "یتوضأ بالمد"

ربط و مقصد | باب سابق میں برتنوں کی انواع اور مواد کی تعمیم کا بیان تھا کہ وضو کیلئے کسی قسم کے برتنوں کی خصوصیت

نہیں برتن چھوٹا ہو یا بڑا، لگن ہو یا پیالہ، مٹی کا ہو یا پتھر کا تانبے کا ہو یا پیتل کا وضو ہر قسم کے برتن سے درست ہے
اب اس باب میں مقدار کا ذکر فرما رہے ہیں کہ وضو کتنے پانی سے کرنا چاہیئے، حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا معمول مقدار کے سلسلے میں کیا رہا ہے؟

تشریح | حدیث الباب سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ ایک مُد سے وضو اور ایک صاع سے لیکر پانچ مُد تک پانی سے غسل کرنے کی تھی۔

صاع اور مد | صاع اور مُد یہ دو پیمانے ہیں جن سے بہت سے شرعی احکام وابستہ ہیں جیسے صدقۃ الفطر، فدیہ اور کفارات نیز وضو اور غسل کے پانی کی مقدار۔

اسی لئے فقہائے کرام ومحدثین عظام صاع اور مُد کی بحث نہایت اہتمام سے کرتے ہیں۔

اس پر تو سب کا اتفاق ہے کہ ایک صاع چار مد کا ہوتا ہے لیکن مُد کی مقدار میں اختلاف ہے جس سے صاع کی مقدار میں بھی اختلاف ہو گیا۔

امام اعظم اور امام محمد رحمہما اللہ تعالے اور اہل عراق وفی روایۃ امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ ایک مُد دو رطل کے برابر ہے اس اعتبار سے ان کے یہاں صاع آٹھ رطل کا ہوگا اس کو صاع عراقی کہا جاتا ہے نیز صاع عمری اور صاع حجاج حجاجی بھی اسی کو کہتے ہیں۔

امام شافعی اور امام مالک رحمہما اللہ تعالے وفی روایۃ امام احمد اور امام ابویوسفؒ فی قول جدید ایک مُد ایک رطل اور تہائی رطل یعنی ایک صحیح اور ایک ثلث $1\frac{1}{3}$ رطل کا ہوتا ہے۔ لہٰذا صاع اس حساب سے پانچ رطل اور تہائی رطل یعنی پانچ صحیح اور ایک ثلث $5\frac{1}{3}$ رطل کا ایک صاع ہوتا ہے اسکو صاع حجازی کہتے ہیں۔

سب سے پہلے تو یہ ذہن نشین رہے کہ وضو اور غسل کیلئے شرعاً کوئی مقدار مقرر نہیں ہے جتنے پانی سے وضو اور غسل ہو جائے اس کا استعمال جائز ہے کیوں کہ سارے انسان ایک قسم کے نہیں ہوتے ہیں کوئی بہت لمبا اور کوئی پستہ قد (ٹھنگنا) کوئی بہت موٹا اور کوئی دبلا پھر کسی کے سر پر گھنے بال اور داڑھی گھنی اور سر منڈا داڑھی معمولی تو ظاہر ہے کہ سب کے لئے کوئی خاص مقدار مقرر نہیں کیجا سکتی ہے، نیز ایام سردی اور ایام گرمی کے اعتبار سے پانی کے استعمال میں بہت فرق ہوگا۔

چنانچہ امام نوویؒ فرماتے ہیں: اجمع المسلمون علی ان الماء الذی یجزی فی الوضوء والغسل غیر مقدر بل یکفی فیہ القلیل والکثیر اذا وجد شرط الغسل وھو جریان الماء علی الاعضاء۔
(شرح مسلم ج اول ص ۱۴۸)

البتہ یہ ضرور خیال رہے کہ اسراف (فضول پانی بہانا) اور تقتیر (اتنا کم پانی کہ کوئی عضو خشک رہ جائے) ممنوع ہے۔

دلائل شوافعؒ | حضرات شوافعؒ فرماتے ہیں کہ فدیہ کے بارے میں بخاری کی روایت ہے اَطعِم ستۃ

مساکین لکل مسکین نصف صاع"، دوسری حدیث کے الفاظ ہیں: فامرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یطعم فرقا بین ستۃ مساکین (بخاری ص۲۴۴ ج۲) پہلی حدیث کا مفہوم ہے کہ چھ مسکین کو کھانا کھلاؤ ہر مسکین کو نصف صاع (یعنی آدھا آدھا صاع اناج دید ولہذا کل تین صاع ہو گئے۔

دوسری حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعبؓ کو حکم دیا کہ ایک فرق (اناج) چھ مسکینوں کو دیدے، ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے معلوم ہوا کہ ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے جیسا کہ مسلم شریف کی روایت میں تصریح ہے واطعم فرقا بین ستۃ مساکین والفرق ثلثۃ آصع الخ (مسلم جلد اول ص۳۸۲) اور فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے اب سولہ کو تین پر تقسیم کیا جائے تو حاصل تقسیم پانچ اور ثلث ۵ ⅓ ہوگا۔ اس سے ثابت ہوا کہ ایک صاع پانچ رطل اور ثلث رطل کا ہوتا ہے۔

جواب:- جواب یہ ہے کہ یہ بات کہ فرق سولہ رطل کا ہوتا ہے یہ کسی حدیث سے ثابت نہیں لہذا ہمیں تسلیم نہیں کہ حدیث میں جو فرق ہے اس سے مراد سولہ رطل ہے زیادہ سے زیادہ بعض اہل لغت کا قول ہے جو ائمہ احناف پر حجت نہیں لانہم قدوۃ فی اللغۃ ایضا۔

حنفیہ کے دلائل

(۱) امام طحاوی رحؒ نے کتاب الزکوٰۃ فی باب وزن الصاع کم ھو، کے تحت حضرت مجاہد سے نقل کیا ہے دخلنا علی عائشۃ رضؓ فاستسقی بعضنا فاتی بعس قالت عائشۃ رضؓ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یغتسل بمثل ھذا قال مجاهد فحزرته فیما احزر ثمانیۃ ارطال تسعۃ ارطال عشرۃ ارطال (طحاوی ص۱۲۷ ج۱)۔ شک کیصورت میں عدد اقل متعین ہے اور وہ آٹھ رطل ہے۔

(۲) عن موسی الجهنی قال اتی مجاهد بقدح حزرته ثمانیۃ ارطال فقال حدثتنی عائشۃ رضؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یغتسل بمثل ھذا (نسائی ص۲۷ ج۱ فی "باب ذکر القدر الذی یکتفی به الرجل من الماء للغسل)

(۳) عن انس رضؓ قال کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضا باناء یسع رطلین ویغتسل بالصاع۔ (ابوداؤد ص۱۳ ج۱ فی "باب ما یجزی من الماء فی الوضوء، یعنی حضرت انس رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے برتن سے وضو فرماتے تھے جسمیں دو رطل پانی سماتے تھے۔ اور غسل صاع سے فرماتے تھے اور صحیحین سے آپؐ کا مد سے وضو کرنا ثابت ہے لہٰذا وہ برتن مد ہی تھا۔

امام ابو یوسفؒ کا رجوع

امام ابو یوسف رحؒ بھی اس مسئلہ میں طرفین کے موافق ہی تھے پھر حج سے واپس آنے کے بعد رجوع کر لیا۔

اس واقعہ کو علامہ عثمانی رحؒ نے فتح الملہم شرح مسلم میں نقل کیا ہے کہ امام ابو یوسف رحؒ فرماتے ہیں کہ (حج کے سفر میں) جب میں مدینہ پہنچا تو میں نے اہل مدینہ سے صاع کی مقدار دریافت کی تو انہوں نے کہا صاعنا ھذا صاع رسول اللہ صلی اللہ وسلم یعنی ہمارے یہاں جس صاع کا رواج ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا صاع ہے میں نے ان

سے پوچھا ما حجتکم فی ذلک یعنی اس بارے میں تمہاری دلیل کیا ہے؟ فقالوا نأتیک بالحجۃ غدا تو ان لوگوں نے کہا دلیل آئندہ کل پیش کرینگے، دوسرے دن صبح کے وقت تقریبًا پچاس آدمی مہاجرین وانصار کی اولاد میں سے اپنے اپنے صاع لے کر آئے ہر شخص اپنے باپ اور اہل بیت سے نقل کرتا ہے کہ یہ صاع حضورؐ کا صاع ہے پھر میں نے غور سے دیکھا تو سب برابر تھے چنانچہ میں نے ان کو ناپا (جانچا) تو وہ پانچ رطل اور ثلث رطل کے برابر پایا، امام ابو یوسفؒ فرماتے ہیں فرأیت امرا قویا فترکت قول ابی حنیفۃ رح فی الصاع فاخذت بقول اهل المدینۃ هذا هو المشهور (فتح الملہم ۱/۴۸۲) لیکن شیخ ابن ہمام نے اس واقعہ کو فتح القدیر میں روایت و درایت دونوں لحاظ سے کمزور وساقط قرار دیا ہے جس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اس واقعہ کو مجہول لوگوں سے نقل کیا گیا ہے۔ محدثین کے ضابطہ کے مطابق ایسے واقعہ سے استدلال درست نہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ ایسا عام اور شائع واقعہ جو جم غفیر کے سامنے ہوا اور امام محمدؒ کی کتابوں میں سے کسی کتاب میں ذکر نہ ہو واقعہ کے کمزوری کی دلیل ہے۔

بعض بزرگوں سے یہ بھی منقول ہے کہ امام ابو یوسفؒ نے اس مدنی صاع کو اہل مدینہ کے رطل سے تولا تو چونکہ اہل مدینہ کا رطل اہل بغداد کے رطل سے کچھ بڑا ہوتا ہے انکے رطل تیس استار کے ہوتے ہیں اور بیس استار تو آٹھ رطل بغدادی کو پانچ اور ثلث رطل مدنی سے موازنہ کرنے پر مقدار برابر ہو جاتی ہے۔

پس معلوم ہوا کہ امام ابو یوسفؒ طرفین سے الگ نہیں ہیں صرف لفظی اختلاف ہے واللہ اعلم

باب ۱۴۵

المسح علی الخفین

موزوں پر مسح کرنیکا بیان

ربط والمناسبۃ بین البابین ظاہرۃ لان کل واحد منہما فی حکم من احکام الوضوء (عمدہ)

۲۰۰ (حدثنا اصبغ بن الفرج عن ابن وھب قال حدثنی عمرو قال حدثنی ابو النضر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن بن عبد اللہ بن عمر عن سعد بن ابی وقاص عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح علی الخفین وان عبد اللہ بن عمر سأل عمر عن ذلک فقال نعم اذا حدثک شیئا سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا تسأل عنہ غیرہ وقال موسی بن عقبۃ اخبرنی ابو النضر ان ابا سلمۃ اخبرہ ان سعدا حدثہ فقال عمر لعبد اللہ نحوہ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے روایت کرتے ہیں انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کیا، اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے اس کے بارے میں (یعنی موزوں پر مسح کرنے کے متعلق) حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے کہا ہاں (آپؐ نے مسح کیا ہے) جب تم سے سعدؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث بیان کریں تو اس کے متعلق ان کے سوا کسی دوسرے آدمی سے مت پوچھو۔ اور موسیٰ بن عقبہ نے (اپنی روایت میں یوں) کہا مجھکو ابو النضر نے خبر دی ان سے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ سعد نے ان سے یہ حدیث بیان کی تو حضرت عمرؓ نے (اپنے صاحبزادہ) عبداللہ بن عمر سے ایسا ہی کہا (ای نحو قوله فی الروایۃ السابقۃ اذا حدثک شیئا سعد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم فلا تسأل عنه غیره)

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ واضحۃ فی قوله مسح علی الخفین" اخرجه النسائی ص۱۶ ۱

۲۰۱ (حدثنا عَمْرُو بن خالِدِ الحرّانیُّ قال ثنا اللیثُ عن یحییَ بن سعیدٍ عن سعدِ بنِ ابراهیمَ عن نافع بنِ جُبَیرٍ عن عُروۃَ بنِ المغیرۃِ عن ابیهِ المغیرۃِ بنِ شعبۃَ عن رسُولِ اللهِ صلی الله علیه وسلم انّه خرجَ لِحاجتِه فاتبعهُ المغیرۃُ باداوۃٍ فیها ماءٌ فصبَّ علیه حینَ فرغ مِن حاجتِه فتوضأ ومسحَ علی الخُفّین)

ترجمہ عروہ بن مغیرہ اپنے والد حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے اور حضرت مغیرہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ رفع حاجت کیلئے نکلے تو حضرت مغیرہؓ پانی کا ایک برتن لے کر آپؐ کے پیچھے گئے جب آپؐ حاجت سے فارغ ہوئے تو مغیرہ نے آپؐ پر پانی ڈالا اور آپؐ نے وضو کیا اور موزوں پر مسح کیا۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قوله ومسح علی الخفین.

تعدد موضعه مر الحدیث ص۳ وهنا ص۳۳ ویاتی ایضا ص۳۳ وص۵۲ وص۵۶ وص۴۰۹ وفی المغازی ص۶۳۷ وفی اللباس ص۸۶۳ ایضا متصلا ص۸۶۳ واخرجه مسلم ص۱۳۳ والنسائی ص۱۶ وابوداؤد ص۲۰.

۲۰۲ (حدثنا ابو نعیم قال ثنا شَیبانُ عن یحییٰ عن ابی سلمۃَ عن جعفرِ بنِ عمرِو بنِ امیّۃَ الضمریّ انّ اباهُ اخبرهُ انّه رای رسُولَ اللهِ صلی الله علیه وسلم یمسحُ علی الخفّینِ وتابعهُ حربٌ وابانُ عن یحییٰ)

ترجمہ حضرت عمرو بن امیہ ضمریؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔ اس حدیث کی متابعت حرب اور ابان نے یحییٰ سے کی ہے (یعنی شیبان کے ساتھ اس حدیث کو حرب اور ابان نے بھی یحییٰ سے روایت کیا)

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "یمسح علی الخفین،

تعدد موضعہ | والحدیث ھنا ص۳۳ ویاتی متصلا ص۳۳

۲۰۳ (حدثنا عبدان قال انا عبد اللہ قال اخبرنا الاوزاعیؒ عن یحییٰ عن ابی سلمۃ عن جعفر بن عمرو بن امیۃ عن ابیہ قال رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم یمسح علی عمامتہ وخفیہ وتابعہ معمر عن یحییٰ عن ابی سلمۃ عن عمرو قال رایت النبی صلے اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ | جعفر بن عمرو اپنے والد عمرو بن امیہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمرو بن امیہ رضؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اپنے عمامے اور اپنے موزوں پر مسح کرتے ہوئے دیکھا۔ اس حدیث کو معمر نے بھی یحییٰ سے روایت کیا انھوں نے ابوسلمہ سے انہوں نے عمرو بن امیہ سے عمرو بن امیہ نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے (یعنی اس حدیث میں معمر نے اوزاعی کی متابعت کی ہے)

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ یمسح علی عمامتہ وخفیہ،

تشریحات | جمہور علماء اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے کہ خفین (چرمی موزے) پر مسح جائز و درست ہے امام نوویؒ لکھتے ہیں کہ اجماع میں جن لوگوں کا قول معتبر ہوسکتا ہے ان سب کا اجماع اور اتفاق ہے کہ مسح علی الخفین علی الاطلاق جائز ہے خواہ سفر ہو یا حضر، کسی ضرورت کی وجہ سے ہو یا بلا ضرورت، یہاں تک کہ اس عورت کیلئے بھی مسح علی الخفین جائز ہے جو صرف گھر میں رہتی ہے البتہ شیعہ وخوارج نے اس کا انکار کیا ہے لیکن ان کا اختلاف قابل اعتبار نہیں ہے (شرح مسلم ص۱۳۲)

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں وقال صاحب البدائع المسح علی الخفین جائز عند عامۃ الفقہاء وعامۃ الصحابۃ الاشیئا (عمدہ)

دوسری سطر میں فرماتے ہیں: روی عن الحسن البصری رحؒ الخ یعنی حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ میں نے ستر بدری صحابہ کو پایا سب کے سب مسح علی الخفین کا اعتقاد رکھتے تھے اسی وجہ سے امام اعظم ابوحنیفہؒ اس (مسح علی الخفین) کو اہل سنت والجماعت کی شناخت و علامت جانتے تھے اور فرماتے تھے نحن نفضل الشیخین ونحب الختنین ونری المسح علی الخفین، یعنی ہم لوگ شیخین (ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو سب صحابہ سے افضل سمجھتے ہیں اور ختنین (حضرت علی و عثمان رضی اللہ عنہما) سے محبت کرتے ہیں اور مسح علی الخفین کو جائز سمجھتے ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں ما قلت بالمسح حتی جاء فی مثل ضوء النہار (عمدہ) یعنی میں اس وقت تک مسح خفین کا قائل نہیں ہوا جب تک کہ دن کی روشنی کیطرح اس کے دلائل میرے سامنے نہیں آگئے۔

علامہ قسطلانیؒ فرماتے ہیں وقد قال الکرخیؒ اخاف الکفر علی من لایری المسح علی الخفین (قس)

نیز فرماتے ہیں وقد صرح جمع من الحفاظ بتواترہ وجمع بعضهم رواته فجاوز الثمانين منهم العشرة المبشرة (فس ص۳۰۶ ج۱) پس معلوم ہوا کہ مسح علی الخفین کے روایات واحادیث حد شہرت بلکہ حد تواتر کو پہونچی ہوئی ہیں اسلئے ان سے زیادۃ علی الکتاب جائز ہے۔

باب کی پہلی حدیث

ان عبد اللہ بن عمر رضہ یہاں اس روایت میں اختصار ہے واقعہ کی تفصیل اسطرح ہے کہ جب حضرت سعد بن ابی وقاص رضہ کوفہ کے حاکم (گورنر) تھے تو حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کوفہ پہنچے اور انہوں نے جب حضرت سعد رضہ کو خفین پر مسح کرتے دیکھا تو فوراً اعتراض کر دیا، حضرت سعد رضہ نے فرمایا میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو خفین پر مسح کرتے دیکھا ہے اور جب آپ مدینہ جائیں تو اپنے والد حضرت عمر رضہ سے دریافت کرلیں۔ پھر کسی مجلس میں یہ تینوں حضرات جمع ہوئے تو حضرت سعد رضہ نے حضرت ابن عمرؓ کو یاد دلایا کہ اس وقت حضرت عمر رضہ سے دریافت کرلو چنانچہ دریافت کیا تو حضرت عمر رضہ نے دو باتیں ارشاد فرمائیں اولاً تو تم فرمایا کہ سعد رضہ نے جو کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسح علی الخفین فرمایا ہے وہ درست ہے دوسری بات بطور قاعدہ کلیہ کے ارشاد فرمایا اذا حدثك شيئا سعد الخ جب سعد رضہ تم سے کوئی حدیث نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے بیان کریں تو پھر اس کے بارے میں کسی دوسرے سے مت پوچھو یعنی ان پر مکمل اعتماد کرو۔

اشکال وجواب

یہاں ایک اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضہ قدیم الاسلام ہیں اور حضرت ابوہریرہؓ کے بعد تمام صحابہ میں سب سے زیادہ کثیر الروایۃ ہیں پھر مسح علی الخفین میں خلجان کیوجہ کیا تھی؟ حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں:۔

يحتمل ان يكون ابن عمر انما انكر المسح في الحضر لا في السفر	یعنی احتمال ہے کہ ابن عمر رضہ نے حضر (اقامت میں مسح علی الخفین کا انکار کیا سفر میں نہیں (فتح الباری)

مطلب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضہ نے حضور اقدس ص کو سفر میں موزوں پر مسح کرتے دیکھا تھا اسلئے احتمال ہے کہ حضرت ابن عمر رضہ مسح علی الخفین کو سفر کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہوں، چنانچہ مصنف ابن ابی شیبہ اور بعض دوسری کتابوں میں عبد اللہ بن عمر رضہ کا ارشاد موجود ہے کہ میں نے خود حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر میں پانی سے خفین پر مسح کرتے دیکھا، اب جب اقامت کیحالت میں سعد رضہ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا تو انپر اعتراض کردیا۔

دوسری وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ حضرت ابن عمر رضہ بھی بعض دوسرے صحابہ کی طرح یہ سمجھتے ہوں کہ موزوں پر مسح سورہ مائدہ کی آیت وضو کے بعد منسوخ ہوگیا ہے جیسا کہ حضرت جریر بن عبد اللہ رضہ کے مسح علی الخفین پر بعض صحابہ کرام کو اشکال پیش آیا تھا۔ ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت جریر رضہ نے پیشاب کے بعد وضو میں مسح علی الخفین کیا تو بعض حضرات نے اسپر اعتراض کیا تو جریر رضہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو مسح علی الخفین کرتے دیکھا ہے پھر میں کیوں نہ کروں اس پر معترضین نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل سورۂ مائدہ کے نزول سے پہلے تھا اس کے جواب میں حضرت جریر رضہ نے فرمایا۔

مااسلمت الابعد نزول المائدۃ۔ میں تو نزول مائدہ کے بعد ہی اسلام لایا ہوں۔ مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس ﷺ کا یہ عمل (مسح علی الخفین) سورہ مائدہ کی آیت وضو کے نزول سے پہلے بھی تھا مجھے اس میں کوئی شک نہیں لیکن میں نے آیت وضو کے نزول کے بعد بھی حضور ﷺ کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔

واضح رہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا اسلام رمضان المبارک سنہ ۱۰ھ میں ہے جب کہ آیت وضو کا نزول برسہا برس قبل ہوچکا تھا۔

باب کی دوسری حدیث اس روایت میں حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک کا ایک واقعہ نقل کر رہے ہیں۔ یہ غزوہ بماہ رجب سنہ ۹ھ میں ہوا ہے جس کی تفصیل کیلئے احقر کی نصر الباری کتاب المغازی ص۴۸۹ تا ص۵۱۵ ملاحظہ فرمائیے۔

حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے لئے تو مغیرہ سے پانی لانے کیلئے فرمایا چنانچہ حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ پانی لے کر ساتھ ہو لئے۔ جب آپ قضاء حاجت سے فارغ ہو گئے تو حضرت مغیرہ رضی اللہ عنہ نے وضو کرایا یہ پانی ڈالتے جاتے تھے اور حضور ﷺ وضو فرماتے جاتے تھے اس وضو میں آپ ﷺ نے موزوں کا مسح کیا۔

اسمیں ان لوگوں کا رد ہے جو مسح علی الخفین کو سورہ مائدہ کی آیت وضو سے منسوخ سمجھتے ہیں کیوں کہ یہ آیت سنہ ۵ھ غزوہ مریسیع میں نازل ہوئی تھی اور یہ واقعہ (مسح علی الخفین کا) غزوہ تبوک میں پیش آیا۔ جو سنہ ۹ھ کا واقعہ ہے: وفیہ الرد علی من زعم ان المسح علی الخفین منسوخ بآیۃ "الوضوء التی فی المائدۃ" لانھا نزلت فی غزوۃ المریسیع وکانت ھذہ القصۃ فی غزوۃ تبوک وھی بعدھا باتفاق (فتح الباری ص۲۴۶ ج۱)

البتہ موزوں پر مسح صحیح ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ موزے پہننے کے وقت پاؤں پر حدث نہ ہو بہتر تو یہ ہے کہ ترتیب سے باضابطہ کامل وضو کر کے موزے پہنے لیکن اگر پاؤں دھو کر موزہ پہن لیا بعد میں حدث لاحق ہونے سے پہلے وضو کی تکمیل کر لی تو عند الاحناف وضو درست ہے۔

باب کی تیسری حدیث عمرو بن امیہ ضمری کا بیان ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو موزوں پر مسح کرتے دیکھا ہے۔

باب کی چوتھی حدیث اس حدیث میں دو مسئلے ہیں (۱) مسح علی العمامہ، (۲) مسح علی الخفین۔ مسئلہ (۲) یعنی مسح علی الخفین کا بیان گزر چکا۔ مسئلہ (۱) مسح علی العمامہ ہے جو مختلف فیہ بین الائمہ ہے۔

اقوال ائمہ امام اعظم ابو حنیفہ، امام مالک، امام شافعی، سفیان ثوری اور ابن مبارک وغیرہ رحمہم اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ مسح راس کا فریضہ صرف عمامہ پر مسح کرنے سے ادا نہیں ہوگا۔ امام ترمذی رح لکھتے ہیں: وقال غیر واحد من اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم والتابعین لا یمسح علی العمامۃ الا ان یمسح برأسہ مع العمامۃ وھو قول سفیان الثوری ومالک بن انس وابن المبارک والشافعی رحمھم اللہ (ترمذی اول ص۱۵) علامہ عینی لکھتے ہیں کہ وقال عروۃ والنخعی والشعبی والقاسم ومالک والشافعی و

اصحاب الرای لایجوز المسح علیہا (عمدۃ جلد ثالث ص۱۰۱)

امام نووی رح فرماتے ہیں ولو اقتصر علی العمامۃ ولم یمسح شیئا من الراس لم یجزہ ذلک عندنا بلاخلاف وھو مذھب مالک وابی حنیفۃ واکثر العلماء رحمہم اللہ تعالیٰ (شرح مسلم جلد اول ص۱۳۴)

(۲) امام احمد، امام اوزاعی، اسحاق اور ابوثور رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ بجائے مسح راس کے مسح علی العمامہ پر اکتفا جائز ہے یعنی صرف عمامہ پر مسح کرنے سے بھی فرض ادا ہو جائے گا.

ان حضرات کی دلیل ایک تو یہی حدیث الباب (یعنی باب کی چوتھی حدیث حضرت عمرو بن امیہ رضؓ کی) ہے اس کے علاوہ ان حضرات (قائلین جواز) کا استدلال حضرت بلال رضؓ کی روایت سے ہے. جس کی تخریج امام ترمذی رحؒ نے کی ہے (ترمذی اوّل ص۱۵ نیز مسلم اول ص۱۳۴)

تیسری دلیل حضرت ثوبان رضؓ کی حدیث ہے (رواہ ابوداؤد ص۱/۱۹)

دلائل جمہور

۱. ارشاد ربّانی وامسحوا برؤسکم میں صراحتہً مسح راس کا حکم ہے جو فرض قطعی ہے عمامہ کو سر نہیں کہہ سکتے. اس سے معلوم ہو گیا کہ ہاتھ کی تری بلاحائل سر پر پہونچ جانی چاہیئے ورنہ مسح راس کا فریضہ ادا نہ ہو گا.

۲. مسح راس کا حکم سنّت متواترہ سے ثابت ہے ان کے مقابلہ میں جن اخبار آحاد سے مسح عمامہ ثابت ہے وہ ظنی ہیں ان کیوجہ سے قطعی حکم کو چھوڑا نہیں جا سکتا.

۳. احادیث مسح علی العمامہ میں دوسرا احتمال بھی ہے جیساکہ عنقریب معلوم ہوگا تو متیقن کو محتمل کی وجہ سے چھوڑا نہیں جا سکتا بلکہ محتمل کو متیقن کیطرف راجع کیا جائے گا.

احادیث مسح علی العمامہ کے توجیہات وجوابات

۱. مسح عمامہ سے متعلق جتنی احادیث وارد ہوئی ہیں ان سب کے متعلق محدث شہیر حافظ ابن عبدالبر رحؒ نے فرمایا ہے:

روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ مسح علی عمامتہ من حدیث عمرو بن امیۃ وبلال والمغیرۃ وانس کلہا معلولۃ وخرج البخاری حدیث عمرو وقد بینا فساد اسنادہ فی کتاب الاجوبۃ عن المسائل المستغربۃ من البخاری (فتح الملہم ج۱ ص۴۳۶)

عمرو بن امیہ، بلال، مغیرہ اور انس رضی اللہ عنہم سے مروی ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے عمامہ پر مسح کیا وہ سب معلول ہیں اور امام بخاری رحؒ نے جو حدیث عمرو (ابن امیہ) کی روایت ذکر کی ہے اسکا فساد اسناد ہم نے اپنی کتاب "الاجوبۃ عن المسائل المستغربۃ من البخاری" میں بیان کیا ہے.

(شرح المواہب للزرقانی، فتح الملہم، معارف السنن)

۲. امام محمد رحؒ فرماتے ہیں کہ ہمیں امام مالک رحؒ نے حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے خبر دی ہے کہ جب ان سے مسح عمامہ کے متعلق سوال کیا گیا تو حضرت جابر رضؓ نے جواب دیا لاحتی یُمِسَّ الشعرَ الماءُ یعنی جب تک بالوں کو پانی نہ چھولے

مسح درست نہ ہوگا۔

اس سے معلوم ہوا کہ عمامہ پر مسح کافی نہیں کیوں کہ قرآن حکیم میں مسح راس کا حکم ہے جو فرض ہے حضرت جابرؓ کا یہ فتوی بالکل قرآن حکیم کے موافق ہے۔

۳ عمامہ سے مراد ما تحت العمامہ ہے جیسا کہ ابوداؤد میں حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں تصریح ہے: فادخل یدہ من تحت العمامۃ فمسح مقدم راسہ فلم ینقض العمامۃ (ابوداؤد ص۱۹ تا ۲۰) اس سے معلوم ہوا کہ اگر عمامہ اتارے بغیر عمامہ کے نیچے سے بقدر فرض سر پر مسح کر لیا جائے تو وضو درست ہو جائے گا اور بلا شبہ اس وضو سے نماز بھی درست ہوگی۔

مولانا انور شاہ کشمیریؒ فرماتے ہیں امام بخاریؒ نے اگرچہ مسح عمامہ کی حدیث عمرو بن امیہ ضمری سے تخریج کی ہے مگر اس پر مستقل ترجمہ قائم نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ان کے نزدیک کچھ ضعف ہوگا کیونکہ امام بخاریؒ کی عادت ہے کہ اگر کوئی حدیث قوی ہو اور اس میں کوئی لفظ ایسا ہو جس میں ان کو تردد ہو تو اس حدیث کو صحیح بخاری میں ذکر تو کر دیتے ہیں مگر اس لفظ متردد فیہ پر باب قائم نہیں کرتے ہیں نہ اس سے مسئلہ نکالتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ ان کو مسح علی العمامہ میں تردد ہے۔

نیز علامہ نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں مسح علی العمامہ پر کوئی باب قائم نہیں کیا ہے۔

اب یہاں ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ بقدر فرض سر پر مسح کر لینے کے بعد سنت استیعاب حاصل کرنے کیلئے باقی مسح عمامہ پر کرنے سے سنت استیعاب حاصل ہوگی یا نہیں؟

حضرات شوافعؒ کے یہاں سنت استیعاب حاصل ہو جاتی ہے جیسا کہ امام نووی شافعیؒ نے تصریح کی ہے لیکن حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک سنت استیعاب حاصل نہ ہوگی گرچہ بعض بزرگوں کے اقوال سنت استیعاب کے حصول کی طرف اشارہ ہے واللہ اعلم

مزید تفصیل کے لئے اعلاء السنن و معارف السنن دیکھئے۔

باب ۱۴۶

اذا ادخل رجليه وهما طاهرتان

جب کسی نے اپنے دونوں پاؤں کو موزے میں اسوقت داخل کیا جبکہ وہ (دونوں پاؤں حدث سے) پاک ہوں

ربط ما قبل | قال العینیؒ والمناسبۃ بین البابین ظاهرة لان کلا منهما فی حکم المسح علی الخفین۔

۲۰۴ (حدثنا ابو نعیم قال ثنا زکریا عن عامر عن عروة بن المغيرة عن ابيه

قال کنت مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم فی سفرٍ فاھویتُ لِاَنزِعَ خُفّیهِ فقال دَعهُما فانی اَدخلتهُما طاھرتین فسمحَ علیھما)

ترجمہ حضرت مغیرہ (ابن شعبہ رضؓ) فرماتے ہیں کہ میں ایک سفر میں (یعنی غزوہ تبوک کے سفر میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا (آپؐ وضو کر رہے تھے) میں جھکا کہ آپؐ کے موزے اتارلوں تو آپؐ نے فرمایا انہیں رہنے دو کیوں کہ میں نے انہیں پاکی کیحالت میں داخل کیا ہے۔ (یعنی موزے پہنتے وقت میرے دونوں پاؤں پاک تھے) پھر آپؐ نے ان پر مسح کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ ادخلتہما طاھرتین۔

تعدد موضعہ من الحدیث منہ ۳۰ وصہ ۳۳ وباقی صہ ۵۲ وصہ ۵۶ وصہ ۴۰۹ وفی المغازی صہ ۶۳۷ وصہ ۸۶۳۔

تشریح یہ حدیث گذرچکی ہے یعنی باب سابق باب صہ ۱۴۵ کی دوسری حدیث میں گذرچکا ہے کہ یہ غزوہ تبوک کا واقعہ ہے اس حدیث کا اصل مسئلہ بھی بعنوان "باب کی دوسری حدیث" کے تحت گذرچکا ہے

حدیث الباب یعنی حدیث ۲۰۴ سے معلوم ہوا کہ اگر دونوں پاؤں کے پاک ہونے کی حالت میں چرمی موزے پہنے جائیں تو ان پر مسح درست ہے بشرطیکہ حدث لاحق ہونے سے پہلے وضو کی تکمیل کرلے کما مر اس پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ خفین پر مسح صحیح ہونے کیلئے قدمین کا نجاست حقیقی و حکمی دونوں سے پاک ہونا شرط ہے صرف داؤد ظاہری کہتے ہیں کہ جواز مسح کیلئے طہارت من الانجاس کافی ہے یعنی قدمین پر صرف نجاست حقیقی نہ ہو اور موزے پہن لیے جائیں تب بھی ان پر مسح جائز ہوگا۔ نجاست حکمی سے پاک ہونا ضروری نہیں۔

حضرات شوافعؒ کے نزدیک وضو میں ترتیب فرض ہے اسلئے اگر کوئی شخص پہلے صرف پاؤں دھوکر موزے پہن لیتا ہے اور اس کے بعد وضو مکمل کرتا ہے تو سقوط ترتیب کی وجہ سے شوافعؒ کے نزدیک کافی نہیں بلکہ جواز مسح کیلئے ضروری ہے پورا وضو کرکے پھر موزے پہنے۔

اور احنافؒ کے نزدیک وضو میں ترتیب فرض نہیں اسلئے اگر کوئی صرف دونوں پاؤں دھوکر موزے پہن لے اور بعد میں حدث سے پہلے وضو مکمل کرے تو حنفیہ کے نزدیک مسح کیلئے کافی ہے مگر احسن واجب صورت وہی ہے کہ پورا وضو کرکے موزے پہنے اور الحمد للہ حنفیہ کا عمل بھی اسی پر ہے مگر نفس جواز واباحت کی گنجائش نکلتی ہے اور امام بخاریؒ کے ترجمۃ الباب سے امام بخاریؒ کا رجحان بھی حنفیہ ہی کے موافق معلوم ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

بَاب ۱۴۷ مَن لَم یَتَوَضَّأ مِن لَحمِ الشَّاۃِ وَالسَّوِیقِ وَاَکَلَ اَبُوبَکرٍ وَعُمَرُ وَعُثمَانُ رَضِیَ اللہُ عَنھُم لَحمًا فَلَم یَتَوَضَّؤا۔ صہ ۳۴

بکری کا گوشت اور ستو کھاکر وضو نہ کرنا اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم

گوشت کھایا (پھر نماز پڑھی) اور وضو نہیں کیا۔

ربط ماقبل | وجہ المناسبۃ بین البابین ظاہر لان اکثر ھذہ الابواب فی احکام الوضوء۔

۲۰۵ (حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال انا مالک عن زید بن اسلم عن عطاء بن یسار عن عبد اللہ بن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضأ)

ترجمہ | حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بکری کا شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ اکل کتف شاۃ ثم صلی ولم یتوضأ۔

تعدد موضعہ | والحدیث ھنا ص۳۴ ویاتی ص۸۱۳ تا ص۸۱۴ ورواہ مسلم ص۱۵۷۔

۲۰۶ (حدثنا یحیی بن بکیر قال ثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب قال اخبرنی جعفر بن عمرو بن امیۃ ان اباہ اخبرہ انہ رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم یحتز من کتف شاۃ فدعی الی الصلوۃ فالقی السکین فصلی ولم یتوضأ)

ترجمہ | حضرت عمرو بن امیہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ بکری کا شانہ کاٹ کاٹ کھا رہے ہیں پھر آپ نماز کیلئے بلائے گئے تو آپ نے چھری ڈال دی اور نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ یحتز من کتف شاۃ الخ

تعدد موضعہ | والحدیث ھنا ص۳۴ ویاتی ص۹۳ وص۴۰۹ وص۸۱۴ ایضا ص۸۱۵ وص۸۲۱ واخرجہ مسلم ص۱۵۶

مقصد ترجمہ | امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد وضو مماست النار کا حکم بیان کرنا ہے کہ آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو واجب نہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس مسئلے کو بیان کرنے کیلئے ترجمۃ الباب میں دو چیزیں ذکر کی ہیں گوشت[1] اور ستو[2]، اور ان دونوں کا تعلق آگ سے ہے گوشت کا آگ سے پکنا تو ظاہر ہے اور ستو بھی بھنے ہوئے گیہوں یا بھنے ہوئے جو سے تیار ہوتا ہے اس لئے یہ دونوں مماست النار میں داخل ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بتلا دیا کہ گوشت کھانے سے وضو لازم نہیں ہوتا اور بطور دلیل خلفاء راشدین کا عمل پیش کر دیا کہ ابو بکر و حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم نے گوشت کھایا اور وضو نہیں کیا، اور ظاہر ہے کہ جب گوشت سے شرعی وضو لازم نہیں جسمیں دسومت وچکناہٹ ہے تو اس سے کم درجہ کی چیزیں جن میں چکناہٹ نہیں جیسے ستو وغیرہ ان کے کھانے سے بطریق اولیٰ شرعی وضو لازم نہ ہوگا۔

اس ترجمہ کے انعقاد کی وجہ یہ ہے کہ بعض احادیث میں آیا ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

کی روایت مسلم ص۱۵۶ اور ابوداؤد ص۲۵ اور ترمذی ص۱۲ میں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہے: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الوضوء مما مست النار ولو من ثور اقطٍ.
بہر حال وضو مما مست النار کے بارے میں صحابہؓ کے ابتدائی دور میں اختلاف تھا لیکن جمہور کا یہ فیصلہ ہے کہ بعد میں یہ منسوخ ہوگیا، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: ھذا الخلاف الذی حکیناہ کان فی الصدر الاول ثم اجمع العلماء بعد ذالک علی انہ لا یجب الوضوء باکل ما مستہ النار (شرح نووی ص۱۵۶) یہی جمہور علماء وائمہ اربعہ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کا مذہب ہے کہ آگ سے پکی ہوئی چیز کے کھانے سے شرعی وضو واجب نہیں.
جمہور کیطرف سے الوضوء مما مست النار اور اس جیسی روایات کے تین مختلف توجیہات بیان کئے گئے ہیں.
(۱) وضو مما مست النار کا حکم منسوخ ہے اور اسکی دلیل ابوداؤد میں حضرت جابرؓ کی روایت ہے قال کان اخر الامرین من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ترک الوضوء.
(۲) وضو کا حکم استحباب پر محمول ہے نہ کہ وجوب پر کیوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے وضو بھی ثابت ہے. اور ترک وضو بھی اور یہ استحباب کی شان ہے.
(۳) مراد وضوء لغوی ہے یعنی ہاتھ منہ دھونا، کلی کرنا، اسکی دلیل ترمذی جلد ثانی کتاب الاطعمہ باب ما جاء فی التسمیۃ علی الطعام میں حضرت عکراش بن ذویب رضؓ کی روایت ہے جسمیں وہ ایک دعوت کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں. ثم اتینا بماء فغسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یدیہ ومسح ببلل کفیہ وجہہ وذراعیہ وراسہ وقال یا عکراش ھذا الوضوء مما غیرت النار (ترمذی ص۲)
البتہ امام احمدؒ فرماتے ہیں کہ اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو واجب ہوجاتا ہے. اور بظاہر امام بخاریؒ کا رجحان ومیلان بھی اونٹ کے گوشت میں مذہب حنابلہ کیطرف ہے جس پر قرینہ یہ ہے کہ من لم یتوضا مما مست النار جیسی مختصر عبارت چھوڑ کر من لم یتوضا من لحم الشاۃ والسویق لایا ہے واللہ اعلم

(بابٌ مَن مَضْمَضَ مِنَ السَّوِيقِ ولم يَتَوَضَّأ) ۳۴

جس شخص نے ستو کھانے کے بعد کلی کی اور وضو نہیں کیا

۲۰۷ (حدثنا عبدُ اللہ بن یُوسُفَ قال اَنا مالکٌ عن یحیی بن سعیدٍ عن بُشَیرِ بن یسارٍ مولی بنی حارثۃَ اَنّ سُوَیدَ بنَ النعمانِ اَخبرَہٗ اَنّہ خرجَ مع رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامَ خیبرَ حتی اِذا کانوا بالصَّھباءِ وھی ادنیٰ خیبرَ فصلّی العصرَ ثمّ دعا بالازوادِ فلم یُوتَ اِلّا بالسَّوِیقِ فامرَ بہٖ فثُرِّیَ فاکلَ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم واکلنا ثم قام الی المغرب فمضمض و مضمضنا ثم صلے ولم یتوضاء)

ترجمہ حضرت سوید بن نعمان رضؓ نے بیان کیا کہ فتح خیبر والے سال وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے حتیٰ کہ جب صہباء میں پہونچے جو ایک مقام ہے خیبر کے نشیب میں (مدینہ کی طرف) تو آپؐ نے عصر کی نماز پڑھی پھر آپؐ نے توشے منگوائے تو سوائے ستو کے اور کچھ حاضر نہیں کیا جاسکا چنانچہ آپؐ نے حکم دیا تو وہ بھگو دیا گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھایا اور ہم لوگوں نے بھی کھایا اس کے بعد مغرب کی نماز کیلئے کھڑے ہو گئے آپؐ نے کلی کی اور ہم سب نے بھی کلی کی پھر آپؐ نے نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ فمضمض ومضمضنا الخ

تعدد موضعہ والحدیث ھنا ص۳۳ ویاتی ایضا ص۳۴ وص۲۱۸ وفی المغازی ص۶۰۰ ایضا ص۶۰۳ وص۸۱۲ وص۸۲۰۔

۲۰۸ (حدثنا اصبغ قال انا ابن وھب قال اخبرنی عمرو عن بکیر عن کریب عن میمونۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم اکل عندھا کتفا ثم صلی ولم یتوضا)

ترجمہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے (بکری کا) شانہ کھایا پھر نماز پڑھی اور وضو نہیں کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ بظاہر ترجمۃ الباب سے اس حدیث کی مطابقت نہیں ہے؟
اس اشکال کا جواب علامہ عینیؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ کاتب کی غلطی سے یہ حدیث مذکور ہے اس حدیث میمونہ رضؓ کا محل باب سابق ہے چنانچہ اصل نسخوں میں یہ حدیث باب سابق (یعنی من لم یتوضا من لحم الشاۃ والسویق) ہی کے تحت لکھی ہوئی ہے۔ دوسرا جواب شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا ہے یہ باب در باب، کے احوال پر باب سابق ہی کا جزو ہے مستقل علیحدہ باب نہیں ہے صرف ایک جدید فائدہ کیلئے باب قائم کر دیا کہ بجائے وضو کے مضمضہ بھی ہو سکتا ہے یعنی مما مست النار سے جو وضو منقول ہے اس سے وضوء لغوی کلی مراد ہے۔

دوسرا فائدہ حدیث میمونہ رضؓ کو یہاں ذکر کرنے سے یہ بھی ہوا کہ مضمضہ کا بھی ذکر یہاں نہیں ہے اور واقعہ بھی یہی ہے کہ ستو ہو یا گوشت اور دیگر چیزوں کے کھانے پر مضمضہ ضروری و لازمی چیز نہیں ہے۔ اگر منہ صاف ہو مثلاً ستو کھانے کے کچھ دیر کے بعد نماز کا موقع ہوا کہ منہ میں ستو کا بالکل اثر نہیں یا گوشت کھا کر اتنی تاخیر کی کہ چکناہٹ ختم ہوگئی تو کلی کے بغیر بھی نماز درست ہے۔

باب ۱۴۹
(هل يمضمض من اللبن)
کیا دودھ پینے کے بعد کلی کرے

۲۰۹ (حدثنا يحيى بن بكير وقتيبة قالا حدثنا الليث عن عقيل عن ابن شهاب عن عبيد الله بن عبد الله بن عتبة عن ابن عباس ان رسول الله صلى الله عليه وسلم شرب لبنا فمضمض فقال ان له دسما تابعه يونس وصالح بن كيسان عن الزهري)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا پھر کلی کی اور فرمایا کہ دودھ میں چکنائی ہوتی ہے عقیل کے ساتھ اس حدیث کو یونس اور صالح بن کیسان نے بھی زہری سے روایت کیا ہے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة ظاهرة في شرب لبنا فمضمض۔

تعدد موضع والحديث هنا ص۳۴ ويأتي في الاشربة ص۸۳۹۔

تشریح حدیث میں صاف مذکور ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ نوش فرمایا اور کلی فرمائی پھر ترجمہ میں لفظ هل لانے کی کیا ضرورت رہی؟ جواب یہ ہے کہ ابوداؤد میں حضرت انس بن مالک کی روایت ہے کہ حضور اقدس نے دودھ نوش فرمایا اور کلی نہیں کی (ابوداؤد ص۲۶ باب الرخصۃ فی ذالک)

امام بخاری نے لفظ هل بڑھا کر اسی باریکی کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ حدیث مذکور میں کلی کرنے کی وجہ وعلت کی تصریح ہے "ان له دسما" اس سے یہ صاف ہو گیا کہ کلی کرنے کی ضرورت صرف چکناہٹ کی وجہ سے ہے اور جس دودھ میں چکناہٹ نہ ہو تو کلی کی بھی ضرورت نہیں۔ نیز اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی صاف ہو گیا کہ مامست النار (آگ سے پکی ہوئی چیزوں) کے استعمال سے وضو اس طرح ہوتا ہے یعنی کلی کر کے منہ صاف کرنا، وضو شرعی کا تعلق خروج سے ہے نہ کہ دخول سے۔

باب ۱۵۰ الوضوء من النوم ومن لم ير من النعسة والنعستين او الخفقة وضوءً

نیند سے وضو کرنے کا بیان، اور جن لوگوں نے ایک دو بار کی اونگھ یا نیند کا ایک جھونکا لینے سے وضو واجب نہیں سمجھا۔

ربط ما قبل | والمناسبة بين هذا الباب وبين الباب الذي قبله من حيث ان كلا منهما مشتمل على حكم من احكام الوضوء۔

مقصد | امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ نوم نہ مطلقاً ناقض وضوء ہے اور نہ مطلقاً غیر ناقض ہے مطلب یہ ہے کہ بخاری رح جمہور کی موافقت کر رہے ہیں جسکی تفصیل آرہی ہے۔

۲۱۰ حدثنا عبد الله بن يوسف قال انا مالك عن هشام عن ابيه عن عائشة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اذا نعس احدكم وهو يصلي فليرقد حتى يذهب عنه النوم فان احدكم اذا صلى وهو ناعس لا يدري لعله يستغفر فيسب نفسه۔

ترجمہ | حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو نماز پڑھتے وقت اونگھ آجائے تو اسے چاہیئے کہ سو رہے یہاں تک کہ نیند کا غلبہ (اثر) اس سے جاتا رہے اسلئے کہ اونگھتے ہوئے نماز پڑھنے کی صورت میں معلوم نہیں (منہ سے کیا نکلے) وہ استغفار کرنا چاہتا ہو ہے اور اپنے حق میں بد دعا کرے۔

مطابقۃ للترجمۃ | ترجمۃ الباب کی مطابقت حدیث الباب کے مفہوم ومضمون سے ہے جسکی تفصیل یہ ہے کہ ترجمۃ الباب کے دو اجزاء ہیں ۱ الوضوء من النوم ۲ عدم الوضوء بالنعسہ یعنی نوم (نیند) ناقض وضوء ہے اور نعسہ یعنی صرف اونگھنا ناقض وضو نہیں ہے اسلئے کہ ارشاد گرامی "اذا صلی وھو ناعس" یعنی بحالت نعس (اونگھ) نماز پڑھنے سے منع کیا جا رہا ہے۔ تو دلالۃً معلوم ہوا کہ اونگھ سے وضو نہیں ٹوٹتا جب ہی تو نماز سے منع کیا جا رہا ہے اور منع کی علت یہ بیان فرما رہے ہیں کہ شاید اونگھنے والا اپنے حق میں بجائے دعاء خیر کے بد دعا کر بیٹھے، اونگھ اگر ناقض وضو ہوتی تو آپ ارشاد فرماتے جب تم میں سے کوئی نماز میں اونگھے تو اس کا وضو ٹوٹ گیا۔

بیان من اخرجہ غیرہ

اخرجه مسلم ص۲۶۷ ابوداود ص۱۸۶ والنسائی فی الطہارت ص۳۰۔

۲۱۱ حدثنا ابو معمر قال ثنا عبد الوارث قال ثنا ايوب عن ابي قلابة عن انس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال اذا نعس في الصلوة فلينم حتى يعلم ما يقرأ۔

ترجمہ | حضرت انس رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی نماز میں اونگھنے لگے تو اس کو سو جانا چاہیئے یہانتک کہ جو پڑھے سمجھنے لگے

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقة الحديث للترجمة في قوله اذا نعس في الصلوة فلينم الخ

تشریح نوم ناقض وضو ہے یا نہیں؟ علماء اسلام کے اقوال مختلف ہیں علامہ نووی رح نے آٹھ اقوال نقل کئے ہیں (شرح نووی ص۱۶۳)

علامہ عینی رح نے لکھا ہے کہ اس میں نو۹ اقوال ہیں (عمدہ ص۱۰۹ تا ۱۱۰)

لیکن ان اقوال مختلفہ کا دارومدار استرخاء مفاصل پر ہے اور یہی مسلک ائمہ اربعہ اور جمہور رحمہم اللہ کا ہے۔
جمہور کا اسپر اتفاق ہے کہ نوم بذاتہ ناقض وضو نہیں بلکہ مظنہ خروج ریح کی وجہ سے ناقض وضو ہے چونکہ یہ مظنہ معمولی نیند سے پیدا نہیں ہوتا۔ اس لئے یہ مسلک اختیار کیا گیا کہ معمولی اونگھ ناقض وضو نہیں البتہ نوم غالب یعنی ایسی نیند جس سے استرخاء مفاصل متحقق ہو جائے ناقض وضو ہے اور چونکہ نوم غالب کی حالت میں خروج ریح کا علم نہیں ہوسکتا اس لئے استرخاء مفاصل کو شرعاً خروج ریح کے قائم مقام کر دیا گیا جیساکہ حدیث میں وارد ہے۔

ان الوضوء لایجب الاعلی من نام مضطجعا فانه اذا اضطجع استرخت مفاصله، (ترمذی اول ص۱۲)	وضو صرف اس شخص پر واجب ہوتا ہے جو پہلو پر سوئے اس لئے کہ جب پہلو پر سوتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔

اس حدیث سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ حکم کا مدار استرخاء مفاصل پر ہے لہذا اگر استرخاء مفاصل کے باوجود کسی کو عدم خروج ریح کا یقین ہو تب بھی نقض وضو ہو جائے گا جیساکہ سفر کو قائم مقام مشقت کر کے قصر کا مدار اس پر رکھ دیا گیا۔

پھر نوم غالب اور استرخاء مفاصل کی تحدید میں ائمہ عظام کا اختلاف ہو گیا۔

امام شافعی رح نے زوال مقعد عن الارض کو استرخاء مفاصل کی علامت قرار دیا لہذا ان کے نزدیک زوال مقعد کیساتھ ہر نیند ناقض ہوگی۔

حنفیہ کا مختار مسلک یہ ہے کہ نوم اگر ہیئت صلوٰۃ پر ہو (یعنی نماز کی ہیئت مسنونہ پر ہو) تو استرخاء مفاصل نہیں ہوتا اس لئے اگر نماز کیحالت میں ایسی غالب نیند ہو جس سے استرخاء مفاصل ہو تو ہیئت مسنونہ پر مصلی باقی نہیں رہ سکتا ہے لہذا ایسی نیند ناقض نہیں ہے۔ اگر نوم غیر ہیئت صلوٰۃ پر ہو تو پھر تماسک المقعد علی الارض اگر باقی ہے تو ناقض نہیں اور اگر تماسک فوت ہو گیا تو ناقض ہے مثلاً کروٹ لیٹے یا چت سو جائے، اسی طرح اگر کوئی شخص ٹیک لگا کر بیٹھا ہو پھر اسی حالت میں سو جائے تو اگر نوم اس قدر غالب ہو کہ ٹیک نکال دینے سے آدمی گر جائے تو یہ نوم بھی ناقض وضو ہوگی کیوں کہ اس صورت میں تماسک فوت ہو گیا۔

حضرت گنگوہی رح کی رائے حضرت گنگوہی رح فرماتے ہیں کہ نوم کے ناقض ہونے کا اصل مدار استرخاء مفاصل پر ہے اور اسی کیلئے فقہاء نے اپنے اپنے تجربات سے مختلف علامتیں مقرر کی

ہیں اور حیوں کہ استرخا مفاصل زمانہ اور لوگوں کے قویٰ کے لحاظ سے بدلتا رہتا ہے لہٰذا اس زمانے کے احناف کو اپنے قدیم مذہب کے مطابق فتویٰ نہ دینا چاہیئے کہ ہئیت صلوٰۃ پر سونے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیوں کہ اس دور میں ہئیت صلوٰۃ (مثلا قعدہ، اور سجدہ کیحالت) پر بھی استرخا متحقق ہوجاتا ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ ہئیت صلوٰۃ پر سونے کے دوران وضو ٹوٹ جاتا ہے اور سونے والے کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا (کوکب الدری ص۱/۵)

باب ۱۵۱

(الوضوء من غير حدث)

بغیر حدث کے وضو کرنا (یعنی وضو باقی رہتے ہوئے دوبارہ وضو کرنا)

ربط ما قبل والمناسبة بين البابين ظاهرة لكون كل منهما من تعلقات الوضوء

۲۱۲ (حدثنا محمد بن يوسف قال ثنا سفين عن عمرو بن عامر قال سمعت انسا ح وقال حدثنا مسدد قال ثنا يحيى عن سفيان قال حدثني عمرو بن عامر عن انس قال كان النبي صلى الله عليه وسلم يتوضأ عند كل صلوة قلت كيف كنتم تصنعون قال يجزئ احدنا الوضوء ما لم يحدث)

ترجمہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کیلئے وضو فرمایا کرتے تھے عمرو بن عامر کہتے ہیں کہ میں نے (انس رضی اللہ عنہ سے) عرض کیا آپ لوگ کیا کرتے تھے ...؟ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم میں ہر ایک کو اس وقت تک وضو کافی ہوتا تھا جب تک حدث (ناقض وضو) لاحق نہ ہو۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة ظاهرة في يتوضا عند كل صلوٰة ۔

۲۱۳ (حدثنا خالد بن مخلد قال ثنا سليمان قال حدثني يحيى بن سعيد قال اخبرني بشير بن يسار قال اخبرني سويد بن النعمان قال خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم عام خيبر حتى اذا كنا بالصهباء صلى لنا رسول الله صلى الله عليه وسلم العصر فلما صلى دعا بالاطعمة فلم يؤت الا بالسويق فاكلنا وشربنا ثم قام النبي صلى الله عليه وسلم الى المغرب فمضمض ثم صلى لنا المغرب ولم يتوضأ)

ترجمہ حضرت سوید بن النعمان رضؓ نے بیان کیا کہ ہم فتح خیبر والے سال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے جب ہم مقام صہبا میں پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہمیں عصر کی نماز پڑھائی جب آپ نماز پڑھ چکے تو آپؐ نے کھانے منگوائے تو ستو کے علاوہ اور کوئی چیز پیش نہ کیجاسکی پھر ہم نے اسی کو کھایا اور پیا پھر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مغرب کی نماز کیلئے کھڑے ہوگئے تو آپؐ نے کلی کی پھر ہمیں مغرب کی نماز پڑھائی اور (نیا) وضو نہیں کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مُطابقۃ الحدیث للترجمۃ ثم صلی لنا المغرب ولم یتوضأ معلوم ہوا کہ بلا حدث وضو واجب نہیں اگر بلا حدث وضو واجب ہوتا تو آپؐ بلا وضو مغرب کی نماز پڑھاتے البتہ ایسے موقع پر جدید و تازہ وضو مستحب ضرور ہے

تعدد موضعہ مر الحدیث صـ۳۴ وھنا ایضاً صـ۳۴ و یاتی صـ۲۱۵ فی المغازی صـ۶۰ و صـ۶۰۳ و صـ۸۱۱ و صـ۸۱۲ و صـ۸۲۰۔

مقصد اس باب سے امام بخاری رحؒ کے دو مقصد ہیں یعنی ترجمہ کے دو جز ہیں ۱ اصحاب ظواہر اور شیعہ میں سے کچھ لوگوں کا مسلک یہ ہے کہ مقیم پر ہر فرض نماز کیلئے جدید وضو فرض ہے اگرچہ حدث نہ ہوا ہو۔ البتہ مسافر پر نہیں اور استدلال کرتے ہیں حضرت بریدہ ابن الخصیب کی حدیث سے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ہر نماز کیوقت وضو فرماتے تھے اور یوم الفتح میں پانچ نمازیں ایک وضو سے پڑھی یعنی مسافر ہونے کی وجہ سے۔

دوسرا مقصد وضو من غیر حدث کا استحباب بیان کرنا ہے۔

استحباب تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے فعل سے ثابت ہوگیا۔ کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتوضأ عند کل صلوٰۃ، یعنی باب کی پہلی حدیث کا پہلا جز۔

اور رد صحابۂ کرام رضؓ کے فعل سے یجزی احدنا الوضوء مالم یحدث۔

نیز باب کی دوسری حدیث میں خود حضور اقدس مؐ کے عمل سے اصحاب ظواہر اور شیعوں کی پوری پوری تردید ہے

(باب ۱۵۲ مِنَ الکبائرِ اَن لَّا یَستَتِرَ مِن بَولِہٖ)

اپنے پیشاب سے نہ بچنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے

ربط ما قبل والمناسبۃ بین البابین من حیث ان فی الباب الاول الخ یعنی گذشتہ باب میں اس وضو کا بیان تھا جو بغیر حدث کیا ہو یعنی وضو علی الوضو، متوضی کا شرف یہ ہے کہ وہ اپنے بدن اور کپڑوں کو پیشاب سے محفوظ رکھتا ہے۔

اب اس باب میں اس شخص کیلئے وعید بیان کی جارہی ہے جو اس سے بدن اور کپڑے کی حفاظت نہیں کرتا۔

۲۱۴ حدثنا عثمان قال ثنا جریر عن منصور عن مجاهد عن ابن عباس قال مرّ النبی صلے اللہ علیہ وسلم بحائط من حیطان المدینۃ او مکۃ فسمع صوت انسانین یعذبان فی قبورهما فقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعذبان وما یعذبان فی کبیر ثم قال بلی کان احدهما لا یستتر من بوله وکان الاخر یمشی بالنمیمۃ ثم دعا بجریدۃ فکسرها کسرتین فوضع علی کل قبر منهما کسرۃ فقیل له یا رسول اللہ لم فعلت هذا قال لعله ان یخفف عنهما مالم تیبسا)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ یا مکہ کے باغوں میں سے کسی باغ سے گذرے (دوسری روایت میں بغیر شک کے مدینہ کا باغ مذکور ہے) وہاں آپؐ نے دو ایسے انسانوں کی آواز سنی جنہیں ان کی قبروں میں عذاب ہو رہا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور عذاب کسی بڑے عمل کی وجہ سے نہیں ہو رہا ہے پھر آپؐ نے فرمایا ہاں (بڑا گناہ ہے) ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا پھرتا تھا پھر آپؐ نے (کھجور کی ایک ہری) شاخ منگوائی اور اس کے دو ٹکڑے کرکے ہر ایک قبر پر ایک ٹکڑا رکھدیا (گاڑدیا) آپؐ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ یہ آپؐ نے کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا شاید جب تک وہ سوکھیں نہیں ان کا عذاب ہلکا ہو۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاهرۃ فی قوله "لا یستتر من بوله"

تعدد موضعہ ومن اخرجہ غیرہ والحدیث هنا ص۳۴ تا ۳۵ ویاتی متصلا ص۳۵ وایضا ص۳۵ وفی الجنائز ص۱۸۲ ایضا ص۱۸۴ و ص۸۹۴ وایضا ص۸۹۴ ومسلم فی الطهارت ص۱۴۱ وابوداود ص۴ والنسائی ص۲۲۵ وابن ماجه ص۲۹۔

مقصد ترجمہ ابواب سابقہ میں احداث یعنی نواقض وضو کا بیان تھا اب یہ بتانا مقصود ہے کہ پیشاب نواقض وضو ہونے کے ساتھ ساتھ خود ناپاک بھی ہے اس سے یہ مسئلہ معلوم ہو گیا کہ خروج نجاست نواقض وضو میں سے ہے اور امام بخاریؒ کا مقصد پیشاب سے بچنے کی تاکید ہے۔

نحوی صرفی تحقیقات حیطان حائط کی جمع ہے اور اسکی جمع حوائط بھی آتی ہے حاط یحوط از باب نصر احاطہ کرنا، گھیرنا اسلئے حائط اس باغ کو کہتے ہیں جس کو دیوار سے گھیر دیا جائے من حیطان المدینۃ او مکۃ یہ اَو شک کیلئے ہے والشک من جریر بن عبد الحمید۔ صحیح یہ ہے کہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ کا ہے

جیساکہ امام بخاری رحؒ کی مشہور و معروف کتاب الادب المفرد، میں بلاشک من حیطان المدینہ مذکور ہے اس کی تائید دار قطنی کی روایت سے ہوتی ہے کہ یہ باغ امّ مبشر انصاریہ رضؓ کا تھا اور مدینہ طیبہ میں تھا

یہ دونوں قبریں مسلمانوں کی تھیں اسلئے کہ بعض روایت میں تصریح ہے بقبرین جدیدین ابن ماجہ ص۲۹ اور بعض روایات میں جنت البقیع کی تصریح ہے اور ظاہر ہے کہ جنت البقیع میں نئی قبریں مسلمانوں کے علاوہ کسی مشرک و کافر کی نہیں ہو سکتیں اسلئے کہ بقیع غرقد مسلمانوں ہی کا قبرستان ہے۔ فسمع صوت انسانین اس میں واحد کی اضافت تثنیہ کی طرف ہے علامہ قسطلانی رحؒ فرماتے ہیں کہ اگر مضاف مضاف الیہ کا جز ہو تو واحد کی اضافت تثنیہ کیطرف درست ہے جیسے اکلت راس شاتین والجمع اجود بنحو فقد صغت قلوبکما اور اگر مضاف الیہ کا جز نہ ہو تو زیادہ تر تثنیہ لایا جاتا ہے۔ جیسے سل الزیدان سیفیہما ۔۔۔۔۔ اور اگر التباس کا اندیشہ نہ ہو تو جمع کا صیغہ لانا بھی درست ہے جیساکہ اس حدیث میں ہے ۔۔۔۔۔ جریدۃ شاخ جسکا پتا صاف کرلیا گیا ہو لعلہ ضمیر شان۔ یعذبان فی قبورھما فی سببیہ ہے کما فی القرآن الحکیم:

لمسکم فیما اخذتم عذاب عظیم (انفال) جو کچھ تم لوگوں نے (فدیہ) لیا اسکی وجہ سے تمہیں بڑا عذاب پہنچتا اور جیسے حدیث میں ہے:۔

عذبت امراۃ فی ھرۃ۔ ایک بلی کیوجہ سے ایک عورت کو عذاب دیا گیا۔

لا یستتر یہاں روایات میں مختلف الفاظ آئے ہیں مسلم شریف ص۱۴۱ وابوداؤد ص۴ میں لایستنزہ بالنون والزاء المعجمہ ہے، وفی روایۃ لا یستبرئ (نسائی کتاب الجنائز ص۲۲۵ وغیرہ)

معنی سب کے تقریباً ایک ہی ہیں کہ وہ شخص پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا، پیشاب کی چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا، یہاں استتار کے حقیقی معنی پردہ کرنا مراد نہیں اسلئے کہ اگر عذاب قبر کا سبب کشف عورت ہوتا تو من بولہ کا ذکر بے فائدہ ہوتا بس اتنا کافی تھا کہ بے پردگی کرتا تھا البتہ یہ معنی درست ہو سکتا ہے کہ معنی ہو اپنے پیشاب کرنے کیحالت میں پردہ نہیں کرتا تھا واللہ اعلم

کبائر کی تحقیق و تشریح

کبائر، کبیرۃ (واحد مؤنث) کی جمع ہے۔ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ کاف، با اور رآء مادہ سے جو لفظ مرکب ہوگا اس کے مفہوم میں بڑائی کے معنی ضرور ہوتے ہیں اسی لئے کبیر بڑے کو کہتے ہیں کبائر بڑے بڑے گناہ، کما فی التنزیل العظیم۔

ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ الآیۃ اگر تم ان بڑے بڑے گناہوں سے پرہیز کرتے رہو جن سے تمہیں منع کیا جارہا ہے الخ

گناہوں کی دو قسمیں صغائر و کبائر

گناہ کبیرہ کی تعریف علامہ سیوطی رحؒ نے نہایت مختصر مگر جامع الفاظ سے کی ہے کہ جس گناہ پر کسی طرح کی وعید آئی ہے یعنی حد شرعی جیسے قتل، زنا، اور چوری کرنا، یا جہنم کی وعید آئی ہے یا لعنت وارد ہے جیسے ارشاد ربانی ہے: ان الذین

يؤذون الله ورسوله لعنهم الله فى الدنيا والاخرة الخ

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ نے لعنت فرمائی ہے (سورۂ احزاب)

علماءِ اسلام نے لکھا ہے کہ اگر صغیرہ گناہ پر جار ہے اور حقیر سمجھ کر پرواہ نہ کرے اور اصرار و مداومت کرتا رہے تو وہ بھی کبیرہ بنجاتا ہے اور جس کبیرہ گناہ پر صحیح معنی میں ندامت و توبہ اور ترک کا عزم حاصل ہوجائے تو وہ صغیرہ جیسا ہے پس گناہ کی مثال آگ کی چنگاری ہے اگر بجھانے کا سامان نہ کیا جائے تو چھوٹی سے چھوٹی چنگاری بھی بڑے سے بڑے مکانات و محلات کو جلا کر خاک سیاہ کردیتی ہے اور اگر بجھانے کا سامان ہو تو بڑی سے بڑی آگ کے شعلوں کو بھی سرد کیا جاسکتا ہے گناہوں کی آگ بجھانے کا سامان اگرچہ اعمال صالحہ بھی ہیں مگر اس کے لئے سب سے بڑا فائر بریگیڈ انجن توبہ و انابت الی اللہ ہے یعنی ندامت اور عزم علی الترک جو توبہ کے اہم ارکان ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے فضل و کرم سے صغائر و کبائر معاصی سے محفوظ فرمائے آمین ثم آمین۔

کبائر کتنے ہیں

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے مقتضائے وقت اور حالات کی مناسبت سے کہیں تین اور کہیں سات اور کہیں اس سے بھی زائد بیان فرمائے ہیں، علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: قال العلماء ولا انحصار للكبائر في عدد مذكور وقد جاء عن ابن عباس رض انه سئل عن الكبائر اسبع هي فقال هي الى سبعين (شرح نووی ص۶۴)

اشکال وجواب

الفاظ روایت میں بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے وما يعذبان في كبير۔ اس سے تو دونوں کے کبیرہ ہونے کی نفی معلوم ہوئی پھر آگے ارشاد ہے ثم قال بلى (یعنی پھر فرمایا ہاں بڑا گناہ ہے) بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے

جواب:- یہ ہے کہ نفی اور اثبات دونوں دو اعتبار سے ہے نفی اس اعتبار سے کی جارہی ہے کہ یہ دونوں گناہ کوئی دشوار کن و مشکل عمل نہیں تھا کہ جس سے بچنا مشکل ہو اس اعتبار سے وہ کبیرہ نہیں لیکن معصیت کے لحاظ سے پیشاب سے نہ بچنا اور چغلخوری کرنا کبیرہ گناہ ہیں۔

۲ بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ جس گناہ کی نفی کیجارہی ہے اس سے مراد اکبر الکبائر ہے اور جس کا اثبات کیا جارہا ہے اس سے مراد مطلق کبیرہ ہے، مطلب یہ ہے کہ جس کام کی وجہ سے ان کو عذاب ہورہا ہے وہ بہت بڑا گناہ قتل عمد وغیرہ کی طرح نہیں ہے گو فی نفسہ کبیرہ تھا۔

۳ ان دونوں گناہوں کے ارتکاب کرنے والوں کی نظر و اعتقاد میں معمولی گناہ تھے اسلئے بچنے کا اہتمام نہ کرتے تھے مگر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بڑے گناہ ہیں جیسے قرآن مجید میں ہے وتحسبونه هينا وهو عند الله عظيم اور تم اس کو ہلکی معمولی بات سمجھتے ہو حالانکہ وہ عند اللہ بہت بڑی ہے ایک سنگین جرم کو معمولی

سمجھنا عظیم ترین جرم ہے یہ آیت اس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رض کے افک کے سلسلہ میں کچھ مخلص مسلمان بھی مبتلا ہو گئے تھے۔

۴ ایک جواب یہ بھی ہے کہ فی نفسہ تو وہ گناہ زیادہ بڑے نہ تھے مگر ان پر مداومت و اصرار سے بڑے ہو گئے جیسا کہ کان احدھم لایستتر من بولہ وکان الآخر یمشی بالنمیۃ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان گناہوں کو بار بار کرتے تھے۔ پہلا جواب سب سے بہتر ہے واللہ اعلم

ایک سوال مع جواب

یہاں پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے عدم تحرز کو عذاب قبر سے کیا مناسبت ہے؟

اسکی حقیقت کو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتے ہیں البتہ علامہ ابن نجیم رح نے البحر الرائق جلد اول ص۱۱۴ میں اس کا یہ نکتہ بیان کیا ہے کہ طہارت عن البول عبادات اور طاعات کیطرف پہلا قدم ہے، دوسری طرف قبر عالم آخرت کی پہلی منزل ہے، قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کا حساب لیا جائے گا اور طہارت نماز سے مقدم ہے اس لئے منازل آخرت کی پہلی منزل یعنی قبر میں طہارت کے ترک پر عذاب دیا جائے گا۔ اسکی تائید معجم طبرانی کی ایک مرفوع روایت سے بھی ہوتی ہے۔ اتقوا البول فانہ اول مایحاسب بہ العبد فی القبر، رواہ الطبرانی باسناد حسن (معارف السنن ج ۱ ص ۲۱۳)

عذابِ قبر کے دو سبب

حدیث الباب میں عذاب قبر کے دو سبب بیان ہوئے ایک پیشاب سے نہ بچنا اور دوسرا سبب چغلخوری کرنا۔

پیشاب سے نہ بچنے کی مختلف صورتیں ہیں ۱ پیشاب کر کے استنجا نہ کرنا ۲ پیشاب کھڑے ہو کر کیا یا اس طرح بیٹھا کہ چھینٹیں بدن یا کپڑوں پر پڑیں، غرضکہ نماز سے پہلے بدن اور کپڑے کی طہارت شرط ہے۔

نیز واضح رہے کہ عذاب قبر ساری نجاستوں سے نہ بچنے پر ہوگا اس میں پیشاب کی کوئی خصوصیت نہیں ہے پیشاب کا ذکر تو اس لئے ہوا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں زیادہ لاپرواہی کرتے تھے اور دوسری نجاستوں سے بچنے میں اس قدر لاپرواہ نہ تھے اور تقریباً آج کل بھی یہی حال ہے دوسرا سبب نمیمہ یعنی چغلخوری کرنا ہے، نمیمہ کی مشہور تعریف یہ ہے کہ لوگوں کی باتیں دوسروں تک ضرر رسانی کے ارادہ سے پہونچانا اور یہ عادت بدترین برائیوں میں سے ہے۔ ثم دعا بجریدۃ الخ پھر رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عذاب کا حل اس طرح فرمایا کہ آپ نے ایک تر و تازہ شاخ منگوا کر دو ٹکڑے کئے اور دونوں قبروں پر ایک ایک گاڑ دیا اور فرمایا لعلہ ان یخفف عنہما مالم تیبسا اس سے بعض اہل بدعت نے قبروں پر پھول چڑھانے کے جواز پر استدلال کیا ہے لیکن یہ استدلال بالکل باطل ہے اس لئے کہ اس حدیث میں پھول چڑھانے کا کوئی ذکر نہیں البتہ اس مسئلہ میں علماء کبار کا کلام ہوا ہے کہ اس حدیث کے مطابق قبروں پر شاخیں گاڑنے کا کیا حکم ہے؟

علماء کی ایک جماعت اس بات کی قائل ہے کہ یہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت تھی اور کسی کیلئے ایسا کرنا درست نہیں ہے، علامہ ابن بطال رح اور علامہ مازری رح نے اسکی وجہ یہ بیان فرمائی کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ علم دیا گیا تھا کہ ان پر عذاب قبر ہو رہا ہے اور اس کے ساتھ یہ علم دیا گیا تھا کہ شاخیں گاڑنے کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف بھی ہو سکتی ہے لیکن کسی دوسرے کو نہ صاحب قبر کے معذب ہونے کا علم ہو سکتا ہے اور نہ تخفیف عذاب کا۔ اس لئے دوسروں کے لئے شاخ کا گاڑنا درست نہیں۔ علماء کی دوسری جماعت کا خیال ہے کہ اس حدیث کے پیش نظر شاخ تر تخفیف عذاب کی نیت سے گاڑنا جائز ہے چنانچہ امام بخاری رح نے کتاب الجنائز ص۱۸۱ میں مستقل ترجمہ قائم کیا ہے "باب الجرید علی القبر" اور اس باب میں اسی مرور علی القبرین والی حدیث کو ذکر فرمایا ہے، نیز اس باب میں تعلیقاً حضرت بُریدہ اسلمی رض کی وصیت روایت کی ہے جو حضرت بریدہ رض نے اپنے انتقال کے وقت کی تھی ان یجعل فی قبرہ جریدان (یعنی میری قبر میں دو شاخیں رکھی جائیں)

ہمارے فقہاء میں سے علامہ شامی رح نے بھی اس کے جواز کی تصریح کی ہے، نیز حافظ عسقلانی رح اور شیخ عبدالحق محدث دہلی رح وغیرہ بھی اس سے متفق ہیں۔ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری رح کا میلان بھی جواز ہی کیطرف ہے، لیکن اس سے قبروں پر پھول چڑھانے کا قیاس حد شرعی سے تجاوز اور باطل ہے اس لئے کہ اس کا کوئی تعلق حدیث الباب سے نہیں ہے اور اس کے بطلان کیلئے یہ کافی ہے کہ بجائے فساق و فجار کے جن کیلئے تخفیف عذاب کے اسباب کی ضرورت ہے صلحاء و مقربین بارگاہ خداوندی کے مزارات پر پھول چڑھاتے ہیں، حدیث الباب میں معذبین کے تخفیف عذاب کیلئے یہ صورت اختیار کی گئی تو شاید اہل بدعت جن مزارات پر پھول چڑھاتے ہیں انہیں معذب فی القبر سمجھتے ہیں ؏

بریں عقل و دانش بباید گریست

(باب ۱۵۳ ماجاء فی غسل البول وقال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لصاحب القبر کان لایستتر من بوله ولم یذکر سوی بول الناس) ص۳۵

اس حدیث کے بیان میں جو پیشاب کو دھونے کے سلسلہ میں وارد ہوئی ہے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صاحب قبر کے بارے میں فرمایا کہ وہ اپنے پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور آپ نے انسان کے پیشاب کے علاوہ اور کسی پیشاب کا ذکر نہیں فرمایا۔

ربط ما قبل وجه المناسبة بین البابین من حیث ان المذکور فی الباب السابق البول الذی کان سببا لعذاب صاحبه فی قبره، وھذا الباب فی بیان غسل ذالك البول (عمدہ)

یعنی باب سابق میں یہ بیان ہوا کہ پیشاب سے نہ بچنے کی وجہ سے صاحب قبر کو عذاب ہوا۔

معلوم ہوا کہ یہ باب تابع ہے باب سابق کے۔ اب اس باب میں اس پیشاب کے دھونے کو بیان فرما رہے ہیں۔

۲۱۵ (حدثنا يعقوبُ بنُ إبراهيمَ قال أخبرنا اسمٰعيلُ بن إبراهيمَ قال حدثني رَوحُ بنُ القاسمِ قال حدثني عطاءُ بنُ أبي ميمونةَ عن أنسِ بن مالكٍ قال كان رسولُ اللهِ صلّى اللهُ عليهِ وسلم إذا تبرّزَ لحاجتهِ أتيتُهُ بماءٍ فيغسلُ بهِ)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ علیہ وسلم جب قضاء حاجت کے لیے باہر تشریف لیجاتے تو میں آپؐ کے پاس پانی لے کر حاضر ہوتا آپؐ اس سے استنجاء فرماتے تھے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة في قوله اذا تبرز لحاجته الخ اس میں فيغسل به کا مطلب یہ ہے کہ مقام نجاست کو دھوتے تھے خواہ وہ محل بول ہو یا محل براز، طہارت کی صورت صرف دھونا ہے۔

تعدد موضعہ ومن اخرجہ غیرہ مر الحديث ص۲۷ ايضا ايضا وهنا ص۳۵ وفي الصلوٰة ص۷۱ واخرجه مسلم في الطهارة والنسائي وابوداؤد۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد ظاہر ہے کہ انسان کا پیشاب ناپاک ہے اسکی نجاست بغیر دھوئے نہیں جاتی مزید یہ بھی بتانا چاہتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے صاحب قبر کے سلسلہ میں لا يستتر من بوله فرمایا ہے کہ یہ شخص اپنے پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔

اس سے امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ بتانا چاہا ہے کہ انسان کا پیشاب ناپاک ہے کیوں کہ بول کی اضافت بوله میں اسی کی طرف ہے اب امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی طرف سے یہ مسئلہ اخذ کیا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں صرف بول ناس مراد ہے دوسرے حیوانات کا ذکر نہیں ہے چنانچہ فرماتے ہیں: ولم يذكر سوى بول الناس۔ یہ امام بخاری رحمہ اللہ کا قول ہے جس سے یہ ظاہر کر رہے ہیں کہ بعض روایت میں جو بجائے من بوله کے من البول آیا ہے اس الف لام کو عہد خارجی لے کر مقید و مخصوص پر محمول کریں گے یعنی بول ناس۔ اور چوں کہ ایسے احکام میں کسی شخص کی خصوصیت نہیں ہوتی اس لئے یہ حکم پورے نوع (سارے انسان) کو عام ہوگا اور چونکہ انسان غیر ماکول اللحم ہے اس لئے یہ حکم تمام غیر ماکول اللحم حیوانات کے پیشاب کا ہوگا کہ ناپاک ہے۔ البتہ ابوال ماکول اللحم (جن کا گوشت کھانا جائز ہے) کے بارے میں امام بخاری رحمہ اللہ کا رجحان طہارت معلوم ہوتا ہے۔

پیشاب ناپاک ہے ماکول اللحم کا ہو یا غیر ماکول اللحم کا انسان کا پیشاب اور غیر ماکول اللحم حیوانات کا پیشاب بالاتفاق ناپاک ہے اختلاف صرف ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب میں ہے۔ احناف و شوافع رحمہم اللہ کے نزدیک پیشاب مطلقاً ناپاک ہے ماکول اللحم کا ہو یا غیر ماکول اللحم کا یہ اور بات ہے کہ پیشاب کی ناپاکی میں تغلیظ و تخفیف کا فرق ہو مگر ناپاک ہے ارشاد نبوی ہے: استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه۔ پیشاب سے بچو اس لئے کہ عام عذاب قبر پیشاب کیوجہ سے

ہوا کرتا ہے۔

اس حدیث میں بول عام ہے ماکول اللحم وغیر ماکول اللحم سب کو شامل ہے نیز اس حدیث کا سبب ورود بھی اسی کی تائید کرتا ہے کیوں کہ ایک صحابی کے دفن سے فارغ ہو کر جب حضور اقدس صلعم تشریف لائے تو آپ کے چہرۂ انور پر حزن و ملال کے آثار تھے متوفی صحابی کو عذاب قبر میں مبتلا دیکھا تھا۔ آپ متوفی صحابی کے مکان پر تشریف لے گئے اور ان کی اہلیہ سے ان کے اعمال کے بارے میں دریافت فرمایا تو ان کی اہلیہ نے بتلایا کہ وہ بکریاں چراتے تھے لیکن ان بکریوں کے پیشاب سے بچاؤ نہیں رکھتے تھے اس پر آپ نے فرمایا: استنزهوا من البول فان عامة عذاب القبر منه (نور الانوار ص۶۸)

اس واقعہ سے صاف واضح طور پر ثابت ہو گیا کہ عذاب قبر بکریوں کے پیشاب کی وجہ سے ہوا جو ماکول اللحم ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی ایک روایت بخاری ص۲۷ میں ہے۔ اخذ الحجرین والقی الروثة وقال هذا ركس، جس سے صاف معلوم ہوا کہ لید وغیرہ ناپاک ہیں۔

۳ قیاس صحیح سے بھی بول ماکول اللحم کی نجاست ہی ثابت ہوتی ہے کیوں کہ طہارت و نجاست کا گوشت سے کوئی تعلق نہیں، دیکھئے انسان کا گوشت طاہر ہے مگر ماکول نہیں۔

دراصل نجاست کا مدار بدبو، تعفن اور تغیر الی النتن والفساد ہے دیکھئے ہم پاک وصاف بالکل لذیذ کھانا کھاتے ہیں مگر معدے میں جا کر جب وہ متغیر اور بدبودار ہو جاتا ہے تو ناپاک ہے براز غذا ہی کا بدلا ہوا حصہ ہے جو بدبو ہی کی وجہ سے ناپاک ہے بخلاف شراب کے نجس وحرام ہے مگر جب بدل کر سرکہ ہو جائے تو حلال وطاہر ہے۔

۴ امام طحاویؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح انسان کا گوشت بالاتفاق پاک ہے اور اس کا خون اور پیشاب ناپاک، اسی طرح ماکول اللحم جانوروں کا بھی گوشت پاک ہے تو ان کے خون کی طرح پیشاب ناپاک ہونا چاہیے۔ حضرات مالکیہ اور حنابلہؒ کے نزدیک ماکول اللحم کا پیشاب پاک ہے یہی امام محمدؒ فرماتے ہیں۔

(باب ۱۵۱) بالتنوین بلا ترجمہ (قس) بخاری ص۳۵

۲۱۶ حدثنا محمد بن المثنى قال ثنا محمد بن خازم قال ثنا الاعمش عن مجاهد عن طاؤس عن ابن عباس قال مر النبي صلى الله عليه وسلم بقبرين فقال انهما ليعذبان وما يعذبان في كبير اما احدهما فكان لا يستتر من البول واما الآخر فكان يمشي بالنميمة ثم اخذ جريدة رطبة

فشقها نصفين فغرز في كل قبر واحدة قالوا يا رسول الله لم فعلت هذا قال لعله يخفف عنهما ما لم ييبسا قال ابن المثنى وحدثنا وكيع قال حدثنا الاعمش سمعت مجاهدا مثله ۔

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دو قبروں پر سے گذرے آپؐ نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی بات کے سلسلے میں نہیں ان میں سے ایک تو پیشاب سے احتیاط نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا پھرتا تھا پھر آپؐ نے (کھجور کی) ایک تر شاخ لی اور اس کو بیچ سے چیر کر دو ٹکڑے کئے پھر ہر قبر پر ایک ایک ٹکڑا گاڑ دیا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا؟ ارشاد فرمایا امید ہے کہ جب تک یہ شاخیں خشک نہ ہوں گی ان پر عذاب میں تخفیف رہیگی۔

ابن مثنیٰ نے کہا اور ہم سے وکیع نے بیان کیا کہا ہم سے اعمش نے انہوں نے کہا میں نے مجاہدؒ سے سنا پھر یہی حدیث بیان کی۔

باب بلا ترجمہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث فی نفس الامر وہی حدیث ہے جس کیلئے امام بخاریؒ نے ترجمہ قائم کیا تھا۔ من الکبائر ان لا یستتر من بولہ۔ اس لئے کہ دونوں کا مخرج ایک ہی ہے البتہ سند اور متن کے کچھ حصے میں اختلاف ہے باب سابق میں عن مجاھد عن ابن عباس تھا اور یہاں باب بلا ترجمہ میں عن مجاھد عن طاؤس عن ابن عباس ہے امام بخاریؒ کی تخریج دونوں طرح صحیح ہے کیوں کہ ممکن ہے کہ مجاہدؒ نے اس حدیث کو براہ راست بلا واسطہ ابن عباس رضؓ سے سنا ہو اور کبھی بواسطہ طاؤس ابن عباس رضؓ سے سنا ہو۔

اب رہا یہ اشکال کہ درمیان میں ایک باب کا فصل ہے اس کا جواب یہ ہے کہ درمیانی باب ماجاء فی غسل البول کے تحت بیان کیا جا چکا ہے کہ یہ باب باب سابق کے توابع میں سے ہے۔

باب بلا ترجمہ کا مقصد (۱) حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کالفصل من الباب السابق (فتح) (۲) شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں اکثر نسخوں میں یہاں باب نہیں ہے۔ اس لئے اس کا حذف اولیٰ ہے۔ (۳) امام بخاریؒ کا مقصد تشحیذ اذہان ہے باب سابق میں یہ تھا کہ پیشاب سے نہ بچنا گناہ کبیرہ ہے اب ما قبل کو دیکھکر یہاں یہ ترجمہ بن سکتا ہے کہ پیشاب سے احتیاط نہ کرنا عذاب قبر کا موجب ہے۔

علامہ کرمانیؒ کہتے ہیں کہ بخاریؒ کا مقصد غسل بول کے وجوب پر تنبیہ کرنا ہے واللہ اعلم

تعدد موضع ملاحظہ فرمائیے اس جلد کی حدیث ۲۱۴۔

(باب ۵۵ ترکِ النبیِّ صلے اللہ علیہ وسلم والناسِ الاعرابیَّ حتی فرغ من بوله فی المسجد)

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضنے اس گنوار کو چھوڑ دیا (جس نے مسجد میں پیشاب کرنا شروع کر دیا تھا) یہاں تک کہ وہ مسجد میں پیشاب کر چکا۔

ربط ما قبل وجه المناسبة بين هذا الباب والباب الذى قبله هو اشتمال كل منهما على ان حكم البول ازالته فذكر فى الباب السابق الغسل وفى هذا الباب صب الماء عليه وحكمه حكم الغسل۔

۲۱۷ (حدثنا موسى بن اسمٰعيل قال ثنا همّام قال ثنا اسحٰق عن انس بن مالك انّ النبىّ صلے اللہ عليه وسلم رأى اعرابيًّا يبول فى المسجد فقال دعوه حتى اذا فرغ دعا بماءٍ فصبّه عليه)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضسے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں پیشاب کر رہا ہے (لوگوں نے اس کو ڈانٹا) تو آپؐ نے فرمایا اسے چھوڑ دو حتی کہ جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو آپؐ نے پانی منگوایا اور اس کو پیشاب کی جگہ پر بہا دیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة فى قوله "يبول فى المسجد فقال دعوه الخ"

تعدد موضعه ومن اخرجه غیرہ والحديث هٰهنا ص۳۵ ويأتى ايضا ص۳۵ وص۸۹ واخرجه مسلم ص۱۳۸ والنسائى ص۹ فى ترك التوقيت فى الماء ايضا فى كتاب المياه ص۴۷ باب التوقيت فى الماء۔ وابو داؤد فى الطهارت ص۵۴ فى باب الارض يصيبها البول۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد ایک عظیم اشکال کا ازالہ ہے۔

ابواب سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ پیشاب کا معاملہ بہت اہم اور سنگین ہے کہ اس کی نجاست سے پاکی حاصل کرنا دھوئے بغیر ممکن نہیں۔ نیز پیشاب سے بے احتیاطی کی صورت میں عذاب قبر کا اندیشہ ہے اس پیشاب کی اہمیت اور تشدد کا تقاضہ تھا کہ مقدس ترین جگہ مسجد میں پیشاب کرنے والے دیہاتی کو سختی سے روک دیا جاتا لیکن یہاں معاملہ برعکس ہے۔

امام بخاری رح نے بتلایا کہ بعض مفاسد اور برائیوں کو دوسرے بڑے مفاسد اور برائیوں سے بچنے کیلئے اختیار کر لیا جاتا ہے، گویا ازالہ اشکال کیلئے امام نے ایک ضابطہ کیطرف اشارہ کر دیا۔ ضابطہ یہ ہے کہ "اذا ابتلى الانسان ببليتين فليختر أهونهما"، یعنی انسان جب دو مصیبتوں میں مبتلا ہو جائے تو اسے آسان مصیبت اختیار کرنی چاہیے۔ کیوں کہ یہی تقاضائے عقل ہے اور یہی تقاضائے عبدیت۔ اب یہاں دو مصیبتیں ہیں، ایک مسجد کی تلویث اور دوسرے اعرابی کی جان کا اندیشہ یا سخت مرض کا خطرہ، تو مسجد تو

نجاست سے آلودہ ہو چکی ہے، کیوں کہ اعرابی نے پیشاب کرنا شروع کر دیا تھا، لیکن بیچ مسجد میں نہیں بلکہ مسجد کے ایک کنارے میں شروع کیا تھا۔ جیسا کہ آئندہ باب کی دوسری حدیث میں ہے "فبال فی طائفۃ المسجد" اور ابوداؤد ص۵۴ میں صاف ہے "لم یلبث أن بال فی ناحیۃ المسجد" یعنی اس اعرابی نے دیر نہیں کی مسجد کے ایک کنارے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا۔

تو مسجد کا جتنا حصہ ناپاک ہوا تھا وہ تو ہو چکا تھا اور اسکی تطہیر وصفائی بھی کوئی مشکل نہیں لیکن اگر اسکو سختی کے ساتھ روکنے کی کوشش کیجاتی تو دو مفسدوں کا خطرہ تھا کہ یا تو اس پر خوف طاری ہوتا یا دوران پیشاب اس کو بند لگ جاتا، جس سے سخت بیماری بلکہ جان کا اندیشہ ہو جاتا۔ یا پھر وہ پیشاب کرتا ہوا ادھر اُدھر بھاگتا۔ جس سے اس کا کپڑا اور بدن ناپاک ہو جاتا اور پہلے جو پیشاب ایک کنارے میں تھا اب مسجد کے مختلف جگہوں میں پھیل جاتا، اس لئے ہلکی مصیبت کو اختیار کرتے ہوئے "دعوہ" یعنی اس کو چھوڑ دو، اس کو پیشاب کر لینے دو جب وہ فارغ ہو گیا تو آپؐ نے صحابہ کرام کو مسجد کی ناپاک شدہ جگہ کو پاک کرنے کا طریقہ بتلایا اور اس اعرابی کو بلا کر نرمی سے سمجھایا کہ مسجدیں نماز، تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کے لئے تعمیر کیجاتی ہیں۔

بہر حال امام بخاری رحؒ نے تنبیہ کر دی کہ حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ کسی برائی کو روکنے کے لئے بڑی عقل وفہم اور مصلحت اندیشی کی ضرورت ہے۔

اعرابی کے معنی علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ اعرابی کی نسبت اعراب کی طرف ہے کیوں کہ اس کا واحد نہیں ہے دیہات کے باشندوں کو کہتے ہیں عربی ہو یا عجمی، اور عربی کی نسبت عرب کی طرف ہے جو شہر کے باشندوں کو کہتے ہیں۔ اور الف لام الاعرابی میں اور المسجد میں عہد ذہنی ہے (عمدہ) اس اعرابی (دیہاتی) کے تسمیہ وتعیین میں اقوال مختلف ہیں ۱ اقرع بن حابسؓ ۲ عیینہ بن حصنؓ ۳ ذوالخویصرہ یمانی، آخری قول راجح ہے۔

باب ۱۵۶

صَبِّ الماءِ علی البَولِ فی المسجِدِ

مسجد میں پیشاب پر پانی بہا دینا

ربط ما قبل وجہ المناسبۃ بین البابین ظاھرۃ لا تخفی ولیس لذکر الباب فائدۃ وبدونہ یحصل المقصود (عمدہ)

۲۱۸ حدثنا ابوالیمانِ قالَ انا شعیبٌ عنِ الزہریِّ قالَ اخبرَنی عُبیدُ اللہ

بن عبد اللہ بن عتبۃ بن مسعود ان ابا ھریرۃ قال قام اعرابی فبال فی المسجد فتناولہ الناس فقال لھم النبی صلے اللہ علیہ وسلم دعوہ وھریقوا علی بولہ سجلا من ماء او ذنوبا من ماء فانما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے فرمایا کہ ایک اعرابی نے مسجد میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا شروع کر دیا لوگوں نے اسے پکڑنا چاہا یعنی زبان سے روکنا چاہا جیسا کہ بعض روایت میں ہے کہ لوگوں نے کہا مَہ مَہ) تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے فرمایا کہ اسے چھوڑ دو اور (جہاں اس نے پیشاب کیا ہی) اس کے پیشاب پر پانی کا ایک بڑا ڈول بہادو. او ذنوبا من ماء، (شک راوی کہ آپ نے سجل کا لفظ فرمایا یا ذنوب کا لفظ) کیوں کہ تم آسانی کے لئے بھیجے گئے ہو سختی کرنے کیلئے نہیں بھیجے گئے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ فی قولہ ھریقوا علی بولہ.

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۳۵ ویاتی فی الادب ص۹۰۴ تا ص۹۰۵ اس کے بعد سابق باب ملاحظہ فرمائیے

۲۱۹ (حدثنا عبدان قال انا عبد اللہ قال انا یحیی بن سعید قال سمعت انس بن مالک عن النبی صلے اللہ علیہ وسلم ح وحدثنا خالد بن مخلد قال حدثنا سلیمان عن یحیی بن سعید قال سمعت انس بن مالک قال جاء اعرابی فبال فی طائفۃ المسجد فزجرہ الناس فنھاھم النبی صلے اللہ علیہ وسلم فلما قضی بولہ امر النبی صلے اللہ علیہ وسلم بذنوب من ماء فاھریق علیہ)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ کا بیان ہے کہ ایک اعرابی (دیہاتی) آیا اور اس نے مسجد نبوی کے ایک کونے میں پیشاب کرنا شروع کر دیا اس پر لوگوں نے اس کو ڈانٹا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو (اس کے ڈانٹنے سے) منع فرمایا جب وہ پیشاب سے فارغ ہو گیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ڈول پانی کا حکم دیا اور وہ ڈول اس کے پیشاب کی جگہ) پر بہادیا گیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ فی قولہ "امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بذنوب من ماء فاھریق علیہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۳۵ ویاتی ج ص۳۵ وصفحہ۸۹ باقی کیلئے حدیث ص۲۱۷ ملاحظہ فرمائیے

تشریح اس حدیث میں فزجرہ الناس کے الفاظ ہیں اور اس سے قبل کی حدیث میں فتناولہ الناس ہے اور صحیح مسلم کے الفاظ ہیں فصاح بہ الناس ان تمام الفاظ کا مفہوم یہی ہے کہ صحابہ کرام رضؓ نے اس اعرابی کو جو کچھ کہا وہ زبان سے کہا کسی نے کوئی دست درازی نہیں کی جیسا کہ باب کی پہلی حدیث حدیث ص۲۱۸

کے ترجمہ میں بین القوسین ذکر کردیا گیا ہے۔

ان تمام حدیثوں سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نجاست سے اجتناب و پرہیز صحابہ کرام کے قلوب میں پہلے ہی سے پایا جاتا تھا اسی لیے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں بغیر آپ کی اجازت کے اعرابی کو روکا نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ امر بالمعروف کے ساتھ ساتھ نہی عن المنکر ایک شرعی اور اسلامی مطالبہ ہے۔

حضور ص کی مشفقانہ نصیحت

حضور اکرم ص کے انداز تعلیم و مشفقانہ نصیحت سے یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ ناواقف آدمی کو نصیحت کرنے میں نرمی برتنی چاہیے اور سختی و خفگی کے بغیر اسے ضروری تعلیم دینی چاہیے جیسا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نومسلم اعرابی کے ساتھ معاملہ کیا نیز قرآن حکیم کا یہی حکم ہے۔ ادع الی سبیل ربك بالحكمة والموعظة الحسنة ..

زمین پاک کرنے کے طریقے مع اقوال ائمہ رح

حنفیہ کے نزدیک زمین پاک کرنے کے تین طریقے ہیں۔ ۱۔ زمین کے جس حصے میں نجاست لگی ہے تو اگر زمین نرم ہو تو اس پر پانی ڈالیں گے تاکہ وہ پانی اندر اتر جائے اور جب بالائی سطح پر نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہے تو زمین کی بالائی سطح پاک ہوجائے گی اور تسفل ماء یعنی پانی کا زمین کے اندر اتر جانا بمنزلہ عصر ثوب ہے کہ جس طرح ناپاک کپڑے کو پاک کرتے وقت نچوڑنا ضروری ہے اسی طرح یہاں پر پانی کا نیچے اترنا کپڑے کو نچوڑنے کے قائم مقام ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ زمین سخت ہو تو دو حال سے خالی نہیں ڈھلوان ہے یا ہموار سطح ہے اگر زمین ڈھلوان ہے تو اس کے نشیبی زمین میں گڑھا کھود دینگے اور اس پر تین بار پانی بہائینگے اس کے بعد گڑھے کو مٹی سے بھر دیں گے (تاکہ وہ جگہ بھی پاک ہوجائے)

اور اگر وہ سخت زمین کا حصہ ہموار سطح ہو تو پانی ڈالنے سے زمین پاک نہ ہوگی اس ناپاک جگہ کی مٹی کھود کر پھینک دینا ضروری ہے اور زمین کو اس جگہ تک کھودنا ضروری ہے جہاں تک نجاست کی تری کا اثر پہونچ گیا ہو

ائمہ ثلاثہ رح (امام مالک، امام شافعی اور امام احمد رحمہم اللہ) کے نزدیک ہر قسم کی زمین صرف پانی بہا دینے سے پاک ہوجاتی ہے، ان حضرات کے نزدیک زمین کھودنے کی ضرورت نہیں نیز ان ائمہ رح کے نزدیک یبس سے بھی زمین پاک نہیں ہوتی اور یہ حضرات حدیث الباب سے استدلال کرتے ہیں۔

دلائل احناف رح

اس اعرابی والے قصہ میں ابوداؤد کی ایک روایت کے الفاظ ہیں: خذوا ما بال علیه من التراب فالقوه الخ ابوداؤد ص ۵۴ اس میں صاف ارشاد نبوی ہے کہ اعرابی نے جس جگہ پیشاب کیا ہے اس جگہ کی مٹی کھود کر باہر ڈال دو اور ادھر ادھر پانی بہا دو پھر اس کے بعد امام ابوداؤد نے مستقل باب قائم کیا ہے۔ باب فی طهور الارض اذا یبست اور اس کے تحت حضرت ابن عمر رض

کی روایت نقل کی ہے جس کے الفاظ ہیں: کانت الکلاب تبول وتقبل وتدبر فی المسجد فلم یکونوا یرشون شیئا (ابوداود ص۵۵)

امام بیہقی نے یہ حدیث اپنی سنن کبریٰ ص۲۹ج۲ میں کتاب الصلوٰۃ کے تحت درج کی ہے اس کے علاوہ مصنف ابن ابی شیبہ میں ابوجعفر محمد بن علی الباقر کا اثر موجود ہے کہ قال زکوٰۃ الارض یبسہا (معارف السنن جلد اول) نیز مصنف ابن ابی شیبہ ہی میں محمد بن الحنیفہ اور ابو قلابہ کا بھی اثر موجود ہے کہ اذا جفت الارض فقد زکت۔

ابو قلابہ کا ایک اور اثر مصنف عبدالرزاق میں موجود ہے جفوف الارض طہورھا، (کذا فی معارف السنن ج۱ ص۵۰۵)

نیز بعض دوسرے صحابہ وتابعین سے بھی اسی مفہوم کے اقوال منقول ہیں، یہ سب آثار خلاف قیاس ہونے کی بنا پر مرفوع کے حکم میں ہیں۔

حدیث الباب کا جواب یہ ہے کہ حصول طہارت کے مختلف طریقوں میں سے ایک صورت کا بیان ہے جو حنفیہ کے نزدیک بھی مسلم ہے لہٰذا حدیث الباب حنفیہ کے خلاف نہیں ہے اور حنفیہ کا عمل اپنے اپنے موقع کے مطابق تمام روایتوں پر ہے بخلاف حضرات شوافع رح وغیرہ کے کہ ان حضرات نے زمین کی طہارت کو صرف پانی بہادینے ہی میں موقوف کردیا ہے گویا یہ حضرات اعمال البعض واہمال البعض کے مرتکب ہوئے۔

مقام حیرت ہے کہ پھر بھی وہ حضرات اپنے کو اہل حدیث کہتے ہیں اور احناف کو اہل الرای سے ملقب کرتے ہیں جو بالکل انصاف کیخلاف ہے۔

(بَابُ بَوْلِ الصِّبْیَانِ) ص۳۵

بچوں کے پیشاب کا بیان۔ یعنی پیشاب کے حکم کا بیان

ربط ما قبل مناسبت واضح ہے کہ ہر دو باب پیشاب کے حکم پر مشتمل ہے۔

۲۲۰ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّھَا قَالَتْ اُتِیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِصَبِیٍّ فَبَالَ عَلٰی ثَوْبِہٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَاَتْبَعَہٗ اِیَّاہُ)

ترجمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک بچہ لایا گیا اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کردیا آپ نے پانی منگایا اور اس پر ڈال دیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ " فبال علی ثوبہ فدعا بماء فاتبعہ ایاہ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۳۵ ویاتی ص۸۲۱ وص۸۸۷ تا ص۸۸۸ وص۹۴۰ واخرجہ مسلم ص۱۳۹ واخرجہ النسائی وابن ماجہ ایضاً۔

۲۲۱ (حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال أنا مالك عن ابن شھاب عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن عتبۃ عن أم قیس بنت محصن انھا أتت بابن لھا صغیر لم یأکل الطعام الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاجلسہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرہ فبال علی ثوبہ فدعا بماء فنضحہ ولم یغسلہ)

ترجمہ حضرت ام قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ اپنے ایک چھوٹے بچے کو جس نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا (یعنی شیرخوار تھا) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر آئیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اپنی گود میں بٹھالیا اس نے آپ کے کپڑے پر پیشاب کردیا آپ نے پانی منگایا اور اس پر ڈال دیا اور اسے خوب اچھی طرح نہیں دھویا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ " فبال علی ثوبہ فدعا بماء الخ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۳۵ ویاتی ص۸۴۹ واخرجہ مسلم فی الطھارۃ ص۱۳۹ وجلد ثانی ص۲۲۷ وابوداؤد اول ص۵۳ تا ص۵۴ والترمذی اول ص۱۱ وابن ماجہ ص۴۰۔

مقصد امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد شیرخوار بچوں کے پیشاب کا حکم بتلانا ہے کہ پاک ہے یا ناپاک؟ اگر ناپاک ہے تو طریقہ تطہیر (پاک کرنے کا طریقہ) کیا ہے؟

امام بخاری رحمہ اللہ اس مسئلہ میں جمہور کے ساتھ ہیں کہ بول صبی وصبیہ (بچہ اور بچی) دونوں نجس ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں دو حدیثیں لائے ہیں جس سے صاف معلوم ہوا کہ شیرخوار بچہ کا پیشاب ناپاک ہے پہلی حدیث میں ہے أُتی بصبی، اور معلوم ہے کہ صبی کے معنی بچہ (لڑکا) ہے اسی طرح دوسری حدیث میں ابن کا لفظ ہے جو لڑکا ہی کیلئے خاص ہے اگر بول صبی ناپاک نہ ہوتا تو پانی ڈالنے کی کیا ضرورت تھی؟

اقوال فقہاء رحمہم اللہ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ اور جمہور فقہاء کا اس پر اتفاق ہے کہ پیشاب بچہ کا ہو یا بچی کا دونوں ناپاک ہیں۔ البتہ داؤد ظاہری رحمہ اللہ بول صبی کی طہارت کے قائل ہیں۔

بعض حضرات (مثلاً قاضی عیاض رحمہ اللہ) نے نقل کردیا ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک بول صبی طاہر ہے یہ نقل غلط ہے البتہ ائمہ اربعہ کے مابین بول صبی سے طہارت حاصل کرنے کے طریقہ میں اختلاف ہے علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں

واعلم ان ھذا الخلاف انما ھو فی کیفیۃ تطہیر الشیء الذی بال علیہ الصبی ولاخلاف فی نجاستہ

وقد نقل بعض اصحابنا اجماع العلماء علی نجاسة بول الصبی وانه یخالف الا داؤد الظاهری الخ (شرح مسلم ص۱۳۹)

امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک بول صبی کا غسل ضروری نہیں بس رش الماء یعنی صرف پانی کے چھینٹے مار دینا کافی ہے مگر اتنے چھینٹے مارے جائیں کہ نچوڑنے سے تقاطر ہو جائے۔

۲ امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، سفیان ثوریؒ اور فقہائے کوفہ کا مسلک یہ ہے کہ غسل یعنی دھونا ضروری ہے خواہ شیرخوار بچہ کا پیشاب ہو یا بچی کا، البتہ دھونے کے طریق میں فرق ہے کہ بچہ کے پیشاب میں بچی کے پیشاب کی طرح زیادہ مبالغہ کی ضرورت نہیں بلکہ غسل خفیف کافی ہے۔

حضرات شوافع وحنابلہ باب کی دوسری حدیث یعنی حدیث ۲۲۱ سے اور ان تمام روایات سے استدلال کرتے ہیں جن میں بول غلام کے ساتھ نضح یا رش کے الفاظ آئے ہیں جن کے معنی چھڑکنے اور چھینٹے مارنے کے ہیں۔

حنفیہ اور مالکیہ کا استدلال اول تو باب کی پہلی حدیث ۲۲۰ سے ہے جس میں اتبعه ایاہ ہے جس کے معنی ہیں "اس پر پانی ڈال دیا"، جو غسل پر صریح ہے ۲ دوسرا استدلال ان تمام احادیث سے ہے جن میں پیشاب سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور اسے نجس قرار دیا گیا ہے، یہ احادیث عام ہیں اور ان میں کسی خاص بول کی تخصیص نہیں۔

ان وجوہات کی بناء پر شوافعؒ کے استدلال کے جواب میں حنفیہؒ ومالکیہؒ فرماتے ہیں کہ جن احادیث میں نضح اور رش، کے الفاظ آئے ہیں ان کے ایسے معنی مراد لئے جائیں جو دوسری روایات کے مطابق ہوں۔ اور وہ معنی ہیں غسل خفیف اور صب الماء نضح اور رش غسل خفیف کے معنی میں بھی متعارف ہیں اور احادیث میں حضرات شوافعؒ نے نضح اور رش کو غسل کے معنی میں لیا ہے۔

مثلاً صحیح مسلم جلد اول ۱۴۳ کی آخری حدیث "باب المذی" کے تحت حضرت علیؓ کی روایت ہے جس کا آخری جملہ ہے فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ وانضح فرجك۔

امام نوویؒ شافعیؒ تحریر فرماتے ہیں واما قوله صلی اللہ علیه وسلم وانضح فرجك فمعناه اغسله فان النضح یکون غسلا ویکون رشا الخ (شرح مسلم ص۱۴۳) نیز مسلم شریف ص۱۴۰ باب نجاسة الدم کے تحت لکھتے ہیں ومعنی تنضحه تغسله الخ

۲ خود امام شافعیؒ نے بعض مقامات پر نضح کو غسل خفیف کے معنی میں لیا جیسا کہ ترمذی میں باب فی المذی یصیب الثوب کے تحت حضرت سہل بن حنیفؓ کی روایت ہے جس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مذی سے تطہیر کا طریقہ بتلاتے ہوئے فرمایا یکفیك ان تاخذ کفا من ماء فتنضح به ثوبك حیث تری انه اصاب منه۔

اس روایت کے تحت امام ترمذیؒ فرماتے ہیں قد اختلف اھل العلم فی المذی یصیب الثوب فقال بعضھم لایجزئ الا الغسل وھو قول الشافعی واسحٰق الخ (ترمذی ص۱۷) ایک حدیث میں ہے "انی لاعرف مدینۃ ینضح البحر بجانبیھا الخ (طحاوی باب حکم بول الغلام والجاریۃ) آپؐ فرماتے ہیں کہ میں ایک ایسا شہر جانتا ہوں جس کی ایک جانب میں دریا بہتا ہے۔

یعنی اس روایت میں نضح بمعنی صبّ ہے

اسی طرح رش بھی احادیث میں بمعنی غسل مستعمل ہے چنانچہ بخاری اول ص۲۶ پر حضرت ابن عباس رضؓ کی روایت میں ہے: ثم اخذ غرفۃ من ماء فرش علی رجلہ الیمنیٰ حتی غسلھا الخ جس طرح ان مقامات پر لفظ نضح اور لفظ رش کو غسل کے معنے میں لیا گیا ہے تو اگر مختلف روایات میں تطبیق کے لئے حنفیہ حدیث باب میں نضح کو غسل کے معنی میں لے لیں تو اس میں کیا حرج ہے اور تمام روایتوں پر عمل کیلئے ضروری و احوط یہی ہے۔

البتہ احادیث سے اتنی بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ بول غلام اور بول جاریہ میں فرق ہے اور وہ یہ کہ بول جاریہ میں غسل شدید ہوگا جب کہ بول غلام میں غسل خفیف کافی ہے۔

اب یہاں ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ غلام اور جاریہ کے بول میں فرق کیوں کیا گیا؟ اگرچہ وہ فرق حنفیہ کے نزدیک مبالغہ اور عدم مبالغہ ہی کا ہے۔

اس کے مختلف جوابات دیئے گئے ہیں جن میں بہتر یہ ہے کہ جاریہ کا بول زیادہ غلیظ اور نتن ہوتا ہے اور غلام کا اس درجہ میں غلیظ نہیں ہوتا۔

اور جب شیر خواری کی مدت گذر جائے تو غذا کے اثرات سے لڑکے کے پیشاب میں بھی غلظت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے اس موقعہ پر کوئی فرق نہیں رہتا۔ واللہ اعلم

حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی گود میں جن بچوں نے پیشاب کیا ہے ان کے نام کسی شاعر نے ان اشعار میں جمع کر دئے ہیں ؎

قد بال فی حجر النبی اطفال — حسن حسین ابن الزبیر بالوا

وکذا سلیمان بن ھشام — وابن ام قیس جاء فی الختام

(باب۱۵۵ البول قائمًا وقاعدًا)

کھڑے ہو کر اور بیٹھ کر پیشاب کرنا

ربط ماقبل | وجہ المناسبۃ بین البابین ظاھرۃ لان کلا منھما فی احکام البول وکذالک بینہ و

بین الباب الذی یأتی والذی یأتی بعدہ ایضا والحاصل ان ھنا تسعۃ ابواب کلھا فی احکام البول والمناسبۃ بینہا ظاہرۃ لا تخفی (عمدہ)

۲۲۲ (حدثنا آدمُ قال حدثنا شعبۃُ عن الاعمش عن ابی وائل عن حذیفۃَ قال اَتی النبیُّ صلی اللہ علیہ وسلم سُباطۃَ قومٍ فبال قائماً ثمّ دعا بماءٍ فجئتُہٗ بماءٍ فتوضّأ)

ترجمہ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور (وہاں) آپؐ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر آپؐ نے پانی منگایا چنانچہ میں آپؐ کے پاس پانی لے کر آیا تو آپؐ نے وضو فرمایا۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "فبال قائماً"

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۳۵ ویاتی فی الباب الذی بعدہ ص۳۶ ایضا ص۳۶ ویاتی ایضا ص۳۵ تا ص۳۶ واخرجہ مسلم اول ص۱۳۳ وابوداود ص۴ وایضا ترمذی والنسائی وابن ماجہ۔

مقصد اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ تبلانا ہے کہ ضرورت کے وقت کھڑے کھڑے بھی پیشاب کرنا جائز ہے اگرچہ مسنون یا مستحب تو یہ ہے کہ بیٹھ کر ہی کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی دائمی اور عام عادت مبارکہ یہی تھی کہ آپ ہمیشہ بیٹھ کر ہی پیشاب فرماتے تھے جیسا کہ ام المؤمنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے۔

عن عائشۃ قالت من حدثکم ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ وما کان یبول الا قاعدا (ترمذی اول ص۳ تا ص۴)

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جو شخص تم سے یہ بیان کرے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر پیشاب کرتے تھے تو اس کی تصدیق مت کرو حضورؐ بیٹھ کر ہی پیشاب کیا کرتے تھے۔

مذاہب ائمہ حنفیہ وشافعیہؒ وجمہور علماء کے نزدیک بغیر عذر کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ تنزیہی ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: وقالت عامۃ العلماء البول قائما مکروہ الا لعذر وھی کراھیۃ تنزیہ لا تحریم (عمدہ، وشرح مسلم النووی ص۱۳۳)۔

۲ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ اگر کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے پیشاب کرنے والوں کے جسم اور کپڑوں پر چھینٹیں نہ آئیں تو جائز ہے ورنہ مکروہ ہے ان کان فی مکان یتطایر الیہ من البول شئ فھو مکروہ فان کان لا یتطایر فلا باس بہ ہذا قول مالک (شرح نووی ص۱۳۳) ایضا عمدۃ القاری)

۳ امام احمدؒ وغیرہ کے نزدیک کھڑے ہو کر پیشاب کرنا علی الاطلاق جائز ہے بظاہر امام بخاریؒ نے اس بارے میں امام احمدؒ کا مسلک اختیار کیا ہے۔

سوال امام بخاری رحؒ نے ترجمۃ الباب میں پیشاب کرنے کی دو صورتوں کا ذکر کیا ہے ایک بول قائما، دوسرے بول قاعدا مگر روایت صرف بول قائما کی ذکر کی ہیں دوسرے کی نہیں؟

محدثین کرام سے مختلف جوابات منقول ہیں۔

۱ علامہ ابن بطال نے یہ جواب دیا کہ جب حدیث سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی اجازت نکل آئی تو بیٹھ کر اس کا جواز بطریق اولیٰ ثابت ہوگا لہٰذا اس کے لئے حدیث ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی (فتح)

۲ بیٹھ کر پیشاب کرنا خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا دائمی عمل ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضؓ کی حدیث مذکور سے معلوم ہوا اس لئے اثبات کی ضرورت نہیں۔

۳ امام بخاری رحؒ کے اصول میں سے ہے کہ اگر کسی صحیح حدیث سے استدلال ان کو پیش نظر ہوتی ہے اور وہ حدیث ان کی شرط کے موافق نہ ہو تو اس کو ترجمۃ الباب میں ذکر فرما دیتے ہیں۔

جمہور کی دلیل کراہت ۱ سیدنا عمر فاروق رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا "اے عمر کھڑے کھڑے پیشاب مت کر" اس کے بعد میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہیں کیا (ترمذی ص۱)

۲ حضرت جابر رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا (بیہقی)

تشریح مذکورہ تقاریر سے معلوم ہو گیا کہ حضرت حذیفہ رضؓ کی حدیث عذر پر محمول ہے خواہ گھٹنوں کے درد کی وجہ سے یا اس وجہ سے کہ جگہ نامناسب تھی کہ بیٹھ کر پیشاب کرنے میں پیشاب سے بچنا مشکل تھا۔ یا آپؐ نے بیان جواز کیلئے ایک مرتبہ قائما پیشاب فرمایا واللہ اعلم

(بَابُ[۱۵۹] البَوْلِ عِنْدَ صَاحِبِهِ وَالتَّسَتُّرِ بِالْحَائِطِ) ص۳۵

اپنے ساتھی کے قریب اور دیوار کی آڑ میں پیشاب کرنا

ربط ماقبل والمناسبۃ بین البابین ظاہرۃ۔

۲۲۳ (حدثنا عثمان بن ابی شیبۃ قال ثنا جریر عن منصور عن ابی وائل عن حذیفۃ قال رأیتنی انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم نتماشی فاتی سباطۃ قوم خلف حائط فقام کما یقوم احدکم فبال فانتبذت منہ فاشار الی فجئتہ فقمت عند عقبہ حتی فرغ)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضؓ کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا (یعنی مجھے یاد ہے) کہ میں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم

(دونوں ملکر) چل رہے تھے کہ آپؐ ایک قوم کی کوڑی پر پہونچے ایک دیوار کے پیچھے۔ چنانچہ آپؐ اس طرح کھڑے ہوئے جس طرح تم میں سے کوئی کھڑا ہوتا ہے پھر آپؐ پیشاب کرنے لگے تو میں آپؐ سے ہٹ گیا پھر آپؐ نے اشارہ سے مجھکو بلایا تو میں آیا اور آپکے پیچھے کھڑے ہوگیا یہاں تک کہ آپؐ پیشاب سے فارغ ہو گئے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ وھی فی الموضعین (عمدہ)
مطلب یہ ہے کہ اس ترجمہ میں دو مسائل ہیں ۱ ایک یہ کہ ساتھی کے قریب پیشاب کرنا اور دوسرا مسئلہ تستر بالحائط۔

حدیث شریف سے دونوں ترجمے ثابت ہیں ایک تو حضرت حذیفہؓ کا قول قمت عند عقبۃ حتی فرغ» اور دوسرا مسئلہ اتی خلف حائط فقام۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ملا۳ ومر مت۳۵ ویاتی ملا۳۶ ومت ۳۳۵

مقصد ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں:۔

الغرض من عقد الباب ان ما نقل عنہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ اذا تبرز ابعد فی المذھب لخصوص بالغائط لانکشاف العورۃ من کلا الجانبین واما عند البول فیجوز ان یبول مستترا بالحائط وصاحبہ خلفہ۔

امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ قضاء حاجت کیلئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور تشریف لیجانے کا تعلق پیشاب سے نہیں براز (پاخانہ) سے ہے کیونکہ اس میں دونوں طرف سے ستر کھل جاتا ہے اور پیشاب میں جائز ہے کہ ایک طرف (سامنے) دیوار کا ستر ہو اور اس کے پیچھے اس کا ساتھی کھڑا ہو، مطلب یہ ہے کہ پیشاب کے لئے دور جانا ضروری نہیں۔

(۱۶۰ بَابُ البَوْلِ عِنْدَ سُبَاطَةِ قَوْمٍ)

کسی قوم کی کوڑی پر پیشاب کرنا

ربط ماقبل وجہ المناسبۃ بین البابین ظاہرۃ لان کلا منھما علی احکام البول۔

۲۲۴ (حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَرْعَرَةَ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ مَنْصُورٍ عَنْ اَبِیْ وَائِلٍ قَالَ کَانَ اَبُوْ مُوسَی الاَشْعَرِیُّ یُشَدِّدُ فِی البَوْلِ وَیَقُوْلُ اِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ کَانَ اِذَا اَصَابَ ثَوْبَ اَحَدِھِمْ قَرَضَہٗ فَقَالَ حُذَیْفَۃُ لَیْتَہٗ اَمْسَکَ اَتَی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ قَائِمًا)

ترجمہ ابو وائل (شفیق) سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ پیشاب کے معاملہ میں سختی کرتے تھے اور

کہتے تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کو کاٹ ڈالتے تھے، حضرت حذیفہؓ نے فرمایا کاش ابوموسیٰؓ اس سختی سے باز رہتے (کیوں کہ) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر تشریف لائے اور آپؐ نے وہاں کھڑے ہو کر پیشاب کیا۔

مطابقۃ للترجمہ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ۔

تعدد موضعہ | والحدیث ههنا ص۳۶ و مر ص۳۵ و ص۳۶ و یاتی ص۳۳۵

مقصد ترجمہ | حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ اپنے رسالہ شرح تراجم ابواب صحیح البخاری میں فرماتے ہیں۔

قصد المؤلف اثبات ان البول علی سباطۃ قوم غیر محتاج الی الاستیذان منهم لان سباطۃ القوم غالبا یکون محلا للانجاس فلا ضرر لهم بذالك.

امام بخاری رح کا مقصد اس بات کا اثبات ہے کہ کسی قوم کی کوڑی پر پیشاب کیلئے ان سے اجازت کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ لوگوں کے یہاں کوڑی ہوتی ہے گندگیوں کو جمع کرنے کیلئے اس لئے اس سے ان لوگوں کو کوئی ضرر و نقصان نہیں ہے۔

تشریح | حدیث تو وہی قدیم ہے جو ابواب سابقہ میں مذکور ہوئی لیکن ایک اشکال دفع کرنے کے لئے امام بخاری رحؒ نے جدید ترجمہ قائم کر دیا۔

اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے دوسرے کی زمین (کوڑی) پر بلا اجازت کس طرح پیشاب فرمایا خصوصاً دیوار کے قریب؟

اسی اشکال کو دفع کرنے کیلئے امام بخاری رحؒ نے ترجمۃ الباب قائم فرمایا جیسا کہ شاہ صاحبؒ کی مذکورہ بالا تقریر سے واضح ہو گیا۔

اشکال مذکور کے اور بھی جواب منقول ہیں مثلاً سباطہ کی اضافت قوم کی طرف تخصیص کیلئے ہے تملیک کیلئے نہیں یعنی عام طور پر کوڑا کرکٹ پھینکنے کی جگہ کسی کی مملوک نہیں ہوتی بلکہ بنجر زمین رفاہ عام کے لئے ہوتی ہے۔

۲۔ اگر مملوک بھی ہو تو اجازت متعارفہ ایسے موقعہ پر کافی ہوتی ہے۔

۳۔ ممکن ہے کہ حضور اکرمؐ نے اجازت لی ہو کیوں کہ عدم ذکر، ذکر عدم کو مستلزم نہیں۔

۴۔ حضور اقدسؐ کیلئے امت کے مال میں اس طرح کے تصرف کا حق ہے اس لئے کہ آپؐ کی شان میں ارشاد الٰہی ہے:

النبیّ اولیٰ بالمؤمنین من انفسهم واموالهم۔

(بَابُ غَسْلِ الدَّمِ)[161]

خون کا دھونا

ربط ماقبل والمناسبة بين البابين ظاهرة لان كلا منهما في بيان ازالة النجاسة ففي الاول عن البول والثاني عن الدم وكلاهما في النجاسة سواء (عمدة القاري)

۲۲۵ (حدثنا محمد بن المثنى قال حدثنا يحيى عن هشام قال حدثتني فاطمة عن اسماء قالت جاءت امرأة الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت أرأيت احدانا تحيض في الثوب كيف تصنع قال تحته ثم تقرصه بالماء وتنضحه بالماء وتصلي فيه)

ترجمہ حضرت اسماء رضی سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی (وہ خود حضرت اسماء تھیں) کہنے لگیں بتلائیے ہم میں سے کسی عورت کو کپڑے میں حیض آتا ہے (یعنی حیض کا خون کپڑے میں لگ جاتا ہے) وہ کیا کرے؟ آپ نے فرمایا اس کو کھرچ ڈالے پھر پانی ڈال کر رگڑے اور پانی سے دھو ڈالے اور اس میں نماز پڑھ لے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة في قوله وتنضحه بالماء اى تغسله۔

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۳۶ ويأتي في كتاب الحيض ص۴۵ ومسلم ص۱۴۰ وابوداؤد ص۵۲ والترمذي ص۲۰۔

۲۲۶ (حدثنا محمد قال انا ابو معاوية قال حدثنا هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت جاءت فاطمة بنت ابي حبيش الى النبي صلى الله عليه وسلم فقالت يا رسول الله اني امرأة استحاض فلا اطهر افادع الصلوٰة فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا انما ذلك عرق وليس بحيض فاذا اقبلت حيضتك فدعي الصلوٰة واذا ادبرت فاغسلي عنك الدم ثم صلي قال وقال ابي ثم توضئي لكل صلوٰة حتى يجيئ ذلك الوقت)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ابو حبیش کی بیٹی فاطمہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی اور کہنے لگی یا رسول اللہ! میں ایک ایسی عورت ہوں جسے استحاضہ کا عارضہ ہے اسلئے میں پاک نہیں ہوتی ہوں تو کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپ نے فرمایا نہیں (نماز مت چھوڑ) یہ ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے پھر جب تیرے معمول کے حیض کے دن آئیں تو نماز چھوڑ دے اور جب یہ ایام (ایام حیض) گذر

جائیں تو خون (اپنے بدن اور کپڑے سے) دھوڈال پھر نماز پڑھ. ہشام نے کہا کہ میرے والد (عروہ) نے کہا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے (یہ بھی) فرمایا پھر ہر نماز کیلئے وضو کرتی رہ یہاں تک کہ وہی (حیض کا وقت) پھر آجائے.

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ فی قولہ فاغسلی عنک الدم۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۳۶ ویأتی فی کتاب الحیض ص۴۴ و ص۴۶ و ص۴۷.
ایضا ص۴۷.

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ پیشاب کی نجاست بیان کرنے کے بعد اب خون کی نجاست بیان کر رہے ہیں یعنی کلاھما فی النجاسۃ سواء. مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ خون ہر قسم کا ناپاک ہے خواہ حیض کا خون ہو یا استحاضہ کا یا کسی اور مقام کا دھونے کے علاوہ ازالہ نجاست کی کوئی صورت نہیں.

تشریح امام بخاریؒ نے اس باب میں دو حدیثیں نقل کی ہیں اور دونوں سے صاف معلوم ہوا کہ خون ناپاک ہے چنانچہ دونوں حدیثوں میں دھونے کی صراحت ہے پہلی حدیث میں تنضحہ (بفتح الضاد المعجمۃ) بمعنی تغسلہ ہے یعنی یہاں نضح کا ترجمہ بالاتفاق دھونے کا کیا گیا ہے البتہ اس میں اختلاف ہے کہ اسکی کتنی مقدار معاف ہے کہ اس کو نہ دھونا بھی جائز ہے.

مذاہب ائمہ علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ علماء کوفہ (یعنی امام اعظمؒ، سفیان ثوریؒ وغیرہ) کے نزدیک خون ہو یا دوسری نجاست قلیل مقدار درہم سے کم معاف ہے.

امام شافعیؒ کے نزدیک قلیل وکثیر میں کوئی فرق نہیں کم ہو زیادہ دھونا پڑے گا اس کی موجودگی میں نماز نہ ہوگی. امام ترمذیؒ فرماتے ہیں: وقال الشافعی یجب علیہ الغسل وان کان اقل من قدر الدرھم وشدد فی ذالک (ترمذی اول ص۲۰)

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ قلیل خون معاف ہے دوسری نجاستوں کا قلیل بھی معاف نہیں (عمدہ)

حنفیہ کی دلیل دم حیض کے بارے میں قلیل مقدار کے معاف ہونے دلیل یہ ہے:

(۱) ام المؤمنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے پاس (حضورؐ کے زمانہ میں) عموما ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اسی میں حیض بھی ہوتا تھا تو جب اس میں کچھ خون لگ جاتا تو تھوک لگا کر ناخن سے کھرچ دیتی (بخاری اول ص۴۵ ایضا ابوداؤد ص۵۲)

علامہ عینیؒ نے اس حدیث کو نقل کر کے لکھا کہ یہ حدیث صاف طور پر قلیل وکثیر کا فرق بتلا رہی ہے اور اسی لئے امام بیہقی شافعی نے بھی اس کو نقل کر کے اعتراف کیا کہ ایسی صورت قلیل خون میں ہوئی ہوگی جو معاف ہے. اور کثیر مقدار کے بارے میں حضرت عائشہؓ ہی سے مروی ہے کہ وہ اس کو دھوتی تھیں معلوم ہوا کہ اس باب کی حدیث ۲۲۶ کثیر خون کے متعلق ہے کیوں کہ حق تعالے نے اس کی نجاست میں مسفوح کی قید لگائی ہے جو کنایہ ہے کثیر سے باقی اقبال حیض وادبار حیض کی تفصیل کتاب الحیض میں آئے گی انشاء اللہ تعالے.

(باب ۱۶۲ غسل المنی وفرکه وغسل ما یصیب من المرأة)

منی دھونے اور اسکے کھرچنے اور اس تری کے دھونے کا بیان جو عورت کی شرمگاہ سے (کپڑے کو یا بدن کو) لگ جائے

ربط ما قبل والمناسبة بین البابین ظاهرة لان کلامنهما فی بیان ازالة النجاسة۔
یا یوں کہا جائے کہ امام بخاری رح نے دم (خون) کے بعد منی کے مسئلہ کو بیان کیا کیوں کہ منی خون ہی سے بنتی ہے اور یہ منی خون کا نچوڑ اور لب لباب ہے (امداد)

۲۲۷ (حدثنا عبدان قال انا عبد الله بن المبارك قال انا عمرو بن میمون الجزری عن سلیمان بن یسار عن عائشة قالت کنت اغسل الجنابة من ثوب النبی صلی الله علیه وسلم فیخرج الی الصلوة وان بقع الماء فی ثوبه)

ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے۔ فرماتی ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے جنابت (یعنی منی کے دھبے) دھو ڈالتی تھی پھر آپ (اس کپڑے کو پہن کر) نماز کیلئے تشریف لے جاتے اور پانی کے دھبے آپ کے کپڑے میں ہوتے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحدیث للترجمة فی "کنت اغسل الجنابة" ای المنی۔

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۳۶ ج ص۳۶ وفی باب اذا غسل الجنابة الخ ص۳۶ وص۳۶ ومسلم فی الطهارة صفہ ۱۴۰۔

۲۲۸ (حدثنا قتیبة قال ثنا یزید قال ثنا عمرو عن سلیمان بن یسار قال سمعت عائشة ح وثنا مسدد قال ثنا عبد الواحد قال ثنا عمرو بن میمون عن سلیمان بن یسار قال سالت عائشة عن المنی یصیب الثوب فقالت کنت اغسل من ثوب رسول الله صلی الله علیه وسلم فیخرج الی الصلوة واثر الغسل فی ثوبه بقع الماء)

ترجمہ سلیمان بن یسار رح (تابعی) کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رض سے اس منی کے متعلق پوچھا جو کپڑے کو لگ جائے تو حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے (منی کو) دھو ڈالتی تھی پھر آپ نماز کیلئے نکلتے اور دھونے کے نشان پانی کے دھبے آپ کے کپڑے پر ہوتے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحدیث للترجمة فی "سالت عائشة عن المنی یصیب الثوب فقالت کنت اغسل"

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۳۶ ومر ص۳۶ وایضا یاتی ص۳۶ واخرجه مسلم ص۱۴۰ وابوداود ص۵۳

والترمذی ص۱۷۔

تشریح امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں تین۳ امور کا ذکر کیا ہے غسل منی (منی کا دھونا) ۲ فرک منی (منی کا کھرچ ڈالنا) ۳ غسل رطوبت فرج (یعنی عورت کی شرمگاہ سے جو منی لگ جائے اس کا دھونا) مطلب یہ ہے کہ اس ترجمہ کے تین اجزاء ہیں۔

مگر اس کے تحت جو حدیثیں لائے ہیں بظاہر صرف اوّل سے مطابقت ہے چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ثم یطابق الحدیث الترجمۃ الا فی غسل المنی فقط (عمدہ)

لیکن حدیث پاک سے تیسرے جزء کی مطابقت ہو سکتی ہے کہ پہلی حدیث (حدیث ۲۲۷) میں کنت اغسل الجنابۃ کا لفظ ہے اور جنابت عام ہے خواہ مرد کی ہو یا عورت کی، لہٰذا حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھو ڈالتی تھی خواہ وہ حضور اقدس ؐ کی منی ہو یا میری یا دونوں کی مخلوط۔ اس حدیث میں جنابت سے مراد منی ہی ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو جماع کے وقت مرد کے کپڑے یا بدن پر عورت ہی کی جنابت لگے گی کیوں کہ مرد کی جنابت تو رحم میں اندر کیجانب جاتی ہے البتہ مرد و عورت کی مخلوط منی مراد ہو سکتی ہے البتہ ترجمۃ الباب کے دوسرے جزء یعنی فرک منی کا اثبات مشکل ہے اس لئے حضرات شارحین حیران و پریشان ہیں، اس میں سب سے بہتر حافظ عسقلانیؒ کی بات ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب فرک منی کا ذکر کر کے ان احادیث کیجانب اشارہ کر دیا جو حضرت عائشہ رضؓ سے غیر بخاری میں موجود ہیں ملاحظہ ہو۔ (ابوداؤد ج۱ ص۵۳ ابن ماجہ ص۴۱ اور نسائی وغیرہ) اس صورت میں ترجمۃ الباب کے تینوں امور حدیث سے ثابت ہیں۔

تفصیل مذاہب علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: اختلف العلماء فی طہارۃ منی الآدمی فذہب مالک وابوحنیفۃ الی نجاستہ الخ

یعنی انسان کی منی کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے کہ پاک ہے یا ناپاک؟

امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ اور امام ابو یوسفؒ وغیرہ نجاست کے قائل ہیں لیکن امام اعظمؒ فرماتے ہیں کہ اس کی طہارت کیلئے فرک بھی کافی ہے اگر خشک ہو اور یہی ایک روایت امام احمدؒ سے بھی ہے۔

امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ منی کا دھونا ضروری ہے خواہ خشک ہو یا تر یعنی صرف فرک کافی نہیں۔ (شرح مسلم ص۱۴۰)

امام بخاریؒ کا مسلک بھی یہی ہے کہ منی ناپاک ہے جیسا کہ غسل المنی کے عنوان سے ظاہر ہے اور یہی مسلک ہے امام اوزاعی، سفیان ثوری وغیرہ جمہور کا۔

شوافع اور حنابلہ کا مشہور اور راجح قول یہی ہے کہ مرد اور عورت دونوں کی منی پاک ہے اور اسی کے قائل اسحاقؒ و داؤد ظاہریؒ ہیں۔ دوسرا قول یہ ہے کہ ناپاک ہے جیسا کہ حنفیہ مالکیہ فرماتے ہیں۔ تیسرا قول یہ ہے کہ

مرد کی منی پاک ہے اور عورت کی ناپاک۔

شوافع اور حنابلہ کے استدلالات

۱ ارشاد الٰہی ہے: وھو الذی خلق من الماء بشرا (نور) اور وہی ہے جس نے پانی سے انسان پیدا کیا اس آیت میں منی کو پانی فرمایا گیا اور ظاہر ہے کہ پانی کا مشہور اور اصل طہارت ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ منی پاک ہے۔

۲ دوسرا استدلال ان حضرات کا احادیث فرک سے ہے جن میں منی کے فرک کا ذکر آیا ہے فرماتے ہیں کہ اگر منی ناپاک ہوتی تو فرک کافی نہ ہوتا کیوں کہ فرک میں بالکلیہ ازالہ نہیں ہوتا تو جس طرح پیشاب اور خون میں فرک کافی نہیں اسی طرح منی میں بھی فرک کافی نہیں ہونی چاہیئے اور چوں کہ منی میں فرک کافی ہے اس لئے معلوم ہوا کہ منی پاک ہے اور فرک (کھرچنا) نظافت کیلئے ہے۔

۳ ان حضرات نے ایک عقلی دلیل پیش کی ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی تخلیق منی سے ہوئی ہے اور انبیاء کرام ؑ معصوم ہیں تو ہم ان کی اصل کو ناپاک کس طرح کہہ سکتے ہیں؟

حنفیہ و مالکیہ وغیرہ کے دلائل

۱ قرآن مجید میں منی کو ماء مہین کہا گیا ہے جو نجاست کی دلیل ہے

۲ دوسری دلیل حدیث الباب ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ھیں کنت اغسل الجنابة الخ ظاہر ہے کہ اگر منی ناپاک نہ ہوتی تو دھونے کی کیا ضرورت تھی وہ بھی بالاستمرار۔

۳ حضرت عائشہ رضؓ کی روایت ہے ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یغسل المنی ثم یخرج الی الصلوٰۃ الخ (مسلم ج ۱ ص ۱۴۰)

۴ حضرت معاویہ رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے اپنی ہمشیرہ ام المؤمنین ام حبیبہ رضؓ سے پوچھا کہ کیا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اس کپڑے میں نماز پڑھ لیتے تھے جس میں جماع کرتے تھے؟ ام حبیبہ رضؓ نے فرمایا " نعم اذا لم یر فیه اذی (ابوداؤد ج ۱ ص ۵۳)

حضرت ام المؤمنین ام حبیبہ رضؓ نے منی کو لفظ اذی سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی ناپاکی و گندگی کے ہیں۔

۵ قیاس بھی مسلک حنفیہ و مالکیہ ہی کو راجح قرار دیتا ہے کیوں کہ بول، مذی اور ودی سب بالاتفاق ناپاک ہیں حالاں کہ ان کے خروج سے صرف وضو واجب ہوتا ہے تو منی بطریق اولیٰ ناپاک ہونی چاہیئے کیوں کہ اس سے غسل واجب ہوتا ہے وغیر ذالک

قائلین طہارت کے جوابات

۱ آیت کریمہ سے استدلال کا جواب یہ ہے کہ جہاں یہ ارشاد الٰہی ہے: وھو الذی خلق من الماء بشرا، وہیں یہ بھی ارشاد ربانی ہے واللہ خلق کل دابة من ماء (نور) اور اللہ نے ہر چوپائے کو پانی سے پیدا کیا۔

اب اگر ماء (پانی) کہنے کی وجہ سے طہارت منی پر استدلال کیا گیا تو ہر جانور حتی کہ کتے اور سور کی منی کو بھی پاک کہنا پڑے گا جو بالاتفاق ناپاک ہے لہٰذا استدلال صحیح نہیں۔

۲ دوسرا استدلال ان حضرات کا احادیث فرک سے ہے۔
جواب یہ ہے کہ اگر احادیث فرک سے منی کو پاک کہا جائے تو انسان کے پیشاب اور پاخانہ کو بھی پاک کہنا پڑے گا۔ کیوں کہ پیشاب، پاخانہ میں استجمار (استنجاء بالاحجار) کافی ہے جس میں بالکلیہ ازالہ نہیں ہوتا حالاں کہ انسان کا بول وبراز بالاجماع ناپاک ہے، اصل بات یہ ہے کہ شرعی اعتبار سے تطہیر نجاست صرف پانی سے دھونے میں منحصر نہیں ہے بلکہ تطہیر نجاست کے بہت سے طریقے ہیں بعض جگہ غسل ضروری ہے اور بعض جگہ نہیں جیسے راستہ چلتے وقت جوتے کے نیچے نجاست کا لگ جانا۔ اسی طرح آئینہ اور تلوار میں نجاست لگ جائے تو صرف پونچھنے سے یہ چیزیں پاک ہو جاتی ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی ہے:

اذا وطئ الاذی بخفیہ فطہورہما التراب۔ — جب موزوں کے نیچے نجاست لگ جائے تو اس کو پاک کرنیوالی مٹی ہے (ابوداؤد ج ۱ ص ۵۵)

نیز روئی کو پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس کو دھن دیا جائے۔ زمین یبس (سوکھنے) سے پاک ہو جاتی ہے وغیرہ پانقل اسی طرح منی سے طہارت حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ فرک کر دیا جائے بشرطیکہ وہ خشک ہو گئی ہو۔

۳ تیسرا استدلال عقلی ہے جس کا جواب یہ ہے کہ یہاں انبیاء کرام علیہم السلام کی منی سے بحث نہیں ہے جن مبارک نطفوں سے انبیاء کرام علیہم السلام کی تخلیق ہوئی ہے وہ عام انسانوں کے نطفوں کی طرح ناپاک نہ کہا جائے تو ہمیں کوئی اختلاف نہیں ہماری بحث امت کی منی کے متعلق ہے۔
۲ جن منی سے ابوجہل، فرعون وغیرہ کی تخلیق ہوئی ہے ہم اس کو کس طرح پاک کہہ سکتے ہیں جب کہ یہ سب جہنمی ہیں۔ واللہ اعلم بالصواب۔

(باب ۱۶۳ اذا غسل الجنابة او غيرها فلم يذهب اثره)

جب کوئی منی یا اسکے علاوہ دوسری نجاست (مثلاً حیض کا خون) دھوئے اور اس کا اثر زائل نہ ہو

۲۲۹ (حدثنا موسى بن اسماعيل قال ثنا عبد الواحد قال ثنا عمرو بن ميمون قال سمعت سليمان بن يسار في الثوب تصيبه الجنابة قال قالت عائشة كنت اغسله من ثوب رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يخرج الى الصلوة واثر الغسل فيه بقع الماء)

ترجمہ عمرو بن میمون کا بیان ہے کہ میں نے سلیمان بن یسار سے سنا وہ کہتے تھے کپڑے میں جب جنابت (یعنی منی) لگ جائے تو اس باب میں حضرت عائشہ رضؓ نے یہ فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے اس کو دھو ڈالتی تھی پھر آپؐ نماز کے لئے نکلتے اور دھونے کا نشان یعنی پانی کے دھبے اس کپڑے میں رہتے۔

ربط و مقصد امام بخاریؒ پیشاب، خون اور منی کی ناپاکی بیان کرنے کے بعد اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر یہ ناپاکیاں قاعدہ کے مطابق دھولی جائیں اور اس کے باوجود بھی ان کا کوئی اثر یا دھبہ رہ جائے تو اس سے کوئی نقصان نہیں کپڑا پاک ہوگیا۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۳۶ ومر مرارًا ص۳۶

۲۳۰ (حدثنا عمرو بن خالد قال ثنا زھیر قال ثنا عمرو بن میمون بن مھران عن سلیمان بن یسار عن عائشۃ انھا کانت تغسل المنی من ثوب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم اراہ فیہ بقعۃ او بقعا)

ترجمہ سلیمان بن یسار نے حضرت عائشہ رضؓ سے نقل کیا کہ وہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے کپڑے سے منی کو دھو ڈالتی تھیں۔ پھر اس کا ایک دھبہ یا کئی دھبے اس کپڑے میں دیکھتی۔

ترجمۃ الباب سے مطابقت ترجمۃ الباب سے دونوں حدیثوں کی مطابقت واضح ہے صرف اتنی بات قابل غور ہے کہ امام بخاریؒ نے ترجمہ میں منی کے ساتھ اوغیرھا سے دوسری نجاست کا بھی ذکر کیا ہے لیکن ترجمہ کے ذیل میں درج کیجانے والی دونوں روایتوں میں اس کا ذکر نہیں ہے۔

دراصل امام بخاریؒ نے اوغیرھا کا لفظ بڑھا کر یہ تبلا دیا کہ یہ حکم صرف جنابت کے ساتھ مخصوص نہیں دوسری نجاستوں کا بھی یہی حکم ہے۔

چوں کہ یہ ایک ثابت شدہ حقیقت ہے اسلیے باب کی روایتوں میں اس کی تلاش کی ضرورت نہیں یا یہ کہ جنابت کا حکم معلوم کرنے کے بعد دوسری نجاستوں کو بھی اس پر قیاس کرلیں۔

البتہ ابوداؤد میں خود حضرت صدیقہ رضؓ سے ایک روایت ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: یکفیك الماء ولا یضرك اثرہ پانی کا استعمال تمہارے لئے کافی ہے اور اثر کا باقی رہ جانا نقصان دہ نہیں۔

حدیث الباب کے مسئلہ پر سابق باب میں تفصیل گذر چکی ہے۔

باب (۱۶۴) ابوال الابل والدواب والغنم ومرابضھا وصلے ابوموسیٰ فی دار البرید والسرقین والبریۃ الی جنبہ فقال ھھنا وثم سواء

اونٹ اور چوپایوں اور بکریوں کے پیشاب اور ان کے تھانوں (رہنے کی جگہوں) کا بیان۔ اور حضرت ابوموسیٰ

اشعری رضؓ نے دار البرید میں نماز پڑھی جہاں گوبر تھا حالانکہ (صاف ستھرا) جنگل انکے قریب تھا پھر فرمایا یہ اور وہ دونوں برابر ہیں۔

۲۳۱ (حدثنا سلیمٰن بن حرب عن حمّاد بن زید عن ایوب عن ابی قلابة عن انس قال قدم اُناس من عُکلٍ او عُرَینة فاجتووا المدینة فامرهم النبیُّ صلی الله علیه وسلم بلقاحٍ وَان یشربوا من ابوالها والبانها فانطلقوا فلمّا صحّوا قتلوا راعی النبیّ صلی الله علیه وسلم واستاقوا النَّعم فجاء الخبر فی اوّل النهار فبعث فی آثارهم فلمّا ارتفع النهار جیئ بهم فامر فقطع ایدیهم وارجلهم وسُمرت اعینهم واُلقوا فی الحرّة یستسقون فلا یُسقون قال ابو قلابة فهؤلاء سرقوا وقتلوا وکفروا بعد ایمانهم وحاربوا الله ورسوله)

ترجمہ حضرت انس رضؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ (قبیلہ) عکل یا عرینہ کے (مدینہ) آئے اور وہ لوگ مدینہ میں بیمار ہو گئے تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے انہیں دودھ والی اونٹنیوں میں جانے کا حکم دیا اور یہ کہ ان کے دودھ اور پیشاب پئیں چنانچہ وہ لوگ وہاں چلے گئے اور جب وہ تندرست ہو گئے تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک لے گئے دن کے ابتدائی حصے میں (یعنی صبح کو) یہ خبر (مدینہ میں) پہونچی آپؐ نے ان کے پیچھے (سواروں کو) بھیجا جب دن چڑھ گیا تو وہ (مجرمین) خدمت اقدس میں لائے گئے آپؐ نے حکم دیا ان کے ہاتھ پاؤں کاٹے گئے، ان کی آنکھیں پھوڑی گئیں اور مدینہ کی پتھریلی زمین میں ڈالدیئے گئے (پیاس کی شدت سے) وہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہیں دیا جاتا تھا۔ ابو قلابہ نے کہا (ایسی سخت سزا اس لئے ہوئی کہ) انہوں نے چوری کی اور خون کیا اور ایمان کے بعد کافر (یعنی مرتد) ہو گئے اور اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کی۔

مطابقتہ للترجمتہ مطابقة الحدیث فی قوله "ان یشربوا من ابوالها"

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۳۶ ویاتی فی الزکوٰة ص۲۰۳ وفی الجهاد ص۴۲۳ وفی المغازی ص۶۰۲ وص۶۶۳، وص۸۴۸ ایضا ص۸۴۸ ص۸۵۳ وص۱۰۰۵ ایضا ص۱۰۰۵ ایضا ص۱۰۰۵ ایضا ص۱۰۰۵ وص۱۰۱۹۔

مسلم ثانی ص۵۷ ابوداؤد ثانی ص۲۰۶ ترمذی اوّل ص۱۱ ونسائی وابن ماجه وغیرہ۔

۲۳۲ (حدثنا آدم قال ثنا شعبة قال انا ابو التیّاح عن انس قال کان النبیُّ صلی الله علیه وسلم یُصلی قبل ان یُبنی المسجد فی مرابض الغنم)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مسجد بننے سے پہلے بکریوں کے تھانوں میں نماز پڑھا کرتے تھے۔

مطابقته للترجمة | مطابقة الحديث للترجمة فی قوله "فی مرابض الغنم"

تعدد موضعه | والحديث ههنا ص۳۷ ویاتی ص۶۱ ومطولا ص۸۵ مسلم اول ص۲۰ وترمذی اول ص۴۶۔

ربط ومقصد | پچھلے ابواب میں انسانی پیشاب، خون، اور منی وغیرہ ناپاک چیزوں کا بیان تھا اب جانوروں کے پیشاب کا حکم بیان فرمارہے ہیں۔

حل الفاظ | مَرَابِض۔ جمع مَرِبض بفتح المیم وکسر الباء الموحدہ وہ جگہ جہاں بکریاں رکھی جائیں بکریوں کا طویلہ، بکریوں کا باڑ، جیسے معاطن اونٹوں کے رہنے کی جگہ۔

دار البرید دار البرید کے معنی ڈاک گھر، ڈاک بنگلہ، یہاں دار البرید سے مراد کوفے میں ایک کنارے پر ایک مکان تھا جہاں سرکاری پیغام رساں اور افسران ٹھہرا کرتے تھے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رض فاروقی دور خلافت سے لے کر حضرت عثمان رض کے زمانے تک کوفہ کے حاکم رہے۔ بَرید کا اطلاق قاصد پر بھی ہوتا ہے اور بارہ میل کی مسافت پر بھی۔ (قس) چنانچہ امام مالک رح وامام احمد رح سے قصر صلوٰۃ کی مسافت چار برید منقول ہے اس حساب سے چار برید کے اڑتالیس ۴۸ میل ہوئے۔

والسِّرقین بکسر السین المہملہ وفتحہا وسکون الراء وبالقاف چوپائے کا پائخانہ، گوبر، لید اجتووا بالجیم وواوین ای اصابہم الجوی الخ (قس) یعنی یہ لوگ مرض الجوار میں مبتلا ہوگئے تھے، مرض الجوار پیٹ کی ایک بیماری ہے جس میں پیٹ پھول جاتا ہے اور پیاس بہت لگتی ہے، بعض حضرات نے ترجمہ کیا ہے ان لوگوں نے مدینہ طیبہ کی آب وہوا کو اپنے لئے ناموافق پایا۔ یہ معنی راجح ہے کیوں کہ کتاب المغازی ص۶۰۲ کی روایت میں اجتووا کی جگہ استوخموا المدینۃ آیا ہے جس کے معنی ہیں "انہوں نے اپنی صحت کے لئے آب وہوا کو ناموافق پایا۔

تشریحات | امام بخاری رح نے اگرچہ یہ تصریح نہیں کی ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب ذ پاخانے پاک ہیں یا ناپاک؟ لیکن باب کے تحت حضرت ابوموسیٰ اشعری رض کا جو عمل اور پھر جو دو حدیثیں لائے ہیں ان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ امام بخاری رح کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا بول وبراز (پیشاب وپاخانہ) پاک ہے یعنی مالکیہ کی موافقت کررہے ہیں۔

تفصیل مذاہب | امام اعظم ابوحنیفہ رح، امام شافعی رح، امام ابویوسف رح اور جمہور کے نزدیک تمام جانوروں کا بول وبراز ناپاک ہے خواہ ماکول اللحم ہو یا غیر ماکول اللحم۔

۲ امام مالک رح، امام محمد رح، امام زفر رح نیز فی قول امام احمد رح کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب پاک ہے اور یہی مسلک امام بخاری رح کا ہے بلکہ امام بخاری رح اور امام مالک رح کے نزدیک ماکول اللحم جانوروں کا پاخانہ بھی پاک ہے۔

امام بخاریؒ کا پہلا استدلال

امام بخاری رحؒ نے سب سے پہلے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ کے عمل سے استدلال کیا ہے کہ حضرت ابو موسیٰ رضؓ نے دار البرید میں نماز پڑھی جہاں گوبر تھا یہ مفہوم اس وقت ہوگا جبکہ والسّرقین کو جر کے ساتھ پڑھیں گے ای فی دار البرید والسّرقین، مگر اس سے سرقین (گوبر) کی طہارت ثابت کرنا مشکل ہے کیوں کہ اسوقت مطلب ہوگا۔ صلی ابو موسیٰ فی السّرقین الخ اور یہ معلوم ہے کہ ظرفیت میں توسع ہے ہوسکتا ہے کہ گوبر قریب میں رہا ہو اور قریب کو فی السرقین سے تعبیر کردیا گیا یا چٹائی یا کوئی کپڑا بچھا کر نماز پڑھی ہو فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال اور صاف اور قوی بات یہ ہے کہ فی البرید والسّرقین محض محاورت کی وجہ سے کہدیا عین سرقین پر نماز پڑھنا مراد نہیں، کوئی نظیف الطبع کیسے گوارہ کرے گا جب کہ صاف جگہ پاس ہی موجود ہو اور اگر والسّرقین کو مرفوع پڑھیں جیسا کہ عمدۃ القاری وغیرہ کا نسخہ ہے اور یہی رفع والی روایت راجح ہے اس صورت میں نماز پڑھی والسرقینُ والبریۃُ الی جنبہ اور ان کے پاس گوبر اور (صاف ستھرا) جنگل تھا۔

قائلین طہارت کا دوسرا استدلال

یہ حضرات طہارت ابوال کیلئے عرینیین کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں جو ۶ھ میں قبیلہ عکل وعرینہ کے آٹھ آدمی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت اقدس میں حاضر ہوئے قصہ کی پوری تفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی صفحہ ۲۵۴ تا صفحہ ۲۵۵ ملاحظہ فرمائیے۔

قائلین طہارت استدلال کرتے ہیں فامرھم النبی صلے اللہ علیہ وسلم بلقاح وان یشربوا من ابوالھا الخ اگر اونٹوں کا پیشاب ناپاک ہوتا تو پیغمبر اسلام صلے اللہ علیہ وسلم پیشاب پینے کا حکم نہ فرماتے معلوم ہوا کہ اونٹ جو ماکول اللحم ہے اس کا پیشاب پاک ہے۔

جواب: اس سے عام حالات میں استدلال درست نہیں ہے اسلئے کہ فامرھم النبی ص سے پہلے یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے تھا فاجتووا المدینۃ (یعنی وہ لوگ مدینہ میں بیمار ہوگئے) پس معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلے نے ضرورتاً بطور علاج پیشاب پینے کی اجازت دی فلیس فیہ دلیل علی انہ یباح فی غیر حال الضرورۃ الخ علامہ عینی فرماتے ہیں: والجواب المقنع فی ذالک انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام عرف بطریق الوحی الخ یعنی کافی اور شافی جواب یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ معلوم ہوگیا تھا کہ ان لوگوں کی بیماری کا علاج اسی میں ہے کہ ان لوگوں کو اونٹ کے دودھ اور پیشاب پلائے جائیں اس کے بغیر ان کی شفا اور زندگی ممکن نہیں، یہ اجازت ایسی ہی ہے جیسے حالت اضطرار میں بقدر سدّ رمق اکل میتۃ والخمر کی اجازت ہے۔

اگر آج بھی کوئی حاذق طبیب، معالج حکم دے کہ اس ناپاک چیز کے علاوہ اس مہلک مرض کا علاج ممکن

نہیں تو بلاشبہ آج بھی جائز ہے اس سے طہارت پر استدلال قطعاً درست نہیں۔

بعض حضرات نے یہ جواب دیا ہے کہ استنزھوا من البول سے منسوخ ہے۔

حنفیہ اور جمہور کے دلائل | ملاحظہ فرمایئے نصر الباری جلد دوم باب ۱۵۲ اور باب ۱۵۳

مُثلہ پر اعتراض و جواب | دیکھیے نصر الباری کتاب المغازی صفحہ ۲۵۶

قائلین طہارت کا تیسرا استدلال | باب کی دوسری حدیث سے ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مسجد بننے سے پہلے مرابض غنم میں نماز پڑھتے تھے۔

اور ظاہر بات ہے کہ مرابض غنم (بکریوں کے رہنے کی جگہ) میں بکریوں کا پیشاب اور پائخانہ بھی ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ بکریوں کا پیشاب پاخانہ پاک ہے ورنہ نماز پڑھنا کیسے صحیح ہوتا؟

جواب: اگر مرابض غنم میں نماز کی اجازت سے پیشاب و پائخانہ کی طہارت پر استدلال درست مان لیا جائے تو لازم آئے گا کہ اونٹ کا پیشاب پاخانہ ناپاک ہو کیوں کہ مبارک ابل (اونٹوں کے طویلے) میں نماز پڑھنے سے منع کیا گیا ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ مرابض غنم میں اجازت اور معاطن ابل میں ممانعت کی علت طہارت و عدم طہارت نہیں ہے بلکہ اصل سبب یہ ہے کہ بکری سیدھی سادھی بے ضرر جانور ہے بخلاف اونٹ کے کہ کبھی درندوں کی طرح کی خطرناک ہو جاتا ہے۔

علامہ عینیؒ نے مرابض غنم میں نماز پڑھنے اور معاطن ابل میں نہ پڑھنے کے متعلق چند احادیث جمع کر دی ہیں جن سے اس تفریق کی وجہ واضح ہو جاتی ہے۔

(۱) عن ابی ذرؓ مرفوعا الغنم من دواب الجنة فامسحوا رغامها وصلوا فی مرابضها" بکریاں جنت کے چوپایوں میں سے ہیں ان کی رینٹ صاف کر دیا کرو اور ان کے باڑوں میں نماز پڑھ لیا کرو

(۲) وعند البزار فی مسنده واحسنوا الیها واميطوا عنها الاذی۔ بکریوں کے ساتھ اچھا سلوک کرو (یعنی پیار کرو) اور ان کے اردگرد سے گندگی دور کر دیا کرو)

(۳) وفی حدیث عبداللہ بن مغفلؓ صلوا فی مرابض الغنم ولا تصلوا فی اعطان الابل فانها خلقت من الشیاطین، قال البیہقی کذا رواہ جماعة۔ (بکریوں کے باڑوں میں نماز پڑھ لیا کرو مگر اونٹوں کے طویلے میں مت پڑھو کیوں کہ ان کی پیدائش شیاطین سے ہے)

(۴) ایک حدیث کے کلمات یہ ہیں: اذا ادرکتکم الصلوٰة وانتم فی مراح الغنم فصلوا فیها فانها سکینة وبرکة واذا ادرکتکم الصلوٰة وانتم فی اعطان الابل فاخرجوا منها فانها جن خلقت من الجن الاتری انها اذا نفرت کیف تشمخ بانفها"

(عمدة القاری پاکستان ص ۱۵۷/۳)

جب نماز کا وقت آجائے اور تم بکریوں کے باڑے میں ہو تو وہیں نماز پڑھ لو اس لئے کہ بکریوں میں سکینت و برکت ہے اور جب نماز کا وقت ایسے وقت میں آجائے کہ تم اونٹ کے طویلہ میں ہو تو وہاں سے نکل جاؤ کیوں کہ وہ جن ہیں اور جن سے پیدا کئے گئے ہیں تم نہیں دیکھتے کہ جب وہ بگڑتے ہیں تو کیسے ناک چڑھاتے ہیں یعنی سخت غضبناک ہوجاتے ہیں۔

ایک حدیث مؤطا امام محمد میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے۔

احسن الی غنمك واطب مُراحها وصل فی ناحیتها فانها من دواب الجنة (موطا امام محمد ص۱۲۵) — اپنی بکریوں سے اچھا سلوک کرو ان کے رہنے کی جگہ صاف رکھا کرو اور اس کے گوشے میں نماز پڑھ لیا کرو کیوں کہ یہ جنت کے چوپایوں میں سے ہیں۔

اس حدیث سے نے پوری وضاحت کردی کہ مرابض غنم میں نماز پڑھنے کا مطلب یہ نہیں کہ جہاں بکریوں کے پیشاب و مینگنیاں ہوں وہاں پڑھو بلکہ مراد یہ ہے کہ اس کے صاف ستھرے گوشے میں پڑھو۔

باب ۱۶۵ ما یقع من النجاسات فی السمن والماء وقال الزهری لا باس بالماء مالم یغیرہ طعم او ریح او لون وقال حماد لا باس بریش المیتة وقال الزهری فی عظام الموتی نحو الفیل وغیرہ ادرکت ناسا من سلف العلماء یمتشطون بها ویدهنون فیها لا یرون به باسا وقال ابن سیرین وابراهیم لا باس بتجارة العاج

وہ نجاستیں جو گھی یا پانی میں گر جائیں (تو اس کا کیا حکم ہے؟) زہری رحؒ نے کہا جبتک پانی کا مزہ یا بُو یا رنگ نہ بدلے (نجاست پڑجانے کے باوجود) اس میں کچھ حرج نہیں۔ اور حماد بن ابی سلیمان نے کہا پانی میں مردار کے بال و پَر پڑجانے سے کچھ حرج نہیں (یعنی مردار کے بال و پَر پاک ہیں) اور زہریؒ نے کہا مردار کی ہڈیوں کے بارے میں جیسے ہاتھی دانت وغیرہ کے بارے میں کہا کہ میں نے اگلے کئی عالم لوگوں کو دیکھا کہ وہ ان سے کنگھی کرتے تھے اور ان میں تیل رکھتے تھے وہ حضرات ان میں کچھ حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور محمد بن سیرینؒ اور ابراہیم نخعیؒ نے کہا کہ ہاتھی دانت کی تجارت میں کچھ حرج نہیں یعنی تجارت درست ہے۔

ربط ما قبل اور مقصد ترجمہ پچھلے ابواب میں نجاستوں کا بیان تھا اب یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اگر کسی گھی میں یا پانی میں نجاست پڑجائے تو اس کا کیا حکم ہے؟ نجاست کے گرتے ہی ناپاک ہوجائے گا یا اس میں کچھ تفصیل و شرائط ہیں اگر ہیں تو کیا ہیں؟

اشکال وجواب اشکال یہ ہے کہ یہ کتاب الوضو ہے وضو کی مناسبت سے پانی کے مسائل و احکام تو بیان کئے جاسکتے ہیں مگر سمن (گھی) کا بیان بے محل و باعث اشکال ہے۔

جواب:۔ امام بخاریؒ کا مقصد پانی کا مسئلہ میں بیان کرنا ہے مگر پانی کے متعلق جتنی روایات و احادیث

آتی ہیں مثلاً حدیث قلتین یا حدیث بیر بضاعہ بخاری کی شرط پر تو کیا عند المحدثین متکلم فیہ ہیں اسلئے بخاری وہ احادیث تو لا نہیں سکتے اور مسئلہ بیان کرنا چاہتے ہیں اسلئے سمن کی حدیث جو بخاری کے شرط پر تھی اس سے اخذ کر کے پانی کا مسئلہ بیان کر دیا۔

۲۳۳ (حدثنا اسمٰعیل قال حدثنی مالک عن ابن شهاب عن عبید الله بن عبد الله عن ابن عباس عن میمونة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم سُئل عن فارة سقطت فی سمن فقال القوها وما حولها وكلوا سمنكم)

ترجمہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ایک چوہا گھی میں گر جائے (اور مر جائے) تو کیا کریں؟ آپؐ نے فرمایا اس چوہے کو پھینکدو اور آس پاس کے گھی کو بھی نکال پھینکو اور (باقی) اپنا گھی کھالو۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة فی قوله سئل عن فارة سقطت فی سمن الخ

تعدد موضعہ والحديث هٰهنا ص۳۷ ویاتی متصلاً ص۳۷ وص۸۳۱ ایضا ایضا۔ وابو داؤد جلد ثانی کتاب الاطعمه ص۵۳۲ وترمذی ثانی ابواب الاطعمه ص۲ والنسائی وموطا امام مالک وغیرہ۔

۲۳۴ (حدثنا علی بن عبد الله قال ثنا معن قال ثنا مالک عن ابن شهاب عن عبید الله بن عبد الله بن عتبة بن مسعود عن ابن عباس عن میمونة ان النبی صلی الله علیه وسلم سئل عن فارة سقطت فی سمن فقال خذوها وما حولها فاطرحوه وقال معن ثنا مالک ما لا احصیه یقول عن ابن عباس عن میمونة) **ترجمہ** حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس چوہے کے بارے میں پوچھا گیا جو گھی میں گر جائے (تو کیا کریں؟) آپؐ نے فرمایا کہ اس چوہے کو اور اسکے ارد گرد کے گھی کو لو اور پھینکدو، معن کہتے ہیں کہ مالکؒ نے ہم سے بیشمار مرتبہ یہ حدیث بیان کی وہ فرماتے تھے کہ ابن عباسؓ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة فی سئل عن فارة الخ۔

تعدد الحدیث باب کی پہلی حدیث یعنی حدیث ۲۳۳ دیکھیے۔

۲۳۵ (حدثنا احمد بن محمد قال انا عبد الله قال انا معمر عن همام بن منبه عن ابی هريرة عن النبی صلی الله علیه وسلم قال كل كلم يكلمه المسلم فی سبيل الله يكون يوم القيامة كهيئتها اذ طعنت تفجر دما اللون لون الدم والعرف عرف المسك)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کی راہ میں مسلمان کو جو زخم لگتا ہے وہ قیامت کے دن اسی طرح (تازہ) ہو جائے گا جیسے اسوقت جب لگا تھا خون بہتا ہوگا اسکا رنگ تو خون کا ہوگا اور خوشبو مشک کی سی ہوگی۔

مطابقۃ للترجمۃ ترجمۃ الباب سے اس تیسری حدیث کی مطابقت و مناسبت بظاہر سمجھ میں نہیں آتی۔

علامہ عینیؒ نے محدثین عظام کے مختلف اقوال تفصیل سے نقل فرما کر تبصرہ کیا ہے کہ ان میں سے کسی نے بھی صحیح وجہ پیش نہیں کی کہ امام بخاریؒ اس حدیث کو یہاں کیوں لائے ہیں؟ یہ حدیث دمِ شہید والی تو صرف شہید کی فضیلت ظاہر کرنے کیلئے تھی نجاست و طہارت کے باب سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

دوسرے یہ کہ شہید کے بارے میں جو بات ذکر ہوئی ہے اس کا تعلق عالم آخرت سے ہے اور پانی کی طہارت ونجاست کے مسئلہ کا تعلق اس دنیا سے ہے اس کا اس سے کیا جوڑ؟

البتہ ایسے مواقع میں معمولی درجہ کی بھی معقول مناسبت نکل سکے تو وہ کافی ہے بہ نسبت غیر معقول مناسبت بعیدہ کے، لہٰذا میرے نزدیک درج ذیل وجہ کافی ہے۔

علامہ عینی کی توجیہہ پانی کے احکام کا مدار نجاست کے ذریعہ تغیر آنے پر ہے کہ اسکی وجہ سے وہ قابل استعمال نہیں رہتا اس لئے کہ اسکی وہ صفت باقی نہیں رہی جس پر حق تعالیٰ نے اس کو پیدا فرمایا تھا۔

اسی کی ایک نظیر امام بخاری نے بیان کردی کہ دم شہید میں بھی تغیر ہوتا ہے کہ اصل تو اسکی نجاست ہے جس پر خدا نے اس کو پیدا فرمایا مگر شہادت فی سبیل اللہ کے سبب اس میں تغیر آ گیا جو فضل شہید ظاہر کرنے کیلئے قیامت کے دن سارے اہل محشر کو دکھلا دیا جائے گا اور اسکی بوئے مشک کے ذریعہ اس تغیر کو سب ہی محسوس کریں گے گویا امام بخاری کو تغیر کے لئے ایک نظیر پیش کرنی تھی اور بس۔

خلاصہ یہ ہے کہ باب اور اس حدیث میں قدر مشترک یہ ہے کہ تغیر وصف مدار احکام ہے اس سے زیادہ مناسبت کی نہ ضرورت ہے نہ وہ نکل سکتی ہے یہی کافی وشافی ہے (عمدۃ القاری ص ۷۴۴/۱)

تعدد موضعہ (الحدیث ھھنا ص ۳۷ ویاتی فی الجہاد ص ۳۹۳ وفی الذبائح ص ۸۳۰)

پانی کے مسئلہ میں ائمہ کے مذاہب پانی کی طہارت ونجاست کا مسئلہ ائمہ عظام کے درمیان معرکۃ الآراء مسائل میں سے ہے چنانچہ سعایہ میں علامہ لکھنوی نے پندرہ اقوال نقل کئے ہیں۔ اور بقول امام نووی فقہاء کے اقوال بیس سے بھی متجاوز ہیں لیکن مشہور اقوال ومذاہب چار ہیں جو نقل کئے جا رہے ہیں۔

(۱) ظاہریہ کے نزدیک وقوع نجاست سے پانی اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا جب تک پانی پانی کی طبیعت پر رہے خواہ پانی قلیل ہو یا کثیر، خواہ اس کے اوصاف (رنگ، بو، مزہ) میں سے کسی وصف میں تغیر بھی ہو گیا ہو پانی طاہر ومطہر ہے، البتہ ذات پانی پر نجاست کا غلبہ ہو کہ رقت وسیلان میں تغیر واقع ہو جائے تو اس صورت میں پانی ناپاک ہو جائے گا۔ یہ مذہب عقلاً ونقلاً اتنا کمزور ہے کہ اب اس پر کسی کا عمل نہ قول۔

اصحاب ظواہر کو چھوڑ کر فقہائے امت کا اس پر اتفاق ہے کہ پانی قلیل ہے یا کثیر ہو، راکد ہو یا جاری، اگر وقوع نجاست سے پانی میں تغیر ہو گیا یعنی نجاست کا اثر پانی میں ظاہر ہو گیا تو ناپاک ہے۔

(۲) امام مالک کے نزدیک پانی قلیل ہو یا کثیر وقوع نجاست سے اگر پانی کے اوصاف ثلٰثہ میں سے کسی وصف میں تغیر ہو جائے تو پانی ناپاک ہوگا ورنہ نہیں۔

یعنی حضرات مالکیہ کے نزدیک قلیل وکثیر میں کوئی فرق نہیں ہے اور یہی مذہب امام بخاری وامام زہری کا ہے

جمہور اور ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ قلیل وکثیر کے درمیان فرق کے قائل ہیں تفصیل آرہی ہے انتہائی افسوس کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ آج کل بعض حنفی محدث بھی امام بخاری رح سے مرعوب ہو کر ہتھیار ڈال دیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ اس مسئلہ میں راجح مالکیہ کا مذہب ہے۔

ادب سے گذارش ہے کہ اس مقام پر عمدۃ القاری اور فتح الباری بغور دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ حنفیہ کا مسلک اوفق بالاحادیث والآثار وانسب بالنظیر اور احوط بالعمل ہے: کیوں کہ حنفیہ کے نزدیک پاک ہوگا تو ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بالاتفاق پاک ہوگا۔

ملاحظہ فرمائے حافظ عسقلانی رح لکھتے ہیں ومقتضی ھذا انہ لایفرق بین القلیل والکثیر الخ (فتح الباری مطبوعہ بیروت جلد اول ص۲۷۲ تا ص۲۷۳)

یعنی چوں کہ امام مالک رح وغیرہ کے نزدیک قلیل وکثیر میں کوئی فرق نہیں ہے اس لئے ابو عبید نے کتاب الطہارۃ میں یہ اعتراض کیا کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ اگر ایک لوٹے پانی میں کوئی پیشاب کردے اور پانی کا وصف نہ بدلے تو اس پانی سے وضو کرنا (پینا) جائز ہو وھو مستبشع یعنی نہایت بدمزہ اور قبیح ہے۔

(۳) امام شافعی رح اور امام احمد رح کا مسلک یہ ہے کہ اگر پانی قلیل ہو یعنی دو قلے سے کم ہو تو وقوع نجاست سے پانی ناپاک ہو جائے گا اگرچہ احدالاوصاف میں تغیر نہ ہو۔ اور اگر مار کثیر یعنی قلتین اور اس سے زیادہ میں نجاست گر جائے تو جب تک کسی وصف میں تغیر نہ ہو تو پانی پاک ہے۔

(۴) حنفیہ کے نزدیک وقوع نجاست سے مار قلیل مطلقاً ناپاک ہوجاتا ہے اگرچہ اوصاف ثلاثہ میں سے کسی وصف میں تغیر نہ ہو اور اگر پانی کثیر ہو تو پانی اس وقت تک ناپاک نہیں ہوگا جب تک کہ احدالاوصاف میں تغیر نہ ہو، مذکورہ تفصیل سے معلوم ہوا کہ جمہور اور اکثر ائمہ متبوعین رحمہم اللہ کے نزدیک قلیل وکثیر کا فرق مسلم ہے البتہ قلیل وکثیر کی تعیین وتحدید میں اختلاف ہے۔

امام شافعی رح کے نزدیک مار قلیل کی مقدار متعین ہے کہ قلتین یعنی دو مٹکے سے کم ہو، دو قلہ یا اس سے زیادہ ہو تو وہ مار کثیر ہے کما فی الہدایہ وقال الشافعی رح یجوز ان کان الماء قلتین الخ اور امام اعظم رح کے نزدیک مار قلیل کی مقدار متعین نہیں ہے بلکہ رائے مبتلی بہ پر سونپا گیا ہے یعنی مبتلا بہ کے غلبۂ ظن پر قلیل وکثیر کا مدار ہے کما فی الدر المختار والمعتبر فی مقدار الراکد اکبر رای المبتلی بہ فیہ " معلوم ہوا کہ حنفیہ مبتلی بہ کے ظن غالب کو حد فاصل قرار دیتے ہیں۔

ایک سوال وجواب

صاحب ہدایہ نے حنفیہ کا مسلک نقل کیا ہے: والغدیر العظیم الذی لایتحرک احد طرفیہ بتحریک الطرف الآخر الخ بڑا تالاب (یعنی مار کثیر) وہ ہے کہ ایک کنارے کو حرکت دینے سے دوسرا کنارہ متحرک نہ ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ کثیر اور قلیل پانی کا مدار

تحریک پر ہے بظاہر تعارض ہے کیوں کہ مبتلی بہ کے ظن غالب کا اعتبار ایک باطنی امر ہے جو مختلف ہوسکتا ہے لیکن ایک جانب حرکت دینے سے دوسری جانب میں حرکت کا پیدا ہونا ایک محسوس امر ہے جو ہر شخص محسوس کرسکتا ہے فکیف التطبیق؟

جواب:- بان المراد غلبة الظن بانه لو حرک لوصل الی الجانب الآخر اذا لم یوجد التحریک بالفعل (امانی الاحبار ص۵) فلا تعارض ولا اشکال۔

بہرحال اس تفصیل سے معلوم ہوگیا کہ احناف وشوافع اور جمہور فقہاء قلیل وکثیر کا فرق کرتے ہیں۔ ماء کثیر کی طہارت ونجاست کا مدار تغیر اوصاف پر ہے لیکن قلیل پانی میں نجاست گرتے ہی ناپاک وناقابل استعمال ہوجائے گا۔

مشہور یہ ہے کہ احناف کے نزدیک دہ در دہ کثیر ہے اور اس سے کم قلیل ہے لیکن تحقیق یہ ہے کہ شیخین سے تو یہ بات ثابت نہیں البتہ امام محمدؒ سے یہ بات منقول ہے لیکن امام محمدؒ نے بھی تحدید وتعیین کے طور پر نہیں بتایا تھا جس کا واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ امام محمدؒ ایک مسجد میں تشریف فرما تھے ابو سلیمان جوزی نے پوچھا کہ کتنا پانی کثیر ہوگا؟

اس پر امام محمدؒ نے فرمایا کمسجدی هذا یعنی جو حوض اس مسجد کی حدود کے برابر ہو وہ غدیر عظیم یعنی ماء کثیر کے حکم میں ہوگا اور جو حوض اس سے چھوٹا ہو وہ قلیل کے حکم میں ہوگا۔

جب مسجد کو ناپا گیا تو اندر سے ثمانیة فی ثمانیة ۸×۸ اور باہر سے عشرة فی عشرة ۱۰×۱۰ تھی اسوقت سے لوگوں نے دہ در دہ کا قول لے لیا حالانکہ امام محمدؒ نے ایک اندازہ بتایا تھا۔ بہرحال تحقیقی قول یہی ہے کہ مبتلا بہ جس کو قلیل سمجھے وہ قلیل ہے اور جس کو کثیر سمجھے وہ کثیر ہے۔

لیکن علماء متاخرین نے عوام الناس کی سہولت کیلئے دہ در دہ پر فتویٰ دیا ہے۔

ائمہ کرام کے مذاہب کے بعد امام بخاریؒ کے استدلالات ملاحظہ فرمائیں۔

وقال الزهریؒ ترجمہ گذر چکا ہے، مطلب یہ ہے کہ پانی کے اندر اگر نجاست گرجائے تو پانی اس وقت تک ناپاک نہ ہوگا جب تک کہ پانی کے اوصاف مزہ، بو یا رنگ متغیر نہ ہو۔ مذاہب ائمہ میں گذر چکا ہے کہ یہی مذہب امام مالکؒ اور امام بخاریؒ کا بھی ہے اور اس کا ضعف وقباحت بھی فتح الباری جلد اول ص۲۷۳ سے بیان کیا جاچکا ہے۔

جواب۲:- امام زہری تابعی ہیں اور امام اعظمؒ بھی تابعی ہیں اس لئے امام زہری کا قول امام اعظمؒ اور جمہور پر حجت نہیں۔

جواب۳:- امام زہری کے قول کو ماء کثیر یا ماء جاری پر اگر محمول کریں تو جمہور کی موافقت ہوجائے گی کیونکہ ائمہ احنافؒ اور جمہور کا متفقہ فیصلہ ہے کہ نجاست کیوجہ سے تغیر پر پانی ناپاک ہوجائے گا۔

مالکیہ کے مستدلات مع جوابات

حضرت مالکیہ نے ایک تو حدیث بیر بضاعہ سے استدلال کیا ہے :-
عن ابی سعید الخدری قال قیل یارسول اللہ انتوضاء من بیر بضاعۃ وھی بئر یلقی فیھا الحیض ولحوم الکلاب والنتن فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الماء طھور لا ینجسہ شیء (ترمذی ص۱ ابوداؤد ص۹)
دوسرا حدیث امامہ باہلی رضؓ سے رواہ ابن ماجہ ص۴۰

تشریح الفاظ

نتوضا صیغہ جمع متکلم کے ساتھ اور بصیغہ واحد حاضر دونوں درست ہیں۔
بضاعۃ بار کا ضمہ اور کسرہ دونوں جائز ہیں۔ مشہور ضمہ ہے یہ ایک معروف کنویں کا نام ہے جو مدینہ طیبہ میں بنو ساعدہ کے محلہ میں واقع تھا حِیَض بکسرہ حار دفتحہ یا جمع ہے حیضۃ۔ بکسر الحار کی جس کے معنی ہیں حیض کے چیتھڑے، کرسف یعنی کپڑے کا وہ ٹکڑا جس کو عورتیں خون حیض میں استعمال کرتی ھیں۔

حضرات مالکیہ کا استدلال

مالکیہ کہتے ہیں کہ الماء میں الف لام استغراق کیلئے ہے کیوں کہ حدیث میں قلیل وکثیر کی کوئی تفریق نہیں کی گئی ہے مورد (بیر بضاعہ) گرچہ خاص ہے مگر حکم عام ہے ہر پانی کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ پانی پاک ہے کوئی چیز اس کو ناپاک نہیں کرتی۔
جواب۱ :- الف لام استغراق کیلئے نہیں بلکہ عہد خارجی کیلئے ہے اور معہود بیر بضاعہ ہے ایک تو اس لئے کہ اصل الف لام میں عہد خارجی ہے کما صرح بہ العلامۃ التفتازانی فی التلویح والسید الشریف الجرجانی فی تصانیفہ۔
دوسرے یہ کہ صحابہ کرام رضؓ نے سوال بیر بضاعہ کے متعلق کیا تھا نہ کہ عام کنویں کے متعلق لہٰذا جواب بھی مسئول عنہ یعنی بیر بضاعہ کے متعلق دیا گیا۔ مطلب یہ ہوا کہ تم لوگ جس کنویں کے متعلق دریافت کر رہے ہو وہ بیر بضاعہ ہے کثرت استعمال کیوجہ سے بیر بضاعہ بمنزلہ ماء جاری ہے علامہ واقدیؒ سے منقول ہے کہ بیر بضاعہ سے متعدد باغات کی سیرابی کیجاتی تھی فکان حکم مائہا لحکم ماء الانہار فلا ینجسہ شیء الا ان یتغیر احد اوصافہ کہا جاتا ہے کہ واقدی ضعیف ہیں، جواب یہ ہے کہ واقدی حدیث میں اگرچہ ضعیف ہیں لیکن تاریخ میں وہ امام تسلیم کئے جاتے ہیں اور یہ قول تاریخ ہی سے متعلق ہے کہ بیر بضاعہ سے بنو ساعدہ کے پانچ باغات سیراب کئے جاتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ جس کنویں سے متعدد باغات سیراب کئے جائیں وہ بلاشبہ کثیر ہوگا اور قلتین سے بھی زائد ہوگا۔
جواب۲ :- اسکی سند میں اختلاف ہے ترمذی اول ص۱ اور ابوداؤد ص۹ میں ہے عن عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع الخ حافظ عسقلانیؒ لکھتے ہیں وقال ابن مندہ عبید اللہ بن عبد اللہ بن رافع مجہول الخ (تہذیب التہذیب ص۲۸)

نیز ایک راوی اس میں ولید بن کثیر ہے، جس کو بعض محدثین نے اباضی یعنی خارجی لکھا ہے۔
(تہذیب التہذیب ص ۱۴۸/۱۱)

نیز یہ حدیث مضطرب المتن ہے ابوداؤد کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث بیر بضاعہ کے بارے میں جو سوال کیا گیا تھا اس کے جواب میں یہ حدیث وارد ہوئی ہے۔

لیکن ابن ماجہ کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بیر بضاعہ کے بارے میں نہیں ہے بلکہ ایک غدیر یعنی تالاب کے بارے میں سوال کیا گیا تھا جو راستے میں ملا تھا اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا: ان الماء لاینجسه شئ (ابن ماجہ ص ۴۰ باب الحیاض)

اور تدریب الراوی ص ۹۳ اور مقدمہ تحفۃ الاحوذی ص ۱۹۵ میں لکھا ہے کہ اضطراب متن میں ہو یا سند میں موجب ضعف ہوتا ہے۔ پھر کیا فرمائیں گے جس کے سند و متن دونوں میں اضطراب ہو۔

جواب ۳: حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بیر بضاعہ میں حیض کے چیتھڑے مُردار کتوں کے گوشت اور دوسری بدبودار چیزیں ڈالی جاتی تھیں پھر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کو پاک قرار دیا یہ مطلب انسانی عقل و فہم سے باہر ہے، ظاہر بات ہے کہ اگر ایک چوہا بھی کنویں میں گر کر مرجاتا ہے تو اس پانی میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے تو جب بیر بضاعہ میں لحوم کلاب اور حیض کے کپڑے اور دیگر نجاستیں ڈالی جاتی تھیں تو ممکن نہیں کہ پانی کے اوصاف متغیر نہ ہوئے ہوں خاص کر امام ابوداؤد کی تصریح کے مطابق کہ بیر بضاعہ ایک چھوٹا سا کنواں تھا جس میں پانی کم از کم گھٹنوں اور زیادہ سے زیادہ ناف تک آتا تھا تو بلاشبہ اس کا پانی متغیر ہوتا ہوگا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایسے پانی کے بارے میں کیسے فرماسکتے ہیں کہ وہ پاک ہے؟

پس معلوم ہوا کہ یہ حدیث متروک الظاہر ہے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کا یہ سوال نجاستوں کے مشاہدہ پر نہیں بلکہ نجاستوں کے اوہام پر مبنی تھا، یہ سوال اس وقت کیا گیا تھا جبکہ کنویں سے نجاست نکال کر اس کا پانی صاف کر دیا گیا مگر دلوں میں خلجان باقی رہا کہ کنویں کی دیواریں اور اس کے نیچے کی مٹی تو ناپاک ہو جانا چاہئے۔ بس اس خیال کے پیش نظر صحابہ نے حضورؐ سے پوچھا تو آپؐ نے جواب میں فرمایا کہ دیوار وغیرہ کی نجاست معتبر نہیں اور پانی کی طہارت پر اس کا کوئی اثر نہیں لہٰذا پانی پاک ہے کوئی شئے دیوار وغیرہ میں سے اسے ناپاک نہیں کرتی۔ جب حدیث کا یہ محمل ہوا تو مالکیہ کا استدلال درست نہیں کیوں حدیث تو کنویں سے نجاست نکلنے کے بعد اس کے پانی کی طہارت پر دلالت کرتی ہے اور اور حضرات مالکیہ نجاست کی موجودگی میں طہارت ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ فلا یتم التقریب۔

حضرات شوافع وحنابلہؒ کا حدیث قلتین سے استدلال

جیسا کہ مذکورہ بالا مذاہب ائمہ سے معلوم ہو چکا کہ حضرات احناف و شوافع اور حنابلہ

وغیرہ جمہور اس پر متفق ہیں کہ اگر قلیل پانی میں نجاست گرجائے تو پانی ناپاک ہوجائے گا اگرچہ احد الاوصاف میں تغیر نہ ہو البتہ احناف وشوافع رحمہم اللہ میں قلیل وکثیر کی تعیین میں ضرور اختلاف ہے جیساکہ گذرچکاہے: حدثنا هناد نا عبدة عن محمد بن اسحق عن محمد بن جعفر بن الزبير عن عبيد الله بن عبد الله بن عمر عن ابن عمر قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يسأل عن الماء يكون في الفلاة من الارض وما ينوبه من السباع والدواب قال اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث (ترمذی ص۱۱ ابوداؤد ص۹) یعنی جب پانی دو قلہ ہو توناپاک نہیں ہوتا۔

جواب: اس حدیث کی سند میں اضطراب ہے (۱) ترمذی اورابوداؤد کی روایت منقولہ دیکھئے) لیکن دارقطنی ص۸ کی روایت میں ہے عن محمد بن اسحق عن الزهري عن سالم عن عبد الله بن عمر الخ اوربعض روایت میں ہے عن عبد الله بن عبد الله بن عمر الخ اورمعلوم ہے کہ اضطراب موجب ضعف ہوجاتاہے۔

(۲) اس کے متن میں بھی اضطراب ہے ترمذی کی منقولہ روایت میں ہے اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث بعض روایت میں ہے ثلاث قلال بعض میں اربعين قلة اوربعض میں ہے اربعين غربا۔

(۳) نیز قلہ کے معنی میں بھی اختلاف ہے ۱ جرہ یعنی مٹکا، گھڑا ۲ مشک ۳ راس الجبل یعنی پہاڑ کی چوٹی ۴ قامت انسان یعنی آدمی کے قد وقامت کو بھی قلہ کہتے ہیں ۵ وما يحمل البعير یعنی جس کو اونٹ اٹھائے وغیرہ۔

(۴) اس کے ایک راوی محمد بن اسحاق ہیں جو مسائل واحکام میں بہت ضعیف ہیں۔

(۵) ولم يعمل بهذا الحديث في الحجاز والعراق والشام واليمن وغیرہ۔

پس جو حدیث سنداً، متن، معناً اور مصداقاً مضطرب ومختلف ہو وہ ہرگز قابل احتجاج واستدلال نہیں ولہذا قال ابن عبد البر في التمهيد ما ذهب اليه الشافعي من حديث قلتين مذهب ضعيف عن جهة النظر غير ثابت من جهة الاثر۔

ائمہ احناف کے دلائل

۱ ارشاد الٰہی يحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث (سورہ اعراف آیت ۱۵۷)

تمام نجاستیں خبائث میں داخل ہیں خواہ ماکول ہوں یا مشروب؟ اسلئے وہ پانی جسمیں نجاستیں بالیقین موجود ہوں وہ ممنوع الاستعمال وواجب الاحتراز ہے۔

۲ ارشاد نبوی لا يبولن احدكم في الماء الدائم الذي لا يجري (بخاری ص۳۷ ج۱) مسلم اول ص۱۳۸ وغیرہ۔

۳ حدیث المستيقظ من منامه ۴ حدیث ولوغ الكلب ۵ حدیث وقوع الفارة في السمن یہ تمام

احادیث صحیح ہیں اور ان احادیث میں سے کسی حدیث میں قلتین سے کم ہونے کی قید نہیں ہے۔
مزید دلائل آئندہ باب میں ملاحظہ فرمائیے۔

امام بخاری رح کے پیش کردہ آثار کی تشریح

وقال الزهری الخ ترجمہ گذر چکا ہے حاصل یہی ہے کہ وقوع نجاست سے اگر پانی کے اوصاف میں تغیر آ گیا تو ناپاک ہے یعنی طہارت و نجاست کا مدار صرف تغیر پر ہے۔

وقال حماد الخ حماد بن ابی سلیمان فرماتے ہیں کہ مردار کے بال وپر پانی میں گر جائے تو پانی ناپاک نہیں ہوتا، حالانکہ میتہ کا پَر میتہ کا جزء ہے اور میتہ ناپاک ہے اس لئے اس کے جزء کے گرنے سے پانی ناپاک ہونا چاہیئے تھا لیکن چونکہ اس سے پانی میں کوئی تغیر نہیں آتا اور نجاست کا مدار تغیر پر ہے۔

قال الزهری رح امام زہری رح کا دوسرا قول پیش کر رہے ہیں کہ مردہ جانوروں کی ہڈی جیسے ہاتھی کے دانت جن سے کنگھی، سرمہ دانیاں اور پیالیاں وغیرہ بنتی ہیں ان کے استعمال میں اسلاف کوئی حرج نہیں سمجھتے تھے۔ اور استعمال کرتے تھے اور وجہ یہ ہے کہ ہڈی اور بال میں حیات نہیں، تو معلوم ہوا کہ موت کے بعد بھی اسی حال پر قائم ہے جس حال پر زندگی میں تھا تو چونکہ ہڈی اور بال میں تغیر نہیں ہوا اور نجاست کا مدار تغیر پر ہے اس لئے بال اور ہڈی پاک ہے۔

وقال ابن سیرین وابراهیم الخ اب امام بخاری رح ابن سیرین اور ابراہیم نخعی رح کا ارشاد پیش کر رہے ہیں کہ ہاتھی کے دانت کی تجارت میں کوئی مضائقہ نہیں۔

ان دلائل میں وہی اصول کارفرما ہیں کہ مدار طہارت و نجاست تغیر پر ہے تو جو چیزیں تغیر کو قبول کرتی ہیں وہ تغیر کے بعد پاک نہیں رہتیں۔

روایات الباب

آثار کے بعد امام بخاری روایات پیش کرتے ہیں حضرت میمونہ رضہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ گھی میں چوہا گر گیا تو حضور صلعم سے دریافت کیا گیا آپ نے فرمایا القوها الخ چوہے کو پھینکدو اور اس کے آس پاس کے گھی کو بھی اور باقی اپنا گھی کھالو۔

ابوداؤد وغیرہ کے اندر تفصیل آئی ہے وان کان السمن مائعا فلا تقربوه یعنی اگر گھی پگھلا ہوا ہے تو اس کے قریب بھی مت جاؤ یعنی پگھلے ہوئے تیل گھی میں اگر چوہا گر جائے تو کل گھی ناپاک ہے۔

امام بخاری کا ایک تسامح

بخاری شریف جلد دوم کتاب الذبائح میں امام نے جو باب باندھا ہے فی السمن الجامد اوالذائب، ص ۸۳۱
اس ترجمہ کی غلطی اپنی جگہ آئے گی۔ انشاء اللہ۔

(باب۱۶۶ البول فی الماء الدائم)

ٹھہرے ہوئے (تھمے ہوئے) پانی میں پیشاب کرنے کا کیا حکم ہے؟

ربط ما قبل قال العلامۃ العینیؒ ان قلت ماوجہ المناسبۃ بین البابین قلت ظاهرۃ لان الباب السابق فی بیان السمن والماء الذی یقع فیہ النجاسۃ" وھذا ایضا فی بیان الماء الراکد الذی یبول فیہ الرجل فیتقاربان فی الحکم (عمدہ)

۲۳۶ حدثنا ابو الیمان قال انا شعیب قال انا ابو الزناد ان عبد الرحمٰن بن ھرمز الاعرج حدثہ انہ سمع ابا ھریرۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن الاخرون السابقون وباسنادہ قال لا یبولن احدکم فی الماء الدائم الذی لا یجری ثم یغتسل فیہ

ترجمہ حضرت ابو ہریرہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپؐ فرما رہے تھے نحن الاخرون السابقون (ہم دنیا میں پچھلے ہیں آخرت میں پہلے ہوں گے) اور اسی اسناد سے آنحضرتؐ نے فرمایا تم میں سے کوئی ایسے ٹھہرے (رکے) ہوئے پانی میں جو چلتا نہیں ہے پیشاب نہ کرے۔

مطابقۃ للترجمۃ قال العلامۃ العینیؒ ھذان حدیثان مستقلان ومطابقۃ الحدیث الثانی للترجمۃ ظاھرۃ (عمدۃ)

خلاصہ یہ ہے کہ یہاں مستقل دو احادیث ہیں دوسری حدیث کی مطابقت ترجمہ سے ظاہر ہے دراصل پہلی حدیث کا نہ تو ترجمۃ الباب سے تعلق ہے اور نہ ہی تعلق و مناسبت تلاش کرنے کی ضرورت۔ حق اور صحیح بات یہ ہے کہ پہلی حدیث کا ترجمۃ الباب سے کوئی ربط نہیں ہے۔

اصلی حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ کے متعدد شاگرد ہیں ان میں سے ایک عبد الرحمٰن بن ہرمز المعروف بالاعرج، اور دوسرے ہمام بن منبہ تھے ان دونوں کے پاس حضرت ابوہریرہؓ کی روایات کے صحیفے تھے دونوں کی ابتدا میں یہ حدیث نحن الاخرون السابقون درج ہے۔ امام بخاریؒ جب کوئی حدیث ان دونوں صحائف (صحیفۂ اعرج اور صحیفۂ ہمام) میں سے کسی صحیفہ سے کوئی حدیث ذکر کرتے ہیں تو پہلے اول حدیث کا ابتدائی ٹکڑا نحن الاخرون السابقون۔ بیان کرتے ہیں پھر اس حدیث کو بیان کرتے ہیں جو اس مقام کے مناسب لانا چاہتے ہیں جیسا کہ یہاں بخاری اول ص۳۷ باب البول فی الماء الدائم "میں ہے۔

حدثنا ابو الیمان قال انا شعیب قال انا ابو الزناد ان عبد الرحمٰن بن ھرمز الاعرج حدثہ انہ سمع ابا ھریرۃ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نحن الاخرون السابقون۔

اس کے بعد باسنادہ قال لایبولن الخ سے وہ حدیث ذکر کر رہے ہیں جس حدیث کو اس باب میں بیان کرنا مقصود ہے پس ترجمۃ الباب سے مطابقت اس دوسری حدیث میں تلاش کرنی چاہیئے پہلی حدیث نحن الاخرون السابقون۔ تو صرف اسلئے ذکر کی گئی ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ حدیث بھی اسی صحیفہ کی ہے۔ یہ پہلا : نحن الاخرون السابقون۔ اسی طرح یعنی دوسری احادیث کے ساتھ امام بخاریؒ چھ جگہ لائے ہیں:۔

۱ کتاب الوضوص ۳۷ باب البول فی الماء الدائم، ——— بطریق اعرج

۲ کتاب الجہاد ص ۴۱۵ باب یقاتل من وراء الامام ویتقی بہ ——— 〃 〃

۳ کتاب الایمان والنذور ص ۹۸۰ باب قول اللہ لایواخذکم اللہ باللغو الخ ——— بطریق ہمام بن منبہ

۴ کتاب الدیات ص ۱۰۱۱ باب من اخذ حقہ واقتص دون السلطان ——— 〃 〃 اعرج

۵ کتاب التعبیر ص ۱۰۴۲ باب النفخ فی المنام ——— بطریق ہمام بن منبہ

۶ کتاب التوحید ص ۱۱۱۶ باب قول اللہ یریدون ان یبدلوا کلام اللہ ——— بطریق اعرج

یہ نحن الاخرون السابقون ایک طویل حدیث کا جزء ہے اس کو مکمل اور مستقل طور سے صرف کتاب الجمعہ میں صفحہ ۱۲۰ پر لائے ہیں۔

نیز اس کو مکمل طور سے دوسری احادیث کے ساتھ دو جگہ لائے ہیں۔

۱ کتاب الجمعہ باب ھل علی من یشھد الجمعۃ غسل الخ ص ۱۲۳

۲ کتاب الانبیاء باب حدیث الغار ص ۴۹۵

جیسے امام مسلمؒ کا طریقہ ہے کہ جب صحیفہ ہمام بن منبہ سے روایت لیتے ہیں تو نشاندہی کے طور پر ھذا ما حدثنا ابوھریرۃ فذکر احادیث منہا سے آغاز کرتے ہیں پھر مقام کے مناسب اس صحیفہ سے دوسری روایت نقل کرتے ہیں مقصد یہ ہوتا ہے کہ جو روایت ہم نقل کر رہے ہیں اس کا تعلق صحیفہ ہمام بن منبہ سے ہے

بَابٌ ۱۶۷ إِذَا أُلْقِيَ عَلَىٰ ظَهْرِ الْمُصَلِّي قَذَرٌ أَوْ جِيفَةٌ لَمْ تَفْسُدْ عَلَيْهِ صَلٰوتُهُ

وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا رَأَى فِي ثَوْبِهِ دَمًا وَهُوَ يُصَلِّي وَضَعَهُ وَمَضَىٰ فِي صَلٰوتِهِ وَقَالَ ابْنُ الْمُسَيَّبِ وَالشَّعْبِيُّ إِذَا صَلَّى وَفِي ثَوْبِهِ دَمٌ أَوْ جَنَابَةٌ أَوْ لِغَيْرِ الْقِبْلَةِ أَوْ تَيَمَّمَ فَصَلَّىٰ ثُمَّ أَدْرَكَ الْمَاءَ فِي وَقْتِهِ لَا يُعِيدُ)

جب نمازی کی پشت پر کوئی نجاست یا مردار ڈال دیا جائے تو اسکی نماز فاسد نہیں ہوگی اور (حضرت عبداللہ) بن عمرؓ جب نماز پڑھتے وقت اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو کپڑے کو رکھدیتے اور نماز جاری رکھتے، اور اس کے کپڑے میں خون لگا ہو یا مٹی لگی ہو یا قبلہ کے سوا اور کسی طرف نماز پڑھی ہو یا تیمم سے

پڑھی ہو پھر وقت کے اندر پانی پالے جب بھی نماز نہ لوٹائے (یعنی اسکی نماز صحیح ہوگئی)

ربط ما قبل وجه المناسبة بین البابین من حیث ان الباب الاول یشتمل علی حکم وصول النجاسة الی الماء وهٰذا الباب یشتمل علی حکم وصولها الی المصلی وهو فی الصلوٰة (عمدہ)

خلاصہ یہ کہ دونوں بابوں میں وصول نجاست مشترک ہے۔

مقصد ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں "غرض المؤلف من عقد الباب ان عروض الاشیاء التی تمنع انعقاد الصلوٰة ابتداءً فی اثنائها لا تفسد الصلوٰة"، یہی قریب قریب حافظ عسقلانی بھی فرماتے ہیں (فتح)

مطلب یہ ہے کہ امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جو چیزیں نماز شروع کرنے سے پہلے دخول صلوٰۃ سے مانع ہیں وہ اگر اثنار نماز میں پیش آجائیں تو کوئی حرج نہیں نماز ہوگئی یعنی ابتدا اور بقار کے احکام میں فرق ہے امام بخاری کا رجحان اسی طرف ہے۔

۲۳۷ (حدثنا عبدان قال اخبرنی ابی عن شعبة عن ابی اسحٰق عن عمرو بن میمون ان عبد الله قال بینا رسول الله صلى الله عليه وسلم ساجد، ح قال وحدثنی احمد بن عثمان قال حدثنا شریح بن مسلمة قال حدثنا ابراهیم بن یوسف عن ابیه عن ابی اسحٰق قال حدثنی عمرو بن میمون ان عبد الله بن مسعود حدثه ان النبی صلى الله عليه وسلم کان یصلی عند البیت وابو جهل واصحابٌ له جلوسٌ اذ قال بعضهم لبعض ایکم یجیئ بسلا جزور بنی فلان فیضعه علی ظهر محمد اذا سجد فانبعث اشقی القوم فجاء به فنظر حتی اذا سجد النبی صلى الله عليه وسلم وضعه علی ظهره بین کتفیه وانا انظر لا اغنی شیئا لو کانت منعة" قال فجعلوا یضحکون ویحیل بعضهم علی بعض ورسول الله صلى الله عليه وسلم ساجد لا یرفع راسه حتی جاءته فاطمة فطرحته عن ظهره فرفع راسه ثم قال اللهم علیك بقریش ثلث مرات فشق ذٰلك علیهم اذ دعا علیهم قال وکانوا یرون ان الدعوة فی ذٰلك البلد مستجابة ثم سمّی اللهم علیك بابی جهل وعلیك بعتبة بن ربیعة وشیبة بن ربیعة والولید بن عتبة وامیة بن خلف وعقبة بن ابی معیط وعدّ السابع فلم نحفظه فوالذی نفسی بیده لقد رایت الذین عدّ رسول الله صلى الله عليه وسلم صرعیٰ فی القلیب قلیب بدر)

ترجمہ ہم سے عبدان نے بیان کیا کہا مجھکو میرے والد (عثمان بن جبلہ) نے خبر دی شعبہ سے نقل کرکے انہوں نے ابو اسحاق سے انہوں نے عمرو بن میمون سے کہ عبداللہ (بن مسعودؓ) نے کہا ایکبار ایسا ہوا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کعبہ کے پاس) سجدہ میں تھے۔ ح (دوسری سند) حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کے پاس نماز پڑھ رہے تھے اور ابو جہل اور اس کے ساتھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے اتنے میں وہ آپس میں کہنے لگے کہ تم میں کون ہے کہ فلاں قوم میں جو اونٹنی ذبح ہوئی ہے اس کا بچہ دان اٹھا لائے پھر اس کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیٹھ پر رکھدے جب وہ سجدہ کریں چنانچہ ان میں کا بڑا بدبخت (عقبہ بن ابی معیط) اٹھا اور بچہ دان لے کر آیا پھر انتظار کرتا رہا یہاں تک کہ جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سجدہ کیا تو اس بدبخت نے اس (بچہ دانی) کو آپؐ کے دونوں شانوں (کندھوں) کے درمیان آپؐ کی پیٹھ پر رکھدیا (عبداللہ بن مسعودؓ نے کہا) میں (یہ سب) دیکھ رہا تھا مگر کچھ کر نہیں سکتا تھا۔ کاش میرے پاس قوت ہوتی (تو میں اس کو پھینکدیتا) عبداللہ بن مسعودؓ کا بیان ہے کہ (اس حال میں آپؐ کو دیکھکر) وہ لوگ ہنسنے لگے اور مارے خوشی کے ایکدوسرے پر گرنے لگے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سجدہ میں تھے۔ اپنا سر نہیں اٹھایا یہاں تک کہ حضرت فاطمہؓ آئیں) اور آپؐ کی پیٹھ پر سے اس گندگی کو پھینکدیا تو آپؐ نے اپنا سر اٹھایا پھر آپؐ نے فرمایا (یعنی بد دعا کی) اے اللہ قریش کو اپنی گرفت میں لے جب آپؐ نے ان پر بد دعا کی تو ان پر گراں گذرا، حضرت ابن مسعودؓ نے بیان کیا کہ وہ سمجھتے تھے (یعنی ان کا عقیدہ تھا) کہ اس شہر (مکہ) پر دعا قبول ہوتی ہے (تو کہیں ہم پر اثر ہو) پھر آپؐ نے نام لیکر فرمایا یا اللہ ابو جہل کو پکڑ لے اور عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ اور امیہ بن خلف اور عتبہ بن ابی معیط کو پکڑ لے (یعنی ہلاک کر) اور آپؐ نے ساتویں کا نام لیا مگر مجھے یاد نہیں رہا حضرت ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضے میں میری جان ہے بلاشبہ میں نے ان لوگوں کو دیکھا جن لوگوں کا نام (بد دعا کرتے وقت) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نام لیا تھا میں نے ان لوگوں (کی لاشوں) کو بدر کے کنویں میں پڑا ہوا دیکھا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ اذا سجد النبی صلی اللہ علیہ وسلم وضعہ علی ظہرہ بین کتفیہ،

تعدد موضعہ والحدیث ص۳۷ تا ص۳۸ و یاتی ص۷۴ و ص۴۱۱ و ص۴۵۲ و ص۵۴۳ تا ص۵۴۴ وفی المغازی ص۵۶۵ نیز مسلم ثانی ص۱۰۸ نسائی اول ص۵۸۔

تشریح امام بخاریؒ کا مسلک مقصد ترجمہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ ابتدا اور بقا کے احکام میں فرق ہے اثنائے صلوٰۃ میں اگر کوئی نجاست لگ گئی تو نماز فاسد نہیں ہوگی اسپر امام نے تین دلائل

پیش کئے ہیں۔

احناف وشوافع رح کے نزدیک نماز کی صحت کیلئے مکان، بدن اور کپڑوں کی طہارت شرط ہے ابتداءً بھی اور بقاءً بھی۔

امام بخاریؒ کا پہلا استدلال

پہلا استدلال اثر ابن عمرؓ سے ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب نماز کی حالت میں اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو کپڑے کو اتار کر رکھدیتے اور نماز کو جاری رکھتے، معلوم ہوا کہ ابتدا اور بقا کے احکام میں فرق ہے کیوں کہ ابن عمرؓ نماز توڑتے نہیں تھے جاری رکھتے تھے۔

یہ استدلال قطعاً صحیح نہیں کیوں کہ اس اثر سے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ ابن عمرؓ کپڑے پر نجاست کے ہوتے ہوئے نماز جائز نہیں سمجھتے تھے اسی وجہ سے اتار کر الگ کردیتے تھے

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا یہ اثر پورے طور پر مکمل مصنف ابن ابی شیبہ میں منقول ہے جس میں ہے کہ ابن عمرؓ اگر اثناء نماز میں اپنے کپڑے پر خون دیکھتے تو اگر اس کو اتار سکتے تھے تو اتار دیتے تھے ورنہ نماز سے نکل آتے اور اس کپڑے کو دھوتے تھے پھر آکر اپنی باقی نماز پوری کرتے۔

امام بخاری رح کا استدلال اسلئے درست نہیں کہ ابن عمرؓ کے نزدیک اگر ابتداء وبقاء میں فرق ہوتا تو نماز سے نکل کر کپڑے کو دھوتے کیوں تھے؟

دوسرا استدلال امام بخاری رح کا سعید بن مسیب رح اور عامر شعبی رح کے قول سے ہے کہ اگر کوئی شخص نماز پڑھ لے اور اس کے کپڑے میں خون لگا ہو یا منی لگی ہو یا قبلہ کے سوا اور کسی طرف نماز پڑھی یا تیمم سے نماز شروع کی ہو پھر وقت کے اندر پانی پالے تب بھی نماز نہ لوٹائے۔

امام بخاری رح کا استدلال اس طرح ہے کہ دیکھئے اگر کپڑے کے بارے میں خون یا منی سے آلودگی کا علم نماز سے پہلے ہوجاتا تو ایسے کپڑے پہن کر نماز شروع کرنا جائز نہ تھا لیکن اگر نماز شروع کرنے کے بعد اثناء نماز میں اس کا علم ہوتا ہے تو جائز سمجھکر نماز صحیح قرار دیجاتی ہے۔

جواب: اگر خون یا منی کی مقدار قلیل ہے تو ہمارے نزدیک بھی نماز لوٹانے کی ضرورت نہیں کیوں کہ یہ معفوعنہ کے درجہ میں ہے اگر معاف شدہ درجہ سے زیادہ ہے تو نماز کا اعادہ ضروری ہے۔ حضرات شوافع رح کے نزدیک غیر سبیلین کے خون سے وضو نہیں لوٹتا اور منی ان کے یہاں ناپاک نہیں۔

اگر نماز تحری کے بعد شروع کی اور نماز کے بعد معلوم ہوا کہ رخ غیر قبلہ کیطرف تھا تو ہمارے نزدیک بھی نماز لوٹانے کیضرورت نہیں۔

رہ گیا تیمم کا مسئلہ کہ اگر تیمم سے نماز پڑھ لی پھر وقت کے اندر پانی مل گیا تو یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ تیمم کیا تھا پانی نہ ملنے کے وقت اور نماز پڑھ لینے کے بعد پانی ملا تو نماز درست ہے اعادہ کیضرورت نہیں۔

معلوم ہوا کہ امام بخاری رح نے جس تفریق (بین الابتداء والبقاء) کیلئے آثار پیش فرمایا تھا۔ وہ مقصد کیلئے مفید نہیں ہیں۔

اب تیسرا استدلال حدیث الباب سے کرتے ہیں: کہ حدیث الباب میں ہے کہ حضور اقدس ص کی پشت مبارک پر بچہ دانی رکھی گئی مگر آپ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔

جواب: قرآنی آیات اور نبوی روایات سے نمازی کے کپڑے اور بدن کا پاک ہونا ضروری معلوم ہوتا ہے لہٰذا ان کے مقابلہ میں یہ مجمل روایت قابل استدلال نہیں۔

۲: ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس ص نے نماز کا اعادہ فرمایا ہو روایت میں اس کا ذکر نہیں کیوں کہ راوی کا مقصد واقعہ بتلانا ہے مسئلہ بتانا مقصود نہیں پھر یہ بھی ہوسکتا ہے کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے اعادہ نماز گھر میں کیا ہو فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

۳: ہوسکتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو استغراق فی اللہ کیوجہ سے پتہ ہی نہ چلا ہو کہ میری پشت پر کچھ ہے احتمال ہے کہ استغراقی کیفیت کیوجہ سے حضور ص سجدے میں دیر تک رہے ہوں۔

۴: پھر اگر حضور اقدس ص کو بوجھ کا علم ہو بھی تو کیا دلیل ہے کہ حضور ص کو یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ میری پیٹھ پر نجاست ہے۔

۵: حضرات شوافع رح تو کہدینگے کہ نفل نماز تھی اسلئے اعادہ ضروری نہیں، بہر حال امام بخاری رح کا یہ استدلال بھی کامیاب نہیں ہے۔

بَابُ ۱۶۸

الْبُزَاقِ وَالْمُخَاطِ وَنَحْوِهِ فِى الثَّوْبِ وَقَالَ عُرْوَةُ عَنِ الْمِسْوَرِ وَمَرْوَانَ خَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صلے اللہ علیہ وسلم زَمَنَ الْحُدَيْبِيَةِ فَذَكَرَ الْحَدِيْثَ وَمَا تَنَخَّمَ النَّبِيُّ صلے اللہ علیہ وسلم نُخَامَةً اِلَّا وَقَعَتْ فِى كَفِّ رَجُلٍ مِّنْهُمْ فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ)

کپڑے میں تھوک اور رینٹ (ناک کی رطوبت) وغیرہ لگنے کا بیان۔

اور عروہ (ابن زبیر رض) نے مسور (ابن مخرمہ) اور مروان (ابن حکم) سے نقل کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلح حدیبیہ کے سال نکلے پھر پوری حدیث ذکر کی۔ جس میں یہ بھی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کھنکار نہیں پھینکی مگر (بجائے زمین پر گرنے کے) لوگوں کی ہتھیلی پر پڑا (کیوں کہ صحابہ نے غایت تعلق کی وجہ سے ہاتھ سامنے کردیئے) پھر اپنے منہ اور بدن پر مل لیا۔

ربط ما قبل اور مقصد ترجمہ باب سابق میں قذر اور نجاست کا ذکر کیا تھا کہ اثناء صلوٰۃ میں اگر نمازی کی پیٹھ پر گندی چیز ڈالدی جائے تو نماز فاسد نہیں ہوتی، اور یہ معلوم ہے کہ

تھوک اور ناک کی رطوبت (رینٹ) بھی قذر اور گندی چیزیں ہیں اسلئے اس باب میں اس کو بیان کرنا چاہتے ہیں امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ تھوک اور رینٹ بھی قذر اور قابل فطرت گندی چیز ہے مگر ناپاک نہیں ہے یعنی اقذار اور گندی چیزیں دو قسم کی ہیں ۱ قذر ہونے کے ساتھ ساتھ نجس و ناپاک بھی ہیں جیسے پائخانہ، پیشاب اور منی

۲ بعض چیزیں قذر ہونے کے ساتھ ساتھ پاک ہیں جیسے پسیلہ، بلغم رینٹ اور تھوک اور ان چیزوں (تھوک رینٹ وغیرہ) کی طہارت پر ائمہ اربعہ اور جمہور کا اتفاق ہے۔ صرف ابراہیم نخعی رح اور سلمان فارسی رض سے منقول ہے کہ تھوک منہ سے الگ ہونے کے بعد ناپاک ہے اور امام بخاری رح بتانا چاہتے ہیں کہ منہ سے الگ ہونے کے بعد بھی پاک ہی رہتا ہے گویا ابراہیم نخعی رح وغیرہ کی تردید مقصود ہے ابواب طہارت میں اس کو لاکر یہ بتانا مقصود ہے کہ اس سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

۲۳۸ (حدثنا محمد بن یوسف قال ثنا سفین عن حمید عن انس قال بزق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ثوبہ قال ابو عبد اللہ طولہ ابن ابی مریم قال اخبرنا یحیی بن ایوب قال حدثنی حمید قال سمعت انسا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ حضرت انس رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کپڑے میں تھوکا امام بخاری رح نے کہا سعید بن ابی مریم نے اس حدیث کو لمبا بیان کیا انہوں نے کہا ہم کو یحیی بن ایوب نے خبر دی کہا مجھ سے حمید نے بیان کیا کہا میں نے انس رض سے سنا انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "بزق النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی ثوبہ"۔

تعدد موضعہ عروہ عن المسور ومروان الخ یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جو کتاب الجہاد ص۳۷۶ تا ص۳۷۸ میں آئے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔

حدیث انس رض ههنا ص۳۸ و ص۵۸ و ص۵۹ ایضا ص۵۹ و ص۷۶ ایضا ص۷۶ و ص۱۶۳۔

طولہ ابن ابی مریم الخ چوں کہ حدیث الباب کی سند میں عن حمید عن انس الخ تھا امام بخاری رح نے دوسری سند لاکر بتلایا کہ حمید نے حضرت انس بن مالک رض سے براہ راست سنا ہے بعض حضرات مثلاً یحیی بن سعید القطان نے واسطہ ذکر کیا ہے اس کا اصل جواب یہی ہے کہ ہوسکتا ہے کہ حمید نے دونوں طریق سے اس حدیث کی روایت کی ہو واللہ اعلم۔

باب ۱۶۹ لا یجوز الوضوء بالنبیذ ولا بالمسکر وکرھہ الحسن وابو العالیۃ وقال عطاء التیمم احب الی من الوضوء بالنبیذ واللبن)

نبیذ اور نشہ والی شراب سے وضوء جائز نہیں۔ حسن بصری رح اور ابو العالیہ رح نے اسے مکروہ کہا ہے اور عطاء کہتے ہیں کہ نبیذ اور دودھ سے وضو کرنے کے مقابلہ میں مجھے تیمم کرنا زیادہ پسند ہے۔

ربط ما قبل | قال العلامۃ العینی رح لیست بینہما مناسبۃ خاصۃ لکن من حیث ان کلا منہما مایشتمل علی حکم یرجع الی حال المکلف من الصحۃ والفساد (عمدۃ القاری)

خلاصہ یہ ہے کہ باب سابق سے کوئی خاص مناسبت و ربط تو نہیں ہے لیکن دونوں باب (باب سابق اور یہ باب لایجوز الوضوء بالنبیذ) ایک ایسے حکم پر مشتمل ہے جو حال مکلف کی طرف راجع ہے صحت و فساد میں سے۔

مطلب صاف ہے کہ گذشتہ باب میں پاک قذر کا بیان تھا اب اس باب میں پاک غیر قذر کو بیان کرتے ہیں کہ اگرچہ قذر نہ ہو مگر اگر پانی میں ملجائے اور اس کا نام و وصف بدل جائے تو وضو درست نہیں۔

مقصد | اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رح کا مقصد کیا ہے؟ بتانا مشکل ہے کیوں کہ امام نے ترجمہ قائم کیا ہے "لایجوز الوضوء بالنبیذ ولا بالمسکر" اسکی ایک صورت یہ ہے کہ عطف العام علی الخاص کے طور پر ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ نبیذ عام ہے چاہے مسکر یا غیر مسکر مطلق نبیذ سے وضو جائز نہیں۔

اس صورت میں امام بخاری رح کا مقصد ان حضرات کی تردید ہوگی جو نبیذ کی ایک صورت سے وضو کو جائز کہتے ہیں جیسے امام اعظم ابو حنیفہ رح، امام اوزاعی رح اور سفیان ثوری رح وغیرہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ ترجمۃ الباب میں نبیذ کا لفظ نبیذ کے تمام قسموں کو شامل تھا امام بخاری رح نے ولا بالمسکر کا لفظ زیادہ کرکے اس بات پر تنبیہ کر دی کہ جو نبیذ مسکر ہوگی اس سے وضو جائز نہیں۔ اس صورت میں امام اعظم رح اور امام اوزاعی رح وغیرہ کی مخالفت نہ ہوگی بلکہ صرف بیان مسئلہ مقصود ہوگا۔

مگر غالباً امام بخاری رح کا رجحان اور مسلک پہلی صورت ہے جیساکہ تین جلیل القدر تابعی کا فتوی نقل کرکے مسلک کا اظہار فرمایا ہے۔

۲۳۹ (حدثنا علی بن عبد اللہ قال ثنا سفیان قال حدثنا الزھری عن ابی سلمۃ عن عائشۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال کل شراب اسکر فھو حرام)

ترجمہ | حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر ایک پینے کی چیز جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ | پورے باب سے مطابقت تو مشکل ہے مگر ترجمۃ الباب کے آخری جزء سے مطابقت ہو سکتی ہے۔

تعدد موضعہ | والحدیث ھھنا ص۳۸ و یاتی ص۸۳۷ و مسلم جلد ثانی ص۱۶۷ ابو داؤد ثانی ص۱۵۸ ترمذی جلد ثانی ص۸ ابن ماجہ فی ابواب الاشربہ ص۲۵۱ وغیرہ

تحقیق نبیذ و تفصیل مذاہب

نبیذ نبذؒ سے مشتق ہے از باب ضرب بمعنی پھینکنے اور ڈالنے کے آتا ہے نبیذ بمعنی منبوذ ایک قسم کا شربت ہے جو مختلف چیزوں سے (من التمر والزبیب والعسل والحنطه والشعیر وغیرذالک) بنتا ہے لیکن اکثر نبیذ کھجور کی ہوتی تھی۔

اقسام نبیذ

(۱) کھجور اتنی دیر کیلئے پانی میں ڈال دی جائیں کہ پانی میں حلاوت یعنی مٹھاس تک نہ آئے نہ جھاگ نشہ تو بہت دور کی بات ہے اس سے بالاتفاق وضو جائز ہے۔

(۲) کھجوریں اتنی دیر تک پانی میں رکھی جائیں کہ پانی کی رقت و سیلان ختم ہوگئی اور نشہ پیدا ہوجائے اس سے بالاتفاق وضو ناجائز ہے۔

(۳) کھجوریں اتنی دیر پانی میں رکھی جائیں کہ پانی کے اندر صرف حلاوت یعنی مٹھاس آگئی ہے لیکن اور کسی قسم کا تغیر جھاگ اور نشہ نہ پیدا ہو اس کے بارے میں ائمہ کے درمیان اختلاف ہے۔

(۴) نبیذ کے اندر یہ اختلاف صرف نبیذ تمر میں ہے اس کے علاوہ مثلاً انگور اور شہد وغیرہ کی نبیذ سے وضو بالاتفاق جائز نہیں۔

تیسری قسم میں ائمہ ثلاثہ اور امام ابویوسف رحمہم اللہ کے نزدیک وضو جائز نہیں یہاں تک کہ اگر دوسرا پانی موجود نہ ہو تو تیمم کرے۔

دوسرا قول امام اعظم ابوحنیفہؒ سفیان ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ کے نزدیک اس تیسری قسم کی نبیذ سے وضو جائز ہے بشرطیکہ اس کے علاوہ کوئی دوسرا پانی موجود نہ ہو نیز حضرت علیؓ اور حضرت عکرمہؒ سے بھی وضو کی گنجائش مصنف ابن ابی شیبہ میں مروی ہے اصل عبارت یوں ہے عن الحارث عن علی انه کان لایری باسا بالوضوء من النبیذ۔ عن یحیی عن عکرمه قال النبیذ وضوء لمن لم یجد الماء۔

تیسرا قول امام محمدؒ کا ہے کہ اگر اس نبیذ کے علاوہ دوسرا پانی موجود نہ ہو تو پہلے اس سے وضو کرے پھر احتیاطاً تیمم بھی کرے۔

تشریح

کرهه الحسن الخ حسن بصریؒ اور ابوالعالیہؒ نے وضو بالنبیذ کو مکروہ کہا ہے۔ امام بخاریؒ نے اسکی کوئی وضاحت نہیں فرمائی کہ مکروہ سے مراد مکروہ تنزیہی ہے یا تحریمی؟

ابوعبیدؒ نے حسن بصریؒ سے روایت نقل کی کہ حسن بصریؒ نے فرمایا لاباس به فعلی هذا کراهته عنده کراهة تنزیه (عمدہ، فتح)

یعنی نبیذ سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں، اس سے وضاحت ہوگئی کہ حضرت حسن بصریؒ کے نزدیک نبیذ سے وضو کرنا مکروہ تنزیہی ہے اور یہ معلوم ہے کہ مکروہ تنزیہی جواز کے معارض نہیں۔ تو امام بخاریؒ کا یہ کہنا کہ نبیذ سے مطلق وضو جائز نہیں ثابت نہیں۔

چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: فحینئذ لایساعد الترجمة۔

وابوالعالیۃ الخ اور ابوالعالیہؒ نے بھی نبیذ سے وضو کو مکروہ سمجھا ہے۔
ابوداؤد میں ابوخلدہ کی روایت ہے کہ میں نے ابوالعالیہ سے ایک جنبی انسان کے متعلق پوچھا کہ جس کے پاس پانی نہیں ہے اور اس جنبی کے پاس نبیذ ہے کیا وہ نبیذ سے غسل کر سکتا ہے؟ ابوالعالیہؒ نے جواب دیا نہیں کر سکتا ہے (ابوداؤد جلد اول ص۱۲)
حافظ عسقلانیؒ کہتے ہیں "وفی روایۃ ابی عبید فکرھہ (فتح الباری اول ص۲۸۲)
اولاً تو ابوالعالیہ کا فتویٰ غسل کے متعلق ہے جو حنفیہ کے نزدیک بھی راجح قول یہی ہے کہ درست نہیں اسلئے کہ امام اعظمؒ کے نزدیک وضو بالنبیذ کا جواز خلاف قیاس حدیث کی وجہ سے ہے۔
اب امام بخاریؒ کا وضو کے عدم جواز پر پیش کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے؟

وقال عطاء التیمم احب الخ حضرت عطاءؒ کے قول سے تو وضو بالنبیذ کا جواز معلوم ہو رہا ہے کیونکہ فرماتے ہیں احب الی مجھکو وضو بالنبیذ کے مقابلے میں تیمم زیادہ پسند ہے اس سے ہرگز عدم جواز نہیں معلوم ہوتا ہے۔
بہرحال یہ آثار امام بخاریؒ کیلئے نہ مفید ہیں نہ مؤید۔

حدیث الباب سے استدلال

حدیث الباب میں ہے کہ ہر ایک پینے کی چیز جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے۔ حدیث الباب کل شراب اسکر میں تعمیم ہے خواہ بالفعل نشہ پیدا کرے بالقوہ ہے لیکن یہ مفہوم مسلّم نہیں۔
ابوداؤد میں حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے:

کان ینبذ للنبی صلی اللہ علیہ وسلم الزبیب فیشربہ الیوم والغد وبعد الغد الی مساء الثالثۃ ثم یامر بہ فیسقی الخدم او یہراق۔
(ابوداؤد ثانی کتاب الاشربہ ص۵۲۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے منقی کا نبیذ تیار کیا جاتا تھا حضورؐ اس کو آج اور کل کے بعد تیسرے روز کی شام تک استعمال کرتے پھر اس کے بعد ارشاد فرما دیتے اور وہ (نشہ آور ہونے سے پہلے) یا تو خدام کو پلا دیا جاتا یا بہا دیا جاتا۔

حدیث الباب سے بھی امام بخاریؒ کا استدلال صحیح نہیں۔

امام اعظمؒ کا رجوع

علامہ کاسانیؒ نے بدائع میں نقل کیا ہے کہ امام صاحبؒ نے اخیر میں قول جمہور کی طرف رجوع کر لیا تھا لہٰذا اب نبیذ سے عدم وضو پر ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے امام طحاویؒ، علامہ ابن نجیمؒ اور قاضی خان نے اسی کو اختیار کیا ہے چنانچہ جمہور حنفیہ متاخرین عدم جواز ہی کا فتویٰ دیتے ہیں اسلئے اس پر مزید بحث کی ضرورت نہیں۔

بَابُ غَسْلِ الْمَرْاَۃِ اَبَاهَا الدَّمَ عَنْ وَجْهِهِ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ امْسَحُوا عَلَى

رِجلی فانہا مریضۃ "۔)

عورت کا اپنے باپ کے چہرے سے خون کو دھونا۔ ابو العالیہؒ نے (اپنے گھر والوں سے) کہا میرے پیر پر مسح کردو اسلئے کہ وہ مریض ہے۔

ربط ما قبل | باب سابق میں تھا کہ نبیذ کا استعمال جائز نہیں ہے۔ اب اس باب میں ہے کہ بدن پر نجاست کا ترک جائز نہیں۔ تو عدم جواز ایک حکم شرعی ہے جو دونوں میں مشترک ہے۔

مقصد | شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ کسی عذر سے ضرورت کیوقت وضو میں دوسرے سے مدد لینا جائز ہے چنانچہ حضرت ابو العالیہؒ نے پاؤں میں تکلیف کیوجہ سے اپنے گھر والوں سے مسح میں مدد لی ہے اور فرمایا کہ میرے پاؤں میں تکلیف ہے اس پر مسح کردو۔

۲۴۴ (حدثنا محمدٌ قال ثنا سفیانُ بن عُیینۃَ عن ابی حازمٍ سمعَ سہلَ بنَ سعدٍ الساعدیَّ وسالہ الناسُ وما بینی وبینہ احدٌ بای شیءٍ دُوِیَ جُرحُ النبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم فقال ما بقیَ احدٌ اعلمُ بہ منی کان علیٌّ یجیءُ بترسِہ فیہ ماءٌ وفاطمۃُ تغسلُ عن وجہہ الدمَ فاُخِذَ حصیرٌ فاُحرِقَ فحُشِیَ بہ جُرحُہ)

ترجمہ | ابو حازمؒ سے روایت ہے کہ لوگوں نے حضرت سہل بن سعد ساعدیؓ سے پوچھا اسوقت میرے اور حضرت سہل بن سعدؓ کے درمیان کوئی نہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے (جنگ احد کے) زخم کا علاج کس چیز سے کیا گیا تھا؟ انہوں نے کہا اب اس کا جاننے والا مجھ سے زیادہ کوئی باقی نہیں رہا حضرت علیؓ اپنی ڈھال میں پانی لاتے تھے اور حضرت فاطمہؓ آپؐ کے چہرۂ انور سے خون دھوتی تھیں (خون بند نہیں ہوا) آخر کار ایک بوریا جلائی گئی اور آپؐ کے زخم میں بھر دیا گیا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی " وفاطمۃ تغسل عن وجہہ الدم "

تعدد موضعہ | والحدیث ھہنا ص۳۸ ویاتی فی الجہاد ص۴۰۶ وص۴۰۸ وص۴۲۶ وفی المغازی ص۵۸۴ وفی النکاح ص۷۸۹ وص۸۵۲ ومسلم ثانی ص۱۰۸ وترمذی ثانی ابواب الطب ص۳۰۔

تشریح | یہ واقعہ کب پیش آیا؟ تفصیل کیلئے نصر الباری کتاب المغازی دیکھیے ص۱۲۲ قال ابو العالیۃ: حضرت ابو العالیہؒ بیمار تھے عاصم بن عثمان بیمار پرسی کیلئے گئے لوگوں نے ابو العالیہؒ کو وضو کرایا، معلوم ہوا کہ وضو میں استعانت جائز ہے اس کیلئے حدیث الباب سے استدلال اس طرح کیا گیا ہے کہ جب چہرہ کا خون دھونے میں استعانت کی گنجائش ہے تو ضرورت کے وقت وضو میں بھی استعانت درست ہوگی۔

باب السواك وقال ابن عباسٍ بتُّ عند النبي صلى الله عليه وسلم فاستنَّ

مسواک کرنے کا بیان ۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گذاری (میں نے دیکھا کہ) آپؐ نے مسواک کی۔

ربط ما قبل دونوں باب ازالہ پر مشتمل ہیں باب سابق میں ازالہ خون کا بیان تھا۔ اب اس باب میں منہ کی بدبو کا ازالہ ہے۔

یا اس طرح مناسبت بیان کیجائے کہ باب سابق میں چہرہ کے خون دھونے کا بیان تھا اور مسواک کرنے میں بسا اوقات خون نکل آتا ہے اسلئے اب یہاں سے مسواک کے ابواب شروع کرتے ہیں۔

مقصد ترجمہ اس میں اختلاف ہے کہ مسواک نماز کی سنت ہے یا وضو کی؟ امام بخاری رحؒ نے کتاب الوضو میں مسواک کا مسئلہ بیان کرکے یہ تبلادیا کہ مسواک وضو کی سنت ہے۔

معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں امام بخاری رحؒ حنفیہ کے مسلک کی موافقت کر رہے ہیں۔

۲۴۱ (حدثنا ابو النعمان قال ثنا حماد بن زيدٍ عن غيلان بن جريرٍ عن ابي بردة عن ابيه قال اتيت النبي صلى الله عليه وسلم فوجدته يستن بسواكٍ بيده يقول أُعْ أُعْ والسواك في فيه كانه يتهوع)

ترجمہ حضرت ابو بردہؓ اپنے والد ابو موسیٰ اشعری رضؓ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو موسیٰ رضؓ نے بیان کیا کہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا دیکھا تو آپؐ ہاتھ میں مسواک لئے ہوئے مسواک کر رہے تھے آپؐ اُع اُع کی آواز نکال رہے تھے اور مسواک آپؐ کے منہ میں تھی گویا قے کر رہے تھے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة " فوجدته يستن الخ "

تعدد موضعہ اخرجه البخاری ههنا ص۳۸ واخرجه مسلم ص۱۲۸ وابوداؤد ص۷ نسائی ص۲۔

۲۴۲ (حدثنا عثمان بن ابي شيبة قال ثنا جرير عن منصورٍ عن ابي وائلٍ عن حذيفة قال كان النبي صلى الله عليه وسلم اذا قام من الليل يشوص فاه بالسواك)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو (نیند سے) اٹھتے تو اپنا منہ مسواک سے صاف کرتے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقته للترجمة في قوله يشوص فاه بالسواك۔

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۳۸ وثانی ص۱۲۲ وص۱۵۳ ومسلم ص۱۲۸ ابوداؤد ص۸ نسائی ص۲ ایضا نسائی فی باب ما یفعل اذا قام من اللیل ص۱۸۴ ابن ماجه ص۲۵۔

تحقیق الفاظ سِواک بکسر السین وھو یطلق علی الفعل والآلہ (قس) یعنی سواک کا اطلاق فعل یعنی دانتوں کو رگڑنا، مسواک کرنا۔ اور آلہ یعنی مسواک دونوں پر ہوتا ہے استن استنان مشتق ہے سِنّ سے جس کے معنی ہیں دانت تو استنان کے معنی ہوئے مسواک کرنا، دانت مانجھنا چاہے لکڑی سے ہو یا انگلی سے یتہوع ھوع سے مشتق ہے از الفرد سمع ہاع یہوع اور ھاع یہاع ھوعاً بغیر تکلف کے قے کرنا اور تہوع تکلف سے قے کرنا، انگلی ڈال کر قے کرنا۔

تشریح مسواک کے مسنون ہونے پر علماء اسلام کا اتفاق ہے اور بکثرت احادیث سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی مواظبت ثابت ہوتی ہے اور خاص کر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ......

...... مسواک کی پابندی اور اہتمام کا اندازہ وفات کے وقت سے ہوتا ہے، حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ (میرے بھائی) عبدالرحمن بن ابی بکر رضؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم (مرض الموت میں) میرے سینے سے ٹیک لگائے ہوئے تھے۔ اور عبدالرحمن کے پاس (یعنی ہاتھ میں) ایک عمدہ تازہ مسواک استعمال کیلئے تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسواک کو دیر تک دیکھا چنانچہ میں نے ان سے مسواک لے لی اور اسے اپنے دانتوں سے چبا کر اچھی طرح جھاڑنے اور صاف کرنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دی آپؐ نے اس سے مسواک کی اور اتنے عمدہ طریقے سے کی کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنے عمدہ طریقے پر مسواک کرتے کبھی نہیں دیکھا تھا مسواک سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر نہیں گذری (یعنی فوراً) آپؐ نے اپنا ہاتھ یا انگلی اٹھائی پھر تین مرتبہ یہ فرمایا "فی الرفیق الاعلیٰ" اس کے بعد آپؐ کا انتقال ہوگیا الخ (بخاری کتاب المغازی ص۶۳۸)

مسواک کا حکم اور ائمہ کے اقوال مذکورہ تقریر سے یہ تو معلوم ہوچکا ہے کہ مسواک سنت ہے اب اختلاف یہ ہے کہ مسواک کرنا سنت وضو میں سے ہے یا سنت نماز میں سے؟

حنفیہ کے نزدیک سنت وضو میں سے ہے۔ اور شافعیہ کے نزدیک سنت نماز میں سے ہے امام اعظم رحؒ سے یہ بھی منقول ہے کہ مسواک سنت دین ہے امام بخاری نے مسواک کا مسئلہ کتاب الوضوء میں بیان کیا ہے اس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ حنفیہ کی موافقت کر رہے ہیں کہ امام بخاری رحؒ کے نزدیک بھی مسواک کرنا سنت وضوء میں سے ہے ورنہ اس باب کو کتاب الصلوٰۃ میں لاتے۔ واللہ اعلم

امام بخاری رحؒ نے سب سے پہلے حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ کا ایک اثر پیش کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس رات گذاری الخ یہ ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے جس کو امام بخاری رحؒ کئی جگہ لائے ہیں اس کے بعد دو حدیث لائے ہیں۔ پہلی حدیث حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ فرماتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا میں نے دیکھا کہ آپؐ مسواک کر رہے

ہیں۔ اور اُع اُع کی آواز نکل رہی ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف دانتوں پر مسواک کرنے سے اس قسم کی آواز پیدا نہیں ہوتی بلکہ مسواک سے دانت کے علاوہ منہ اور حلق کی صفائی کے وقت اس طرح کی آواز نکلتی ہے یہاں سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ نماز وضو کی سنت ہے کیوں کہ جو لوگ مسواک کو نماز کی سنت قرار دیتے ہیں۔ وہ صرف دانتوں پر مسواک کا پھیر لینا کافی سمجھتے ہیں۔

حنفیہ کا مسلک یہ ہے کہ اصل مسواک سنن وضو سے متعلق ہے لیکن اس کے علاوہ اور بھی بعض مقامات پر مستحب ہے علامہ شامی رح لکھتے ہیں:

قال فی امداد الفتاح ولیس السواك من خصائص الوضوء فانه یستحب فی حالات منها تغیر الفم والقیام من النوم والی الصلوٰة ودخول البیت والاجتماع بالناس وقراءة القرآن لقول ابی حنیفة رح ان السواك من سنن الدین فتستوی فیه الاحوال کلها (شامی اول ص۲۳۴ مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند)

معلوم ہوا کہ دانتوں کی صفائی کے ساتھ منہ اور حلق سے بلغم کی صفائی بھی مطلوب ہے۔

فوائد مسواک مسواک کے فوائد بے شمار ہیں علامہ شامی رح فرماتے ہیں:

قال فی النهر ومنافعه وصلت الی نیف وثلثین منفعة ادناها اماطة الاذی واعلاها تذکیر الشهادة عند الموت۔

صاحب نہر الفائق نے بیان کیا ہے کہ مسواک کے فوائد تیس سے زیادہ ہیں جن میں سب سے ادنیٰ گندگی کا ازالہ ہے اور سب سے اعلیٰ موت کے وقت کلمہ یاد آنا ہے (شامی جلد اول مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند ص۲۳۶)

علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کرنے میں ستر فائدے ہیں سب سے بڑا فائدہ یہ ہے کہ موت کے وقت کلمۂ شہادت زبان پر جاری ہو جاتا ہے۔

مسواک پکڑنے کا طریقہ صاحب بحر لکھتے ہیں: والسنة فی کیفیة اخذه ان تجعل الخنصر من یمینك اسفل السواك الخ (بحر الرائق جلد اول ص۲۱)

مسواک پکڑنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ داہنے ہاتھ کی خنصر یعنی چھوٹی انگلی مسواک کے نیچے رکھیں اور بنصر، وسطی اور سبابہ تینوں کو مسواک کے اوپر رکھیں اور انگوٹھے کو مسواک کے سر کی طرف نیچے رکھے۔

حضرت ابن مسعود رض کی روایت میں ہے کہ مسواک کو مٹھی میں دبا کر نہ کیجائے کہ اس سے بواسیر کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

مسواک ہاتھ کی چھوٹی انگلی کے برابر موٹی اور ایک بالشت لمبی ہو۔ استعمال کرتے کرتے چھوٹی

ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

طریقہ یہ ہے کہ دانتوں کی چوڑائی میں مسواک کرے پہلے داہنے طرف کے اوپر کے دانتوں پھر بائیں طرف کے اوپر کے دانتوں میں پھر بائیں طرف اسی ترتیب سے کرے، فارغ ہونے کے بعد مسواک کو دھو کر کھڑی کر کے رکھے کہ ریشہ اوپر کیجانب ہو۔

باب ۱۷۲ دفع السواك الى الاكبر وقال عفان حدثنا صخر بن جويرية عن نافع عن ابن عمر ان النبي صلى الله عليه وسلم قال ارانى اتسوك بسواك فجاءني رجلان احدهما اكبر من الاخر فناولت السواك الاصغر منهما فقيل لي كبّر فدفعته الى الاكبر منهما قال ابو عبد الله اختصره نعيم عن ابن المبارك عن اسامة عن نافع عن ابن عمر)

جو شخص عمر میں زیادہ ہو پہلے اس کو مسواک دینا۔ اور عفان بن مسلم نے کہا ہم سے صخر بن جویریہ نے بیان کیا انہوں نے نافع سے انہوں نے ابن عمرؓ سے نقل کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ......
میں نے اپنے آپ کو دیکھا کہ (خواب میں) مسواک کر رہا ہوں اتنے میں دو شخص میرے پاس آئے ان دونوں میں سے ایک عمر میں دوسرے سے بڑا تھا میں نے پہلے اس کو مسواک دیدی جو عمر میں چھوٹا تھا تو مجھ سے کہا گیا کہ پہلے بڑے کو دیجئے تو میں نے بڑے کو دیدی۔

امام بخاریؒ نے کہا نعیم نے ابن مبارکؒ سے بواسطہ اسامہ بن زید و نافع حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مختصر طور پر روایت کیا ہے۔

ربط ما قبل والمناسبة بين البابين ظاهرة۔

مقصد ترجمہ شاہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں " مقصوده من هذا الباب اثبات فضيلة المسواك" یعنی اس باب سے امام بخاریؒ کا مقصد مسواک کی فضیلت ثابت کرنا ہے۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ جب کوئی معمولی چیز آپؐ کے پاس آتی تو آپؐ بڑوں کو عنایت فرماتے تو چونکہ عام طور پر لوگ مسواک کو معمولی چیز سمجھتے ہیں اس لئے آپؐ نے پہلے چھوٹوں کو دینا چاہا اتنے میں مسواک کی فضیلت میں وحی آئی کہ بڑوں کو دیجئے۔

معلوم ہوا کہ اگرچہ بظاہر معمولی چیز ہے مگر فوائد دین اور فوائد دنیا کے اعتبار سے عظیم الشان اور عظیم المرتبت چیز ہے۔

مسائل (۱) علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ " وفيه ان استعمال سواك الغير غير مكروه الخ" یعنی دوسروں کی جوٹھی مسواک استعمال کرنا مکروہ نہیں ہے مگر بہتر یہ ہے کہ دوسرا اس کو دھو کر استعمال کرے۔

(۲) وقال المهلب تقدیم ذی السن اولی فی کل شی ما لم یترتب القوم فی الجلوس فاذا ترتبوا فالسنة تقدیم ذی الایمن فالایمن (عمدہ) یعنی بڑی عمر والے کو حق تقدیم اس وقت ہے جب مجلس مرتب نہ ہو بلکہ حاضرین مجلس کیف ما اتفق بے ترتیب بیٹھے ہوں لیکن مجلس میں اگر ترتیب قائم ہو تو حق تقدیم داہنے والوں کو ہے۔

(۳) اس حدیث سے یہ مسئلہ بھی معلوم ہوا کہ جو لوگ عمر میں بڑے ہوں ان کا لحاظ اور ان کی تعظیم و توقیر کرنی لازم ہے بالخصوص بوڑھوں کی کما فی الحدیث۔ من لم یرحم صغیرنا ولم یوقر کبیرنا فلیس منا۔ ابوداؤد جلد ثانی کتاب الادب میں ارشاد نبوی ہے:۔

ان من اجلال الله اکرام ذی الشیبة المسلم الحدیث

یعنی اللہ تعالے کے اجلال میں بوڑھے مسلمان کی تعظیم ہے۔

قال ابو عبد الله الخ امام بخاری رح کہتے ہیں کہ نعیم نے اس حدیث کو مختصر کر دیا (یعنی خلاصہ بیان کیا) اصل واقعہ خواب کا ہے جیسا کہ یہی حدیث حضرت عبد اللہ بن عمر رض کی مسلم شریف جلد ثانی ص۲۴۴ میں ہے جس میں تصریح ہے ارانی فی المنام اتسوک الخ تو معلوم ہوا کہ اصل واقعہ تو خواب کا ہے غالباً اسی لئے امام مسلم رح نے اس کو کتاب الرویا میں نقل فرمایا ہے جس پر بیداری میں عمل کیا گیا جیسا کہ ابوداؤد جلد اول کتاب الطہارت ص۷ میں حضرت عائشہ رض کی روایت ہے۔ نعیم نے اختصار کر دیا جس سے معلوم ہونے لگا کہ واقعہ الگ الگ ہے اگرچہ امکانی احتمال اس کا بھی ہے۔ واللہ اعلم

باب ۱۷۳

فضل من بات علی الوضوء

اس شخص کی فضیلت کا بیان جو باوضو سوئے

ربط ما قبل وجه المناسبة بین البابین من حیث اشتمال کل منهما علی بیان اکتساب فضیلة واجر ولانه من تعلقات الوضوء۔

یعنی باب سابق میں مسواک کے ذریعہ فضیلت اور اجر حاصل کرنے کا بیان تھا۔

اب اس باب میں بھی باوضو سونے کی عظیم ترین فضیلت حاصل کرنیکی ترغیب ہے۔

۲۴۳ حدثنا محمد بن مقاتل قال انا عبد الله قال انا سفیان عن منصور عن سعد بن عبیدة عن البراء بن عازب قال قال النبی صلے الله علیه وسلم

اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَكَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَكَ لِلصَّلٰوةِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّكَ الْاَیْمَنِ ثُمَّ قُلِ اللّٰهُمَّ اَسْلَمْتُ وَجْهِیْ اِلَیْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِیْ اِلَیْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَیْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَیْكَ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ فَاِنْ مُّتَّ مِنْ لَیْلَتِكَ فَاَنْتَ عَلَی الْفِطْرَةِ وَاجْعَلْهُنَّ اٰخِرَ مَا تَتَكَلَّمُ بِهٖ قَالَ فَرَدَّدْتُهَا عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَلَمَّا بَلَغْتُ اَللّٰهُمَّ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ قُلْتُ وَرَسُوْلِكَ قَالَ لَا وَنَبِیِّكَ الَّذِیْ اَرْسَلْتَ)

ترجمہ حضرت براء بن عازب رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تو اپنے سونے کی جگہ پر آئے تو نماز کا سا وضو کر لے پھر داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ اور یوں دعا کرو اے اللہ میں نے اپنے آپ کو تیرے حوالہ کر دیا اور اپنا معاملہ تیرے سپرد کر دیا میں نے اپنی پیٹھ تجھ پر ٹیک دی (یعنی تجھ پر بھروسہ کیا) میری تمام رغبتیں اور رہبتیں تیری طرف ہیں تیرے سوا کہیں جائے پناہ اور مقام نجات نہیں۔ اے اللہ میں تیری نازل فرمودہ کتاب اور تیرے فرستادہ نبی پر ایمان لایا پس اگر تم اسی شب میں انتقال کر جاؤ تو تمہارا انتقال فطرت (دین) پر ہوگا اور (ایسا کرو کہ) یہ دعا تیرا آخری کلام ہو، حضرت براء رضؓ نے کہا میں نے ان دعائیہ کلمات کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے (یاد کرنے کے لئے) دھرایا جب میں اس جگہ پر پہنچا آمنت بکتابك الذی انزلت۔ تو اس کے بعد میں نے یوں کہدیا ورسولك آپ نے فرمایا نہیں یوں کہو ونبیك الذی ارسلت۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث فی قوله اذا اتيت مضجعك فتوضأ وضوءك للصلوٰة ثم اضطجع۔

تعدد موضعہ والحديث ههنا صـ۳۸ ويأتی فی الدعوات صـ۹۳۳ تا صـ۹۳۴ ايضا صـ۹۳۴ ايضا صـ۹۳۴ وفی التوحيد صـ۱۱۱۵ تا صـ۱۱۱۶ ومسلم شريف ثانی صـ۳۴۸ وابوداؤد ثانی صـ۶۸۸ فی باب ما يقول عند النوم، وترمذی ثانی صـ۱۷۵۔

مقصد ترجمہ حضرت شیخ زکریا رحؒ فرماتے ہیں کہ ترجمہ میرے نزدیک شارحہ ہے اس ترجمہ سے امام بخاری رحؒ روایت کی دو طرح سے شرح فرماتے ہیں۔

۱ یہ کہ روایت میں ہے اذا اتیت مضجعك فتوضأ وضوءك للصلوٰة ،، تو اس کے لفظ اذا سے یہ وہم ہو سکتا ہے کہ جب بھی سونا چاہے تو اس وقت وضو کرے خواہ پہلے سے باوضو ہو یا نہ ہو تو ترجمہ میں من بات علی الوضوء بڑھا کر شرح کر دی کہ مقصود نوم علی الوضوء ہے خواہ پہلے سے وضو ہو یا اسوقت وضو کرے غرض سوتے وقت باوضو ہونا چاہیئے۔

دوسرے یہ کہ حدیث میں فتوضأ امر کا صیغہ ہے اور امر وجوب کیلئے آتا ہے اس سے سوتے وقت وضو کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمۃ الباب میں لفظ فضل بڑھا کر بتلا دیا کہ یہ امر وجوب کیلئے نہیں بلکہ استحباب و فضل کیلئے ہے (تقریر بخاری)

تشریح حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو اپنے سونے کی جگہ پر آئے تو نماز کا سا وضو کرے یعنی صرف کلی کر لینا یا منہ دھو لینے سے یہ برکت حاصل نہ ہوگی، وضو کر کے داہنی کروٹ پر لیٹ جاؤ کہ انبیاء کرام علیہم السلام اسی طرح کرتے تھے کیونکہ داہنی جانب کو ترجیح دینا اکثر مواقع میں شریعت کو زیادہ پسندیدہ ہے اگرچہ اطباء نے بائیں کروٹ پر سونے کو بہتر بتایا ہے۔ اس وجہ سے کہ بائیں کروٹ سونے سے نیند خوب آتی ہے۔ کھانا بھی خوب ہضم ہوتا ہے۔ صحت اور تندرستی کے لئے بہت مفید ہے لیکن چوں کہ شریعت میں زیادہ کھانا ہی محمود نہیں ہے کیوں کہ زیادہ کھانے سے نیند اور غفلت کی زیادتی ہوگی بخلاف داہنی کروٹ کے کہ اس میں دل لٹکا رہتا ہے، دل پر بوجھ نہیں پڑتا مگر حسب ضرورت بائیں کروٹ سونا جائز ہے صرف پیٹ کے بل اوندھا ہو کر سونا اہل جہنم کا طریقہ ہے اس سے بچنا چاہیئے۔

ابوداؤد کی ایک روایت سے یہ بھی ثابت ہے کہ انبیاء کرام علیہم السلام چت لیٹ کر سوتے تھے لہٰذا تطبیق کی صورت یہ نکل سکتی ہے کہ سوتے وقت پہلے ابوداؤد کی روایت کے مطابق چت لیٹے پھر حدیث بخاری کے مطابق داہنی کروٹ لیٹ جائے اور دعاء ماثورہ پڑھے۔

ادعیہ ماثورہ کے الفاظ کی اہمیت براء بن عازب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دعاء کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یاد کرنے کے لئے دھرایا تو جب میں اللھم آمنت بکتابک الذی انزلت پر پہنچا تو اس کے بعد میں ونبیک کے بجائے ورسولک کہدیا کیونکہ نبی سے رسول کا مرتبہ بڑا ہوتا ہے تو اس پر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا لا ونبیک الذی ارسلت، اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ دعاؤں کے جو الفاظ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے منقول ہیں اس میں ردّ و بدل نہ کیا جائے خواہ دوسرے الفاظ کتنے ہی لطیف و دلکش ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ جو نورانیت و آثار قبولیت رکھتے ہیں وہ کسی اور کے کلام میں ہو نہیں سکتے۔

اکثر علماء نے اس حدیث سے یہ مطلب نکالا کہ ادعیہ ماثورہ اور اوراد و اذکار مرویہ میں جس طرح معنی کی حفاظت ہوتی ہے اسی طرح بعینہ ان الفاظ کا تحفظ بھی ضروری ہے کیوں کہ ان الفاظ میں کوئی خاص برکت اور تاثیر ہوتی ہے اسلئے کہ حروف میں اللہ تعالے نے خواص رکھے ہیں چنانچہ شیخ اکبر رحمہ اللہ نے فتوحات

میں اس پر مفصل بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ بعض حروف حار (گرم) ہیں بعض بارد (سرد) ہیں اسی طرح بعض رطب بعض یابس، بعض کسی ایک کیفیت کیطرف قدرے مائل ہیں۔ پھر چند حروف کی ترتیب وامتزاج سے کچھ اور ہی تاثیر حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا کلمات دعا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے جس طرح منقول ہو کر آئے ہیں اسی طرح پڑھنا چاہیئے اس میں ردّ وبدل اضافہ وترمیم نہ کرنا چاہیئے کیوں کہ اس کے ذریعہ اس دعار کا خصوصی اثر باقی نہیں رہتا اس کی مثال تالے کی کنجی کی سی ہوتی ہے جس میں کچھ مخصوص دندانے ہوتے ہیں جس سے وہ تالا کھلتا ہے اب اگر کنجی کے دندانے کم وبیش ہو گئے یا بڑے چھوٹے ہو گئے تو اس کنجی سے وہ تالا ہرگز نہیں کھلیگا۔

اذان کی دعا میں اٰتِ محمدن الوسیلۃ والفضیلۃ کے بعد والدرجۃ الرفیعۃ کی زیادتی جو لوگوں میں مشہور ہے اور اکثر حضرات اس کو پڑھتے ہیں اس کے متعلق محدث کبیر حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ صاحب بذل المجہود فرماتے ہیں:۔

قال السخاوی رحمہ لم اره فی شیٔ من الروایات، یعنی مجھے یہ جملہ کسی روایت میں بھی نہیں ملا۔

(بذل المجہود جلد اوّل ص۳۰۲)

اسی طرح مکتوبہ نمازوں کے بعد دعا اللھم انت السلام ومنك السلام تبارکت یاذا الجلال والاکرام میں منك السلام کے بعد الیك یرجع السلام فحیّنا ربنا بالسلام وادخلنا دارك دار السلام کی کچھ اصل نہیں (مشکوٰۃ جلد اوّل ص۸۸ باب الذکر بعد الصلوٰۃ کے حاشیہ ۱۰ میں لکھا ہے:۔

قال الشیخ الجزری رح فی تصحیح المصابیح واما مایزاد بعد قوله ومنك السلام من نحو والیك یرجع السلام فحیّنا ربنا بالسلام وادخلنا دارك دار السلام، فلا اصل له بل مختلق بعض القصاص، یعنی اس زیادتی کی کوئی اصل نہیں بعض خطیب کا اختراع ہے۔

کتاب الوضو کی ابتدا وانتہا

کتاب الوضوء کی ابتداء قرآن حکیم کی آیت اذا قمتم الی الصلوٰۃ الاٰیۃ سے ہوئی تھی وہاں آپ نے پڑھ لیا ہے کہ قمتم کے یہ معنی بھی ہیں کہ جب تم نیند سے بیدار ہو کر نماز کیلئے کھڑے ہو تو وضو کر لو۔ اب امام بخاری رح کتاب الوضو کے انتہا میں کہتے ہیں کہ جب سونے کا ارادہ کرو تو وضو کر لیا کرو۔ یعنی اگر وضو نہیں ہے لیکن اگر پہلے سے وضو باقی ہے تو وہی وضو کافی ہے۔

خلاصہ یہ ہوا کہ جب سونے کا ارادہ ہو تو وضو کر لو اور جب بیدا ہو تو وضو کر لو، ابتدا اور انتہا میں کتنا گہرا ربط ہے۔

کتاب الوضو کے ابتدا اور انتہا کو اس طرح مربوط کرنا امام بخاری رح کے دقت نظر، حسن سلیقہ اور کمال کا

مظہر ہے۔

واجعلهن اخر ما تتکلم به حافظ عسقلانی رحمہ اللہ کے نزدیک اس لفظ آخر سے کتاب الوضوء کے ختم کیطرف اشارہ ہے۔

اور حضرت شیخ زکریا رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ختم کتاب کی طرف اشارہ نہیں خود قاری کے ختم یعنی موت کیطرف اشارہ ہے اس کیلئے حدیث شریف میں فان مت پر غور کرلینا کافی ہے۔

الحمدللہ یوم عاشورہ یعنی دسویں محرم الحرام ۱۴۱۹ھ کتاب الوضو ختم ہوئی اور پہلا پارہ پورا ہوا۔ عنخ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(کتاب الغسل وقول اللہ تعالیٰ وان کنتم جنبا فاطهروا الی قوله لعلکم تشکرون وقوله یایها الذین امنوا الی قوله عفوا غفورا)

کتاب غسل کے بیان میں۔ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (سورۂ مائدہ میں) کہ اگر تم جنابت کیحالت میں ہو (نہانے کی ضرورت ہو) تو سارا بدن پاک کرلو (یعنی غسل کرلو) اخیر آیت لعلکم تشکرون تک۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (سورۂ نساء میں) اے ایمان والو جب تم نشہ میں ہو اخیر آیت عفوا غفورا تک۔

ما قبل سے ربط علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: لما فرغ من بیان الطهارة الصغری بانواعها شرع فی بیان الطهارة الکبری بانواعها وتقدیم الصغری ظاهر لکثرة دورانها بخلاف الکبری (عمدہ)

یعنی امام بخاری رحمہ اللہ طہارت صغری سے فراغت کے بعد طہارت کبری کا بیان شروع کررہے ہیں اور طہارت صغری کی تقدیم اس وجہ سے کی کہ اسکی ضرورت زیادہ پیش آتی ہے بہ نسبت طہارت کبری کے طہارت صغری سے مراد وضو اور طہارت کبری سے مراد غسل ہے۔

آیات کریمہ کے ذکر کرنے کا مقصد امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی عادت مبارکہ کے مطابق غسل جنابت کا آغاز بھی آیات کریمہ سے کیا ہے جیساکہ اس بخاری شریف میں امام کی عادت ہے کہ ہر کتاب کی ابتداء میں مناسب آیات کو لاتے ہیں جس سے ایک مقصد تو تبرک ہے اور دوسرا مقصد یہ بھی بتانا ہے کہ اس کتاب الغسل میں جتنے ابواب آئیں گے ان ہی آیات کی تشریح وتفصیل ہیں۔

علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ غسل جنبی کی فرضیت نص قرآنی ان کنتم جنبا فاطهروا سے ہے ای اغسلوا ابدانکم علی وجه المبالغة (عمدہ)

موجبات غسل یعنی جو چیزیں غسل کو واجب کرتی ہیں ان میں جنابت کے علاوہ حیض و نفاس بھی ہیں مگر یہ عورتوں کے ساتھ مخصوص ہیں۔

امام بخاری نے موجبات غسل میں جنابت کو مقدم اس لئے کیا ہے کہ اس کا تعلق مرد و عورت دونوں سے ہے۔

حافظ عسقلانی کہتے ہیں: وقدم الآية التي من سورة المائدة على الآية الخ (فتح) یعنی امام بخاری نے سورۂ مائدہ کی آیت کو سورۂ نساء کی آیت پر ایک باریک نکتہ کی وجہ سے قرآنی ترتیب کے خلاف کیا اور آیت مائدہ کو مقدم ذکر کیا حالاں کہ سورۂ نساء پہلے ہے اور سورۂ مائدہ بعد میں تو چاہئے تھا کہ آیت نساء پہلے بیان فرماتے پھر آیت مائدہ۔ لیکن چوں کہ آیت مائدہ میں لفظ فاطہروا ہے جس میں اجمال ہے اور آیت نساء میں حتی تغتسلوا ہے جس میں اغتسال کی تصریح ہے

علامہ عینی لا اجمال فی فاطہروا لان معنی فاطہروا اغسلوا ابدانکم الخ (عمدہ)
آخر استاد استاد ہے اور شاگرد شاگرد۔

بات دراصل یہ ہے کہ حافظ عسقلانی نے یہ نکتہ پیدا کر کے اپنے مسلک کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا ہے ان کے یہاں (یعنی عندالشوافع) غسل میں مضمضہ اور استنشاق فرض نہیں ہے اس لئے انہوں نے اطہروا کے مبالغہ کا ذکر نہیں کیا بلکہ یہ کہکر نکل گئے کہ اطہروا میں اجمال تھا اور حتی تغتسلوا میں غسل کی تصریح ہے لیکن حافظ عسقلانی نے اطہروا میں مبالغہ کا ذکر ہی نہیں کیا۔

اغلب یہ ہے کہ امام بخاری نے آیت مائدہ کو نساء کی آیت پر اس لئے مقدم کیا ہے کہ مائدہ کی آیت میں مبالغہ کا صیغہ ہے تو بخاری نے مقدم لاکر اس پر تنبیہ کردی کہ غسل جنابت میں مبالغہ کی رعایت ضروری ہے۔

اب اگر مضمضہ و استنشاق وضو میں سنت ہے تو غسل میں یقیناً فرض ہوگا۔ واللہ اعلم

باب ۱۷۴

(الوضوء قبل الغسل)

غسل سے پہلے وضو کرنا

۲۴۴ (حدثنا عبد الله بن یوسف قال انا مالک عن ہشام عن ابیه عن عائشة زوج النبی صلے الله علیه وسلم ان النبی صلی الله علیه وسلم کان اذا اغتسل من الجنابة اغسل یدیه ثم یتوضا کما یتوضا للصلوٰۃ ثم یدخل اصابعه فی الماء فیخلل بها اصول الشعر ثم یصب علی راسه ثلث غرف بیدیه ثم یفیض الماء علی جلده کله)

ترجمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب غسل جنابت فرماتے تو (برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے) شروع میں دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر انگلیاں پانی میں ڈال کر بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے پھر اپنے ہاتھ سے تین چلو لیکر اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے۔

مطابقتہ للترجمة مطابقة الحدیث للترجمة ظاهرة۔

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۳۹ ویاتی فی باب هل یدخل الجنب یده فی الاناء ص۴۰ وفی باب تخلیل الشعر ص۴۱ واخرجه مسلم فی الطهارت ص۱۴۷ وابوداؤد فی باب الغسل من الجنابة ص۳۲ والنسائی فی باب الابتداء بالوضوء فی غسل الجنابة ص۴۷ ترمذی باب ماجاء فی الغسل الجنابة ص۱۵ ابن ماجه ماجاء فی الغسل من الجنابة ص۴۳۔

۲۴۵ (حدثنا محمد بن یوسف قال ثنا سفیٰن عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد عن کریب عن ابن عباس عن میمونة زوج النبی صلے الله علیه وسلم قالت توضا رسول الله صلے الله علیه وسلم وضوءه للصلوٰة غیر رجلیه وغسل فرجه وما اصابه من الاذی ثم افاض علیه الماء ثم نحی رجلیه فغسلهما، هذه غسله من الجنابة)

ترجمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے (غسل جنابت میں) نماز کے وضو کی طرح وضو کیا فقط پاؤں نہیں دھوئے اور اپنی شرمگاہ کو دھویا اور اس جگہ کو دھویا جہاں گندگی لگ گئی تھی پھر آپ نے اپنے اوپر پانی بہایا پھر اپنے پیروں کو وہاں سے ہٹایا اور انہیں دھویا آپ کا غسل جنابت یہی تھا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ توضأ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

تعدد موضعہ | والحدیث ھٰھنا ص۴۱ ج۱ ویاتی فی باب الغسل مرۃ واحدۃ ص۳۹ ایضا ص۴۰ صفحہ ص۴۰ ص۴۱ وص۴۱ ایضا ص۴۱ وص۴۲۔ اخرجہ مسلم ص۱۴۷ ابوداؤد ص۳۲ نسائی ص۲۹ باب الغسل الرجلین فی غیر المکان الذی یغتسل فیہ ترمذی ص۱۵ ماجاء فی غسل الجنابۃ ابن ماجہ فی الطہارۃ باب ماجاء فی الغسل من الجنابۃ ص۴۳۔

مقصد | امام بخاری رح کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ غسل سے پہلے وضو کرنا جو سنت ہے اس کی صورت کیا ہوگی؟ اس کے لئے امام بخاری رح نے اس باب میں دو حدیث ذکر کرکے پوری صورت بتلادی کہ مقام غسل جہاں غسل کیا جارہا ہے وہاں استعمال شدہ پانی کے نکلنے کا راستہ ہے اور پانی سوراخ سے نکل کر بہہ جاتا ہے تو ایسی صورت میں وضو کے ساتھ یعنی مسح راس کے بعد پیر دھولئے جائیں جیساکہ باب کی پہلی حدیث سے معلوم ہوا اور اگر غسل کے پانی نکلنے کا راستہ نہیں ہے بلکہ پانی جمع ہوتا رہتا ہے۔ تو ایسی صورت میں غسل سے فارغ ہونے کے بعد اس جگہ سے ہٹ کر پیر دھوئے جائیں جیساکہ باب کی دوسری حدیث حضرت میمونہ رض کی حدیث سے معلوم ہوا۔

باب ۱۷۵

غُسْلِ الرَّجُلِ مَعَ امْرَاَتِہٖ

مرد کا اپنی بیوی کے ساتھ (ایک برتن سے) غسل کرنا

۲۴۶ (حدثنا آدم بن ابی ایاس قال ثنا ابن ابی ذئب عن الزھری عن عروۃ عن عائشۃ قالت کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد من قدح یقال لہ الفرق)

ترجمہ | حضرت عائشہ رض سے روایت ہے فرمایا میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (دونوں) ایک برتن یعنی ایک پیالے سے غسل کرتے تھے جس کو فرق کہا جاتا ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم

من اناء واحد»

تعدد موضع والحدیث ھھنا ص۳۹ ویاتی ص۴۰ ایضاً ص۴۰ وفی تخلیل الشعر ص۴۱ وفی کتاب الحیض ص۴۴ وفی اللباس ص۸۸۵ وص۱۰۹۰ واخرجه مسلم ص۱۴۸ وابوداود باب مقدار الماء الذی یجزی به الغسل ص۳۱ والنسائی باب اغتسال الرجل والمراۃ من اناء واحد ص۱۷۔

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ کتاب الوضوء میں مرد و عورت کا ایک برتن سے وضو کرنا بیان کر چکے ہیں۔ اب ایک برتن سے مرد و عورت کا غسل کرنا بیان کر رہے ہیں۔

تشریح فرق (بفتح الراء) اور مد و صاع کی تفصیل کیلئے دیکھئے حدیث نمبر ۱۹۹ کی تشریح۔

باب نمبر ۱۷۶
الغسل بالصاع ونحوه
صاع اور اسکے برابر برتنوں سے غسل کرنا

۲۴۷ (حدثنا عبدُ اللہِ بنُ محمدٍ قال ثنا عبدُ الصمدِ قال ثنا شعبةُ قال حدثنی ابو بکرِ بنُ حفصٍ قال سمعتُ اَبا سلمۃَ یقولُ دخلتُ انا واخو عائشۃَ علی عائشۃَ فسالہا اخوھا عن غُسلِ رسولِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فدعت باناءٍ نحوٍ من صاعٍ فاغتسلت وافاضت علی راسہا وبیننا وبینہا حجابٌ قال ابو عبد اللہ وقال یزیدُ بنُ ھارونَ وبھزٌ والجُدّیُّ عن شعبۃَ قدرِ صاعٍ)

ترجمہ ابوسلمہ (عبداللہ بن عبدالرحمن بن عوف) کہتے ہیں کہ میں اور حضرت عائشہؓ کے (رضاعی) بھائی حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے پھر حضرت عائشہؓ کے بھائی نے حضرت عائشہؓ سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غسل کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے ایک برتن منگوایا جسمیں ایک صاع کے برابر پانی ہوگا پھر انہوں نے غسل کیا اور اپنے سر پر پانی بہایا اور ہمارے اور انکے درمیان ایک پردہ پڑا تھا۔ امام بخاریؒ کہتے ہیں اور یزید بن ہارون، بہز (ابن اسد) اور جُدّی (عبدالملک بن ابراہیم) نے شعبہ سے نحو من صاع کے بجائے قدر صاع (یعنی ایک صاع کی مقدار) روایت کیا ہے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في قوله فدعت باناء نحو من صاع "، اور دوسرے طرق میں قدر صاع کی صراحت موجود ہے۔

تشریح یہ ابوسلمہ حضرت عائشہ رضہ کے رضاعی بھانجہ تھے، ابوسلمہ نے حضرت عائشہ رضہ کی بہن ام کلثوم بنت ابی بکر الصدیق کا دودھ پیا تھا۔

اخو عائشة۔ اس سے مراد حضرت عائشہ رضہ کے رضاعی بھائی عبداللہ بن یزید ہیں جیسا کہ مسلم ص۱۴۸ میں تصریح ہے اخوها من الرضاعة۔ معلوم ہوا کہ یہ دونوں محرم تھے اس لئے حضرت عائشہ رضہ نے پردہ میں نہایا لیکن سر اوپر سے نظر آرہا تھا جس کا محارم کو دیکھنا جائز ہے، بہر حال حضرت صدیقہ رضہ نے غسل کرکے بتایا کہ قول کے مقابلے میں عملی تعلیم زیادہ دلنشین اور اطمینان بخش ہوتی ہے۔

۲۴۸ (حدثنا عبد الله بن محمد قال ثنا يحيى بن آدم قال ثنا زهير عن ابي اسحاق قال حدثنا ابو جعفر انه كان عند جابر بن عبد الله هو وابوه وعنده قوم فسالوه عن الغسل فقال يكفيك صاع فقال رجل ما يكفيني فقال جابر كان يكفي من هو اوفى منك شعرا و خيرا منك ثم امنا في ثوب)

ترجمہ ابوجعفر (امام باقر محمد بن علی بن حسین) نے بیان کیا کہ وہ اور ان کے والد (علی بن حسین رضہ) حضرت جابر بن عبداللہ رضہ کے پاس تھے ان کے پاس اور لوگ بھی تھے ان لوگوں نے حضرت جابر رضہ سے غسل کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا تم کو ایک صاع پانی کافی ہے تو ایک شخص نے کہا مجھکو کافی نہیں ہوگا تو حضرت جابر رضہ نے کہا یہ اس ذات گرامی کیلئے کافی ہوتا تھا جن کے بال تم سے زیادہ تھے اور جو تم سے بہتر تھے (یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پھر ایک ہی کپڑے میں ہماری امامت کی۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في قوله يكفيك صاع۔

تعدد موضعه والحديث ههنا ص۳۹ ويأتي في الباب الذي يليه ص۳۹ واخرجه مسلم ص۱۴۸ والنسائي باب القدر الذي يكتفي به الانسان من الماء للوضوء والغسل ص۴۰ فقال رجل اس آدمی سے مراد محمد بن حنفیہ کے صاحبزادے حضرت حسن بن محمد ہیں جیسا کہ اس کے بعد والے باب کی آخری حدیث میں یعنی حدیث ۲۵۲ میں تصریح ہے۔

۲۴۹ (حدثنا ابو نعيم قال ثنا ابن عيينة عن عمرو عن جابر بن زيد عن ابن عباس ان النبي صلى الله عليه وسلم وميمونة كانا يغتسلان من اناء واحد قال ابو عبد الله كان ابن عيينة يقول اخيرا عن ابن عباس عن ميمونة والصحيح ما روى ابو نعيم)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور حضرت میمونہؓ دونوں ایک برتن سے غسل کرلیتے تھے قال ابو عبد اللہ یعنی امام بخاریؒ نے کہا کہ سفیان بن عیینہ اخیر عمر میں عن ابن عباس عن میمونۃ کہنے لگے تھے لیکن صحیح وہ ہے جو ابو نعیم نے روایت کی ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ کانا یغتسلان من اناء واحد سے ترجمۃ الباب ثابت ہے اسلئے کہ اس میں مقدار اناء اگرچہ مذکور نہیں ہے مگر الحدیث یفسر بعضہ بعضا کے تحت فرق مراد ہے کیوں کہ تنہا غسل کیصورت میں ایک صاع اور دو کے غسل میں کم از کم دو صاع پھر کم وبیش بھی ہوسکتا ہے جیساکہ ماقبل میں ذکر کیا جاچکا ہے۔

نیز امام بخاریؒ اس سے اشارہ کرنا چاہتے ہیں کہ پانی کے سلسلے میں صاع وغیرہ کی لازمی وضروری تحدید نہیں ہے ضرورت کیوقت کمی بیشی کی گنجائش اور جواز ہے۔

امام بخاریؒ نے روایت ابونعیم کو کیوں صحیح فرمایا حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ محدثین کا قاعدہ ہے کہ قدیم السماع کی روایت ان راویوں کی روایت سے راجح قرار دیتے ہیں جنہوں نے بعد میں حدیث سنی ہو۔

توچوں کہ ابونعیم سفیان کی روایتوں کے قدیم سامع ہیں اسلئے اس کو ترجیح دے کر ابونعیم کی روایت کو صحیح قرار دیا (فتح الباری اوّل ص۲۴۷)

یعنی ابونعیم طبقہ اور عمر میں یحییٰ بن موسیٰ سے قدیم ہیں اسلئے انکی سماع بھی قدیم ہوگی ابونعیم کی وفات ۲۱۹ھ میں ہوئی ہے اور مسند حمیدی ص۱۴۹ میں یہ روایت یوں مذکور ہے۔

حدثنا الحمیدی قال حدثنا سفیان قال ثنا عمرو بن دینار قال اخبرنی ابوالشعثاء جابر بن زید انہ سمع ابن عباس یقول اخبرتنی میمونۃ انہا کانت تغتسل الخ اس لئے قدیم ہونے کے لحاظ سے بھی اس حدیث کا مسندات میمونہ میں ہونا راجح معلوم ہوتا ہے جب کہ حمیدی کے بارے میں ہے اجل اصحاب سفیان بن عیینۃ (تہذیب التہذیب میں ان کے تذکرہ کے اندر ہے قال احمد: الحمیدی عندنا امام وقال ابوحاتم ھو اثبت الناس فی ابن عیینۃ وھو رئیس اصحابہ)

نیز سفیان بن عیینہ کا اخیر میں اس روایت کو مسندات میمونہ میں ذکر کرنا اور اس پر جے رہنا خود اسی کے راجح ہونے کی دلیل ہے۔ (امداد الباری جلد سادس)

باب ۱۷۷

من افاض علی راسہ ثلثاً

جس نے اپنے سر پر تین مرتبہ پانی بہایا

ربط | والمناسبة بين هذه الابواب ظاهرة لان كلها فی احكام الغسل وهيئته۔

۲۵۰ (حدثنا ابو نعیم قال ثنا زهير عن ابی اسحق قال حدثنی سليمان بن صرد قال حدثنی جبير بن مطعم قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اما انا فافيض على راسى ثلثا واشار بيديه كلتيهما)

ترجمہ | حضرت جبیر بن مطعم رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں تو (غسل میں) اپنے سر پر (ایسے) تین چلو بہاتا ہوں اور آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کر کے بتلایا

مطابقتہ للترجمۃ | مطابقة الحديث للترجمة فی قوله فافيض على راسى ثلثا)

۲۵۱ (حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال حدثنا شعبة عن مخول بن راشد عن محمد بن على عن جابر بن عبد الله قال كان النبی صلى الله عليه وسلم يفرغ على راسه ثلثا)

ترجمہ | حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سر پر تین دفعہ پانی ڈالتے تھے۔

مطابقتہ للترجمۃ | مطابقة الحديث "يفرغ على راسه ثلثا"

تعدد موضعہ | والحديث ههنا ص۳۹ ويأتی ايضا ص۳۹۔

۲۵۲ (حدثنا ابو نعيم قال حدثنا معمر بن يحيى بن سام قال حدثنی ابو جعفر قال لی جابر اتانی ابن عمك يعرض بالحسن بن محمد بن الحنفية قال كيف الغسل من الجنابة فقلت كان النبی صلى الله عليه وسلم ياخذ ثلاث اكف فيفيضها على راسه ثم يفيض على سائر جسده فقال لی الحسن انی رجل كثير الشعر فقلت كان النبی صلى الله عليه وسلم اكثر منك شعرا)

ترجمہ | ابو جعفر (امام محمد باقرؒ) نے بیان کیا کہ مجھ سے حضرت جابر رضؓ نے کہا میرے پاس تمہارے چچا کے بیٹے آئے

انکی مراد حسن بن محمد بن حنفیہ تھی انہوں نے پوچھا جنابت کا غسل کیسے کرنا چاہیئے تو میں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین چلو پانی لیتے تھے اور اسے اپنے سر پر بہاتے تھے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے تھے اس پر حسن بن محمد نے مجھ سے کہا میں تو بہت بالوں والا آدمی ہوں تو میں نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ بال والے تھے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث فی قولہ یاخذ ثلث اکف فیفیضہا علی راسہ۔

مقصد ترجمۃ الباب شیخ الحدیث مولانا زکریا فرماتے ہیں امام بخاری نے ایک اختلافی مسئلہ کیطرف اشارہ کیا ہے اور وہ اختلافی مسئلہ یہ ہے کہ غسل میں دلک ہے یا نہیں؟ مالکیہ کے یہاں دلک (یعنی اعضاء کو ملنا) فرض ہے اور جمہور کے نزدیک فرض نہیں صرف پورے جسم پر پانی بہانا کافی ہے۔

امام بخاری نے ترجمۃ الباب میں لفظ افاض بڑھا کر جمہور کی تائید فرمائی ہے:

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اما انا فانیض علی راسی ثلثا، یہ روایت ابوداؤد و بخاری میں اسی طرح مختصر ہے مسلم شریف میں تفصیل سے مذکور ہے کہ ایک بار صحابہ کرام رض حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس غسل کا ذکر فرما رہے تھے کوئی کہتا تھا کہ میں تو اتنی بار پانی ڈالتا ہوں اور کوئی کچھ کہتا تھا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بھائی میں تو تین بار سر پر پانی ڈالتا ہوں۔

اب جس کو صرف مسئلہ سے کام ہے وہ تو حضور پاک صلے اللہ علیہ وسلم کا صرف قول مبارک ذکر کرتا ہے اور جس کو واقعہ بیان کرنا مقصود ہے وہ سارا واقعہ بیان کرتا ہے۔

باب ۱۷۶
الغُسُلِ مَرَّةً وَاحِدَةً
ایک بار پانی ڈال کر غسل کرنا

۲۵۳ حَدَّثنا موسَى بنُ اسماعيلَ قالَ ثنا عبدُ الواحدِ عنِ الاعمشِ عن سالمِ بنِ ابى الجعدِ عن كُرَيبٍ عنِ ابنِ عباسٍ رض قال قالتْ ميمونةُ وضعتُ للنبى صلے اللہ عليه وسلم ماءً للغسلِ فغسلَ يدَهُ مرتينِ او ثلاثاً ثم افرغَ على شمالِه فغسلَ مذاكيرَه ثم مسحَ يدَه بالارضِ ثم

مَضْمَضَ واستنشق وغسل وجهه ويديه ثمّ افاض على جسده ثمّ تحوّل من مكانه فغسل قدميه)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہ رضؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غسل کیلئے پانی رکھا تو آپؐ نے (پہلے) اپنے ہاتھ دو مرتبہ یا تین مرتبہ دھوئے پھر آپؐ نے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور شرمگاہوں کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرے اور دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنے (سارے) بدن پر پانی بہایا پھر آپؐ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور دونوں پیروں کو دھویا۔

مطابقتہ للترجمہ مطابقة الحديث بترجمة فى قوله ثم افاض على جسده۔

ترجمۃ الباب کی مطابقت اس طرح ثابت ہوگی کہ حضرت میمونہ رضؓ نے صرف بدن پر پانی بہادینے کا ذکر فرمایا ہے اور کوئی تعداد نہیں بیان کی اگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پانی ڈالنے میں تین مرتبہ کا تکرار فرمایا ہوتا تو ام المؤمنین میمونہ رضؓ ضرور ذکر فرماتیں۔

جب کوئی عدد مذکور نہیں تو احتمال مرّۃ اور مرّات دونوں کا ہے اور دونوں صورتوں میں اقل یعنی ایک یقینی ہے واللہ اعلم

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۳۹ وسياتى ص۴۰ ص۴۰ ص۴۰ ايضا ص۴۱ ص۴۱ وص۴۲ و اخرجه النسائىؒ " باب الغسل مرة واحدة ص۴۵۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جس طرح وضو میں اعضاء وضو کا ایک ایک مرتبہ دھونا فرض ہے اسی طرح غسل میں فرض صرف ایک مرتبہ دھونا ہے۔

باقی وہ روایات جن میں تین کا عدد مذکور ہے وہ استیعاب پر محمول ہیں۔

ؑ۲ حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے ایک روایت ہے کانت الصلوٰة خمسين والغسل من الجنابة سبع مرار الخ (ابوداؤد ص۳۳ باب فى الغسل من الجنابة"، مطلب یہ ہے کہ شروع میں نمازیں پچاس اور غسل جنابت سات مرتبہ وغیرہ فرض ہوا تھا رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اللہ تعالے سے تخفیف کی درخواست کرتے رہے یہاں تک کہ نمازیں پچاس کی صرف پانچ رہ گئیں اور غسل جنابت ایکبار رہا ممکن ہے کہ امام بخاری رحؒ کا اس حدیث کیطرف اشارہ مقصود ہو کہ سات مرتبہ کا حکم منسوخ ہے، چوں کہ یہ حدیث علی شرط البخاری نہیں تھی اس لئے امام بخاری رحؒ نے بخاری شریف میں اس کو ذکر نہیں فرمایا۔

لیکن تین مرتبہ پورے بدن پر پانی بہانا مستحب ہے جیساکہ صاحب منہل نے بیان کیا ہے۔

باب ۱۷۹

مَنۡ بَدَاَ بِالۡحِلَابِ اَوِالطِّیۡبِ عِنۡدَ الۡغُسۡلِ

باب جس شخص نے غسل کے وقت حلاب یا خوشبو سے ابتدا کی

۲۵۴ حدثنا محمد بن المثنی قال ثنا ابوعاصم عن حنظلة عن القاسم عن عائشة قالت کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اذا اغتسل من الجنابة دعا بشئ نحو الحلاب فاخذ بکفه فبدأ بشق راسه الایمن ثم الایسر فقال بهما علی وسط راسه)

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے۔ فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب غسل جنابت کا ارادہ فرماتے تو حلاب کی طرح کی کوئی چیز (یعنی برتن) منگاتے پھر (پانی) اپنے ہاتھ میں لیتے اور سر کے داہنے حصہ سے ابتدا کرتے (یعنی پہلے سر کے داہنے حصہ پر پانی ڈالتے) پھر چلو لے کر) بائیں حصہ پر ڈالتے پھر دونوں ہاتھ سے (پانی لے کر) بیچ سر پر ڈالتے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقة الحدیث للترجمة "دعا بشئ نحو الحلاب فاخذ بکفه"

تعدد موضعہ والحدیث ههنا صفحه ۳۹ تا ۴۰ واخرجه مسلم اول ص ۱۴۷ وابوداؤد باب فی الغسل من الجنابة ص ۳۲۔

حلاب کے معنی قال الخطابی۔ الحلاب اناء یسع قدر حلبة ناقة (عمدہ)
یعنی حلاب (بکسر الحاء المهملة) وہ برتن ہے جس میں اونٹنی کے ایک مرتبہ کا دودھ سما جائے۔ (یا ایک مرتبہ کا دودھ دوہا جا سکے۔)

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ غسل حلاب (دوہنی جو برتن دودھ دوھنے کے لئے مقرر ہو) سے بھی ہو سکتا ہے اور یہاں حلاب سے مراد وہ پانی ہے جو حلاب میں ہو فاطلق علی الحال اسم المحل۔

اور ظاہر بات ہے کہ جب پانی حلاب میں لیا جائے گا تو دودھ کی کچھ بو اس میں ضرور آئے گی تو امام بخاریؒ نے یہ بتلایا کہ اگر پانی میں رنگ و بو کا کچھ ظہور بھی ہو تب بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حلاب کے پانی سے غسل جنابت فرمایا ہے۔ نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر حلاب (دوہنی) سے غسل کرنے میں دودھ کا کوئی اثر چکنائی یا بو وغیرہ بدن پر رہ جائے تو اس کا بھی کوئی حرج نہیں کیوں کہ پاک پانی میں اگر کوئی دوسری پاک چیز ملجائے تو وہ پاک ہی رہتا ہے اور معمولی

تغیر رنگ و بو سے اس کی مائیت پر اثر نہیں پڑتا چنانچہ اس کو مزید صراحت کے ساتھ سات باب کے بعد صفحہ ۲۱۸ میں باب من تطیب ثم اغتسل وبقی اثر الطیب،، میں تبلائیں گے اور یہاں بھی والطیب سے اشارہ کر دیا کہ اگر خوشبو غسل سے پہلے لگائی اور اس کا اثر غسل کے بعد بھی باقی رہا تو درست ہے کوئی حرج نہیں۔

امام بخاری ؒ یہاں تو حلاب کا مسئلہ مستقلاً بیان کرنا چاہتے ہیں اس لئے اس کے واسطے حدیث بھی ذکر کی ہے اور طیب (خوشبو) کا مسئلہ تبعاً ذکر کر دیا ہے اس لئے اس کے واسطے حدیث ذکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی اور جوں کہ بقاء اثر کے لحاظ سے دونوں کا حکم ایک ہی ہے اس لئے ترجمۃ الباب میں دونوں کو ایک ساتھ ذکر کرنے میں مضائقہ نہ تھا۔

چنانچہ حافظ عسقلانی ؒ بھی فرماتے ہیں کہ امام بخاری ؒ نے الطیب سے ایک دوسری روایت کی طرف اشارہ فرمایا جو باب من تطیب ثم اغتسل الخ میں حضرت عائشہ رضؓ سے مروی ہے کہ میں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت ازواج مطہراتؓ پر دور فرما رہے تھے اور ظاہر ہے کہ آپؐ نے اس کے بعد غسل فرمایا اگرچہ اسکا تعلق ایک خاص واقعہ سے ہے مگر یہ ثابت ہو گیا کہ غسل سے پہلے خوشبو کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ اکثری عمل تو غسل کے بعد خوشبو استعمال کرنے کا ہے مگر دوسرا عمل یعنی خوشبو لگانے کے بعد غسل کرنا بھی درست ہے اور بدء بالحلاب حدیث الباب سے ثابت ہو گیا لہٰذا ترجمۃ الباب کے دونوں جز ثابت ہو گئے اور مقصد یہ ہے کہ دونوں ہی جائز ہیں تو مقصد ترجمہ یہ ہو گا من بدأ بالحلاب فی الغسل فقد اصاب ومن بدأ بالطیب فقد اصاب۔

اور ظاہر ہے کہ اسوقت متعدد برتن ہر کام کیلئے مستقلاً نہیں ہوا کرتے تھے اس لئے اسی برتن میں دودھ نکال لیا اور غسل کیوقت اسی میں پانی لے کر غسل کر لیا۔

قال بہما علی وسط راسہ لفظ قال افعال عامہ میں سے ہے متعدد معنی میں مستعمل ہے جو معنی مقام و محل کے مناسب ہوتے ہیں وہ لے لئے جاتے ہیں یہاں معنی ہیں دونوں ہاتھ سے پانی لے کر بیچ سر پر ڈالتے۔

بَابُ الْمَضْمَضَةِ وَالِاسْتِنْشَاقِ فِي الْجَنَابَةِ

غسل جنابت میں کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا

۲۵۵ (حَدَّثَنَا عُمَرُ بْنُ حَفْصِ بْنِ غِيَاثٍ قَالَ ثَنَا أَبِي قَالَ حَدَّثَنَا الْأَعْمَشُ

قال حدثنی سالمؒ عن کریب عن ابن عباسؓ قال حدثتنا میمونة قالت صببت للنبی صلے اللہ علیہ وسلم غسلاً فافرغ بیمینه علی یسارہ فغسلهما ثم غسل فرجه ثم قال بیدہ علی الارض فمسحها بالتراب ثم غسلها ثم مضمض واستنشق ثم غسل وجهه وافاض علی راسه ثم تنحی فغسل قدمیه اُتی بمندیل فلم ینفض بها۔

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا ہم سے حضرت میمونہ رضؓ نے بیان فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غسل کا پانی (ایک برتن میں) ڈالا۔ آپؐ نے پہلے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اللہ دونوں ہاتھ دھوئے پھر اپنی شرمگاہ کو دھو! پھر اپنے ہاتھ کو زمین پر مارا اور اس کو مٹی سے رگڑا پھر (پانی سے) اس کو دھویا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا پھر اپنے چہرہ کو دھویا اور اپنے سر پر پانی بہایا پھر اس غسل کی جگہ سے الگ ہو کر اپنے دونوں پاؤں دھوئے پھر رومال لایا گیا لیکن آپؐ نے اُس سے نہیں پونچھا

مطابقتہ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة فی قوله ثم مضمض واستنشق۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا صـ۴۰ ومضیٰ صـ۳۹ ویاتی صـ۴۱ وصـ۴۲۔

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ نے غسل جنابت میں مضمضہ اور استنشاق کیلئے علیحدہ مستقل باب قائم کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ مضمضہ اور استنشاق کی جو حیثیت وضو میں ہے غسل جنابت میں مضمضہ واستنشاق کی وہی حیثیت نہیں ہے وضو میں مضمضہ واستنشاق سنت ہے تو اب ظاہر ہے کہ غسل جنابت میں مضمضہ واستنشاق فرض ہوگا۔ یہی مذہب حنفیہ اور حنابلہ رحمہم اللہ کا ہے جب کہ حضرات شوافع اور مالکیہ کے نزدیک وضو کی اسی طرح غسل میں بھی مضمضہ اور استنشاق سنت ہے۔

امام بخاریؒ بظاہر حنفیہ اور حنابلہ کی موافقت کر رہے ہیں ورنہ مضمضہ اور استنشاق کیلئے الگ مستقل ترجمہ قائم نہ کرتے۔ واللہ اعلم

دلائل احناف وحنابلہؒ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:۔

ولاشك ان النبی صلے اللہ علیه وسلم لم یترکهما فدل علے المواظبة وھی تدل علی الوجوب (عمدہ)	اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو (غسل جنابت میں) کبھی ترک نہیں فرمایا عدم ترک مواظبت پر دلالت کرتا ہے اور مواظبت وجوب پر دلالت کرتا ہے۔

صاحب بدائع نے لکھا ہے وضو میں بہ نص قرآنی غسل وجہ کا حکم ہے جس سے مراد ظاہری چہرہ ہوتا ہے لہذا منہ اور ناک کا اندرونی حصہ اس میں داخل نہیں ہے بخلاف جنابت کے کہ اس میں بہ نص قرآنی مبالغہ کے ساتھ بدن پاک کرنے کا حکم ہے لہذا حتی الامکان بدن کے ظاہری و باطنی ہر حصہ کو دھونا ضروری ہوگا (فتح الملہم جلد اول)

حضرت علامہ عثمانی رح نے لکھا ہے:۔ شارع علیہ السلام نے مس قرآن مجید کو تو بغیر طہارت کے مطلقاً ممنوع قرار دیا ہے اور قرأت قرآن مجید کو صرف حالت جنابت میں ممنوع فرمایا حالت حدث میں ممنوع نہیں۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کی تلاوت سے کوئی چیز سوائے جنابت کے نہ روکتی تھی۔

اس تفصیل سے جنابت اور حدث اصغر میں تفریق مفہوم ہوئی جس کی وجہ یہ ہے کہ حدث اکبر (جنابت) کی سرایت باطن جسم تک ہو جاتی ہے لہذا غسل میں ہر اس حصہ بدن تک پانی کا پہونچانا ضروری ہوگا جہاں تک بغیر مشقت و تکلیف کے پہونچ سکے اور حدث اصغر کا اثر صرف ظاہر جسم تک رہتا ہے باطن تک نہیں پہونچتا اس لئے وضو کے اندر اعضاء وضو کے باطنی حصے دھونا ضروری نہ ہوں گے اس لئے وضو میں جو مضمضہ و استنشاق کا حکم آیا بھی ہے اس کو فرض و واجب سے کمتر یعنی سنت پر محمول کیا جائے گا۔ واللہ اعلم۔

باب ۱۸۱

(مَسْحِ الْيَدِ بِالتُّرَابِ لِتَكُونَ أَنْقَى)

ہاتھ کو مٹی سے رگڑنا تاکہ وہ خوب صاف ہو جائے

۲۵۶ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ الزُّبَيْرِ الْحُمَيْدِيُّ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِي الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اغْتَسَلَ مِنَ الْجَنَابَةِ فَغَسَلَ فَرْجَهُ بِيَدِهِ ثُمَّ دَلَكَ بِهَا الْحَائِطَ ثُمَّ غَسَلَهَا ثُمَّ تَوَضَّاَ وُضُوْءَهُ لِلصَّلٰوةِ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِهِ غَسَلَ رِجْلَيْهِ)

ترجمہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت کا غسل (شروع) فرمایا تو پہلے اپنے (بائیں) ہاتھ سے اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر وہ ہاتھ دیوار پر رگڑ دیا پھر اس کو (پانی سے) دھویا پھر نماز کے وضو کیطرح وضو کیا اور جب آپ غسل سے فارغ ہوئے

تو آپ نے اپنے دونوں پاؤں دھوئے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ ثم دلك بہا الحائط۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا صفحہ ۲ ومضیٰ ص ۳۹ ویاتی ص ۴۲۔

مقصد ترجمہ حدیث باب میں ہے کہ استنجے کے بعد آپ نے دست مبارک کو دیوار پر رگڑا پھر اسکو دھویا امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترجمہ میں "لتکون انقی" کہہ کر یہ بتلا دیا کہ ... یہ ضروری نہیں ہے۔ بلکہ تحصیل نظافت کی غرض سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فرمایا تھا یعنی اس اضافہ سے حدیث پاک کی شرح مقصود ہے۔

(بَابٌ ۱۸۲ هَلْ يُدْخِلُ الْجُنُبُ يَدَهُ فِي الْإِنَاءِ قَبْلَ اَنْ يَغْسِلَهَا إِذَا لَمْ يَكُنْ عَلَى يَدِهِ قَذَرٌ غَيْرُ الْجَنَابَةِ وَاَدْخَلَ ابْنُ عُمَرَ وَالْبَرَاءُ بْنُ عَازِبٍ يَدَهُ فِي الطَّهُورِ وَلَمْ يَغْسِلْهَا ثُمَّ تَوَضَّأَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عُمَرَ وَابْنُ عَبَّاسٍ بَأْسًا بِمَا يَنْتَضِحُ مِنْ غُسْلِ الْجَنَابَةِ)

کیا جنبی اپنے ہاتھ کو دھونے سے پہلے برتن میں ڈال سکتا ہے؟ جبکہ اس کے ہاتھ پر جنابت کے سوا کوئی ناپاکی نہ لگی ہو، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ نے اپنا ہاتھ بن دھوئے پانی میں ڈالدیا پھر وضو کیا اور ابن عمر رضی اللہ عنہ وابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان چھینٹوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھا جو جنابت کے غسل میں اڑیں۔

۲۵۷ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ حَدَّثَنَا اَفْلَحُ بْنُ حُمَيْدٍ عَنِ الْقَاسِمِ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كُنْتُ اَغْتَسِلُ اَنَا وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ اِنَاءٍ وَاحِدٍ تَخْتَلِفُ اَيْدِيْنَا فِيْهِ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے کہا کہ میں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (دونوں ملکر) ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے ہم دونوں کے ہاتھ اسمیں باری باری پڑتے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی تختلف ایدینا فیہ۔ واختلاف الایدی فی الاناء لا یکون الا بعد الادخال فدل ذالك علی انہ لا یفسد الماء (عمدہ)

تعدد الحدیث والحدیث ھہنا صفحہ ۴۰ ومضیٰ ص ۳۹ ویاتی ص ۴۱ و ص ۴۲ وصفحہ ۸۸ مختصرا و ص ۱۰۹ ومسلم باب القدر المستحب من الماء ج ۱ ص ۱۴۸ وابوداؤد باب الوضوء بفضل المرأۃ ص ۱۱ وابن ماجہ ص ۳۱۔

۲۵۸ (حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ

قالت کان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اذا اغتسل من الجنابۃ غسل یدہٗ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرنے لگتے تو (پہلے) اپنا ہاتھ دھوتے تھے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی اذا اغتسل من الجنابۃ غسل یدہ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا صفہ ومر صفہ ویاتی صفہ وابوداؤد صفہ۔

٢٥٩ (حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ عن ابی بکر بن حفص عن عروۃ عن عائشۃ قالت کنت اغتسل انا والنبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم من اناء واحد من الجنابۃ وعن عبدالرحمٰن بن القاسم عن ابیہ عن عائشۃ مثلہ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ میں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم غسل جنابت ایک برتن سے کرتے تھے۔ اور شعبہ نے عبدالرحمٰن بن قاسم سے بھی نقل کیا انہوں نے اپنے والد قاسم بن محمد بن ابی بکر سے انہوں نے حضرت عائشہ رضؓ سے اسی کے مانند۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی کنت اغتسل انا والنبی صلے اللہ علیہ وسلم من اناء واحد من الجنابۃ ای اخذین الماء من اناء واحد۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا صفہ ومر صفہ ایضا یاتی صفہ صفہ وصفہ وغیرہ

٢٦٠ (حدثنا ابو الولید قال حدثنا شعبۃ عن عبداللہ بن عبداللہ بن جبر قال سمعت انس بن مالک یقول کان النبی صلے اللہ علیہ وسلم والمرأۃ من نسائہ یغتسلان من اناء واحد زاد مسلم ووھب بن جریر عن شعبۃ من الجنابۃ)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم اور آپ کی بیویوں میں سے ایک بیوی (دونوں ملکر) ایک برتن سے غسل کیا کرتے تھے۔ اس روایت میں مسلم (وھو ابن ابراہیم الازدی من شیوخ البخاری) اور وہب بن جریر نے شعبہ سے من الجنابۃ کی زیادتی کی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ یہ غسل غسل جنابت ہوتا تھا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی یغتسلان من اناء واحد۔
اس لئے کہ اس سے یہ معلوم ہوا کہ آپؐ نے غسل سے پہلے ہاتھ نہیں دھوئے۔

مقصد ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: غرض الباب جواز ادخال الجنب یدہ فی الاناء قبل الغسل اذا لم یکن علی یدہ قذر غیر الجنابۃ الخ (رسالہ شرح

تراجم ابواب)

امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ جنبی اگر ہاتھ دھونے سے قبل برتن میں اپنا ہاتھ ڈالدے تو جائز ہے پانی ناپاک نہیں ہوگا بشرطیکہ اس کے ہاتھ پر کوئی اور نجاست لگی ہوئی نہ ہو جیساکہ پہلی حدیث (حدیث ۲۵۷) سے دلالۃً ثابت ہے۔ اگرچہ مناسب اور سنت تو یہی ہے کہ ہاتھ دھوکر برتن میں ڈالے جیساکہ دوسری روایت حدیث ۲۵۸ میں تصریح ہے اذا اغتسل من الجنابۃ غسل یدہ" لیکن اگر کسی نے ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں ہاتھ ڈالدیا جبکہ اس کے ہاتھ میں جنابت کے علاوہ کوئی ظاہری نجاست نہ ہو تو پانی ناپاک نہ ہوگا اس کی وجہ یہ ہے کہ جنابت میں جو نجاست ہے وہ حسی اور حقیقی نہیں ہے کہ ظاہر میں اس کا کوئی اثر ہو بلکہ معنوی اور حکمی ہے امام بخاریؒ پہلے دو اثر پیش کر رہے ہیں ما حضرت ابن عمر رضؓ اور حضرت براء بن عازب رضؓ نے پانی میں بغیر دھوئے اپنا ہاتھ ڈال دیا اور پھر اس پانی سے وضو کیا۔

دوسرا اثر یہ پیش کر رہے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضؓ اور حضرت ابن عباس رضؓ ان چھینٹوں میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتے تھے جو غسل جنابت کے وقت اڑتی ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس برتن میں غسل کا پانی رکھا ہوا ہے اگر غسل جنابت کی چھینٹیں اڑکر اس پانی میں پڑجائیں تو ان میں کوئی قباحت نہیں جب ان چھینٹوں میں کوئی قباحت اور مضائقہ نہیں ہے تو جنبی اگر اپنا صاف ستھرا ہاتھ پانی میں ڈالدے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔

اس کے بعد امام بخاری رحؒ نے استدلال میں چار روایتیں پیش کی ہیں۔

پہلی حدیث میں یہ ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جس میں بار بار حضرت عائشہ اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پڑ رہے تھے جب تک غسل مکمل نہیں ہوجاتا اس وقت تک جسم کا ہر حصہ جنبی رہتا ہے اس لئے غسل مکمل کرنے سے پہلے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنا حالت جنابت ہی میں تھا۔

امام بخاری رحؒ نے اس استدلال سے ثابت کردیا کہ اثنائے غسل ہی میں بار بار ہاتھ پانی کے برتن میں پڑ رہے تھے احتیاط اسی میں ہے کہ شروع ہی میں ہاتھ دھولئے جائیں تاکہ دل میں وسوسہ نہ آئے اور اگر ہاتھ میں کوئی حقیقی اور حسی نجاست نہیں ہے اور حالت جنابت میں ہاتھ برتن میں ڈالدیئے جائیں تو اس نجاست حکمی کا پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔

دوسری روایت میں حالت جنابت کی صراحت بھی آگئی ہے اور یہ بھی آگیا کہ جنابت کیلئے غسل شروع کرتے وقت حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم پہلے اپنے ہاتھ دھوتے تھے۔ معلوم ہوا کہ اعلیٰ طریقہ اور سنت یہی ہے کہ ہاتھ دھوکر ہی برتن میں ڈالنا چاہیئے لیکن اگر بغیر دھوئے ہاتھ ڈال دیا اور ہاتھ پر

کوئی حسی نجاست نہیں ہے تو اس حکمی نجاست کا پانی پر کوئی اثر نہ ہوگا۔
اس کے بعد تیسری روایت میں برتن اور غسل جنابت دونوں کا ذکر ہے۔
پھر چوتھی روایت میں حضرت عائشہ رضہ کا ذکر نہیں ہے۔
ان روایات کی نوعیت یہ ہے کہ ایک روایت میں ایک جزء کا ذکر ہے تو دوسری روایت میں دوسری جزء کا لیکن سب کا تعلق جنابت سے ہے برتن سے پانی لینے کی کوئی بھی شکل ہو اگر ہاتھ پر حسی نجاست نہیں ہے تو بغیر دھوئے پانی میں ہاتھ ڈالنے سے پانی ناپاک نہیں ہوگا۔

باب ۱۸۳

(مَنْ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فِى الْغُسْلِ)

باب۔ جس نے غسل میں اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا

۲۶۱ (حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُوْ عَوَانَةَ قَالَ حَدَّثَنَا الْاَعْمَشُ عَنْ سَالِمِ بْنِ اَبِى الْجَعْدِ عَنْ كُرَيْبٍ مَوْلَى ابْنِ عَبَّاسٍ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ عَنْ مَيْمُوْنَةَ بِنْتِ الْحَارِثِ قَالَتْ وَضَعْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غُسْلًا وَ سَتَرْتُهٗ فَصَبَّ عَلٰى يَدِهٖ فَغَسَلَهَا مَرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ قَالَ سُلَيْمٰنُ لَا اَدْرِىْ اَذَكَرَ الثَّالِثَةَ اَمْ لَا ثُمَّ اَفْرَغَ بِيَمِيْنِهٖ عَلٰى شِمَالِهٖ فَغَسَلَ فَرْجَهٗ ثُمَّ دَلَكَ يَدَهٗ بِالْاَرْضِ اَوْ بِالْحَائِطِ ثُمَّ تَمَضْمَضَ وَاسْتَنْشَقَ وَغَسَلَ وَجْهَهٗ وَيَدَيْهِ وَغَسَلَ رَاْسَهٗ ثُمَّ صَبَّ عَلٰى جَسَدِهٖ ثُمَّ تَنَحّٰى فَغَسَلَ قَدَمَيْهِ فَنَاوَلْتُهٗ خِرْقَةً فَقَالَ بِيَدِهٖ هٰكَذَا وَلَمْ يُرِدْهَا)

ترجمہ حضرت میمونہ رضہ بنت حارث نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیلئے غسل کا پانی رکھا اور (ایک کپڑے سے) آپ پر آڑ کر دی آپ مۂ نے (پہلے) اپنے ہاتھ پر پانی ڈالا اور اس کو ایک مرتبہ یا دو مرتبہ دھویا۔ سلیمان اعمش نے کہا میں نہیں جانتا (یعنی مجھے یاد نہیں) کہ سالم بن ابی الجعد نے ہاتھ کا تیسری بار دھونا بیان کیا یا نہیں؟ پھر اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور شرمگاہ کو دھویا پھر اپنا ہاتھ زمین پر یا دیوار پر رگڑا پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرۂ مبارک اور دونوں ہاتھوں کو دھویا اور اپنا سر دھویا پھر اپنے (سارے) بدن پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے ہٹ گئے اور دونوں پاؤں دھوئے پھر میں نے آپ مۂ کو (پونچھنے کیلئے) ایک کپڑا دیا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا

(ہٹاؤ) اور اس کے لینے کا ارادہ نہیں کیا یعنی نہیں لیا، اور بعض روایات میں لم یاخذھا کی تصریح ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث فی افرغ بیمینہ علی شمالہ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۰ ویاتی ص۴۱ ومر ص۳۹ ایضا ص۳۹ ویاتی ص۴۱ و ص۴۲۔

مقصد ترجمہ حدیث پاک سے ثابت ہے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یحب التیامن ما استطاع فی طہورہ ونعلہ وترجلہ (نسائی کتاب الطہارۃ باب بای الرجلین یبدأ بالغسل ص۱۵)

اب غسل میں دو چیزیں ہیں ایک پانی کا ڈالنا اور دوسرے اعضاء کا ملنا۔

امام بخاریؒ فرماتے ہیں کہ ان میں جو افضل ہوگا وہ داہنے سے کیا جائے گا، اور چونکہ پانی ڈالنا ملنے سے افضل ہے اسلئے امام بخاریؒ نے اس مقصد کیلئے باب قائم کیا ہے۔ من افرغ بیمینہ علی شمالہ فی الغسل۔

امام بخاریؒ نے یہ باب قائم کرکے بتلا دیا کہ ہر اچھے اور افضل کاموں میں تیامن کی رعایت کیجائیگی مثلاً کھانا، پینا، جوتا، کرتہ اور پائجامہ پہننا اور کنگھی کرنا، مسجد میں داخل ہونا وغیرہ۔

البتہ وہ امور جو اس سے ادنیٰ وکمتر ہیں شمال یعنی بائیں کو مقدم کیا جائے گا مثلاً کرتا یا پائجامہ اتارنا مسجد سے نکلنا اور ناک صاف کرنا اور بیت الخلاء جانا وغیرہ واضح رہے کہ تیامن کی رعایت مسلمانوں کا طرۂ امتیاز ہے۔ مسلمانوں کے علاوہ دنیا کی کسی قوم میں تیامن کی رعایت نہیں ہے یہاں تک کہ کھانا پینا، لکھنا پڑھنا سب بائیں جانب سے ہوتا ہے۔

اس تقریر سے معلوم ہوا کہ ہر شرافت والی چیز اور پسندیدہ کام میں تیامن مندوب ومستحب ہے حتی الامکان اس کا اہتمام کرنا چاہیئے لیکن اگر کسی کام میں مشقت وتکلیف مانع ہو تو تیامن کی رعایت چھوڑ دی جاسکتی ہے جیسے رکوب کا معاملہ ہے سائیکل پر یا گھوڑے وغیرہ پر سوار ہونے میں پہلے بایاں پاؤں رکھنے میں سہولت اور آسانی ہوتی ہے۔ ثم افرغ بیمینہ علی شمالہ الخ یہاں حافظ عسقلانیؒ وغیرہ نے مصنف پر ایک اعتراض نقل کیا ہے کہ ترجمۃ الباب (یعنی دعویٰ) میں افراغ بالیمین علی الشمال فی الغسل ہے اور روایت میں افراغ بالیمین علی الشمال فی غسل الفرج ہے تو ترجمہ یعنی دعوی عام ہے اور دلیل یعنی روایت خاص ہے۔

جواب:- امام بخاریؒ نے ترجمہ سے دوسری حدیث کی طرف اشارہ کردیا ہے جو اوپر نسائی شریف کے حوالہ سے گذری یحب التیامن ما استطاع، وفی روایۃ یحب التیامن فی شانہ کلہ ہے فلا اشکال۔

فقال بیدہ ھکذا ای اشار بیدہ ان لا اریدھا یعنی آپؐ نے اپنے ہاتھ سے اشارہ کیا اور لینے کا ارادہ نہیں فرمایا۔

(بابُ تفریقِ الغسلِ والوضوءِ ویذکرُ عن ابنِ عمرَ انّہ غسلَ قدمیہِ بعدَ ماجفّ وضوءُہٗ)

غسل اور وضو کے درمیان فصل کرنا (یعنی لگاتار نہ دھونا) اور حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے پاؤں اس وقت دھوئے جب ان کا وضو سوکھ چکا تھا۔

۲۶۲ (حدثنا محمدُ بن محبوبٍ قال حدثنا عبدُ الواحدِ قال حدثنا الاعمشُ عن سالمِ بنِ ابی الجعدِ عن کریبٍ مولی ابنِ عباسٍ عن ابنِ عباسٍ قال قالتْ میمونۃُ وضعتُ للنبیِّ صلی اللہ علیہ وسلم ماءً یغتسلُ بہٖ فافرغَ علی یدیہِ فغسلَہما مرتینِ مرتینِ او ثلاثاً ثم افرغَ بیمینِہٖ علی شمالِہٖ فغسلَ مذاکیرَہٗ ثم دلکَ یدَہٗ بالارضِ ثم تمضمضَ واستنشقَ ثم غسلَ وجہَہٗ ویدیہِ ثم غسلَ راسَہٗ ثلاثاً ثم صبَّ علی جسدِہٖ ثم تنحّٰی من مقامِہٖ فغسلَ قدمیہِ)

ترجمہ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے پانی رکھا کہ آپؐ اس سے غسل فرمالیں چنانچہ آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان دونوں کو دو دو بار یا تین بار دھویا پھر آپؐ نے اپنے داہنے ہاتھ سے اپنے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور (بائیں ہاتھ سے) شرمگاہوں کو دھویا پھر آپؐ نے اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا پھر کلی اور ناک میں پانی ڈالا پھر آپؐ نے چہرہ مبارک اور ہاتھوں کو دھویا پھر سر مبارک کو تین بار دھویا پھر آپؐ نے اپنے (سارے) بدن پر پانی بہایا پھر اس جگہ سے ہٹ گئے اور دونوں پاؤں دھوئے

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " ثم تنحّی من مقامہ فغسل قدمیہ،

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا منٹ ومرّ مٹ ایضا مٹ وبانی منٹ ومٹ

مقصد ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: باب تفریق الغسل ای التفریق فی افعال الغسل والوضوء اشارۃ الی جوازہ خلافا لمن اشترط الموالاۃ کما ھو المشھور من مذھب مالک رحمہ اللہ تعالیٰ (شرح تراجم ابواب)

امام بخاریؒ کا مقصد جواز تفریق کی طرف اشارہ کرنا ہے کہ افعال غسل اور افعال وضو کے درمیان فصل کرنا جائز ہے یعنی امام بخاریؒ جمہور کی موافقت کر رہے ہیں کہ وضو اور غسل میں موالات (یعنی لگاتار دھونا) فرض و واجب نہیں ہے جیسا کہ امام مالکؒ کا مشہور مذہب ہے۔ جمہور کا مسلک یہ ہے کہ سابق دھوئے ہوئے اعضاء کے خشک ہونے کے بعد بھی اگر بعد کے اعضا کو دھو لیا جائے گا تو وضو اور غسل صحیح رہے گا یہی حنفیہ کا مسلک ہے اور یہی امام شافعیؒ کا قول جدید ہے اور امام بخاریؒ اسی کی موافقت

وتائید کر رہے ہیں اور جو لوگ موالات کو فرض قرار دیتے ہیں ان کی تردید مقصود ہے۔

تشریح یہ باب یعنی باب تفریق الغسل الخ بعض نسخوں میں مقدم ہے جیسے فتح الباری اور عمدۃ القاری وغیرہ میں اور باب من افرغ بیمینہ الخ موخر ہے لیکن میں نے ہند و پاک اور بنگلہ دیش کے نسخوں کو پیش نظر رکھا ہے۔

امام بخاری رح نے اپنے مقصد کی تائید کیلئے پہلا استدلال حضرت ابن عمر رض کے اثر سے پیش کیا ہے جس کی وضاحت حافظ عسقلانی نے کی ہے کہ حضرت ابن عمر رض نے بازار میں وضو کیا اور پاؤں نہیں دھوئے پھر مسجد میں پہونچنے کے بعد موزوں پر مسح فرمایا اس میں صراحت موجود ہے کہ اعضاء وضو کے خشک ہونے کے بعد مسجد میں آکر خفین (موزوں) پر مسح فرمایا پھر نماز ادا کی۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمر رض تفریق کو جائز سمجھتے تھے اور موالات کو ضروری نہیں سمجھتے تھے امام بخاری رح کا دوسرا استدلال حضرت میمونہ رض کی حدیث سے ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتداء غسل میں وضو کیا مگر پاؤں نہیں دھوئے اس کے بعد غسل فرمایا پھر غسل کی جگہ سے ہٹ کر پاؤں دھوئے۔

اس سے معلوم ہوگیا کہ وضو کے افعال وارکان میں موالات ضروری نہیں ہے۔ واللہ اعلم

(باب ۱۸۵ اذا جَامَعَ ثُمَّ عَادَ وَمَنْ دَارَ عَلٰی نِسَائِہٖ فِی غُسْلٍ وَاحِدٍ)

باب۔ جس نے جماع کیا پھر اسے (غسل کئے) دوبارہ کیا، اور جو اپنی سب عورتوں کے پاس ہو آئے اور ایک ہی غسل کرے تو کیسا ہے؟

۲۶۳ (حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ بَشَّارٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِی عَدِیٍّ وَیَحْیَی بْنُ سَعِیْدٍ عَنْ شُعْبَۃَ عَنْ اِبْرَاھِیْمَ بْنِ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْتَشِرِ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ ذَکَرْتُہٗ لِعَائِشَۃَ فَقَالَتْ یَرْحَمُ اللّٰہُ اَبَا عَبْدِ الرَّحْمٰنِ کُنْتُ اُطَیِّبُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَیَطُوْفُ عَلٰی نِسَائِہٖ ثُمَّ یُصْبِحُ مُحْرِمًا یَنْضَخُ طِیْبًا)

ترجمہ ابراہیم بن محمد بن منتشر نے اپنے والد محمد بن منتشر سے نقل کیا انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رض کا قول (جو ایک باب کے بعد باب ۱۸۷ حدیث ۲۶۶ میں آرہا ہے۔)

حضرت عائشہ رض سے ذکر کیا تو انہوں نے کہا اللہ ابو عبدالرحمان (یعنی عبداللہ بن عمر رض) پر رحم کرے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگاتی پھر آپ ص اپنی (سب) بیویوں کے پاس ہو آتے پھر آپ ص صبح کو احرام باندھتے اور آپ ص کے جسم مبارک سے خوشبو پھیل رہی تھی (بدن مہک رہا تھا۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "فیطوف علی نسائہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۱ ویاتی ایضا ص۴۲ واخرجہ مسلم فی ا لحج ص۳۷۸ تا ص۳۷۹ والنسائی

فی " باب اذا تطیب واغتسل وبقی اثر الطیب ص۴۱ ۔

۲۶۴ (حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا معاذ بن هشام قال حدثنی ابی عن قتادة قال حدثنا انس بن مالك قال کان النبی صلی الله علیه وسلم یدور علی نسائه فی الساعة الواحدة من اللیل والنهار وهن احدی عشرة قال قلت لانس او کان یطیقه قال کنا نتحدث انه اعطی قوة ثلاثین وقال سعید عن قتادة ان انسا حدثهم تسع نسوة)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دن اور رات کے ایک وقت میں اپنی تمام بیویوں کا دورہ کر لیتے (سب سے صحبت کرتے) اور وہ گیارہ تھیں (نو منکوحہ اور دو باندیاں) قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے انس رضؓ سے پوچھا کیا آپؐ اتنی طاقت رکھتے تھے؟ انس رضؓ نے کہا ہم لوگ آپس میں یہ کہا کرتے تھے کہ آپؐ کو تیس مردوں کی طاقت دی گئی ہے اور سعید بن ابی عروبہ نے قتادہ سے روایت کی ہے کہ حضرت انس رضؓ نے ان سے بیان کیا کہ نو ازواج تھیں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحدیث للترجمة " یدور علی نسائه "

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۴۱ ویاتی ص۴۲ وفی النکاح فی باب کثرة النساء ص۷۵۸ ایضا ص۷۸۵ واخرجه الترمذی باب ماجاء فی الرجل یطوف علی نسائه بغسل ص۳۰ ومسلم باب جواز النوم ص۱۴۴ والنسائی جلد ثانی کتاب النکاح اول باب ص۶۵ وابن ماجه کتاب الطهارة باب ماجاء فیمن یغتسل من جمیع نسائه غسلا واحدا ص۴۳ ۔

مقصد ترجمہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ بتلانا ہے کہ جماع کے بعد غسل کئے بغیر دوسرا جماع جائز ہے یعنی جماعین کے بعد یا چند مرتبہ جماع کرنے کے بعد اخیر میں غسل کرلے تو ایسا کرنا جائز ہے خواہ ایک ہی بیوی سے جماع کرنے کے بعد بے غسل کئے دوبارہ جماع کرلے یا دوسری بیوی سے جماع کرلے ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے کہ جماعین کے درمیان غسل فرض واجب نہیں چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل یدور علی نسائه فی الساعة الواحدة اسی بیان جواز کیلئے تھا ورنہ آپؐ کا عام معمول وہ تھا جو حضرت ابورافعؓ سے مروی ہے ان النبی صلی الله علیه وسلم طاف ذات یوم علی نسائه یغتسل عند هذه وعند هذه قال فقلت له یارسول الله صلی الله علیه وسلم الا تجعله غسلا واحدا فقال هذا ازکی واطیب واطهر (ابوداؤد اول ص۲۹) یعنی ایک دن آپؐ تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے گئے آپؐ اس کے پاس بھی غسل فرماتے تھے اور اس کے پاس بھی۔

اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ ہر جماع کے بعد غسل فرماتے تھے. بظاہر تعارض معلوم ہوتا ہے.
جواب:- اس میں تعارض کی کوئی بات نہیں ہے کبھی نظافت کے اعلیٰ درجہ پر عمل فرمایا اور کبھی بیان جواز کیلئے اخیر میں ایک ہی غسل کیا اور کبھی درمیانی صورت اختیار فرمائی کہ بین الجماعین وضو فرمالیا اور کبھی بیان جواز کیلئے شرمگاہ کے دھونے پر اکتفا فرمایا اور پورا وضو نہیں کیا.
فیطوف علی نسائه ووجه استدلال البخاری بالحدیث علی ان تکرار الجماع بغسل واحد ان النبی صلی الله علیه وسلم لو اغتسل من کل واحدة من نسائه لکان اغتسل تسع مرات فیبعد حینئذ ان یبقی للطیب اثر فلما اخبرت انه اصبح ینضخ طیبا استدل بذالك علی انه اکتفی بغسل واحد (فتح الباری لابن رجب حنبلیؒ)

بین الجماعین وضو کا حکم

ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک بین الجماعین وضو کرنا بھی واجب نہیں البتہ مستحب ضرور ہے صرف داؤد ظاہریؒ اور ابن حبیب مالکیؒ بین الجماعین وضو کو واجب قرار دیتے ہیں اور حضرت ابو سعید خدریؓ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس کے الفاظ ہیں: ثم اراد ان یعود فلیتوضأ. (مسلم ص۱۴۴ ج۱)
اور کہتے ہیں کہ یہاں امر کا صیغہ ہے فلیتوضأ جو وجوب پر دلالت کرتا ہے.
ائمہ اربعہ اور جمہور کیجانب سے جواب دیا گیا ہے کہ یہی روایت صحیح ابن خزیمہ میں سفیان بن عیینہ کے طریق سے مروی ہے اور اس میں اس امر کے بعد یہ جملہ بھی مذکور ہے فانه انشط له فی العود ،، جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ وضو نشاط پیدا کرنے کیلئے ہے لہٰذا یہ امر استحباب کیلئے ہوگا.
۲ نیز امام طحاویؒ نے حضرت عائشہؓ کی روایت تخریج کی ہے قالت کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یجامع ثم یعود ولا یتوضأ (طحاوی ص۱ ج۶۲)
ان روایات و دلائل کی بنا پر مسلم شریف کی روایت میں فلیتوضأ کا امر استحبابی ہے وجوبی نہیں. ذکرته لعائشةؓ ای ذکرت قول ابن عمرؓ لعائشةؓ (عمدہ، فتح)
محمد بن منتشر کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا قول ،، ما احب ان اصبح محرما انضخ طیبا ،، ذکر کیا (یعنی میں پسند نہیں کرتا کہ میں احرام کیحالت میں رہوں اور خوشبو میرے جسم سے مہک رہی ہو) چونکہ حضرت ابن عمرؓ احرام سے پہلے ایسی خوشبو کو درست نہیں سمجھتے تھے جنایت قرار دیتے تھے جس کا اثر بعد الاحرام بھی باقی رہے اور ابن عمرؓ فرماتے تھے کہ اس کے بالمقابل مجھے یہ بات پسند ہے کہ قطران کا تیل استعمال کرلوں جسمیں بدبو ہوتی ہے.

ایک سوال

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ امام بخاریؒ نے ذکرته کی ضمیر کا مرجع کس چیز کو بنایا ہے اگر قول ابن عمر کو، تو وہ اس سے قبل مذکور نہیں ہے بلکہ ایک باب یعنی باب غسل المذی

کے بعد باب من تطیب ثم اغتسل وبقی اثر الطیب کے تحت ذکر ہوگا۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ کرمانی نے یہ جواب دیا کہ قول ابن عمرؓ اکابر محدثین کو معلوم تھا بس انکی نظر میں ہونے کی وجہ سے ضمیر اس کیطرف راجع ہوگئی۔ لیکن یہ جواب عجیب ہے کیوں کہ قول عمر سے واقفیت تو بقول کرمانی بھی صرف محدثین واقفین کے ساتھ خاص ہوگئی اب جو دوسرے لوگ اس حدیث الباب کو دیکھیں گے تو ان کو سوائے تحیر کے اور کیا حاصل ہوگا اور وہ کس طرح جانیں گے کہ ضمیر کا مرجع کیا ہے؟

لہٰذا امام بخاریؒ کیلئے مناسب تھا کہ پہلے ابوالنعمان کی روایت جسمیں حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے کو لاتے اس کے بعد حدیث الباب محمد بن بشار والی حدیث ذکر کرتے۔

پہلی روایت سے استدلال

حضرت عائشہؓ کے سامنے جب حضرت ابن عمرؓ کا قول نقل ہوا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ ابوعبدالرحمٰن پر رحم فرمائے۔ ابوعبدالرحمان عبداللہ بن عمر کی کنیت ہے، اس کے بعد ابن عمرؓ کے قول کی تردید فرمائی کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خوشبو لگاتی تھی۔ پھر آپ اپنی تمام ازواجِ مطہرات کے پاس جاتے پھر حضور صبح کو احرام باندھتے اور خوشبو آپؐ کے جسم مبارک سے مہکتی۔

اس سے ثابت ہوا کہ احرام سے قبل استعمال شدہ خوشبو اگر احرام کے بعد تک باقی رہ جائے تو اس کو حالت احرام کے منافی نہیں سمجھا جاسکتا۔

امام بخاریؒ کا استدلال یہ ہے کہ اگر بین الجماعین غسل واجب ہوتا تو نو غسل کے بعد خوشبو باقی نہ رہتی، تو معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے تمام ازواج سے فراغت کے بعد صرف اخیر میں غسل فرمایا۔

دوسری روایت سے استدلال

اس روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک گھڑی میں اپنی تمام عورتوں کا دورہ کرلیتے تھے یہاں فی الساعۃ الواحدۃ سے مراد قلیل وقت ہے اصلاحی گھنٹہ مراد نہیں ہے۔

امام بخاریؒ کا استدلال یہ ہے کہ اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے ہر جماع کے بعد غسل نہیں فرمایا کیونکہ اگر ہر جماع کے بعد غسل کیا گیا ہوتا تو اس کیلئے طویل وقت لگتا حالانکہ ساعت واحدہ کی قید لگی ہوئی ہے پھر بعض روایت میں تصریح بھی ہے کہ آپؐ نے اخیر میں ایک غسل فرمایا۔

اشکال وجواب

حدیث الباب میں ہشام کی روایت عن قتادہ سے معلوم ہوا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ساعت واحدہ میں گیارہ ازواج پر دورہ فرمایا کرتے تھے۔

اشکال یہ ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی تمام بیویوں کی تعداد بلاشبہ گیارہ تھیں مگر ان کا اجتماع

نہیں ہوا ایک وقت میں نوؔ ازواج سے زیادہ کبھی جمع نہیں ہوئیں، اس لئے کہ حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ سب سے پہلی اہلیہ محترمہ ہیں جن کا انتقال ہجرت سے پہلے ہی ہو گیا تھا اور آپؐ نے حضرت خدیجہ کی زندگی میں کوئی دوسرا نکاح نہیں کیا۔

اور ایک بیوی زینب بنت خزیمہ رضؓ ہیں ان کا انتقال بھی حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی ۳ھ یا ۴ھ میں ہو گیا، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں صرف اٹھارہ ماہ رہ کر وفات پا گئیں۔

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ راوی کا مقصد یہ بیان کرنا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ساعت واحدہ گیارہ عورتوں سے وطی فرماتے تھے جن میں نوؔ ازواج مطہرات تھیں اور دوؔ باندیاں جن میں ایک حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ ہیں جن سے حضرت ابراہیم رضؓ پیدا ہوئے اور دوسری ریحانہ تھیں۔ اور سعید کی روایت میں نوؔ کی تعداد صرف ازواج مطہرات رضؓ کی ہے فلا اشکال۔

سید الکونین ؐ کی جسمانی طاقت

قال قلت لانس اوکان یطیقه الخ قتادہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت انس رضؓ سے یہ کہا کہ آپ جو بیان کرتے ہیں کہ دن رات کے ایک وقت میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم گیارہ عورتوں سے وطی فرماتے تھے تو کیا حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم میں اتنی طاقت تھی؟

اس سوال کی وجہ یہ ہے کہ جب انسان ایک مرتبہ وطی کر لیتا ہے تو طاقت سست پڑ جاتی ہے اگر بہت زیادہ قوی ہو تو ایک دو بار اور کرلیگا ورنہ بس۔

تو انہوں نے اپنے اوپر اور اپنے جیسے لوگوں پر قیاس کرتے ہوئے سوال کیا اس پر حضرت انس رضؓ نے فرمایا کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو تیس ؔ مردوں کی طاقت دی گئی تھی، اور حلیۃ الاولیاء میں ہے کہ چالیس جنتی مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

اور ترمذی میں حضرت انس رضؓ کی روایت ہے کہ ایک جنتی کو سوؔ آدمیوں کی طاقت عطا کیجائے گی۔

(ترمذی جلد ثانی باب ماجاء فی صفۃ جماع اہل الجنۃ ص۷۶)

اس حساب سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چار ہزار مردوں کی طاقت دی گئی تھی۔

اس عظیم طاقت کے باوجود صرف نو عورتوں پر اکتفا فرمانا ایک معجزہ ہی ہے۔

سید الکونین کا صبر و زہد اور عصمت و عفت

بے ایمان لوگ کثرت ازواج کے معاملے میں آپؐ پر تعیش کا دھبہ لگاتے ہیں حالاں کہ آپؐ کی زندگی پر نظر کرنے سے آپؐ کا کمال صبر و قناعت اور انتہائی زہد و تبتل روز روشن کی طرح ظاہر ہوتا ہے، آپؐ کو قوت چار ہزار مردوں کے برابر دی گئی تھی مگر آپؐ کے صبر و زہد کو دیکھ کر اتنی

قوت کو لے کر اپنی شروع جوانی کے پچیس ۲۵ سال کی زندگی بلا نکاح گذاردی حالانکہ انسان کے جوش جوانی اور نئے شباب کی امنگیں اسی عمر میں ابھرتی ہیں۔ پھر یہ زمانہ اس عصمت وعفت کے ساتھ گذرا کہ دشمن سے دشمن اور بدترین معاند کو بھی آج تک ادنیٰ ترین لب کشائی کا موقع نہ ملا، اسکے بعد لوگوں کے اصرار پر بہتر سے بہتر مواقع حاصل ہوئے بلکہ ہر طرف سے استدعاؤں اور تمناؤں کے باوجود پچیس ۲۵ سال کی عمر میں دو دو دفعہ کی بیوہ چالیس ۴۰ سال کی سن رسیدہ عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔

بے ایمان لوگو دیکھو کیا تعیش پسند آدمی کا یہی حال ہوتا ہے، اس کے بعد پھر بیوی کے ساتھ جو تعلق ہوا وہ بھی معلوم ہے کہاں بیوی اور کہاں آپؐ؟ کہ مہینہ مہینہ بھر غار حرا میں تنہا اللہ تعالےٰ کو یاد کرتے رہتے تھے، صرف ایک ہی عورت وہ بھی اپنے سے تقریباً دوگنی عمر مزید برآں دو دفعہ کی بیوہ اسی حال میں ترپن ۵۳ سال کی عمر آپؐ نے گذاری کوئی دوسری شادی نہیں کی۔

ان حالات میں غور کرنے سے کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپؐ عیاش تھے؟ عیاشی کی زندگی ایسی ہوتی ہے کہ اپنی پوری جوانی ایک بوڑھی بیوہ کے ساتھ گذار دے؟

بے ایمانو ذرا انصاف سے کام لو، خواہ مخواہ جہنم نہ خریدو (فضل الباری جلد دوم)

ایک اشکال مع جواب

اگر کسی کے نکاح میں متعدد بیویاں ہوں تو ان کے درمیان عدل ومساوات واجب ہے یعنی نان نفقہ اور شب باشی میں برابری کرنا واجب ہے ارشاد الٰہی ہے:- فان خفتم الا تعدلوا فواحدۃ اگر تم کو اس کا خوف ہو کہ عدل نہ کر سکو گے تو ایک ہی بیوی پر بس کرو۔ (سورہ نساء آیت ۳)

ارشاد نبوی ہے:-

اذا کانت عند الرجل امرأتان فلم یعدل بینهما جاء یوم القیامۃ وشقه ساقط (ترمذی ص۱۳۶ ج۱)	اگر کسی شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن اسی کے بدن کا آدھا مفلوج ہوگا۔

معلوم ہوا کہ عدل وبرابری واجب ہے اور علماء نے تصریح کی ہے اقل القسمۃ لیلۃ یعنی کم سے کم باری کی مدت ایک رات ہے۔

اب اشکال یہ ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے لیلۂ واحدہ یا ساعۃ واحدہ کے اندر تمام ازواج سے کیسے تعلق قائم کیا؟

جواب ۱: اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امت پر عدل واجب ہے، نفقہ اور شب باشی میں برابری کرنا ضروری ہے اس کے خلاف کرنا حرام ہے، لیکن حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علماء اسلام کا اختلاف ہے کہ آپؐ پر عدل بین الازواج واجب تھا یا نہیں؟ اصح یہی ہے کہ آپؐ پر واجب نہ تھا۔

لقوله تعالیٰ :- ترجی من تشاء منھن وتؤوی الیک من تشاء

ان ازواج مطہرات میں سے آپ جس کو چاہیں (اور جب تک چاہیں) اپنے سے دور رکھیں (یعنی اس کو باری نہ دیں) اور جس کو چاہیں (اور جبتک چاہیں) اپنے نزدیک رکھیں (یعنی اس کو باری دیں)

معلوم ہوا کہ آپؐ پر عدل ومساوات واجب نہیں تھا مگر ازواج مطہرات کی دلجوئی اور تطییب قلوب کیلئے آپؐ کا فضل وکرم تھا کہ آپؐ عدل کرتے تھے۔

اس صورت میں اشکال کا جواب یہ ہے کہ جس کی باری ہوتی اسکی اجازت سے دور کرتے۔

۳. علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ سفر سے واپسی پر نئی باری شروع کرنے سے پہلے یہ دور فرمایا تھا۔

۴. ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے ایک ایسا خصوصی وقت عطا فرمایا تھا کہ جس میں کسی زوجہ کا حق نہیں تھا اسی خصوصی اوقات میں آپؐ تمام ازواج کے پاس تشریف لیجاتے تھے مسلم میں ابن عباسؓ کی روایت کے مطابق یہ وقت عصر ومغرب کے درمیان تھا۔

۵. حجۃ الوداع کے موقع پر آپؐ نے دور فرمایا تھا وغیرہ۔

باب ۱۸۶

(غَسْلِ المَذْیِ وَالوُضوءِ مِنهُ)

مذی کے دھونے اور اسکی وجہ سے وضو کے لازم ہونیکا بیان

۲۶۵ (حدّثنا ابو الولید قال حدّثنا زائدۃ عن ابی حصین عن ابی عبد الرحمٰن عن علیّ قال کنتُ رجلاً مذّاءً فامرتُ رجلاً یسأل النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم لمکانِ ابنتہ فسأل فقال توضّأ واغسل ذکرک)

ترجمہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ فرمایا کہ مجھے مذی بکثرت آتی تھی اس لئے میں نے ایک شخص سے کہا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ مسئلہ پوچھ لے کیوں کہ میرے نکاح میں آپؐ کی صاحبزادی تھیں چنانچہ انہوں نے پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ وضو کر لو اور شرمگاہ کو دھو ڈالو

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۱ وفی ص۲۲۵ تا ص۲۵ والیضا ص۳۱

ربط ما قبل | قال العینیؒ والمناسبة بین البابین من حیث ان فی الباب الاول بیان حکم المنی وفی هذا الباب بیان حکم المذی وهو من توابع المنی ومثله فی النجاسة غیر ان فی المنی الغسل وفی المذی الوضوء۔

مطلب یہ ہے کہ باب سابق میں منی کا حکم (وجوب غسل) بیان ہوا تھا اور اس باب میں مذی کا حکم (وجوب وضو) مذکور ہے نیز یہ بھی کہ مذی ناپاک ہے منی کیطرح مگر منی میں غسل واجب ہے اور مذی میں وضو واجب ہے۔

مقصد ترجمہ | امام بخاریؒ کا مقصد تین مسائل کیطرف اشارہ کرنا ہے ۱ مذی ناپاک ہے اس کا دھونا ضروری ہے چنانچہ اس کیلئے امام نے غسل المذی کا لفظ لاکر اشارہ کیا۔

۲ ان حضرات کی تردید مقصود ہے جو حضرات نضح کو کافی کہتے ہیں۔

۳ یہ کہ مذی خارج ہونے سے صرف وضو ٹوٹتا ہے غسل واجب نہیں ہوتا جیساکہ امام بخاریؒ نے والوضوء منہ سے اشارہ کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں: ویحتمل ان یکون غرض الباب ان جواز الاکتفاء علی استعمال الاحجار لیس الا فی الخارج المعتاد اعنی البول والغائط و اما فی غیرہ فیجب استعمال الماء والغسل۔

تشریح | تشریح کیلئے نصر الباری جلد اول ص۵۳۵ حدیث ۱۳۲ کی تشریح دیکھئے۔
نیز نصر الباری جلد دوم کی حدیث ۱۷۶ بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔

باب ۱۸۷

(مَن تطیَّبَ ثمَّ اغتسَلَ وبقِیَ اثرُ الطِّیبِ)

جسنے خوشبو لگائی پھر غسل کیا اور خوشبو کا اثر باقی رہا

۲۶۶ (حدَّثنا ابُو النعمانِ قال حدَّثنا ابُو عوانةَ عن ابراهیمَ بن محمَّد بن المنتشِر عن ابیه قال سألتُ عائشةَ وَذکرتُ لها قولَ ابنِ عُمَر ما اُحبُّ اَن اُصبحَ مُحرِماً انضخُ طِیباً فقالت عائشةُ انا طیَّبتُ رسُولَ اللهِ صلی اللهُ علیه وسلم ثمَّ طافَ فی نسائِه ثمَّ اَصبحَ مُحرِماً)

ترجمہ | ابراہیم بن محمد اپنے والد محمد بن منتشر سے روایت کرتے ہیں کہ محمد بن منتشر نے کہا کہ میں

حضرت عائشہ سے سوال کیا کہ اور ان سے عبداللہ بن عمرؓ کا یہ قول " ما احب ان اصبح محرما الخ " بیان کیا (یعنی میں پسند نہیں کرتا کہ میں احرام کی حالت میں رہوں اور خوشبو میرے جسم سے مہک رہی ہو) تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوشبو لگائی پھر آپؐ اپنی (سب) عورتوں کے پاس گھوم آئے پھر صبح کو احرام باندھا۔

مطابقۃ للترجمۃ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ ترجمۃ الباب کے دو اجزاء تھے ایک اغتسال جس سے حدیث الباب کا جملہ ثم طاف فی نسائہ مطابق ہے کیوں کہ طواف نساء کنایہ ہے جماع سے اور جماع کے لوازم میں سے اغتسال ہے۔

اور دوسرا ترجمہ بقاء اثر الطیب ہے جس کی مطابقت حضرت عائشہؓ کے قول انا طیبت الخ سے ہے کیوں کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کے قول کو رد کرنے کیلئے فرمایا " ثم اصبح محرما " اس صورت میں ینضخ طیبا محذوف ماننا پڑے گا۔

۲۶۷ (حدثنا آدم بن ابی ایاس قال حدثنا شعبۃ قال حدثنا الحکم عن ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کانی انظر الی وبیص الطیب فی مفرق النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو محرم)

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے فرمایا گویا کہ میں خوشبو کی چمک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مانگ میں دیکھ رہی ہوں درانحالیکہ آپؐ احرام باندھے ہوئے ہیں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی " انظر الی وبیص الطیب " کیوں کہ ترجمہ کا دوسرا جزء تھا بقی اثر الطیب اس جزء سے مناسبت ظاہر ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۴۱ ویاتی الحدیث فی الحج ص۲۰۸ ایضا ص۸۷۷ ایضا ص۸۷۷ و اخرجہ مسلم فی الحج ص۳۷۸ والنسائی جلد ثانی فی الحج ص۵۔

مقصد ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کوئی غسل میں دلک نہ کرے یعنی جسم کو رگڑنے اور ملنے میں مبالغہ سے کام نہ لے حتی کہ اس خوشبو کا اثر بھی زائل نہ ہوا جو اس نے غسل سے پہلے استعمال کی تھی بلکہ غسل کے بعد بھی اس خوشبو کا اثر باقی رہا تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں غسل صحیح ہوگیا۔

تحقیق الفاظ وبیص مصدر ہے از ضرب وبص یبص وبصا وبیصا چمکنا۔ نیز خوشبو کی چمک قال الاسماعیلی وبیص الطیب تلالؤہ وذالک لعین قائمۃ لا للریح فقط مفرق بفتح المیم وکسر الراء وسط سر کی مانگ جو پیشانی سے دائرہ وسط راس تک ہوتی ہے (ملخص)

باقی تفصیل کیلئے باب ۱۸۵ کا مطالعہ فرمائیے۔

(باب ۱۸۵ تخليلِ الشَّعرِ حتى اِذا ظنَّ انّه قد اَروىٰ بشرتَه' اَفاضَ عليهِ)
بالوں کا خلال کرنا حتی کہ جب ظن غالب ہوجائے کہ بالوں کے نیچے کا حصہ (یعنی کھال) تر ہوگئی تو ان پر پانی بہالے۔

ربط ما قبل عینی رح کہتے ہیں: وجه المناسبة بين البابين من حيث وجود التخليل فيهما اما في الاول فلان المتطيب يخلل شعره بالطيب واما في هذا فلان المغتسل يخلله بالماء۔

۲۶۸ (حدثنا عبدان قال اخبرنا عبدُ اللهِ قال اخبرنا هشام بن عُروة عن ابيه عن عائشة قالت كان رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اغتسل مِنَ الجنابة غسل يديه وتوضأ وضوءه للصلوٰة ثم اغتسل ثم تخلّل بيده شعره حتى اذا ظنّ انه قد اروىٰ بشرته' اَفاضَ عليه الماءَ ثلث مرّات ثم غسل سائر جسده وقالت كنتُ اغتسلُ انا ورسولُ الله صلى الله عليه وسلم مِنْ اِناءٍ واحدٍ نغرِفُ منهُ جميعًا)

ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے اپنے دونوں ہاتھوں کو دھوتے اور جیسے نماز کیلئے وضو کیا کرتے ویسا ہی وضو کرتے پھر غسل کرتے پھر اپنے ہاتھ سے بالوں کا خلال کرتے یہانتک کہ جب آپ یہ سمجھ لیتے کہ کھال تر ہوگئی ہے تو تین بار اس پر پانی بہاتے پھر اپنے پورے جسم کو دھوتے، اور حضرت عائشہ رض نے بیان کیا کہ میں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے ہم دونو اسی برتن سے چلو بھر کر پانی لیتے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في ثم تخلل بيده شعره الخ

تعدد موضعه والحديث ههنا صك والمتن مشتمل على حديثين من الاول منه في ص۳۹ في اول الغسل حديث ۲۴۴ - وصك مختصر اوالحديث الثاني واوله قالت كنت اغتسل انا والنبي صلى الله عليه وسلم مر مفردًا ص۳۹ وصك ويأتي ص۴۲ وص۸۸۰ مقرونا مع حديث آخر في الموضعين وص۱۰۹ بمعناه

مقصد ترجمہ حضرت شیخ زکریا رح فرماتے ہیں "شراح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری رح کی غرض یہ بیان کرنا ہے کہ تخلیل شعر ضروری نہیں ہے بلکہ پانی کا بالوں کی جڑوں میں پہنچا لینا کافی ہے۔

میری رائے یہ ہے کہ امام بخاری رح کی غرض ایک اختلافی مسئلہ کو بیان کرنا ہے وہ یہ کہ ائمہ کرام میں

اختلاف ہو رہا ہے کہ غسل جنابت اور غسل محیض (یعنی غسل حیض ونفاس) میں کچھ فرق ہے یا نہیں؟ حنفیہ، مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک کوئی فرق نہیں ہے اور حنابلہ کے نزدیک فرق ہے کہ حالت جنابت میں نقض ضفائر (یعنی غسل جنابت کرتے وقت بٹے ہوئے چوٹی کو کھولنا) ضروری نہیں ہے صرف پانی پہنچالینا بالوں کی جڑوں کو کافی ہے اور غسل محیض میں نقض (چوٹی کو کھولنا) ضروری ہے اور امام بخاری نے حنابلہ کی تائید فرمائی ہے یہاں تو صرف بلوغ الماء الی اصول الشعر پر اکتفا فرمایا اور غسل المحیض (باب نقض المرأۃ شعرھا عند غسل المحیض ص۴۵ میں نقض شعر کا ذکر فرمایا (تقریر بخاری شیخ))

باب ۱۸۹

مَن توضّأ فی الجنابۃ ثمّ غسل سائر جسدہ ولم یعد غسل مواضع الوضوء منہ مرّۃ اُخرٰی

جس نے غسل جنابت میں وضو کیا پھر اس نے اپنے باقی بدن کو دھویا اور مواضع وضو کو دوبارہ نہیں دھویا تو کیا حکم ہے؟

۲۲۹ (حدّثنا یوسف بن عیسٰی قال انا الفضل بن موسٰی انا الاعمش عن سالم عن کریب مولی ابن عباس عن ابن عباس عن میمونۃ قالت وضع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وضوء الجنابۃ فاکفأ بیمینہ علٰی یسارہ مرّتین او ثلاثا ثمّ غسل فرجہ ثمّ ضرب یدہ بالارض او الحائط مرّتین او ثلاثا ثمّ تمضمض واستنشق وغسل وجہہ وذراعیہ ثمّ افاض علٰی راسہ الماء ثمّ غسل جسدہ ثمّ تنحّٰی فغسل رجلیہ قالت فاتیتہ بخرقۃ فلم یردھا فجعل ینفض بیدہ)

ترجمہ حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنابت (کے غسل) کیلئے پانی رکھا تو آپؐ نے (پہلے) اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر دو مرتبہ یا تین مرتبہ پانی ڈالا پھر آپؐ نے شرمگاہ کو دھویا پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ کو زمین یا دیوار پر دوبار یا تین بار رگڑا پھر آپؐ نے کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے چہرہ اور بازوؤں کو دھویا پھر آپؐ نے اپنے سر پر پانی بہایا پھر جسم مبارک کو دھویا یعنی سارے بدن کا غسل کیا) پھر آپؐ اپنی جگہ سے ہٹ گئے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا، حضرت میمونہؓ کہتی ہیں کہ میں ایک کپڑا لیکر آئی تو آپؐ نے اس کا ارادہ نہیں فرمایا (یعنی اس کو نہیں لیا) اور آپؐ اپنے ہاتھ

ہی میں سے پانی جھاڑنے لگے۔

مطابقۃ للترجمۃ امام بخاری حدیث پاک کے الفاظ " ثم غسل جسدہ " سے بظاہر ترجمۃ الباب ثابت کرنا چاہتے ہیں مگر غالباً وہ ثابت نہیں ہوتا اسلئے مقصود بقیہ جسد کے غسل کو ثابت کرنا ہے اور یہ جسد عام ہے لہذا یہاں سے حضرت عائشہ رضی کی اس حدیث کی طرف اشارہ ہے جس میں فغسل سائر جسدہ کا صراحۃً مذکور ہے اور سائر کے معنی باقی کے ہیں مطلب یہ ہے کہ اعضاء وضوء کے علاوہ باقی تمام بدن کو دھویا۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۴۱ ومضیٰ ص۳۹ ایضا ص۳۹ وص۴۰ " " " ویاتی ص۴۲۔

مقصد ترجمہ شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جس شخص نے غسل جنابت سے پہلے وضو کر لیا تو غسل کے اندر ان اعضاء وضو کو دوبارہ دھونا ضروری نہیں ہے یعنی وضو کے بعد صرف باقی اعضاء جسم پر اگر پانی بہا دیا تو اس کا غسل صحیح اور معتبر ہے۔

حضرت شیخ الہند فرماتے ہیں کہ اس باب میں امام بخاری نے ایک لطیف اشارہ فرمایا کہ مس ذکر ناقض وضو نہیں ہے غسل کرتے وقت اکثر وبیشتر ہاتھ بدن کے ہر حصہ پر پہونچتا ہے اور ایسی صورت میں مس ذکر کا قوی احتمال ہے پس اگر مس ذکر ناقض وضو ہوتا تو جو وضو غسل سے پہلے کیا گیا ہے وہ کالعدم ہو جاتا حالانکہ امام بخاری نہ مس ذکر سے وضو کے قائل ہیں اور نہ مس مرأۃ سے اور ان دونوں میں سے کسی پر باب بھی نہیں قائم کیا۔

خلاصہ یہ کہ ان دونوں مسائل میں امام بخاری حنفیہ کی موافقت وتائید کر رہے ہیں۔

باب ۱۹۰

(اِذَا ذَکَرَ فِی الْمَسْجِدِ اَنَّہٗ جُنُبٌ خَرَجَ کَمَا ھُوَ وَلَا یَتَیَمَّمُ)

جب مسجد میں یہ یاد آئے کہ میں جنبی ہوں (یعنی غسل کی حاجت ہے) تو اسی طرح فوراً نکل جائے اور تیمم نہ کرے

۲۷۰ (حدثنا عبد اللہِ بن محمدٍ قال ثنا عثمانُ بنُ عمرَ قال انا یونسُ عنِ الزھریِ عن ابی سلمۃَ عن ابی ھریرۃَ قال اُقیمتِ الصلوٰۃُ وعُدِّلتِ

الصفوف قیاما فخرج الینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلما قام فی مصلاہ ذکر انہ جنب فقال لنا مکانکم ثم رجع فاغتسل ثم خرج الینا ورأسہ یقطر فکبر فصلینا معہ تابعہ عبد الاعلی عن معمر عن الزہری ورواہ الاوزاعی عن الزہری)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے آپؓ نے بیان کیا کہ (ایک بار) نماز کیلئے اقامت کہدی گئی اور صفیں برابر کرلی گئیں لوگ کھڑے تھے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہماری طرف تشریف لائے جب آپؐ اپنی نماز کی جگہ میں کھڑے ہو گئے تو آپؐ کو یاد آیا کہ آپؐ جنبی ہیں (یعنی غسل کی ضرورت ہے) چنانچہ آپؐ نے ہم لوگوں سے فرمایا تم لوگ اپنی جگہ ٹھیرے رہو پھر آپؐ لوٹ گئے اور غسل کیا پھر ہمارے پاس واپس تشریف لائے تو سر مبارک سے پانی ٹپک رہا تھا آپؐ نے اللہ اکبر کہا (یعنی تکبیر تحریمہ سے نماز شروع کی) اور ہم نے آپؐ کے ساتھ نماز پڑھی عبد الاعلیٰ نے بواسطہ معمر زہری سے عثمان بن عمر کی متابعت کی ہے اور اوزاعی نے بھی زہری سے اس کو روایت کیا ہے

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فلما قام فی مصلاہ ذکر انہ جنب۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۱ ویاتی ص۸۹ ایضا ص۸۹ مسلم ص۲۲۰ ابوداؤد ص۳۰ تا ۳۱ باب فی الجنب یصلی بالقوم وھو ناس۔ نسائی ص۹۱ باب الامام یذکر بعد قیامہ فی مصلاہ انہ علی غیر طہارۃ۔

مقصد ترجمہ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں "اشارۃ الی رد من یوجبہ فی ھذہ الصورۃ وھو منقول عن الثوری واسحاق الخ (فتح)

امام بخاریؒ اس باب سے سفیان ثوری اور اسحاق بن راہویہؒ پر رد فرما رہے ہیں ان کا مذہب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص بھول کر بحالت جنابت مسجد میں چلا گیا اور جانے کے بعد اس کو یاد آیا تو اب اس کو مسجد سے نکلنا جائز نہیں بلکہ فوراً تیمم کرے اسلئے کہ اولاً وہ ناسی ہونے کی وجہ سے معذور تھا اب ذاکر ہونے کی وجہ سے اس پر ذاکر کے احکام جاری ہونگے اور چونکہ وہاں سے نکلنے پر مجبور ہونے کی وجہ سے عادم الماء ہے لہذا تیمم کرے۔

اور جمہور کا مذہب یہ ہے کہ فوراً نکل جائے امام بخاریؒ جمہور کی تائید فرما رہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بحالت جنابت مسجد کے اندر تشریف لے گئے اور یاد آنے کے بعد بلا تیمم کئے واپس تشریف لے آئے نیز جتنی دیر میں تیمم کرے گا اتنی دیر بحالت جنابت مسجد میں مکث ہوگا اس لئے جلدی ہی نکل جائے (تقریر بخاری)

ایک سوال مع جواب یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ اقامت کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم تکبیر تحریمہ کہہ چکے تھے یا نہیں۔

حدیث الباب میں اگرچہ اس کی تصریح نہیں ہے مگر بظاہر الفاظ حدیث قام فی مصلاہ ذکر انہ جنب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نے تکبیر تحریمہ نہیں کہی تھی مصلے پر آتے ہی آپؐ کو یاد آگیا، نیز مسلم شریف ص۲۲۰ کی ایک روایت میں صاف صراحت کے ساتھ ہے اذا قام فی مصلاہ قبل ان یکبر ذکر انہ لیکن ابوداؤد کی ایک روایت ص۳۱ میں تصریح ہے فکبر ثم اوماء الی القوم ان اجلسوا الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تکبیر تحریمہ کہہ چکے تھے۔

جواب ۱ صحیحین کی روایت راجح ہے ۲ فکبر کے معنی ہیں اراد ان یکبر۔

ایک اشکال ایک اشکال یہاں یہ ہوتا ہے کہ اقامت صلوٰۃ اور تکبیر تحریمہ کے درمیان طویل فصل کے باوجود اقامت کا اعادہ کیا گیا یا نہیں؟

اس حدیث میں اس کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

جواب:- یہ ہے کہ اعادہ واجب نہیں ہے، حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بیان جواز کے واسطے ایسا کیا ہے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بیان جواز کیواسطے کوئی خلاف اولی بھی کام کریں تو اس پر آپؐ کو ثواب ملتا ہے اسلئے کہ آپؐ تشریع کیلئے تشریف لائے تھے (تقریر بخاری شیخ الحدیث) علامہ شامیؒ لکھتے ہیں کہ وینبغی ان طال الفصل او وجد ما یعد قاطعا کا کل ان تعاد (شامی مطبوعہ زکریا بکڈپو دیوبند ص۴۳)

باب ۱۹۱

(نفض الیدین من غسل الجنابۃ)

جنابت کا غسل کرکے دونوں ہاتھوں کو جھاڑنا

۲۷۱ حدثنا عبدان قال اخبرنا ابو حمزۃ قال سمعت الاعمش عن سالم بن ابی الجعد عن کریب عن ابن عباس قال قالت میمونۃ وضعت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم غسلا فسترتہ بثوب وصب علی یدیہ فغسلھما ثم صب بیمینہ علی شمالہ فغسل فرجہ فضرب بیدہ الارض فمسحھا ثم غسلھا فمضمض واستنشق وغسل وجھہ وذراعیہ ثم صب علی راسہ وافاض علی جسدہ

ثُمَّ تَنَحّٰی فَغَسَلَ قَدَمَیْہِ فَنَاوَلْتُہٗ ثَوْبًا فَلَمْ یَاْخُذْہُ فَانْطَلَقَ وَھُوَ یَنْفُضُ یَدَیْہِ)

ترجمہ: حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت میمونہؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے غسل کا پانی رکھا پھر میں نے ایک کپڑے سے پردہ کردیا آپؐ نے اپنے دونوں ہاتھوں پر پانی ڈالا اور ان دونوں کو دھویا پھر آپؐ نے اپنے داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا اور اپنی شرمگاہ کو دھویا پھر آپؐ نے اپنے ہاتھ کو زمین پر مارا اور اس کو رگڑا پھر اس کو دھویا اور کلی کی اور ناک میں پانی ڈالا اور اپنے پورے جسم پر پانی بہایا پھر آپؐ اپنے غسل کی جگہ سے ہٹ گئے اور اپنے دونوں پیروں کو دھویا، میں نے آپؐ کو (پونچھنے کے لئے) ایک کپڑا دیا مگر آپؐ نے کپڑا نہیں لیا اور آپؐ دونوں ہاتھ جھاڑتے ہوئے چلے۔

مطابقۃ للترجمۃ: مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "وھو ینفض یدیہ"

تعدد موضعہ: والحدیث ھھنا صفحہ ۴۱ ومضیٰ صفحہ ۳۹ ، وصفحہ ۴۰ ، ، ، ویاتی صفحہ ۴۲

مقصد ترجمہ: شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ثابت کرنا ہے کہ ماءِ مستعمل پاک ہے اسلئے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ جھاڑنا ثابت ہے اور ظاہر ہے کہ ہاتھ جھاڑنے سے کپڑے وغیرہ پر چھینٹیں پڑیں گی اگر ماءِ مستعمل ناپاک ہوتا تو آپؐ ہاتھ نہ جھاڑتے۔

ع۲ :- حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک اس باب کی غرض یہ ہے کہ ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے: لاتنفضوا ایدیکم فی الوضوء فانہا مراوح الشیطان۔ وضو (وغیرہ) میں ہاتھ کو مت جھاڑو اسلئے کہ ہاتھ جھاڑنا شیطان کا پنکھا ہے۔ امام بخاریؒ نے اس ترجمہ سے اس روایت پر رد فرما دیا۔

مقصد ترجمہ علامہ عینیؒ کے نزدیک: علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: ما فائدۃ ھذہ الترجمۃ من حیث الفقہ علامہ نے ایک سوال قائم کیا ہے کہ فقہ کی حیثیت سے اس ترجمہ کا کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟ اس کے بعد خود ہی اس ترجمہ کا فائدہ یہ بتاتے ہیں کہ ہاتھوں سے پانی کا جھاڑنا عبادت کے اثر کو زائل نہیں کرتا اس کے بعد علامہ عینیؒ فرماتے کہ اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے ان لوگوں کے خیال کا رد کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے غسل کے بعد کپڑے کا استعمال اسلئے ترک فرمایا کہ اس سے عبادت کا اثر زائل ہو جاتا ہے ولیس کذالک حالانکہ حضورؐ کا یہ مقصد نہیں اگر غسل کے اثر کو باقی رکھنا ہوتا تو دونوں ہاتھوں سے پانی کو جھاڑنا بھی جائز نہ ہوتا بلکہ آپؐ نے کپڑے اسلئے استعمال نہیں کیا کہ یہ عیش پرست اور اسراف

کے خوگر لوگوں کا عمل ہے جو تکبر کی علامت ونشانی ہے۔
فناولتہ ثوبا فلم یاخذہ اس سے بعض حضرات نے استدلال کیا ہے کہ وضو اور غسل کے بعد رومال کا استعمال مکروہ ہے کیوں کہ اس میں ہے کہ حضرت میمونہ رضہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو کپڑا دیا لیکن آپؐ نے نہیں لیا، اس سے معلوم ہوا کہ غسل کے بعد کپڑے کا استعمال مکروہ ہے۔
جواب یہ ہے کہ حدیث میں غور کرنا چاہیئے کہ حضرت میمونہ رضہ حضور اقدس ؐ کی زوجہ ہیں حضورؐ کے مزاج اور اکثری معمولات سے واقف ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اکثر و بیشتر رومال استعمال کرتے تھے اسی وجہ سے حضرت میمونہ رضہ نے رومال پیش کیا لیکن حضور اقدس ؐ کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ شاید میمونہ رضہ رومال کے استعمال کو ضروری سمجھتی ہیں جب ہی تو بغیر طلب کئے ہوئے پیش کر دیا اسی وجہ سے حضورؐ نے رومال نہیں لیا تاکہ معلوم ہو جائے کہ رومال کا استعمال ضروری نہیں بلکہ صرف آداب میں سے ہے اسلئے کبھی استعمال کو ترک بھی کیا جا سکتا ہے تاکہ ترک کرنے کا جواز معلوم ہو
چنانچہ امام مالکؒ سے منقول ہے کہ وضو اور غسل کے بعد رومال کا استعمال بلا کراہت جائز ہے
نیز فقہائے احنافؒ کے غسل اور وضو کے آداب میں سے ہے کہ رومال استعمال کرے۔
حضرات شوافعؒ کے اقوال میں سے ایک قول مباح اور ایک قول مستحب ہے۔
خلاصہ یہ کہ ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک غسل اور وضو کے بعد رومال کا استعمال بلا کراہت جائز اور درست ہے واللہ اعلم

باب ۱۹۲

مَن بَدَأَ بِشِقِّ رَاسِهِ الأَيمَنِ فِي الغُسْلِ

جس نے غسل میں اپنے سر کی داہنی جانب سے شروع کیا

۲۷۲ (حَدَّثَنَا خَلَّادُ بنُ يَحيىٰ قَالَ حَدَّثَنَا اِبرَاهِيمُ بنُ نَافِعٍ عَنِ الحَسَنِ بنِ مُسلِمٍ عَن صَفِيَّةَ بِنتِ شَيبَةَ عَن عَائِشَةَ قَالَت كُنَّا اِذَا اَصَابَت اِحدَانَا جَنَابَةٌ اَخَذَت بِيَدَيهَا ثَلَاثًا فَوقَ رَاسِهَا ثُمَّ تَاخُذُ بِيَدِهَا عَلَى شِقِّهَا الأَيمَنِ وَبِيَدِهَا الأُخرَى عَلَى شِقِّهَا الأَيسَرِ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ جب ہم (ازواج) میں سے کسی کو جنابت لاحق ہوتی (یعنی غسل کی ضرورت ہوتی) تو وہ تین بار اپنے سر پر دونوں ہاتھوں سے پانی ڈالتی پھر ایک ہاتھ سے اپنے داہنے حصہ پر اور دوسرے ہاتھ سے اپنے بائیں حصہ پر پانی ڈالتی۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة " تاخذ بيدها على شقها الايمن وبيدها الاخرى على شقها الايسر، والحديث صہ۴۱ تا صہ۴۲۔

مقصد ترجمہ اس میں اختلاف ہے کہ غسل کے اندر ابتدا کہاں سے کیجائے؟

حدیث الباب میں علی شقہا الایمن اور علی شقہا الایسر مطلق ہے اس میں سر کی قید نہیں ہے امام بخاری ؒ نے ترجمہ میں بشق راسہ کی قید لگا کر تبلا دیا کہ حدیث میں شق ایمن اور شق ایسر سے سر کے جانبین مراد ہیں۔

چنانچہ علامہ قسطلانی ؒ فرماتے ہیں " ای من الراس فیہما لا من الشخص "

وھذا من محاسن استنباطات المؤلف یعنی یہ مؤلف (امام بخاری ؒ) کی بالغ نظری اور عمدہ تفقہ کی دلیل ہے (قس)

جیساکہ مشہور ہے فقہ البخاری فی تراجمہ۔

۲ حضرت شیخ الحدیث ؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری ؒ کا مقصد ان لوگوں پر رد کرنا ہے جو لوگ وضو سے غسل کی ابتدار کو واجب اور ضروری کہتے ہیں امام نے بدایۃ بشق راسہ الایمن سے ترجمہ قائم کر کے رد کر دیا کہ ابتدا بالوضو واجب نہیں ہے مستحب ہے (تقریر بخاری)

تشریح شِق بکسر الشین وتشدید القاف بمعنی الجانب وبمعنی نصف الشی ومنہ تصدقوا ولو بشق تمرۃ ای نصفہا وقولہ الایمن صفۃ للشق (عمدہ)

(بَابٌ ۱۹۳ مَنِ اغْتَسَلَ عُرْيَانًا وَحْدَهُ فِي الْخَلْوَةِ وَمَنْ تَسَتَّرَ وَالتَّسَتُّرُ أَفْضَلُ وَقَالَ بَهْزٌ عَنْ أَبِيهِ عَنْ جَدِّهِ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم اللَّهُ أَحَقُّ أَنْ يُسْتَحْيَى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ)

جس شخص نے تنہائی میں ننگے ہو کر غسل کیا (جائز ہے) اور جس نے ستر ڈھانپ کر (یعنی کپڑا باندھکر) غسل کیا تو افضل ہے۔ بہز (بن حکیم بن معاویہ) نے اپنے والد حکیم سے انہوں نے بہز کے دادا (معاویہ بن حیدہ قشیری رضؓ) سے انہوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ اللہ تعالےٰ لوگوں کے مقابلے میں زیادہ مستحق ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔

وقال بہز الخ قال العینی ؒ ھذا التعلیق من البخاری وھو قطعۃ من حدیث طویل اخرجہ اصحاب السنن الاربعۃ الخ (عمدہ ثالث صہ۲۲۹)

یعنی امام بخاری ؒ نے تعلیقات ذکر کیا ہے لیکن سنن اربعہ ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے موصولا پوری حدیث ذکر کی ہے۔

ابو داؤد جلد ثانی کتاب الحمام باب فی التعری صفحہ ۵۵۔

ترمذی جلد ثانی ابواب الاستیذان باب ماجاء فی حفظ العورة صفحہ ۱۰۱
ابن ماجہ ابواب النکاح باب التستر عند الجماع صفحہ ۱۳۹۔
پوری حدیث مع سند کے ملاحظہ ہو مذکورہ حوالہ سے لیکن نسائی میں احقر کو روایت نہیں ملی ترمذی کی روایت کا ترجمہ ملاحظہ ہو۔
بہز بن حکیم کے دادا معاویہ بن حیدہ قشیری رضہ نے کہا میں نے عرض کیا "اے اللہ کے نبی عوراتنا ما نأتی منہا وما نذر الخ ہم اپنا ستر کس سے چھپائیں اور کس سے نہ چھپائیں؟
آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنی شرمگاہ کی ہر جگہ حفاظت کرو سوائے اپنی بیوی اور مملوکہ باندی کے میں نے عرض کیا اگر کوئی مرد کے ساتھ ہو تو؟ فرمایا جہاں تک بن سکے کوئی تمہاری شرمگاہ کو نہ دیکھے، میں نے عرض کیا یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی بالکل تنہا ہو؟ (یعنی اس وقت کیا حکم ہے؟) ارشاد فرمایا پھر اللہ تعالےٰ اس کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے بمقابلہ اور لوگوں کے۔

اشکال اشکال یہ ہے کہ جب اللہ تعالےٰ احق ہے کہ اس سے شرم کیجائے بمقابلہ لوگوں کے؟ تو چاہیئے کہ خلوت میں تستر زیادہ ہو حالاں کہ جلوت میں فرض ہے اور خلوت میں مستحب۔

جواب: جواب یہ ہے کہ جلوت میں تو یہ شخص اللہ تعالےٰ اور انسان دونوں کے سامنے ہے لہٰذا یہاں تاکد زیادہ ہوا اور خلوت میں صرف اللہ تعالےٰ کے روبرو ہے لہٰذا وہاں تاکد کم ہوا۔

۲۷۳ (حَدَّثَنَا إِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ عَنْ هَمَّامِ بْنِ مُنَبِّهٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ يَغْتَسِلُونَ عُرَاةً تَنْظُرُ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ وَكَانَ مُوسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ يَغْتَسِلُ وَحْدَهٗ فَقَالُوا وَاللّٰهِ مَا يَمْنَعُ مُوسٰى أَنْ يَغْتَسِلَ مَعَنَا إِلَّا أَنَّهٗ آدَرُ فَذَهَبَ مَرَّةً يَغْتَسِلُ فَوَضَعَ ثَوْبَهٗ عَلٰى حَجَرٍ فَفَرَّ الْحَجَرُ بِثَوْبِهٖ فَجَمَحَ مُوسٰى فِي إِثْرِهٖ يَقُولُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ ثَوْبِي يَا حَجَرُ حَتّٰى نَظَرَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ إِلٰى مُوسٰى وَقَالُوا وَاللّٰهِ مَا بِمُوسٰى مِنْ بَأْسٍ وَأَخَذَ ثَوْبَهٗ وَطَفِقَ بِالْحَجَرِ ضَرْبًا قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ وَاللّٰهِ إِنَّهٗ لَنَدَبٌ بِالْحَجَرِ سِتَّةٌ أَوْ سَبْعَةٌ ضَرْبًا بِالْحَجَرِ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل ننگے ہو کر اس طرح غسل کرتے تھے کہ ایک دوسرے کو دیکھتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام (کی عادت تھی وہ) اکیلے ہو کر (ننگے) غسل کرتے بنی اسرائیل کہنے لگے بخدا موسیٰ (علیہ السلام) کو ہمارے ساتھ غسل کرنے سے صرف یہ چیز روکتی ہے کہ وہ عظیم الخصیتین ہیں (یعنی ان کے خصیے بڑے ہیں) چنانچہ ایک مرتبہ

حضرت موسیٰ علیہ السلام غسل کرنے کیلئے تشریف لے گئے تو اپنا کپڑا ایک پتھر پر رکھدیا پتھر (اللہ کے حکم سے) ان کا کپڑا لے کر بھاگا حضرت موسیٰ (علیہ السلام) پتھر کے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑے اے پتھر میرا کپڑا دے اے پتھر میرا کپڑا دے یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ ؑ کو (ننگا) دیکھ لیا اور کہنے لگے (ہم غلط سمجھتے تھے) قسم خدا کی موسیٰ میں کوئی بیماری نہیں ہے (اور پتھر تھم گیا) موسیٰ ؑ نے اپنا کپڑا لے لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کہا خدا کی قسم اس پتھر پر چھ یا سات نشانات تھیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مار کے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ وکان موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم یغتسل وحدہ ای عریانا۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۴۲ ویاتی فی کتاب الانبیاء ص۴۸۳ وخرجہ مسلم فی الطہارت ص۱۵۴ ایضا مسلم ثانی ص۲۶۶ والترمذی ابواب التفسیر ص۱۵۲

۲۷۴ (وعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ بَیْنَا اَیُّوْبُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا فَخَرَّ عَلَیْہِ جَرَادٌ مِّنْ ذَھَبٍ فَجَعَلَ اَیُّوْبُ یَحْتَثِیْ فِیْ ثَوْبِہٖ فَنَادَاہُ رَبُّہٗ یَا اَیُّوْبُ اَلَمْ اَکُنْ اَغْنَیْتُکَ عَمَّا تَرٰی قَالَ بَلٰی وَعِزَّتِکَ وَلٰکِنْ لَا غِنٰی بِیْ عَنْ بَرَکَتِکَ وَرَوَاہُ اِبْرَاھِیْمُ عَنْ مُوْسَی بْنِ عُقْبَۃَ عَنْ صَفْوَانَ عَنْ ...... عَطَاءِ بْنِ یَسَارٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم بَیْنَا اَیُّوْبُ یَغْتَسِلُ عُرْیَانًا)

ترجمہ اور حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک بار ایوب علیہ السلام ننگے غسل فرما رہے تھے کہ ان پر سونے کی ٹڈیاں گرنے لگیں حضرت ایوب ؑ پکڑ پکڑ کر اپنے کپڑے میں ڈالنے لگے اس پر ان کے پروردگار نے ان کو پکارا کیا میں نے ان چیزوں سے جو تو دیکھتا ہے تجھے بے نیاز نہیں کردیا؟ ایوب ؑ نے کہا ضرور تو نے بے نیاز کردیا تیری عزت کی قسم لیکن میں تیری برکت سے بے نیاز نہیں ہوں

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "قال بینا ایوب یغتسل عریانا۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۴۲ ویاتی جلد اول ص۴۸۰ وجلد ثانی ص۱۱۱۶ وخرجہ نسائی جلد اول کتاب الغسل فی باب الاستتار عند الغسل ص۴۶۔

مقصد ترجمہ شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاری ؒ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ بتانا ہے کہ اگر خلوت یعنی تنہائی میں ننگا ہو کر غسل کیا جائے تو جائز ہے البتہ تنہائی میں بھی ستر چھپا کر غسل کرنا افضل و بہتر ہے (شرح تراجم ابواب)

تنہائی میں اگرچہ کسی انسان کی موجودگی نہیں ہوتی جس سے شرم آئے مگر خداوند کریم سے تو بہر صورت شرم ہونی چاہیئے

تشریح وعن ابی ھریرۃ رضؓ الخ ھو معطوف علی الاسناد الاول وجزم الکرمانی بانہ تعلیق بصیغۃ التمریض فاخطأ، فان الحدیثین ثابتان فی نسخۃ ھمام بالاسناد المذکور

تحقیق الفاظ آدر صفت کا صیغہ ہے عظیم الخصیتین بڑے خصیے والا، از باب سمع اَدِرَ یا دَرُ بڑے خصیے والا ہونا۔ جمع تیز دوڑا ندب زخم کا نشان از سمع زخم کا نشان ہونا ثوبی یا حجر ثوبی معمول ہے اعطنی فعل محذوف کا۔

برہنہ غسل کے جواز پر استدلال بعض حضرات تنہائی میں بھی برہنہ غسل کرنا ناجائز کہتے ہیں امام بخاریؒ ان کا رد کرتے ہیں اور اس باب میں دو حدیثیں نقل کر کے استدلال کرتے ہیں۔

پہلی حدیث میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عمل پیش کر رہے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تنہائی میں برہنہ غسل فرمارہے تھے۔ ثابت ہو گیا کہ تنہائی میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے ورنہ حضرت موسیٰ عمل نہ فرماتے

دوسری روایت میں حضرت ایوب علیہ السلام کا تنہائی میں برہنہ غسل کرنا ثابت ہے۔

پس ان دونوں روایتوں سے ثابت ہو گیا کہ تنہائی میں جہاں بالکل کوئی نہ ہو یا بند غسل خانہ میں برہنہ غسل کرنا جائز ہے اسلئے کہ اصول فقہ کا یہ قاعدہ مشہور ہے :-

شرائع من قبلنا شرائع لنا اذا قص اللہ ورسولہ من غیر انکار۔ — پہلی شریعت ہماری بھی شریعت ہے جب اللہ اور اس کے رسول اسے بیان فرمائیں اور انکار نہ کریں۔

تو چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اس عمل کو نقل فرمایا اور اس پر انکار نہیں کیا اگر ہماری شریعت میں حکم مختلف ہوتا تو آپؐ تنبیہ فرمادیتے۔

نیز قرآن کریم میں ارشاد ہے :-

اولئک الذین ھدی اللہ فبھدا ھم اقتدہ۔ — یعنی ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت یاب بنایا ہے آپ انکی اقتدا کیجئے۔

اور یہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دو پیغمبروں کا عمل ذکر فرمایا ہے اور اس پر انکار نہیں فرمایا اسلئے قابل اقتدا اور جائز ہے۔

باب ۱۹۴

(التستر فی الغسل عند الناس)

لوگوں کے سامنے غسل کرنے میں پردہ کرنا

۲۷۵ (حدثنا عبد اللہ بن مسلمۃ عن مالک عن ابی النضر مولی عمر بن عبید اللہ ان ابا مرۃ مولی ام ہانئ بنت ابی طالب اخبرہ انہ سمع ام ہانئ بنت ابی طالب تقول ذھبت الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عام الفتح فوجدتہ یغتسل وفاطمۃ تسترہ فقال من ھذہ فقلت انا ام ہانئ)

ترجمہ ام ہانی بنت ابی طالب کے مولی ابو مرۃ (اسم یزید) نے بیان کیا کہ انہوں نے ام ہانی بنت ابی طالب سے سنا وہ کہہ رہی تھیں کہ میں فتح مکہ کے سال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی تو میں نے آپؐ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور حضرت فاطمہؓ آپ کا پردہ کئے ہوئے تھیں آپؐ نے پوچھا کون عورت ہے؟ میں نے عرض کیا میں ام ہانی ہوں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فوجدتہ یغتسل وفاطمۃ تسترہ۔

تعدد موضع والحدیث ھھنا ص۴۲ ویاتی فی الصلوۃ ص۵۲ ایضا ص۱۴۹ ایضا ص۱۵۷ و ص۴۴۹ وفی المغازی ص۶۱۴ تا ص۶۱۵ وص۹۰۹ تا ص۹۱۰ ومسلم اول ص۱۵۳ ایضا ص۲۴۹ وترمذی اول ص۱۹۱ فی باب ماجاء فی امان المرأۃ والعبد۔ وترمذی ثانی ص۹۸ باب ماجاء فی مرحبا۔ ونسائی اول باب ذکر الاستتار عند الاغتسال ص۲۶ تا ص۲۷ وابن ماجہ مختصرا باب ماجاء فی الاستتار عند الغسل ص۴۵۔

۲۷۶ (حدثنا عبدان قال اخبرنا عبد اللہ قال اخبرنا سفین عن الاعمش عن سالم بن ابی الجعد عن کریب عن ابن عباس عن میمونۃ قالت سترت النبی صلے اللہ علیہ وسلم وھو یغتسل من الجنابۃ فغسل یدیہ ثم صب بیمینہ علی شمالہ فغسل فرجہ وما اصابہ ثم مسح بیدہ علی الحائط او الارض ثم توضا وضوئہ للصلوۃ غیر رجلیہ

ثُمَّ اَفَاضَ عَلٰی جَسَدِہٖ الْمَاءَ ثُمَّ تَنَحّٰی فَغَسَلَ قَدَمَیْہِ تَابَعَہٗ اَبُوْ عَوَانَۃَ وَابْنُ فُضَیْلٍ فِی السَّتْرِ)

ترجمہ حضرت میمونہ رضؓ سے روایت ہے فرمایا میں نے آپؐ کا پردہ کیا آپؐ غسل جنابت کر رہے تھے تو (پہلے) آپؐ نے دونوں ہاتھ دھوئے پھر داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ پر پانی ڈالا پھر آپؐ نے اپنی شرمگاہ اور جو چیز وہاں لگ گئی تھی اس کو دھویا پھر آپؐ اپنا ہاتھ دیوار یا زمین پر رگڑا پھر جیسے نماز کیلئے وضو کیا کرتے تھے ویسا وضو کیا فقط پاؤں نہیں دھوئے پھر آپؐ نے پورے جسم پر پانی بہایا پھر آپؐ الگ ہٹ گئے اور اپنے پیروں کو دھویا۔ سفیان کے ساتھ اس حدیث میں ابوعوانہ اور محمد بن فضیل نے بھی پردے کا ذکر کیا (یعنی سفیان کی متابعت کی ہے)

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ سترت النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھو یغتسل

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۲ ومر مرارًا دیکھو بخاری ص۳۹، ص۴۰، ص۴۱۔

ربط ما قبل و مقصد ترجمہ باب سابق میں امام بخاریؒ نے الگ و تنہا غسل کرنیکا حکم بتلایا تھا۔ اب اس باب میں دوسروں کی موجودگی میں غسل کرنے کا طریقہ بتا رہے ہیں کہ ایسے وقت میں تستر ضروری ہے یعنی امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے ایجاب تستر عند الناس ہے اگر کسی کو غسل کی حاجت ہے اور غسل خانہ یا اور کوئی تنہائی کا موقع نہیں ہے تو مجمع ہی میں پردے کے ساتھ غسل کرنا واجب ہے۔

مزید تشریح کیلئے نصر الباری کتاب المغازی ص۱۵۱ کا مطالعہ کیجئے۔

بَابٌ [۱۹۵] اِذَا احْتَلَمَتِ الْمَرْأَۃُ

جب عورت کو احتلام ہو جائے

۲۷۷ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ زَیْنَبَ بِنْتِ اَبِیْ سَلَمَۃَ عَنْ اُمِّ سَلَمَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّھَا قَالَتْ جَاءَتْ اُمُّ سُلَیْمٍ اِمْرَأَۃُ اَبِیْ طَلْحَۃَ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَسْتَحْیِیْ مِنَ الْحَقِّ ھَلْ عَلَی الْمَرْأَۃِ مِنْ غُسْلٍ اِذَا ھِیَ احْتَلَمَتْ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَعَمْ اِذَا رَأَتِ الْمَاءَ)

ترجمہ حضرت ام المؤمنین ام سلمہ رضؓ نے فرمایا امّ سلیم رضؓ ابوطلحہ انصاری رضؓ کی بیوی (جو حضرت انس رضؓ کی والدہ تھیں) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کیخدمت میں حاضر ہوئیں اور انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ اللہ تعالےٰ سچی بات میں نہیں شرماتا کیا عورت پر غسل ہے؟ جب اسے احتلام ہوجائے آپؐ نے فرمایا" ہاں (بیشک) جب وہ (جاگ کر) منی دیکھے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمہ "ھل علی المرأۃ من غسل اذا ھی احتلمت

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۲ ومضی ص۲۴ ویاتی ص۲۶۸ تا ص۲۶۹ ایضا ص۹۰۰ و ص۹۰۴۔

مقصد ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی" فرماتے ہیں کہ امام بخاری" کا مقصد یہ ہے:- ای فعلیھا اذا رأت الماء۔ یعنی جب عورت جاگنے کے بعد منی کی تری کا کپڑے پر یا بدن پر دیکھ لیا تو اس پر غسل لازم ہے۔

تشریح جمہور فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ احتلام کے مسئلہ میں مرد وعورت دونوں کا حکم یکساں اور برابر ہے کہ غسل واجب ہونے کا انحصار خارج شدہ منی یا بالفاظ حدیث بلل (تری) کے مشاہدہ پر ہے مرد وعورت نے خواب میں لذت محسوس کی مگر جاگنے کے بعد کپڑے یا بدن پر کسی قسم کا اثر نہیں دیکھا تو غسل لازم نہ ہوگا۔

اس حدیث سے ان تمام حضرات کا رد ہوجائے گا خواہ فلاسفہ ہوں یا اطبار جو لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کے اندر منی نہیں ہوتی یا منی تو ہوتی ہے مگر عورتوں کو احتلام نہیں ہوتا ہے امام بخاری" نے اس باب سے ثابت کردیا کہ عورت کے بھی منی ہوتی ہے اور اس کو احتلام بھی ہوتا ہے اگرچہ بمقابلہ مردوں کے کم ہو۔

اس حدیث کیلئے نصر الباری جلد اوّل ص۵۳۳ حدیث نمبر ۱۳۰ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔

بَابٌ ۱۹۶ عَرَقِ الْجُنُبِ وَاَنَّ الْمُسْلِمَ لَا يَنْجُسُ

جنبی کے پسینہ کا بیان (کہ پاک ہے) اور یہ کہ مسلمان ناپاک نہیں ہوتا

۲۷۸ (حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى قَالَ حَدَّثَنَا حُمَيْدٌ قَالَ حَدَّثَنَا بَكْرٌ عَنْ اَبِيْ رَافِعٍ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

لَقِيَهُ فِي بَعْضِ طَرِيقِ الْمَدِينَةِ وَهُوَ جُنُبٌ فَانْخَنَسْتُ مِنْهُ فَذَهَبْتُ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ كُنْتُ جُنُبًا ...... فَكَرِهْتُ أَنْ أُجَالِسَكَ وَأَنَا عَلَى غَيْرِ طَهَارَةٍ قَالَ سُبْحَانَ اللهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ۔

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ کے ایک راستے میں ان سے ملے اور (اس وقت) ابوہریرہ جنبی تھے (ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ) میں آپؐ سے پیچھے ہٹ گیا پھر ابوہریرہ رضؓ گئے اور غسل کیا پھر حاضر خدمت ہوئے تو آپؐ نے فرمایا (اے ابوہریرہؓ) تو کہاں تھا؟ ابوہریرہ رضؓ نے بیان کیا کہ میں نے عرض کیا میں جنبی تھا یعنی مجھ کو غسل کی حاجت تھی) تو میں نے بغیر طہارت کے آپؐ کے پاس بیٹھنا برا جانا آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ مسلمان نجس نہیں ہوتا ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ ترجمۃ الباب کے دو اجزاء ہیں ایک یہ کہ پسینہ کا حکم کیا ہے؟ دوسرے جز میں یہ ہے کہ مسلمان ناپاک نہیں ہوتا۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ حدیث الباب کی مطابقت ترجمہ کے دوسرے جز سے ظاہر ہے۔

علامہ عثمانیؒ فرماتے ہیں "امام بخاریؒ کا مقصد ترجمہ کے پہلے جز کا حکم بیان کرنا ہے مگر حدیث باب میں صرف دوسرے ہی ترجمہ کا ثبوت نکلتا ہے، ترجمہ کے پہلے جز کے حکم پر حدیث باب میں کوئی بات نہیں ملتی، امام بخاریؒ نے حدیث باب کے الفاظ ان المومن لا ینجس سے ترجمہ کے پہلے جز کا حکم بیان کر دیا کہ جنب کا پسینہ پاک ہے کیوں کہ پسینہ کا اصل انسانی جسم ہے ظاہر ہے کہ پسینہ کا وہی حکم ہوگا جو اصل (جسم) کا حکم ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جنابت ایک معنوی وحکمی نجاست ہے جنابت کی وجہ سے ظاہر جسم ناپاک نہیں ہوتا لہٰذا جنبی کے ساتھ مصافحہ کرنا، اٹھنا بیٹھنا اور سلام وکلام سب جائز ہیں۔

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۴۲ ایضاً فی الباب الذی بعدہ ص۴۲ ومسلم ص۱۶۲ و ابوداؤد باب فی الجنب یصافح ص۳۰ والترمذی باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب ص۱۷ والنسائی مماسۃ الجنب ومجالستہ ص۳۱ وابن ماجہ باب مصافحۃ الجنب

تشریح ان المومن لا ینجس یعنی مومن ناپاک نہیں ہوتا ہے اس پر اشکال یہ ہوتا ہے کہ مومن تو ناپاک ہوتا ہے کبھی حدیث اصغر میں اور کبھی حدیث اکبر میں مبتلا ہوتا ہے اور اگر چھوٹے بچوں کو گود میں لیا اور اس نے پیشاب یا پاخانہ کر دیا تو ظاہری طور پر بھی ناپاک ہو جاتا ہے خلاصہ یہ کہ مومن نجس ہوتا ہے کبھی نجاست حکمی ومعنوی سے جیسے جنابت کی حالت میں اور کبھی

حقیقی وظاہری طور پر بھی نجس ہوتا ہے جب پیشاب یا خون وغیرہ بدن میں لگ جائے۔
جواب :- یہاں لا ینجس سے نجاست مخصوصہ کی نفی ہے نفی عام مراد نہیں چوں کہ مخاطب ابوہریرہؓ نے یہ سمجھا تھا کہ باطنی ومعنوی نجاست ظاہری وحقیقی نجاست کے مشابہ ہوتی ہے یعنی جنابت کی حالت میں بدن ایسا ناپاک ہو جاتا ہے کہ مصافحہ، ومجالستہ بھی جائز نہیں رہتی اسلئے یہاں حضرت ابوہریرہؓ کی غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان المؤمن لا ینجس مومن ایسا نجس نہیں ہوتا جیسا تم سمجھ رہے ہو خواہ وہ جنبی ہی کیوں نہ ہو۔

دوسرا اشکال اشکال یہ ہے کہ ان المومن لا ینجس کا مفہوم مخالف یہ نکلتا ہے کہ ان الکافر ینجس چنانچہ بعض اہل ظاہر نے کافر کو نجس العین قرار دیا ہے اور اس نظریہ کی تائید ارشاد الٰہی انما المشرکون نجس (سورہ توبہ) سے حاصل کی ہے، حالانکہ آیت میں مشرکوں کی اعتقادی نجاست بتلائی گئی ہے کہ کفر وشرک کیوجہ سے کافر کا باطن ناپاک ہے اور مومن کا باطن کفر وشرک سے پاک ہونے کی وجہ سے پاک ہے۔ رہا اعضاء ظاہرہ کا معاملہ ؟ تو کافر ومومن کا معاملہ برابر ہے یہی جمہور علماء اسلام وائمہ کرام کا مسلک ہے چنانچہ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں: وعن الایة بان المراد انہم (ای الکفار) نجس فی الاعتقاد والاستقذار وحجتہم ان اللہ تعالیٰ اباح نکاح نساء اہل الکتاب الخ (فتح)

یعنی جمہور کی دلیل یہ ہے کہ باری تعالےٰ نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کو جائز قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ نکاح کے بعد ان سے مضاجعت واختلاط بھی ہوگا اور ان کے پسینہ سے بچنا بھی بہت دشوار ہے لیکن اس کو خاص طور سے دھونے کا حکم شریعت میں نہیں ہے اور غسل جنابت بھی جس طرح مسلم عورت سے جماع کے بعد ہوتا ہے اسی طرح کافرہ کتابیہ سے جماع کے بعد ہوتا ہے دونوں میں کوئی فرق نہیں کیا گیا اس سے معلوم ہوا کہ زندہ آدمی نجس العین نہیں ہوتا کیوں کہ عورتوں اور مردوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں واغرب القرطبی اذ نسب القول بنجاسة عرق الکافر الی الشافعیؒ الخ (الابواب والتراجم ص۱۶۴)

یعنی قرطبی نے امام شافعیؒ کی طرف کافر کے پسینہ کی ناپاکی کو منسوب کر کے انتہائی اجنبی ونادر بات کہی ہے اس کے بعد فرمایا۔

وفی ہامشی علی البذل قال ابن رسلان قولہ المسلم لیس بنجس وکذالک الکافر عندنا وعند مالک وجمہور المسلمین	میں نے بذل کے حاشیہ میں ابن رسلان کا قول ذکر کیا ہے کہ مسلمان نجس نہیں ہے اور اسی طرح کافر بھی نجس نہیں ہوتا ہے ہمارے (شافعیہ) کے نزدیک وامام مالک اور جمہور مسلمین کے نزدیک۔

اس سے صاف معلوم ہوا کہ نجاست کافر کی نسبت امام شافعی یا امام مالک کیطرف کرنی صحیح نہیں نیز کافر کو نجس العین قرار دینا آیت قرآنی لقد کرمنا بنی آدم کے بھی خلاف ہے۔

باب ۱۹۷ الجُنُبُ يَخْرُجُ وَيَمْشِي فِي السُّوقِ وَغَيْرِهِ وَقَالَ عَطَاءٌ يَحْتَجِمُ الْجُنُبُ وَيُقَلِّمُ أَظْفَارَهُ وَيَحْلِقُ رَأْسَهُ وَإِنْ لَمْ يَتَوَضَّأْ

باب. جنبی گھر سے نکل سکتا ہے اور بازار وغیرہ میں چل پھر سکتا ہے۔ اور عطاء نے کہا جنب پچھنے لگا سکتا ہے اور اپنے ناخن تراش سکتا ہے اور اپنا سر منڈا سکتا ہے اگرچہ وضو بھی نہ کیا ہو۔

۲۷۹ (حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى بْنُ حَمَّادٍ قَالَ ثَنَا يَزِيدُ بْنُ زُرَيْعٍ حَدَّثَنَا سَعِيدٌ عَنْ قَتَادَةَ أَنَّ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ حَدَّثَهُمْ أَنَّ نَبِيَّ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَطُوفُ عَلَى نِسَائِهِ فِي اللَّيْلَةِ الْوَاحِدَةِ وَلَهُ يَوْمَئِذٍ تِسْعُ نِسْوَةٍ)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے قتادہ وغیرہ سے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (کبھی) اپنی عورتوں کے پاس ایک ہی رات میں ہو آتے تھے (سب سے صحبت کر لیتے) اور ان دنوں میں آپ کی نو ۹ بیویاں تھیں۔

مطابقۃ للترجمۃ: مطابقۃ الحدیث للترجمۃ کان یطوف علی نسائه۔ مطلب یہ ہے کہ جب آپ ایک بیوی کے پاس سے دوسری بیوی کے پاس بحالت جنابت تشریف لیگئے اور صحبت کی تو ظاہر ہے کہ ازواج مطہرات کے بیوت اگرچہ قریب تھے مگر ایک گھر سے نکلنا اور دوسرے گھر میں جانا ثابت ہو گیا۔

تعدد موضعہ: والحدیث ههنا ص۴۲ و مضی ص۴۱ و یاتی ص۷۵۸ و ص۷۸۵۔

۲۸۰ (حَدَّثَنَا عَيَّاشٌ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْأَعْلَى قَالَ ثَنَا حُمَيْدٌ عَنْ بَكْرٍ عَنْ أَبِي رَافِعٍ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ لَقِيَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَأَنَا جُنُبٌ فَأَخَذَ بِيَدِي فَمَشَيْتُ مَعَهُ حَتَّى قَعَدَ فَانْسَلَلْتُ فَأَتَيْتُ الرَّحْلَ فَاغْتَسَلْتُ ثُمَّ جِئْتُ وَهُوَ قَاعِدٌ فَقَالَ أَيْنَ كُنْتَ يَا أَبَا هُرَيْرَةَ فَقُلْتُ لَهُ فَقَالَ سُبْحَانَ اللَّهِ إِنَّ الْمُؤْمِنَ لَا يَنْجُسُ)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مجھکو (راستہ میں) ملے اور میں (اس وقت) جنبی تھا آپ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا میں آپ کے ساتھ چلنے لگا یہاں تک کہ آپ (ایک جگہ)

بیٹھ گئے تو میں چپکے سے کھسک گیا اور اپنے ٹھکانے پر آکر غسل کیا پھر لوٹ کر آیا آپ بیٹھے ہوئے تھے آپؐ نے فرمایا ابوہریرہ تو کہاں تھا؟ تو میں نے واقعہ بیان کر دیا آپؐ نے فرمایا سبحان اللہ مومن ناپاک نہیں ہوتا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "فمشیت معہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۲ ایضا ص۴۲ باقی مواضع کیلئے دیکھئے حدیث ۲۷۸۔

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ اس باب سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جنابت کے بعد فوراً غسل کرنا واجب نہیں ہے بلکہ انسان جنابت کی حالت میں ضروری مشاغل اختیار کر سکتا ہے البتہ اتنی تاخیر بھی جائز نہیں کہ نماز کا وقت نکل جائے۔

اور چونکہ بعض سلف میں اختلاف رہ چکا ہے حتی کہ بعض صحابہ کرام (مثلاً حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ وغیرہم) جب تک غسل نہ کر لیتے گھر سے نہیں نکلتے تھے اس پر امام بخاریؒ مسئلے کی وضاحت کرنا چاہتے ہیں کہ ان بزرگوں کا عمل افضل پر تھا لیکن بحالت جنابت ضروری مشاغل کا اختیار کرنا جائز ہے۔

اس سلسلے میں امام بخاریؒ نے ایک تو عطاءؒ کا قول پیش کیا ہے کہ جنبی کو پچھنے لگوانے وغیرہ کی اجازت ہے۔ چونکہ حسن بصریؒ سے نقل ہے کہ جنبی بحالت جنابت نہ تو حجامت کرائے اور نہ ناخن کترواۓ نہ سر منڈوائے اگر کرنا ہو تو پہلے وضو کرے۔

امام بخاریؒ نے حضرت عطاء کے قول سے رد کر دیا کہ وضو بھی لازم و ضروری نہیں ہاں افضل و بہتر ضرور ہے۔ واللہ اعلم اتم۔

باب ۱۹۸

(كَيْنُونَةِ الْجُنُبِ فِي الْبَيْتِ إِذَا تَوَضَّأَ قَبْلَ أَنْ يَغْتَسِلَ)

جنبی جنابت کی حالت میں گھر میں رہ سکتا ہے جب کہ غسل سے پہلے وضو کرے

تشریح کینونۃ مصدر ہے کان یکون کینونۃ سے بمعنی اقامت کرنا، ٹھہرنا جیسے دام یدوم دیمومۃ اس وزن پر مصدر کم آتا ہے (عمدہ)

۲۸۱ (حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامٌ وَشَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى عَنْ أَبِي سَلَمَةَ

قال سالت عائشة اكان النبي صلى الله عليه وسلم يرقد وهو جنب قالت نعم ويتوضأ)

ترجمہ حضرت ابوسلمہ رح سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عائشہ رض سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنابت کیحالت میں (گھر میں) سوتے تھے ؟ کہا ہاں آپ وضو کر لیتے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة " قالت نعم ويتوضا "

تعدد موضعه والحديث ههنا ص۴۲ وباقی ص۴۳۔

مقصد ترجمہ علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ امام بخاری رح کا مقصد اس ترجمة الباب سے حدیث ابی داؤد وغیرہ کی تضعیف ہے جو حضرت علی رض سے مروی ہے۔

عن علی رض عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا تدخل الملائكة بيتا فيه صورة ولا كلب ولا جنب۔

حضرت علی رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویر یا جنبی آدمی ہو۔

(ابوداؤد جلد اول ص۳۰ ایضا ثانی فی اللباس ص۵۷۲ ونسائی فی الطہارة ص۳۰ باب فی الجنب اذا لم يتوضا۔

علامہ عینی رح فرماتے ہیں " قلت هذا بعيد الخ (عمدہ)

کیونکہ اس جنبی سے مراد وہ جنبی ہے جو غسل جنابت میں تساہل کرتا ہو ہمیشہ جنبی رہنے کی عادت ڈال لی ہو کہ اس کی نماز بھی فوت ہو جاتی ہو۔

وہ جنبی مراد نہیں جو باوجود ارادہ واہتمام غسل کے اتفاقی طور سے تاخیر ہو جائے کیوں کہ جنبی پر غسل علی الفور واجب نہیں البتہ سونے سے پہلے وضو کر لینا افضل ہے کیوں کہ وضو سے بھی حدث کا ایک حصہ رفع ہو جاتا ہے مگر وضو بھی فرض وواجب نہیں۔

معلوم ہوا کہ امام بخاری رح کا مقصد روایت ابی داؤد کی تضعیف مقصود نہیں بلکہ محمل بیان کرنا اور تطبیق مقصود ہے چونکہ اس روایت کی تصحیح ابن حبان وحاکم نے کی ہے۔

باب ۱۹۹

نوم الجنب

جنبی کا (حالت جنابت میں) سونا

۲۸۲ (حدثنا قتيبة بن سعيد قال حدثنا الليث عن نافع عن ابن عمر

اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ سَأَلَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیَرْقُدُ اَحَدُنَا وَھُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ اِذَا تَوَضَّأَ اَحَدُکُمْ فَلْیَرْقُدْ وَھُوَ جُنُبٌ

ترجمہ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا جنابت کی حالت میں ہم میں سے کوئی سو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جب تم میں سے کوئی وضو کرے تو جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فلیرقد وھو جنب "یعنی آخری جملہ

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۴۳ تا ص۴۳ ویاتی الحدیث فی الباب الذی بعدہ ص۴۳ و ص۴۳

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمہ سے جمہور کی تائید وموافقت اور اصحاب ظواہر کی تردید ہے جمہور کا فیصلہ ہے کہ جنبی آدمی کیلئے حالت جنابت میں سونا جائز ہے البتہ افضل وبہتر یعنی مستحب ہے کہ سونے سے پہلے وضو کرے۔

اصحاب ظواہر کے نزدیک سونے سے پہلے جنبی پر وضو کرنا واجب ہے بغیر وضو کے سونا جائز نہیں

استدلال اہل ظواہر (یعنی امام داود ظاہریؒ وغیرہ) اسی حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اذا توضا احدکم فلیرقد" اور کہتے ہیں کہ اس میں شرط وجزا ہے اسلئے وضو واجب وضروری ہے۔ لیکن اگر اذا کو ظرفیہ کہا جائے تو ظاہریہ کا استدلال ختم ہوجائے گا۔ ۲ قاعدہ ہے الحدیث یفسر بعضہ بعضا اسلئے ہم کہتے ہیں کہ صحیح ابن خزیمہ اور ابن حبان کے اندر اسی روایت میں ان شاء کا لفظ موجود ہے جس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ وضو واجب نہیں۔

نیز حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ینام وھو جنب ولا یمس ماء (ترمذی اول ص۱۵) اگرچہ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا ہے لیکن امام بیہقی وغیرہ نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

تشریح باب سابق میں بحالت جنابت گھر میں رہنے کا جواز بتا چکے ہیں مگر باب سابق عام تھا جنبی گھر میں رہ سکتا ہے خواہ بیدار رہے یا سو جائے۔ اور یہ زیر بحث باب خاص ہے جسمیں بحالت جنابت سونے کا جواز بتا رہے ہیں۔

حدیث الباب حدثنا قتیبۃ بن سعید الخ عمدۃ القاری میں بغیر عنوان کے مذکور "باب نوم الجنب" درج ہے اور یہ حدیث باب سابق کے تحت درج ہے اس صورت میں ترجمہ سے حدیث کی مطابقت یہ ہوگی کہ جب حالت جنابت میں سونے کا جواز معلوم ہوگیا تو اس حالت میں استقراریت کا بھی ثبوت ہوگیا۔

لیکن فتح الباری اور ارشاد الساری میں ہمارے ہندوستانی نسخوں کے مطابق باب نوم الجنب کا عنوان موجود ہے اس صورت میں علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ بظاہر یہ باب زائد ہے کیوں کہ اس کے بعد دوسرا باب باب الجنب یتوضأ ثم ینام۔ آرہا ہے واللہ اعلم

باب [۲۰]

(الجُنُبِ يَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَنَامُ)

جنبی کے حکم کا بیان کہ وضو کرے پھر سوئے

۲۸۳ (حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّيْثُ عَنْ عُبَيْدِ اللّٰهِ بْنِ أَبِي جَعْفَرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَنَامَ وَهُوَ جُنُبٌ غَسَلَ فَرْجَهُ وَتَوَضَّأَ لِلصَّلٰوةِ)

ترجمہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جب جنابت کی حالت میں سونے کا ارادہ فرماتے تو اپنی شرمگاہ دھوڈالتے اور نماز کی طرح وضو کرلیتے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰہنا ص۴۳ وقد مضیٰ ص۴۲۔

۲۸۴ (حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمٰعِيلَ قَالَ ثَنَا جُوَيْرِيَةُ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ اسْتَفْتَى عُمَرُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَيَنَامُ أَحَدُنَا وَهُوَ جُنُبٌ قَالَ نَعَمْ إِذَا تَوَضَّأَ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا کہ کیا ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں جب وضو کرلے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "نعم اذا توضأ"۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰہنا ص۴۳ ایضا یاتی بعدہ ص۴۳ وخرجہ مسلم اول ص۱۴۴ وابوداؤد فی " باب الجنب ینام ص۲۹ والترمذی " باب فی الوضوء الجنب اذا اراد ان ینام مکلوالنسائی " باب وضوء الجنب اذا اراد ان ینام ص۲۹ وابن ماجہ باب من قال لاینام الجنب الخ ص۴۳ تا ص۴۴۔

۲۸۵ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ

دینار عن عبد اللہ بن عمر انہ قال ذکر عمر بن الخطاب لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انہ تصیبہ الجنابۃ من اللیل فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم توضأ واغسل ذکرک ثم نم)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ حضرت عمر بن خطاب ؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ابن عمر کو رات کے کسی حصہ میں جنابت لاحق ہو جاتی ہے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وضو کر لو اور اپنا ذکر دھو کر سو جاؤ۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " توضأ واغسل ذکرک ثم نم "

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۳ ومر الحدیث ص۴۳ وخرجہ مسلم " باب جواز نوم الجنب واستحباب الوضوء لہ ص۱۴۴ باقی مواضع کیلئے حدیث نمبر ۲۸۴ دیکھئے۔

مقصد ترجمہ باب سابق میں چوں کہ جنبی کے سو جانے کا ذکر تھا یعنی یہ مقصد تھا کہ جنبی کیلئے بحالت جنابت سونا جائز ہے البتہ غسل میں اتنی تاخیر جائز نہیں کہ نماز کا وقت نکل جائے۔

اب اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کا مقصد جنبی کیلئے سونے سے پہلے وضوء شرعی کا استحباب بتلانا ہے اور یہ کہ فوری طور پر غسل ضروری نہیں۔

امام نوویؒ فرماتے ہیں " یجوز للجنب ان ینام ویاکل ویشرب ویجامع قبل الاغتسال وھذا مجمع علیہ (شرح مسلم ص۱۴۴)

تشریح اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے تین احادیث پیش کی ہیں پہلی حدیث میں راوی کے اختصار سے مفہوم میں بظاہر خلل ہوتا ہے کیونکہ مراد نماز کیلئے وضو کرنا نہیں ہے اس کا اصل مفہوم یہ ہے توضأ وضوءً کما للصلوٰۃ، یعنی نماز کیلئے وضو کی طرح وضو کر لیتے یہ مفہوم نہیں کہ اس وضو سے نماز پڑھتے تھے کیوں کہ جنبی صرف وضو سے بغیر غسل کئے نماز نہیں پڑھ سکتا۔

نیز اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ صرف وضو نہیں بلکہ غسل ذکر بھی مطلوب ہے۔ دوسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ دریافت کیا کہ ہم میں سے کوئی شخص جنابت کی حالت میں سو سکتا ہے؟ ارشاد فرمایا ہاں جب وضو کر لے، یہ روایت مسلم شریف جلد اول ص۱۴۴ میں ابن جریج کے طریق سے آئی ہے، اسمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ ہیں " لیتوضأ ثم لینم " یعنی سونے سے پہلے وضو کر لینا چاہیئے۔

باب کی تیسری حدیث میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا کہ ان کو رات کے کسی حصہ میں جنابت لاحق ہو جاتی ہے کیا وہ جنابت کی حالت میں سو سکتے ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا وضو کر لو اور اپنا ذکر دھو کر سو جاؤ۔ اور بعض روایت میں ہے اغتسل ذکرک

ثمّ توضا ثم ثمّ بہر حال تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ جنابت کے بعد فوراً غسل کرنا لازم نہیں۔

باب ۲۰۱

(اِذَا التقی الختانان)

جب عورت اور مرد کے ختنے مل جائیں (تو کیا حکم ہے؟)

۲۸۶ (حدثنا معاذ بن فضالة قال ثنا هشام ح وحدثنا ابو نعیم عن هشام عن قتادة عن الحسن عن ابی رافع عن ابی هریرة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا جلس بین شعبها الاربع ثم جهدها فقد وجب الغسل تابعه عمرو عن شعبة وقال موسی حدثنا ابان قال ثنا قتادة قال انا الحسن مثله قال ابو عبد اللہ هذا اجود واوکد وانما بینا الحدیث الاخر لاختلافهم والغسل احوط)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب مرد عورت کے چاروں اعضاء کے درمیان بیٹھ گیا پھر اس کے ساتھ کوشش کی تو غسل واجب ہو گیا اس حدیث کی متابعت عمرو بن مرزوق نے بھی شعبہ سے کی ہے اور موسیٰ (ابن اسماعیل شیخ بخاری) نے کہا ہم سے ابان نے بیان کیا اس نے کہا ہم سے قتادہ نے بیان کیا قتادہ نے کہا ہم سے حسن بصری رح نے بیان کیا اس حدیث کی طرح، ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری رح نے کہا یہ (غسل کر لینا) عمدہ اور بہتر ہے اور ہم نے جو (اسکے خلاف) دوسری حدیث (عثمان اور ابی بن کعب کی) بیان کی تو اسلئے کہ صحابہ کا اس مسئلہ میں اختلاف ہے اور غسل میں زیادہ احتیاط ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحدیث للترجمة جلس بین شعبها الاربع ثم جهدها۔

تعدد موضع والحدیث هاهنا ص۴۳ ومسلم ج۱ ابوداؤد اول ۲۵ والنسائی باب وجوب الغسل اذا التقی الختانان اول ص۲۳ وابن ماجہ ص۴۵ باب ماجاء فی الغسل اذا التقی الختانان

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد یہ بتانا ہے کہ یہ مسئلہ صحابہ کرام رض اور تابعین عظام کے زمانے میں مختلف فیہ رہ چکا ہے جیسا کہ روایات و احادیث سے صاف معلوم ہوتا ہے مگر احتیاط ایجاب غسل ہی میں ہے یعنی امام بخاری رح کا مسلک ائمہ اربعہ اور جمہور کی تائید و موافقت میں ہے مگر امام بخاری کے الفاظ نرم و ڈھیلے ہیں جسکی وجہ سے مسلک بخاری میں بھی شارحین بخاری مختلف ہیں۔

اب تفصیل ملاحظہ فرمائیے۔ بعنوان تشریح۔

تشریح ترجمۃ الباب ہے اذا التقی الختانات۔ ختانان تثنیہ ہے ختان کا از باب نصر وضرب ختنہ کرنا۔ ختانان یعنی دو ختان میں ایک سے مراد موضع الاختتان من الرجل ہے اور ختان ثانی سے مراد موضع الاختتان من المراۃ ہے ہمارے یہاں ہند و پاک اور بنگلہ دیش میں عورتوں کا ختنہ نہیں ہوتا مگر عرب میں عورتوں کے ختنہ کا دستور تھا جیساکہ حضرت حمزہ رضی نے غزوۂ احد کے موقع پر ایک مقابل سے خطاب کر کے فرمایا" یا سباع یا ابن ام انمار مقطعۃ البظور" یعنی اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی کے بیٹے الخ (بخاری جلد ثانی ص۵۸۵)۔

ختنہ صرف مردوں پر واجب ہے عورتوں کیلئے واجب نہیں۔

التقاء ختانین کنایہ ہے غیبوبت حشفہ (دخول حشفہ) سے

حدیث شریف میں ہے اذا جلس بین شعبہا الاربع ثم جہدہا" اربع کی مراد ومعنی میں مختلف اقوال ہیں لیکن علامہ عینی رح فرماتے ہیں" والاقرب ان یکون المراد الیدین والرجلین او الرجلین والفخذین الخ (عمدہ) یعنی اقوال مختلفہ میں سے بہتر قول دو ہے۔

۱ عورت کے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں مراد ہیں ۲ یا دونوں پاؤں اور دونوں رانیں، مطلب یہ ہے کہ جب مرد اپنی بیوی کے دونوں پاؤں اور دونوں ران کے درمیان بیٹھ جائے ثم جہدہا پھر اس کے ساتھ کوشش کی، معلوم ہوا کہ صرف التقاء ختانین ومس ختانین سے غسل واجب نہ ہوگا بلکہ وجوب غسل کا مدار جہد پر ہے یعنی دخول وغیبوبت حشفہ سے غسل واجب ہو جائے گا اگرچہ انزال نہ ہو جیساکہ ترمذی کی روایت ہے اذا جاوز الختان الختان یعنی جب (مرد کے) ختنے کا مقام (عورت کے) ختنے کے مقام سے تجاوز کر جائے (یعنی دخول حشفہ ہو جائے) تو غسل واجب ہو جائیگا یعنی مجاوزت (دخول حشفہ) اگر مع الاکسال ہو تو بھی غسل واجب ہو جائے گا جیساکہ مسلم میں ہے وان لم ینزل (مسلم اول ص۱۵۶) صحابہ کرام کے زمانہ میں اختلاف تھا کہ التقاء ختانین سے غسل واجب ہوگا یا نہیں؟ صحابہ کی ایک جماعت کہتی تھی کہ وجوب غسل کیلئے انزال شرط ہے اگر غیبوبت حشفہ بغیر انزال کے ہو تو غسل واجب نہیں اس رائے میں حضرت ابن عباس رضی حضرت ابو ایوب انصاری رضی حضرت ابو سعید خدری رضی حضرت زید بن ثابت رضی حضرت ابی ابن کعب رضی اور حضرت عثمان بن عفان رضی وغیرہ شریک تھے۔ ان حضرات کا استدلال ابو سعید خدری رضی کی حدیث سے ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال الماء من الماء وکان ابو سلمۃ یفعل ذلک (ابوداؤد ص۲۹ ج۱)

مسلم شریف جلد اول ص۱۵۵ کے الفاظ ہیں انما الماء من الماء۔

پہلے ماء سے مراد غسل کا پانی ہے اور دوسرے ماء سے مراد منی ہے اس کے علاوہ اور بھی کچھ روایات

تھیں جن کی وجہ سے ان حضرات کی رائے ابتداء میں یہ تھی کہ غسل صرف مرد و عورت کے ختنے مل جانے سے واجب نہیں ہوتا جب تک انزال نہ ہو۔

اس مسئلہ میں ایک تحقیقی فیصلہ پر پہونچنے کیلئے حضرت عمرؓ نے مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم کو جمع فرماکر ایک مجلس منعقد کی، حاضرین مجلس کے سامنے یہ مسئلہ آیا تو بعض مہاجرین اور اکثر انصاری فرماتے تھے کہ صرف التقاء ختانین سے غسل واجب نہیں ہوتا مدار غسل انزال ہے اور بعض انصار واکثر مہاجرین فرماتے تھے کہ صرف التقاء ختانین سے غسل واجب ہو جاتا ہے۔

حضرت عمرؓ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اصحاب بدر میں سے ہو جو امت کے سب سے بہترین لوگ ہیں اگر اتفاق نہ ہو سکا تو جو لوگ تمہارے بعد آئیں گے ان کا حال کیا ہوگا؟

بالآخر ازواج مطہرات کے پاس آدمی بھیجا گیا حضرت حفصہؓ نے لاعلمی کا اظہار فرمایا جب یہ معاملہ حضرت عائشہؓ کے پاس پہنچا تو حضرت عائشہؓ نے واضح الفاظ میں فرمایا۔

اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل اس پر فیصلہ ہو گیا کہ غسل واجب ہے خواہ انزال ہو یا نہ ہو پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اس فیصلہ کا اعلان کر دیا کہ آج کے بعد اگر کسی شخص نے اس فیصلہ کے خلاف رائے کا اظہار کیا تو اس کو عبرتناک سزا دی جائے گی۔

اور حدیث الماء من الماء کو منسوخ قرار دیا گیا جیسا کہ حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے قال انما کان الماء من الماء رخصة فی الاسلام ثم نهی عنها (ترمذی ص۱۶ ج۱)

بہر حال اب یہ مسئلہ اختلافی نہیں رہا ائمہ اربعہ وجمہور کے نزدیک یہ اجماعی مسئلہ ہو گیا کسی کا اختلاف نہیں سوائے چند حضرات کے۔

بَاب ۲۰۲

(غَسْلِ مَا يُصِيبُ مِنْ فَرْجِ الْمَرْأَةِ)

اس رطوبت (تری) کے دھونے کا بیان جو عورت کی شرمگاہ سے لگ جائے

والمناسبة بين البابين من حيث ان الاصابة المذكورة تكون عند التقاء الختانين (عمدة)

۲۸۷ (حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ قَالَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنِ الْحُسَيْنِ الْمُعَلِّمِ قَالَ يَحْيٰى وَأَخْبَرَنِي أَبُو سَلَمَةَ أَنَّ عَطَاءَ بْنَ يَسَارٍ أَخْبَرَهُ أَنَّ زَيْدَ بْنَ خَالِدٍ الْجُهَنِيَّ أَخْبَرَهُ أَنَّهُ سَأَلَ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ فَقَالَ أَرَأَيْتَ إِذَا جَامَعَ الرَّجُلُ امْرَأَتَهُ فَلَمْ يُمْنِ قَالَ عُثْمَانُ يَتَوَضَّأُ كَمَا يَتَوَضَّأُ لِلصَّلٰوةِ وَيَغْسِلُ

ذکرہ وقال عثمان سمعتہ من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسألت عن ذالک علی بن ابی طالب والزبیر بن العوام وطلحۃ بن عبید اللہ وابی بن کعب فامروہ بذالک واخبرنی ابو سلمۃ ان عروۃ بن الزبیر اخبرہ ان ابا ایوب اخبرہ انہ سمع ذالک من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم)

ترجمہ حضرت زید بن خالد جہنی رضؓ نے بتایا کہ انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضؓ سے دریافت کیا کہا آپ بتلائیے کہ جب مرد اپنی بیوی سے صحبت کرے اور منی نہ نکلے (تو غسل لازم ہوگا یا نہیں؟) حضرت عثمان رضؓ نے کہا نماز کے وضو کی طرح وضو کرلے اور اپنا ذکر دھوڈ لے (یعنی غسل کرنا ضروری نہیں) حضرت عثمان رضؓ نے کہا میں نے تو یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے (حضرت زید بن خالد جہنی رضؓ کہتے ہیں) پھر میں نے یہ مسئلہ حضرت علی رضؓ اور حضرت زبیر بن عوام رضؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہ اور حضرت ابی بن کعب رضؓ سے پوچھا تو ان حضرات نے بھی یہی حکم دیا۔ یحیٰی بن ابی کثیر نے کہا اور مجھ سے ابو سلمہ نے بیان کیا ان سے عروہ بن زبیر نے ان سے حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ نے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا ہی سنا (جیسے حضرت عثمان رضؓ نے کہا تھا)

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "ویغسل ذکرہ" یعنی اذا جامع امرأۃ فلم ینزل یغسل ذکرہ لانہ لاشک اصابہ من رطوبۃ فرج المرأۃ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۳ ونر الحدیث ص۳۰ وخرجہ مسلم ص۱۵۵۔

۲۸۸ (حدثنا مسدد قال ثنا یحیی عن ھشام بن عروۃ قال اخبرنی ابی قال اخبرنی ابو ایوب قال اخبرنی ابی بن کعب انہ قال یارسول اللہ اذا جامع الرجل المرأۃ فلم ینزل قال یغسل مامس المرأۃ منہ ثم یتوضأ ویصلی قال ابو عبد اللہ الغسل احوط وذالک الاٰخر انما بیناہ لاختلافہم والماء انقی)

ترجمہ حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کا بیان ہے کہ مجھ سے حضرت ابی بن کعب رضؓ نے بیان کیا کہ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ! جب مرد اپنی بیوی سے جماع کرے اور انزال نہ ہو (تو کیا کرے؟) آپؐ نے فرمایا دھولے اس عضو کو جس سے عورت (کے فرج) کا مس کیا تھا پھر وضو کرلے اور نماز پڑھ لے۔ ابو عبد اللہ یعنی امام بخاری رحؒ کہتے ہیں غسل کرنے ہی میں زیادہ احتیاط ہے اور ہم نے جو دوسری حدیث بیان کی تو صرف اس لئے کہ صحابہ کا اس میں اختلاف ہے اور پانی خوب صاف کرنے والا ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "یغسل ما مس المرأۃ منہ"
چوں کہ جماع کرنے کی صورت میں انزال ہو یا نہ ہو آلۂ تناسل (ذکر) میں فرج عورت کی رطوبت (تری) ضرور لگتی ہے۔

مقصد امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ عورت کے فرج داخل سے جو رطوبت نکلتی ہے وہ ناپاک ہے کہیں بھی لگ جائے اسکا دھونا ضروری ہے۔

اس سے ایک مختلف فیہ مسئلہ کیطرف اشارہ ہوگیا کہ امام بخاریؒ کے نزدیک فرج داخل کی رطوبت ناپاک ہے جیسا کہ ترجمۃ الباب میں لفظ غسل سے معلوم ہوتا ہے۔ حنفیہ میں سے صاحبینؒ اور امام مالکؒ بھی نجاست ہی کے قائل ہیں۔

وذلك الآخر حافظ عسقلانیؒ کے نزدیک اس لفظ آخر سے کتاب الغسل کے ختم کی طرف اشارہ ہے اور شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ختم کتاب کی طرف اشارہ نہیں خود قاری کے ختم یعنی موت کی طرف اشارہ ہے۔ اور آپ کو معلوم ہے کہ دونوں میں کوئی تناقض نہیں دونوں جمع ہوسکتے ہیں۔ واللہ اعلم وعلمہ اتم۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب الحیض

ربط ماقبل مؤلف علام امام بخاری رح احکام طہارت میں سے جب احداث کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب احکام طہارت میں سے انجاس کا بیان شروع کر رہے ہیں۔

یعنی غسل واجب کرنے والے اسباب میں سے ایک سبب جنابت ہے دوسرا انقطاع حیض اور تیسرا انقطاع نفاس، تو چوں کہ جنابت میں مرد عورت، دونوں شریک ہیں اور حیض ونفاس صرف عورتوں کے ساتھ خاص ہے اسلئے امام بخاری رح نے سبب عام کے بیان سے فراغت کے بعد سبب خاص کا بیان شروع کر دیا پھر حیض بہ نسبت نفاس کے کثیر الوقوع ہے اسلئے حیض کے بیان کو مقدم رکھا۔ یہ کتاب تینس ابواب اور سینتیس ۳۷ احادیث پر مشتمل ہے۔

(وَقَوْلِ اللّٰہِ تَعَالٰی وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْمَحِیْضِ قُلْ ھُوَ اَذًی فَاعْتَزِلُوا النِّسَاءَ فِی الْمَحِیْضِ وَلَا تَقْرَبُوْھُنَّ حَتّٰی یَطْھُرْنَ فَاِذَا تَطَھَّرْنَ فَاْتُوْھُنَّ مِنْ حَیْثُ اَمَرَکُمُ اللّٰہُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ وَیُحِبُّ الْمُتَطَھِّرِیْنَ)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (سورہ بقرہ میں) اور لوگ آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ آپ فرما دیجئے وہ گندگی ہے اس لئے تم لوگ حیض کے ایام میں عورتوں سے الگ رہو اور جبتک پاک نہ ہولیں ان کے پاس نہ جاؤ پھر جب خوب پاک ہو جائیں تو جدھر سے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اس طرف سے ان کے پاس آؤ بیشک اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

شانِ نزول حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ یہود کا طرز عمل یہ تھا کہ جب ان میں سے کوئی عورت حائضہ ہوتی تو نہ اس کے ساتھ کھاتے اور نہ اس کے ساتھ پیتے اور نہ اس کو ایک کوٹھری میں ساتھ رکھتے، صحابہ کرام نے اس کے متعلق نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا: ویسئلونک عن المحیض قل ھو اذًی الآیۃ۔ اس کے بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے صحابہ

کو حکم دیا کہ تم حائضہ عورت کے ساتھ کھاؤ اور پیو اور انہیں گھر میں اپنے ساتھ رکھو اور اس کے ساتھ سب باتیں کرو سوائے جماع کے (نسائی اول ص۳۲ باب تاویل قول اللہ عز وجل)

اسی طرح مجوس کا بھی یہی حال تھا کہ حالت حیض میں حائضہ کے ساتھ کھانا پینا اور ایک گھر میں رہنا جائز نہیں سمجھتے تھے۔ اور نصاریٰ مجامعت سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے جب حضور اقدس ﷺ سے دریافت کیا گیا تو ارشاد فرمایا کہ مجامعت حرام ہے باقی کھانا پینا رہنا سہنا سب درست ہے یہود کا افراط اور نصاریٰ کی تفریط دونوں مردود ہوگئیں۔

تشریح یہ بات ذہن نشین رہے کہ امام بخاری رح جس طرح حافظ حدیث ہیں اسی طرح بلکہ اس سے کہیں بڑھ کر ماہر حافظ قرآن ہیں اسی لئے امام بخاری رح اپنے معمول کے مطابق کتاب الحیض کا آغاز بھی آیت کریمہ سے کر رہے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ اس موضوع کے ابواب کیلئے یہ آیت ایک اصل کی حیثیت رکھتی ہے اب آئندہ ابواب میں حیض کے جتنے احکام و ابواب ذکر کئے جائیں گے وہ گویا اس آیت کی تفسیر و توضیح ہیں۔

حیض کے لغوی معنی سیلان یعنی بہنے کے ہیں حاض یحیض حیضا و محیضا بہنا، ماہواری خون جاری ہونا اور شرعی اصطلاح میں حیض کی تعریف یہ ہے:-

دم ینفضه رحم امرأة بالغة من غير داء۔	حیض وہ خون ہے جو بالغ عورت کے رحم (اندام نہانی) سے بغیر بیماری (صحت کی حالت میں) نکلتا ہے

یعنی حیض اسی خون کو کہتے ہیں جو عورتوں کو عادت کے مطابق ماہواری آیا کرتا ہے۔

(بَابُ ۲۱۱ كَيْفَ كَانَ بَدْءُ الْحَيْضِ وَقَوْلُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم هٰذَا شَيْءٌ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلٰى بَنَاتِ آدَمَ وَقَالَ بَعْضُهُمْ كَانَ أَوَّلُ مَا أُرْسِلَ الْحَيْضُ عَلٰى بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ وَحَدِيثُ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم أَكْثَرُ)

حیض کی ابتدا کس طرح ہوئی؟ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ یہ حیض ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدم ؑ کی بیٹیوں کی تقدیر میں لکھدیا ہے اور بعض حضرات (حضرت ابن مسعود رض اور حضرت عائشہ رض) نے کہا ہے پہلے حیض بنی اسرائیل (کی عورتوں) پر بھیجا گیا۔ امام بخاری رح نے کہا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سب عورتوں کو شامل ہے۔

تشریح امام بخاری رح یہاں سے حیض، نفاس اور استحاضہ کے مسائل و احکام شروع کر رہے ہیں، مگر چونکہ حیض کے ابواب و احکام زیادہ تھے اسلئے عنوان تو کتاب الحیض کا قائم کیا اور باقی دونوں تابع ہو گئے۔

بدء الحیض کا مطلب یہ ہے، کہ سب سے پہلے حیض کا وجود و ظہور کب ہوا؟ کیسے ہوا؟ اس کے بعد مسائل و

احکام پر مشتمل احادیث ذکر کرینگے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ارشاد نبوی ھذا شئ کتبہ اللہ علی بنات آدم نقل کر کے بتادیا کہ حیض کا وجود ابتدائے آفرینش ہی سے ہے یعنی حضرت حوا علیہا السلام سے ابتدا ہوئی ہے وقال بعضھم الخ سے مراد ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ہیں ان حضرات کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کی ابتداء بنی اسرائیل کے زمانہ سے ہوئی۔ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں "ھذا اقول عبد اللہ بن مسعود وعائشۃ رضی اللہ تعالی عنہما اخرجہ عبد الرزاق عنہما الخ۔

(عمدۃ القاری ایضا فتح الباری وغیرہ)

خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مصنف عبدالرزاق میں روایت منقول ہے کہ بنی اسرائیل کے مرد اور عورتیں ایک ساتھ نماز پڑھتے تھے اور عورتیں مردوں کو جھانکتی تھیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کی عورتوں پر حیض مسلط کر کے ان کو مساجد سے روک دیا۔

اس سے معلوم ہو گیا کہ علی بنی اسرائیل سے مراد علی بنات بنی اسرائیل ہے یعنی مضاف مقدر ہے۔

دفع تعارض بظاہر دونوں روایتوں میں تعارض ہے باب کی حدیث سے معلوم ہوا کہ حیض کی ابتدا حضرت حوا سے ہوئی ہے اور مصنف عبدالرزاق کی روایت سے معلوم ہوا کہ حیض کی ابتدا بنی اسرائیل کی عورتوں سے ہوئی فکیف التوفیق؟

ایک جواب کیطرف تو خود امام بخاری رحمہ اللہ نے اشارہ کر دیا وحدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم اکثر" چنانچہ علامہ عینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کانہ اشار بھذا الکلام الی وجہ التوفیق بین الخبرین وھوان کلام الرسول صلی اللہ علیہ وسلم اکثر قوۃ وقبولا من کلام غیرہ من الصحابۃ رضی اللہ تعالی عنہم (عمدہ)

یعنی باعتبار قوت وقبول کے راجح یہی ہے کہ حیض کی ابتدا حضرت حوا علیہا السلام ہی سے ہے اور ایک نسخہ اکبر بالباء الموحدہ ہے یعنی اکبر قوۃ وثبوتا۔

دوسرا جواب حافظ عسقلانی رحمہ اللہ اور قطب زماں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ حیض کی ابتدا تو حضرت حوا علیہا السلام ہی سے ہے جو پیدائش کے اعتبار سے تمام عورتوں سے مقدم ہیں۔ اور یہ ابتدا در اصل اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے حضرت حوا علیہا السلام کو دنیا میں بھیجنے کے بعد دی گئی اس لئے کہ مقصد دنیا کو آباد کرنا تھا اور دنیا کی آبادی توالد وتناسل پر موقوف ہے اور توالد وتناسل بہ ظاہر اسباب حیض پر موقوف ہے اگر عورت کو حیض آنا بند ہو جائے تو پھر تو الد وتناسل کا سلسلہ بھی بند ہو جائے گا۔

بہرحال حیض کی ابتدا تو شروع ہی سے تھی مگر بنی اسرائیل کی عورتوں پر ان کی شرارت کی وجہ سے بطور عذاب کثرت وزیادتی ہوگئی۔ مقدار بڑھا دی گئی۔

۲۸۹ (حدثنا علی بن عبد اللہ قال ثنا سفیان قال سمعت عبد الرحمن بن القاسم قال سمعت القاسم یقول سمعت عائشۃ تقول خرجنا لا نری الا الحج فلما کنا بسرف حضت فدخل علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا ابکی فقال مالک انفست قلت نعم قال ان ھذا امر کتبہ اللہ علی بنات ادم فاقضی ما یقضی الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت قالت وضحی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن نسائہ بالبقر)

ترجمہ قاسم بن محمد کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضہ سے سنا وہ فرما رہی تھیں کہ ہم صرف حج کے ارادہ سے نکلے چنانچہ جب ہم مقام سرف میں پہونچے تو اتفاق سے مجھکو حیض آگیا اس وقت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے اور میں رو رہی تھی آپؐ نے پوچھا تیرا کیا حال ہے کیا تجھکو حیض آگیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں، آپؐ نے فرمایا بیشک یہ ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالے نے آدم کی بیٹیوں پر لکھدیا ہے اسلئے تم حج کے وہ تمام افعال کرتی رہو جو حاجی کرتا ہے البتہ بیت اللہ کا طواف مت کرو (جبتک حیض سے پاک نہ ہو) حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیویوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ان ھذا امر کتبہ اللہ علی بنات آدم۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۳ ویاتی ص۴۴ وص۲۰۶ وص۲۲۳ مقطعا وص۲۲۴ وفی الاضاحی ص۸۳۲ ایضا ص۲۳۱ وص۲۳۲ وص۴۱۴ ص۶۳۱ ص۸۳۴۔

تشریح لا نری الا الحج اگر بضم النون پڑھا جائے تو معنی ہونگے لا نظن الا الحج اور اگر بفتح النون ہو تو لا نعلم الا الحج۔ سرف بفتح المہملۃ وکسر الراء وبعدھا فاء موضع قریب من مکۃ بینھما نحو من عشرۃ امیال وھو ممنوع من الصرف وقد یصرف (فتح) یعنی ہم صحابہ جو اس سفر میں نکلے تو ہم حج کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے تھے، بظاہر اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ سب نے احرام حج ہی کا باندھا تھا حالاں کہ یہ واقعہ کے خلاف ہے اصل بات یہ ہے کہ جاہلیت کا کچھ اثر باقی رہ گیا تھا کہ اشہر حج میں عمرہ کو جائز نہیں سمجھتے تھے۔

اور سب سے اہم اور بڑی بات یہ ہے کہ محاورہ ایسا ہی ہو چکا ہے کہ عموماً اس سفر کو سفر حج ہی سے تعبیر کرتے ہیں چنانچہ ایام حج میں مکہ مکرمہ جانے والوں سے پوچھئے کہ کہاں کا سفر ہے تو یہی جواب دیں گے کہ حج کو جارہے ہیں حالاں کہ وہاں جاکر پہلے عمرہ ہی کرتے ہیں مگر کوئی بھی عمرہ کا نام نہیں لیتا، یہاں خود حضرت عائشہ رضہ متمتع تھیں میقات (ذو الحلیفہ) سے عمرہ کا احرام باندھا تھا مگر یہی فرمارہی ہیں کہ ہم حج

کے ارادہ سے جارہے ہیں تو مقصود اعظم چونکہ حج ہے اور حج بہ نسبت عمرہ کے بڑی چیز ہے یعنی حج فرض ہے اور عمرہ سنت تو بڑی چیز کے سامنے چھوٹی چیز کا ذکر ہی کیا اسلئے حج ہی کا نام دیدیتے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ ہمارے خیال میں حج ہی تھا کیونکہ مقصود اصلی وہی تھا۔

غیران لا تطوفی بالبیت۔ اسلئے کہ طواف مسجد میں ہوتا ہے اور حائض کے لئے مسجد میں جانا جائز نہیں ولان الطواف بالبیت صلوٰۃ والحائض ممنوعۃ عن الصلوٰۃ۔ مزید تفصیل کے لئے نصر الباری کتاب المغازی یعنی آٹھویں جلد دیکھیے۔

باب ۲۰۴

(غسل الحائض راس زوجها وترجيله)

حائضہ کا اپنے شوہر کے سر کو دھونا اور اسمیں کنگھی کرنا

۲۹۰ (حدثنا عبد الله بن يوسف قال اخبرنا مالك عن هشام بن عروة عن ابيه عن عائشة قالت كنت ارجل راس رسول الله صلى الله عليه وسلم وانا حائض)

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرمایا کہ میں حیض کی حالت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر میں کنگھی کیا کرتی تھی۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة ارجل راس رسول الله صلى الله عليه وسلم الخ

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۴۳ وياتي متصلا ص۴۳ وص۴۲ طرفا من حديث مع المغايرة و ص۲۷ وص۲۷۲ وص۲۷۲ وفي اللباس ص۸۷۸ والنسائي ص۴۲ وشمائل ترمذي ص۴

۲۹۱ (حدثنا ابراهيم بن موسى قال اخبرنا هشام بن يوسف ان ابن جريج اخبرهم قال اخبرني هشام بن عروة عن عروة انه سئل اتخدمني الحائض او تدنو مني المراة وهي جنب فقال عروة كل ذالك على هين وكل ذالك تخدمني وليس على احد في ذالك باس اخبرتني عائشة انها كانت ترجل راس رسول الله صلى الله عليه وسلم وهي حائض ورسول الله صلى الله عليه وسلم حينئذ مجاور في المسجد يدني لها راسه وهي في حجرتها فترجله وهي حائض)

ترجمہ عروہ (ابن زبیر) سے کسی نے پوچھا کیا حائضہ عورت میری خدمت کرسکتی ہے؟ یا جنبی عورت میرے قریب آسکتی ہے؟ عروہ نے کہا یہ سب میرے اوپر آسان ہیں اور ان میں سے ہر ایک عورت خدمت کرسکتی ہے اور کسی پر اس سلسلے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ حضرت عائشہ رضؓ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں کنگھی کیا کرتی تھیں درانحالیکہ وہ حائضہ ہوتیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس وقت مسجد میں معتکف ہوتے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم (مسجد ہی میں سے) اپنا سر عائشہ رضؓ کے قریب کر دیتے وہ اپنے حجرے میں رہتیں اور حیض کی حالت میں آپ کے سر میں کنگھی کر دیتیں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "فترجلہ وھی حائض"

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۳ ویاتی ص۴۴ ایضا ص۲۷۲ و ص۲۷۴ و ص۸۷۸ ومسلم ص۱۴۲ وابو داؤد فی الصیام ص۳۳۴ والنسائی ص۴۴ وابن ماجہ ص۴۶ و ص۱۲۸۔

مقصد امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ فاعتزلوا النساء فی المحیض کا یہ مطلب نہیں کہ حیض والی عورت کے بالکل قریب ہی نہیں جاسکتے، حائضہ اپنے خاوند کا سر دھونے، کنگھی کرنے اور اسی طرح کی دوسری خدمت انجام دے سکتی ہیں، اعتزال سے مراد جماع نہ کرنا ہے اسلئے صرف جماع جائز نہیں۔

نیز یہود بے بہبود کی غلطی بھی بتلانا ہے جو بحالت حیض عورت کے ساتھ کھانے، پینے اور ایک مکان میں ساتھ رہنے کو بھی ممنوع سمجھتے تھے۔

اشکال یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمۃ الباب میں دو چیزوں کا ذکر ہے ۱ غسل راس یعنی حیض کی حالت میں اپنے شوہر کا سر دھونا۔

۲ ترجیل یعنی کنگھی کرنا۔ امام بخاری رحؒ نے دو روایتیں ذکر کی ہیں دونوں روایتوں میں صرف ترجیل کا ذکر ہے لہٰذا ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت نہیں ہوئی۔

جواب ۱:- حدیث کی مطابقت بطور دلالت التزامی ہے دراصل سر دھونے اور کنگھی کرنے دونوں صورتوں میں حائضہ کا ہاتھ سر پر پہونچا، معلوم ہوا کہ بحث سر دھونے اور کنگھی کرنے کی نہیں ہے بلکہ شوہر کو ہاتھ لگانے کی ہے اسی لئے حافظ عسقلانی رحؒ نے اشکال کے جواب میں فرمایا اُلحق بہ الغسل قیاسا یعنی امام بخاری رحؒ نے غسل کو ترجیل پر قیاس کرلیا ہے۔

دوسرا جواب دیتے ہیں کہ اشار الی الطریق الآتیۃ فی باب مباشرۃ الحائض یعنی امام بخاری رحؒ نے روایت مختصرا ذکر کی ہے اور اشارہ کر دیا ہے اس تفصیلی روایت میں وضاحت ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ حالت حیض میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا سر دھوتی تھی اور اس وقت آپؐ مسجد میں معتکف ہوتے الفاظ صاف ہیں۔ فاغسلہ وانا حائض۔

باب ۲۰۵ قراءة الرجل فی حجر امرأته وهی حائض فکان ابو وائل یرسل خادمه وهی حائض الی ابی رزین فتاتیه بالمصحف فتمسکه بعلاقته

مرد کا اپنی بیوی کی گود میں قرآن مجید کی تلاوت کرنا درانحالیکہ وہ حیض کی حالت میں ہو اور ابو وائل (شقیق بن سلمہ) اپنی لونڈی کو جو حیض سے ہوتی ابو رزین (مسعود بن مالک) کے پاس بھیجتے وہ قرآن مجید کو اس کا فیتہ پکڑ کر لے آتی۔

۲۹۲ حدثنا ابو نعیم الفضل بن دکین سمع زهیرا عن منصور بن صفیة ان امه حدثته ان عائشة حدثتها ان النبی صلی الله علیه وسلم کان یتکئ فی حجری وانا حائض ثم یقرأ القرآن۔

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم میری گود میں ٹیک لگا کر (یعنی سر رکھکر) قرآن مجید پڑھتے رہتے اور میں حیض سے ہوتی۔

مطابقته للترجمة مطابقة الحدیث للترجمة کان یتکئ فی حجری وانا حائض ثم یقرأ القرآن۔

تعدد موضعه والحدیث ههنا ص۴۴ ویاتی فی التوحید ص۱۱۲۶

مقصد امام بخاری رحمہ اللہ حدیث الباب سے یہ بتلانا چاہتے ہیں کہ حائضہ بیوی کی گود میں سر رکھکر قرآن مجید کی تلاوت کرنا جائز ہے۔

وکان ابو وائل الخ ابو وائل شقیق بن سلمہ تابعی کا اثر پیش کر کے امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک مسئلہ اختلافیہ کی طرف اشارہ کیا ہے، مسئلہ یہ ہے کہ قرآن مجید کو جزدان کے ساتھ حائضہ عورت اٹھا سکتی ہے یا نہیں؟

حنفیہ و حنابلہ کے نزدیک اٹھا سکتی ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے مشہور تابعی ابو وائل کا اثر پیش کر دیا کہ وہ اپنی باندی کو ابو رزین مسعود بن مالک تابعی کے پاس بھیجتے تھے اور وہ باندی حیض کی حالت میں قرآن مجید علاقہ یعنی جزدان سے پکڑ کر لاتی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس اثر کے ذریعہ احناف کی تائید و موافقت کی ہے۔

باب ۲۰۶ من سمى النفاس حيضا

جس شخص نے نفاس کا نام حیض رکھا (یعنی نفاس پر حیض کا اطلاق جائز ہے)

۲۹۳ حدثنا المکی بن ابراهیم قال حدثنا هشام عن یحیی بن ابی کثیر عن ابی سلمة ان زینب بنت ام سلمة حدثته ان ام سلمة حدثتها

قالت بينا انا مع النبي صلى الله عليه وسلم مضطجعة في خميصة اذ حضت فانسللت فاخذت ثياب حيضتي فقال انفست قلت نعم فدعاني فاضطجعت معه في الخميلة)

ترجمہ حضرت ام سلمہؓ نے بیان کیا کہ میں ایکبار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک چادر میں لیٹی ہوئی تھی اتنے میں مجھے حیض آگیا میں آہستہ سے سرک گئی اور اپنے حیض کے کپڑے لئے (یعنی پہن لئے) آپؐ نے فرمایا کیا تجھکو نفاس (حیض) آگیا میں نے کہا جی ہاں پھر آپؐ نے مجھکو بلایا اور میں آپؐ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة فقال انفست قلت نعم

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۴۴ وياتي ص۴۶ ايضا ص۴۶ وفي الصوم ص۲۵۸ مسلم اول ص۱۴۲ و نسائی ص۴۳ باب مضاجعة الحائض۔

مقصد امام بخاریؒ کا مقصد تقارب احکام بتلانا ہے کہ حیض ونفاس کے احکام تقریبا ایک ہیں فرق صرف یہ ہے کہ حیض کی مدت دس دن ہے اور نفاس کی مدت چالیس دن۔ باقی اکثر احکام حیض اور نفاس کے مشترک ہیں جیسے قرآن مجید کو ہاتھ لگانا دونوں کیلئے ممنوع ہے اسی طرح نماز، روزہ، دخول مسجد، طواف کعبہ اور قربان زوج دونوں کیلئے ممنوع ہیں۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ "شرح تراجم" میں فرماتے ہیں کہ مقصد بخاری کا حاصل یہ ہے کہ حیض کا اطلاق نفاس پر اور نفاس کا اطلاق حیض پر عرب میں شائع ذائع ہے اسی لئے جو احکام حیض کیلئے ثابت ہوں گے وہ احکام نفاس کیلئے بھی ثابت ہوں گے۔ اسی لئے شارعؑ نے نفاس کے احکام کی تفصیل نہیں کی ہے، یہی غرض امام بخاریؒ کی حدیث الباب کے قصہ سے ہے

اشکال اشکال یہ ہوتا ہے کہ ترجمۃ الباب یہ ہے کہ نفاس کو حیض کہا جا سکتا ہے مگر حدیث الباب میں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض کو نفاس فرمایا ہے۔

جواب[۱] ترجمۃ الباب میں سمیّ بمعنی اطلق ہے اور حیض منصوب بنزع الخافض ہے اصل عبارت یوں ہے من اطلق النفاس علی الحیض پس اس صورت میں مطابقت ہوگئی۔

تشریح خميصة بفتح الخاء المعجمة وبالصاد كساء اسود له اعلام يكون من صوف وغيره (فتح) یعنی ایسی کالی چادر جس پر بوٹا کڑھا ہو خواہ ادنی ہو یا اور کچھ خميلة وہ چادر جسمیں پھندنا لگا ہو۔

////

باب ۲۰

مُباشرۃ الحائض

حیض والی عورت سے مباشرت کرنا

تشریح | مباشرت بشرۃ سے ماخوذ ہے بمعنی جسم کی کھال۔ مباشرت کے معنی ہیں ایک دوسرے کو چھونا جسم کو جسم سے ملانا یہاں مراد ہے جسمانی ملابست یعنی ساتھ لیٹنا، یہاں جماع ہرگز مراد نہیں ہے جیسا کہ حدیث الباب میں اتزار کی قید سے واضح ہے۔

۲۹۴ حدثنا قبیصۃ قال حدثنا سفیان عن منصور عن ابراہیم عن الاسود عن عائشۃ قالت کنت اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناء واحد کلانا جنب وکان یامرنی فاتزر فیباشرنی وانا حائض وکان یخرج راسہ الی وھو معتکف فاغسلہ وانا حائض

ترجمہ | حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ میں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ایک برتن سے غسل کرتے تھے اور ہم دونوں جنبی ہوتے اور آپؐ مجھے حکم فرماتے تو میں ازار باندھ لیتی پھر آپؐ میرے ساتھ استراحت کرتے (یعنی مافوق الازار مباشرت فرماتے) درانحالیکہ میں حالت حیض میں ہوتی۔

مطابقتہ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ، فیباشرنی وانا حائض۔

تعدد موضعہ | والحدیث ھھنا ص۴۴ ومسلم اول ص۱۴۱ والنسائی باب مباشرۃ الحائض ص۴۳ وابو داؤد اول باب فی الرجل یصیب منہا مادون الجماع ص۳۵ والترمذی باب ماجاء فی مباشرۃ الحائض ص۱۹ وابن ماجہ اول باب ماللرجل من امرأتہ اذا کانت حائضا ص۴۶۔

۲۹۵ (حدثنا اسمعیل بن خلیل قال اخبرنا علی بن مسھر اخبرنا ابو اسحاق ھو الشیبانی عن عبد الرحمن بن الاسود عن ابیہ عن عائشۃ قالت کانت احدانا اذا کانت حائضا فاراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یباشرھا امرھا ان تتزر فی فور حیضتھا ثم یباشرھا قالت وایکم یملک اربہ کما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یملک اربہ تابعہ خالد وجریر عن الشیبانی)

ترجمہ | حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا ہم ازواج مطہرات میں سے کوئی جب حائضہ ہوتی اور رسول اللہ صلے

اللہ علیہ وسلم اس سے مباشرت فرمانا چاہتے تو حیض کے جوش کی حالت میں (یعنی حیض کے ابتدائی ایام میں) آپؐ اس کو ازار باندھنے کا حکم دیتے پھر اس سے مباشرت فرماتے حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا تم میں کون ایسا ہے جو اپنی شہوت پر ایسا اختیار رکھتا ہو جیسے نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم رکھتے تھے۔ علی بن مسہر کے ساتھ اس حدیث کو خالد بن عبداللہ اور جریر بن عبدالحمید نے بھی شیبانی سے روایت کیا۔

مطابقتہ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "ثم یباشرھا"۔

تعدد موضعہ | والحدیث ھٰھنا ص۴۴ وص۱۱ ایضا ص۴۴ وباقی ص۲۷۲

۲۹۶ حَدَّثَنَا اَبُو النُّعْمَانِ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَاحِدِ قَالَ حَدَّثَنَا الشَّیْبَانِیُّ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ شَدَّادٍ قَالَ سَمِعْتُ مَیْمُوْنَۃَ قَالَتْ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اَنْ یُّبَاشِرَ امْرَأَۃً مِّنْ نِّسَائِہٖ اَمَرَھَا فَاتَّزَرَتْ وَھِیَ حَائِضٌ وَرَوَاہُ سُفْیَانُ عَنِ الشَّیْبَانِیِّ۔

ترجمہ | عبداللہ بن شداد نے کہا میں نے (ام المؤمنین حضرت) میمونہ رضؓ سے سنا انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جب اپنی بیویوں میں کسی بیوی سے حیض کی حالت میں مباشرت کرنا چاہتے تو اس کو حکم دیتے وہ ازار باندھ لیتی۔ اس روایت کو سفیان نے بھی شیبانی سے روایت کیا۔

مطابقتہ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "اراد ان یباشر امرأۃ الخ"

تعدد موضعہ | والحدیث ھٰھنا ص۴۴ وخرجہ مسلم ص۱۴۱ وابوداؤد فی النکاح ص۲۹۴۔

مقصد | امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ آیت کریمہ میں فاعتزلوا النساء فی المحیض ولا تقربوھن، سے بظاہر عموم معلوم ہوتا ہے کہ ایام حیض میں حائضہ بیوی سے الگ رہو اور اس زمانہ میں ان کے قریب نہ جاؤ کے عموم سے بظاہر ہر قسم کے قربان سے ممانعت معلوم ہوتی ہے امام بخاریؒ ان استثناءات کو ذکر فرماتے ہیں جو احادیث میں آئے ہیں اور جن میں قربان ثابت ہے ان میں سے جہاں ساتھ کھانا، پینا، شوہر کے سر میں کنگھی کرنا مستثنا ہے اور جائز ہے۔ امام بخاریؒ بتلانا چاہتے ہیں کہ مباشرت حائض کی بھی بعض صورت جائز ہے۔

تشریح | علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: اعلم ان مباشرۃ الحائض علی اقسام (عمدہ)

یعنی مباشرت حائض کی تین قسمیں ہیں احدھا حرام بالاجماع یعنی ایک بالاجماع حرام ہے۔ اور وہ ہے مباشرت فی الفرج یعنی جماع کرنا حتی کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ حالت حیض میں جماع کو حلال سمجھنے والا کافر ہو جائے گا وفیہ بحث۔

والنوع الثانی من المباشرۃ المباشرۃ فیما فوق السرۃ وتحت الرکبۃ الخ یہ صورت بالاتفاق جائز ہے علامہ عینیؒ تو لکھتے ہیں: ھٰذا حلال باجماع (عمدہ)

بہرحال ائمہ اربعہ کے نزدیک یہ صورت بالکل جائز ہے۔

والنوع الثالث المباشرة فیما بین السرة والرکبة فی غیر القبل والدبر الخ

اس صورت میں ائمہ کرام کا اختلاف ہے۔

ائمہ ثلاثہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک اور امام ابویوسف کے نزدیک ناجائز ہے اور امام احمد اور حنفیہ میں سے امام محمد کے نزدیک جائز ہے بشرطیکہ جماع نہ کرے۔

امام احمد وغیرہ کا استدلال حضرت انس رض کی حدیث مرفوع سے ہے اصنعوا کل شئ الا النکاح (مسلم شریف اول ص۱۴۳ وابوداؤد وغیرہ)

امام بخاری اس مسئلہ میں ائمہ ثلاثہ کے ساتھ ہیں چنانچہ امام بخاری رح نے اس باب میں تین حدیثیں وہ ذکر فرمائی ہیں جو سب اتزار کی ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث اس اختلاف کو اس طرح بیان فرمایا کرتے تھے کہ اس مسئلہ میں بڑے ایک طرف اور جوان ایک طرف ہیں بڈھوں کے نزدیک ناجائز اور جوانوں کے نزدیک جائز۔ امام محمد رح چونکہ امام ابویوسف کے چھوٹے تھے، اور حضرت امام احمد ائمہ اربعہ میں زمانا سب سے مؤخر ہیں غالبا اس وجہ سے ان دو کو جوان فرمایا (الدرالمنضود اول ص۳۸۵)

ایکم یملک الخ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ تم میں کون ایسا شخص ہو سکتا ہے جو اپنی خواہش پر قابو رکھے جیسا کہ حضور اقدس ﷺ اپنی خواہشات پر قابو رکھتے تھے۔

حضرت شاہ ولی اللہ شرح تراجم صحیح البخاری میں ارشاد فرماتے ہیں۔

ان مذہب عائشہ کراھة المباشرة لغیر المتوثق بنفسه۔

حضرت عائشہ رض کا مسلک یہ ہے کہ جس شخص کو نفس پر قابو نہ ہو اس کیلئے مباشرت مکروہ ہے۔

باب ۲۰۸ ترک الحائض الصوم

حیض والی عورت کا روزہ چھوڑنا یعنی حائضہ ایام حیض میں روزہ نہ رکھے

۲۹۷ حدثنا سعید بن ابی مریم قال حدثنا محمد بن جعفر قال اخبرنی زید هو ابن اسلم عن عیاض بن عبد الله عن ابی سعید الخدری قال خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فی اضحی او فطر الی المصلی فمر علی النساء فقال یا معشر النساء تصدقن فانی اریتکن اکثر اهل النار فقلن وبم یا رسول الله قال تکثرن اللعن وتکفرن العشیر

مَارَأَیْتُ مِنْ نَاقِصَاتِ عَقْلٍ وَدِیْنٍ أَذْهَبَ لِلُبِّ الرَّجُلِ الْحَازِمِ مِنْ إِحْدَاكُنَّ قُلْنَ وَمَا نُقْصَانُ دِیْنِنَا وَعَقْلِنَا یَا رَسُولَ اللّٰہِ قَالَ أَلَیْسَ شَهَادَةُ الْمَرْأَةِ مِثْلَ نِصْفِ شَهَادَةِ الرَّجُلِ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ عَقْلِهَا أَلَیْسَ إِذَا حَاضَتْ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ قُلْنَ بَلٰی قَالَ فَذٰلِكَ مِنْ نُقْصَانِ دِیْنِهَا)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ یا عید الفطر کے دن عیدگاہ کو روانہ ہوئے پھر (نماز اور خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد) عورتوں کے پاس سے گذرے تو آپؐ نے فرمایا اے عورتوں کے گروہ تم صدقہ کرو کیوں کہ مجھ کو دکھایا گیا کہ دوزخ میں عورتیں (مردوں) سے زیادہ تھیں عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ کس وجہ سے؟ آپؐ نے فرمایا تم لعنت بہت کیا کرتی ہو اور خاوند کی ناشکری کرتی ہو میں ناقص عقل و دین والیوں میں عقلمند شخص کی عقل کو کھونے والیاں تم (عورتوں) سے بڑھ کر کسی کو میں نے نہیں دیکھا۔ عورتوں نے عرض کیا یا رسول اللہؐ ہمارے دین اور عقل میں کیا نقصان ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیا عورت کی شہادت مرد کی شہادت کے آدھے برابر نہیں ہے؟ عورتوں نے کہا بے شک آپؐ نے فرمایا یہی ان کی عقل کا نقصان ہے پھر ارشاد فرمایا کیا ایسا نہیں ہے کہ جب عورت کو حیض آتا ہے تو وہ نماز نہیں پڑھتی اور روزہ نہیں رکھتی ان عورتوں نے کہا جی ہاں یہ تو ہے آپؐ نے فرمایا بس یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "ولم تصم"

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۴۴ ویاتی فی باب الزکوٰۃ علی الاقارب ص۱۹۷۔ وفی الصوم ص۲۶۱ ومسلم شریف اول ص۶۰۔

مقصد امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ حیض کیحالت میں روزہ کی اجازت نہیں ہے حیض کیحالت میں روزہ کی طرح نماز کی بھی اجازت نہیں ہے جیساکہ حدیث الباب کے الفاظ لم تصل ولم تصم سے ظاہر ہے۔ لیکن امام بخاری رحؒ نے ترک صلوٰۃ اور ترک صوم کی نوعیت الگ الگ ہونے کی وجہ سے ایک باب میں جمع نہیں کیا ترک صوم میں قضا واجب ہے اور ترک صلوٰۃ میں قضا نہیں۔

اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ روزے کیلئے طہارت شرط نہیں ہے اگر کوئی شخص (مرد ہو یا عورت) بحالت جنابت روزہ رکھے تب بھی روزہ ہو جائے گا بلکہ دن بھر جنبی ہی رہے جب بھی روزہ ہو جائے گا اگرچہ بوقت نماز غسل نہ کرنے کی وجہ سے سخت گنہگار ہوگا مگر روزہ صحیح ہو جائے گا پھر حائضہ کو روزہ رکھنے کی اجازت نہیں تو نماز پڑھنے کی اجازت بطریق اولیٰ نہ ہو گی اس لئے کہ نماز کے لئے طہارت شرط ہے۔

اور چونکہ صوم کے اندر قضا واجب ہے اسلئے امام بخاریؒ نے صوم کا باب مقدم رکھا اور تیرہ ابواب کے بعد نماز کے متعلق باب قائم کیا، باب لاتقضی الحائض الصلوٰۃ۔

تشریح اگر حائضہ کیلئے نماز چھوڑنے کے متعلق کوئی صریح حکم نہ بھی ہوتا تو بھی حائضہ کیلئے نماز کی اجازت نہ ہوتی کیوں کہ نماز کیلئے طہارت شرط ہے واذا فات الشرط فات المشروط۔

مسائل مستنبطہ (۱) دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔
(۲) عیدین کی نماز شہر سے نکل کر عیدگاہ میں پڑھنا مستحب ہے۔
(۳) لعن طعن کرنا حرام ہے البتہ جس کا کفر و شرک پر مرنا منصوص ہو اس پر لعنت جائز ہے جیسے ابوجہل امیہ بن خلف، اور فرعون وغیرہ۔

اس کے بغیر کسی مسلمان پر بلکہ غیر مسلم پر بھی لعن جائز نہیں اس سے یہ بھی ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ بعض لوگ محرم کے وعظ میں یزید پر لعنت کرتے ہیں یہ قطعاً جائز نہیں بلکہ اس کیلئے تو دعاء مغفرت کرنا چاہیئے۔ واللہ اعلم
(۴) حائضہ نہ نماز پڑھ سکتی ہے نہ روزہ رکھ سکتی ہے البتہ بعد میں روزے کی قضا کریگی نماز کی نہیں۔

فائدہ شروع میں عورتوں کیلئے عیدگاہ جانا جائز تھا لیکن اب فتنہ و فساد کے خطرات کی وجہ سے ممنوع ہے حضرت عائشہ رضؓ کا ارشاد ہے:۔

لولا ادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم ما احدث النساء لمنعهن المسجد كما منعت نساء بنى اسرائيل۔
(بخاری اول ص۱۲۰ و مسلم، ترمذی وغیرہ)

اگر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ان عورتوں کے نئے کرتوتوں کو (یعنی خوشبو لگا کر بناؤ سنگار کرکے نکلنا) دیکھ لیتے تو ضرور ان کو مسجد جانے سے منع کر دیتے جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں

بَابٌ تَقْضِى الْحَائِضُ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا اِلَّا الطَّوَافَ بِالْبَيْتِ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا بَاْسَ اَنْ تَقْرَأَ الْاٰيَةَ وَلَمْ يَرَ ابْنُ عَبَّاسٍ بِالْقِرَاءَةِ لِلْجُنُبِ بَاْسًا وَكَانَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ اَحْيَانِهٖ وَقَالَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ كُنَّا نُؤْمَرُ اَنْ يَّخْرُجَ الْحُيَّضُ فَيُكَبِّرْنَ بِتَكْبِيْرِهِمْ وَيَدْعُوْنَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَخْبَرَنِىْ اَبُوْ سُفْيَانَ اَنَّ هِرَقْلَ دَعَا بِكِتَابِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَرَاَهٗ فَاِذَا فِيْهِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَ يَا اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَنْ لَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا اِلٰى قَوْلِهٖ مُسْلِمُوْنَ وَقَالَ عَطَاءٌ عَنْ جَابِرٍ حَاضَتْ عَائِشَةُ فَنَسَكَتِ

المناسکَ کُلَّھَا غَیْرَ الطَّوافِ بالبیتِ وَلَا تُصَلِّی وقالَ الحکمُ اِنّی لَاَذْبَحُ وَاَنَا جُنُبٌ وَقالَ اللہُ عَزَّ وَجَلَّ وَلَا تَاکلوا مِمَّا لَمْ یُذْکَرِ اسْمُ اللہِ عَلَیْہِ)

ترجمہ حیض والی عورت حج کے سب کام کرتی رہے صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے اور ابراہیم نخعیؒ نے کہا حیض والی عورت اگر ایک آیت پڑھے تو قباحت نہیں اور حضرت ابن عباسؓ نے جنبی کیلئے قرآن مجید پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہر وقت ذکر اللہ کیا کرتے تھے اور ام عطیہؓ نے فرمایا ہم کو (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) حائضہ عورتوں کو عیدگاہ میں لیجانے کا حکم دیا جاتا ہے کہ وہ لوگوں کے ساتھ تکبیر اور دعا میں شریک ہوں اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ مجھ سے ابوسفیان نے بیان کیا کہ ہرقل (روم کے بادشاہ) نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خط کو منگوایا اور اس کو پڑھا اس میں یہ لکھا تھا کہ شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان ہے رحم والا اور یہ آیت لکھی تھی) اے کتاب والو ایسی بات پر آجاؤ جو ہم میں تم میں برابر مانی جاتی ہے کہ اللہ کے سوا ہم کسی کو نہ پوجیں اور اس کے ساتھ کسی کو نہ شریک کریں اخیر آیت تک۔ اور عطاءؒ نے جابرؓ سے روایت کی کہ حضرت عائشہؓ کو حیض آیا تو انہوں نے حج کے سب کام کیے، فقط خانہ کعبہ کا طواف نہیں کیا اور نماز نہیں پڑھتی تھیں اور حکم (ابن عتیبہ) نے کہا میں جنابت کی حالت میں جانور ذبح کرتا ہوں حالانکہ اللہ عز وجل نے فرمایا اس جانور میں سے مت کھاؤ جس پر (ذبح کرتے وقت) اللہ تعالیٰ کا ذکر نہ کیا گیا ہو۔

ربط ماقبل علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ باب سابق سے ربط یہ ہے کہ باب سابق میں حائضہ کے لئے ترک صوم کا ذکر تھا۔ جو فرض ہے اور اس باب میں ترک طواف کا بیان ہے جو حج کا ایک رکن و فرض ہے۔

مقصد ترجمہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں حائضہ عورت احرام کے بعد حج کے تمام ارکان ادا کرسکتی ہے مگر بیت اللہ کا طواف نہیں کرسکتی ہے (عمدہ)

تقریباً یہی حافظ ابن رجب حنبلی فرماتے ہیں" مقصود البخاری بھذا الباب اَنّ الحیض لا یمنع شیئاً من مناسک الحج غیر الطواف بالبیت والصلوٰۃ عقیبہ وان ماعدا ذالک من المواقف والذکر والدعاء لا یمنع الحیض شیئاً منہ فتفعلہ الحائض کلہ (فتح الباری للحافظ ابن رجبؒ)

لیکن اس صورت میں تو یہ مسئلہ کتاب الحج کا ہو جائے گا۔

حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ" والاحسن ماقالہ ابن رشید تبعاً لابن بطال وغیرہ ان مرادہ الاستدلال علی جواز قراءۃ الحائض والجنب بحدیث عائشۃؓ الخ

یعنی امام بخاریؒ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حائضہ کیلئے ذکر و اذکار اور تسبیح و تحمید وغیرہ ہے یہ مرجوح ہے بلکہ

امام بخاری کا مقصد حائضہ اور جنبی کیلئے تلاوت قرآن مجید کا جواز ثابت کرنا ہے اور یہی قول حافظ ابن بطال وابن رشید کا ہے۔

(حدثنا ابو نعیم قال حدثنا عبد العزیز بن ابی سلمة عن عبد الرحمن بن القاسم عن القاسم بن محمد عن عائشة قالت خرجنا مع رسول الله صلی الله علیه وسلم ولا نذکر الا الحج فلما جئنا سرف طمثت فدخل علیّ النبی صلی الله علیه وسلم وانا ابکی فقال ما یبکیک قلت لوددت والله انی لم احج العام قال لعلک نفست قلت نعم قال فان ذلک شیء کتبه الله علی بنات آدم فافعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطهری)

ترجمہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ (مدینہ سے) نکلے ہم حج کے علاوہ کسی چیز کا ذکر نہ کرتے تھے (یعنی حج ہی کے ارادہ سے نکلے، ہماری زبان پر حج کے علاوہ کوئی ذکر نہیں تھا) پس جب ہم مقام سرف میں پہونچے تو مجھے حیض آگیا (اس حادثہ پر) میں رو رہی تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے آپؐ نے فرمایا تمہیں کیا چیز رلا رہی ہے؟ میں نے عرض کیا مجھے یہ آرزو ہے کہ کاش میں اس سال حج کیلئے نہ آئی ہوتی آپؐ نے فرمایا شاید تجھ کو نفاس (یعنی حیض) آگیا میں نے کہا جی ہاں آپؐ نے فرمایا پھر تو یہ ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی بیٹیوں کیلئے لکھ دیا ہے اب تو حاجیوں کے سب کام کرتی رہ فقط خانہ کعبہ کا طواف نہ کر جبتک پاک نہ ہوجائے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقة الحدیث للترجمة فافعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حتی تطهری"

تعدد مواضعہ والحدیث ههنا ص۴۴ ومر الحدیث ص۴۳ ویاتی ص۲۱۱ تا ص۲۱۲ مطولا وص۲۲۳ وص۲۳۲ وص۲۴۰ وص۲۴۱ وص۸۳۲ وص۲۸۴

تشریح امام بخاریؒ کا اصل مقصد اس باب سے یہ ہے کہ حائضہ اور جنبی کے لئے قرآن مجید کی تلاوت کرنی جائز ہے جیسا کہ محدث (بے وضوء) کے لئے جمہور کے نزدیک تلاوت جائز ہے۔

مذاہب ائمہ کی تفصیل

اس سلسلے میں تین مذاہب ہیں:۔

(۱) امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ، اور امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ یعنی جمہور صحابہ وتابعین کے نزدیک قرآن مجید کی تلاوت جائز نہیں نہ جنبی کیلئے نہ حائضہ کیلئے البتہ ما دون الآیۃ کی عند الاحناف گنجائش ہے نیز اگر تلاوت قرآن کی نیت نہ ہو بلکہ دعا اور ذکر کی نیت ہو تو پوری آیت کی بھی اجازت ہے۔

(۲) امام بخاریؒ، امام داؤد ظاہری اور ابن المنذر کے نزدیک جنب اور حائضہ دونوں کیلئے تلاوت قرآن مطلقا جائز ہے۔

(۳) امام مالکؒ سے دو قول منقول ہے ایک قول مطلقا جواز کا ہے یعنی جنبی اور حائضہ کیلئے تلاوت جائز ہے اور امام مالکؒ کے دوسرا قول یہ ہے کہ جنبی کیلئے تلاوت ناجائز مگر حائضہ کیلئے جائز ہے اور اسکی وجہ

یہ ہے کہ حیض ایک غیر اختیاری چیز ہے اور حیض کی مدت بھی بہ نسبت جنابت زیادہ ہوتی ہے جنبی جب چاہے غسل کر کے پاک ہو سکتا ہے بخلاف حائضہ کے۔ اس لئے حائضہ کیلئے قرآن مجید پڑھنا جائز ہے کیوں کہ اگر نہ پڑھیگی تو قرآن بھول جائے گی۔

امام بخاری رح کے استدلالات

امام بخاری رح نے سب سے پہلے ابراہیم نخعی رح کا قول پیش کیا ہے کہ حیض والی عورت اگر آیت پڑھے تو کوئی حرج نہیں۔

اولاً تو جمہور صحابہ و تابعین، ائمہ کبار و محدثین رحمہم اللہ کے متفقہ فیصلہ کے خلاف مسلک بنانے کے لئے مضبوط و مستحکم دلیل کتاب و سنت سے پیش کرنے کی ضرورت تھی لیکن امام بخاری نے ایک تابعی کا قول پیش کیا ہے، تابعی کے سلسلے میں امام اعظم رح فرماتے ہیں ہم رجال ونحن رجال۔

پھر ابراہیم نخعی رح کا قول بھی واضح نہیں ہے کیوں کہ احتمال ہے کہ ابراہیم نخعی نے بطور دعا وذکر ایک آیت کی اجازت دی ہو اور ہمارا مسلک بھی یہی ہے کہ ذکر و دعا کی نیت سے قرآن مجید کی آیت پڑھی جائے تو کوئی حرج نہیں صرف تلاوت کی نیت سے ممنوع ہے۔

دوسرا استدلال

امام بخاری رح کا دوسرا استدلال حضرت ابن عباس رض کے اثر سے ہے کہ جنبی کے لئے تلاوت قرآن مجید میں کوئی حرج نہیں ہے

امام بخاری رح نے یہاں حائضہ کو جنبی پر قیاس کیا ہے حالانکہ یہ قیاس درست نہیں کیوں کہ جنابت کی نجاست اور حیض کی نجاست میں فرق ہے جنابت کی نجاست حکمی ہے اور حیض کی نجاست حقیقی۔

حافظ عسقلانی وغیرہ نے ابن المنذر سے حضرت ابن عباس رض کے اس اثر کو موصولا ان الفاظ میں ذکر کیا ہے "کان یقرؤ وردہ وھو جنب" یعنی ابن عباس رض جنابت کیحالت میں بھی اپنا ورد (وظیفہ) پورا کر لیتے تھے۔

حالاں کہ اسمیں احتمال ہے کہ قرآنی آیات کے علاوہ وظیفہ ہو یا آیت قرآنی کے دعائیہ کلمات ہوں یا تلاوت کی نیت نہ ہو واذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال۔

تیسرا استدلال

امام بخاری رح وغیرہ کا تیسرا استدلال اور اہم ترین استدلال حضرت عائشہ رض کی معروف حدیث ہے جو صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۱۶۲ میں سند متصل سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی یاد اپنے جملہ اوقات میں کیا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ جملہ اوقات میں طہارت کا وقت اور جنابت کا وقت شامل ہے اور قرآن و حدیث میں قرآن مجید پر ذکر کا اطلاق موجود ہے مثلاً نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون، نیز انزلنا الیک الذکر، اور حدیث میں ہے خیر الاذکار القرآن"

جمہور کیطرف سے جواب یہ ہے کہ اولاً تو اس سے ذکر قلبی مراد ہے جس کا کسی کو انکار نہیں۔ ثانیاً اگر لسان ہی مراد لیجائے تو یہ احیان و احوال متواردہ پر محمول ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مختلف احوال

میں مناسب حال اللہ کا ذکر فرماتے تھے مثلاً سواری پر چڑھنے اور اُترنے کی حالت میں سونے اور بیدار ہونے کی حالت، مسجد میں داخل ہونے اور نکلنے کی حالت ان مختلف احیان و اوقات میں جو دعائیں اور اذکار آپؐ نے اختیار فرمائے ان کی تفصیل کتب حدیث میں موجود ہے اب اگر کسی دعا و ذکر میں قرآن مجید کی آیت کا ٹکڑا شامل ہے تو وہ ذکر کے طور پر ہے تلاوت کے طور پر نہیں معلوم ہوا کہ یہ استدلال صحیح نہیں۔

چوتھا استدلال چوتھا استدلال حضرت ام عطیہ رضؓ کی روایت سے ہے امام بخاری رحؒ نے یہاں تعلیقاً ذکر کیا ہے لیکن ابواب العیدین ص۱۳۲ پر موصولاً ذکر فرمایا ہے، امام بخاریؒ اس سے استدلال کرتے ہیں کہ حضرت امّ عطیہ رضؓ فرماتی ہیں کہ ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ عید کے دن عورتوں کو بھی ساتھ لے چلیں تاکہ وہ لوگوں کے ساتھ نہ تکبیر اور دعا میں شریک ہوں امام بخاری رحؒ یدعون سے استدلال کرتے ہیں، کشمیہنی نے یدعیون روایت کیا ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جب وہ دعا کریں گی تو قرآنی دُعائیں مثلاً ربنا آتنا فی الدنیا حسنة وفی الاخرة حسنة وقنا عذاب النار بھی پڑھیں گی، معلوم ہوا کہ حالت حیض میں قرآن مجید پڑھنا جائز ہے۔

یہ استدلال اسلئے مثبت مدعا نہیں کہ دعا میں قرآنی آیت کا آجانا تلاوت قرآن کی نیت سے نہیں اور گفتگو تلاوت کی نیت سے قرآن مجید پڑھنے میں ہے جو اس دلیل سے ثابت نہیں۔

حضور اقدس صؐ کے مکتوب گرامی سے استدلال پانچواں استدلال حدیث ہرقل سے ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کافر (ہرقل بادشاہ روم) کے پاس مکتوب گرامی بھیجا جس میں سورہ آل عمران کی پوری آیت ہے آپؐ نے اس لئے ہی بھیجا کہ وہ پڑھے اور یہ معلوم ہے کہ کافر کی نیت معتبر نہیں تو اس کا غسل بھی صحیح نہیں اور نہ وضو معتبر، پس کافر ہر حال میں بحکم جنابت ناپاک ہے اور اس نے گرامی نامہ کو ہاتھ سے چھوا بھی اور پڑھا بھی جواب صاف ہے کہ یہ استدلال اسلئے درست نہیں کہ وضو اور غسل میں نیت کی شرط اتفاقی مسئلہ نہیں، ثانیاً یہ تو اسلام کی دعوت وتبلیغ کے طور پر مراسلہ لکھا گیا بہ نیت تلاوت نہیں بھیجا گیا، ثالثاً اس گرامی نامہ کے وقت تک یہ آیت نازل ہی نہیں ہوئی تھی یہ آیت تو نجرانی نصاریٰ کے وفد کے بارے میں ۹ھ سنة الوفود میں نازل ہوئی، تو معلوم ہوا کہ یہ کلمات مبارکہ نص قرآنی نہ تھے یہ تو قلب مبارک میں وحی غیر متلو کے طور پر القا ہوا تھا پس استدلال درست نہیں۔

قول عطاء سے استدلال چھٹا استدلال عطاءؒ کی معلق روایت سے ہے جس کو انہوں نے حضرت جابرؓ سے نقل کیا کہ حضرت عائشہ رضؓ کو جب حیض کا عذر پیش آگیا تو انہوں نے طواف کے علاوہ حج کے تمام ارکان ادا کئے ان ارکان میں جو اذکار اور دعائیں ہیں ان میں قرآن مجید

کی آیات بھی ہیں، معلوم ہوا کہ حائضہ تلاوت قرآن کر سکتی ہے اور چوں کہ جنابت کی نجاست حیض سے کم ہے تو جنابت میں بطریق اولیٰ اجازت ہونی چاہیئے۔

جواب یہاں بھی صاف ہے کہ دعاء و ذکر اور بہ نیت تلاوت میں فرق ہے اسلئے اس سے حائضہ اور جنبی کیلئے قرأت قرآن پر استدلال درست نہیں۔

حکم بن عتیبہ کے عمل سے استدلال ساتواں استدلال حکم بن عتیبہؒ کے قول سے ہے کہ میں جنابت کیحالت میں بھی ذبح کرلیتا ہوں۔

اس سے بھی جواز تلاوت پر استدلال درست نہیں کیوں کہ ذبح کے وقت صرف ذکر اللہ ضروری ہے یعنی بسم اللہ اللہ اکبر، اور ظاہر ہے کہ اس کو تلاوت قرآن نہیں کہا جاسکتا، ذکر اللہ کی اجازت جنبی اور حائضہ کیلئے ہمارے یہاں بھی ہے۔

حدیث باب سے استدلال یہ روایت کتاب الحیض کے شروع میں حدیث ۲۸۹ گذر چکی ہے امام بخاریؒ کا استدلال حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد

فافعلی مایفعل الحاج غیران لا تطوفی بالبیت حتی تطھری" سے ہے۔

مقصد یہ ہے کہ جب حائضہ طواف بیت اللہ کے علاوہ جملہ امور کر سکتی ہے تو قرأت قرآن سے ممانعت کی کوئی وجہ نہیں اسلئے کہ مناسک حج میں ایسی دعائیں ہیں جن میں قرآنی آیات بھی آتی ہیں امام بخاریؒ دراصل تلاوت قرآن اور دعا وغیرہ میں فرق نہیں کرتے۔

جمہور کے دلائل حضرت علیؓ سے طویل روایت ہے جس کا آخری ٹکڑا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت قرآن سے جنابت کے علاوہ کوئی چیز نہیں روکتی تھی

(ابوداؤد جلد اول ص۳۰) نسائی باب حجب الجنب من قراءۃ القرآن ص۳۰ ابن ماجہ باب ماجاء فی قرأۃ القرآن علی غیر طہارۃ ص۴۴ وطحاوی وغیرہ۔

۲ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لا تقرأ الحائض ولا الجنب شیئاً من القرآن (ترمذی اول باب ماجاء فی الجنب والحائض انہما لایقرآن القرآن ص۱۹۔

آخر میں امام ترمذیؒ کہتے ہیں" وھو قول اکثر اھل العلم من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ علیہ وسلم والتابعین ومن بعدھم مثل سفیان الثوری وابن المبارک والشافعی واحمد واسحاقؒ قالوا لا تقرء الحائض و لا الجنب من القرآن شیئاً الا طرف الآیۃ والحرف ونحو ذالک ورخصوا للجنب والحائض فی التسبیح والتھلیل۔

اس مضمون کی اور بھی روایات ہیں مگر چونکہ امام بخاریؒ کے شرط و معیار پر نہیں تھیں اس لئے امام بخاری نے اس کو نہیں لیا لیکن تعدد روایات کیوجہ سے یہ روایات حسن کے درجہ کی ہیں جو بالاتفاق

مقبول اور حجت ہیں۔ واللہ اعلم

بَابٌ ۲۱

الاِسْتِحَاضَةِ

استحاضہ کا بیان

۲۹۹ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ اَنَّهَا قَالَتْ قَالَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ اَبِيْ حُبَيْشٍ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّيْ لَا اَطْهُرُ اَفَاَدَعُ الصَّلٰوةَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا ذٰلِكِ عِرْقٌ وَلَيْسَ بِالْحَيْضَةِ فَاِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَاتْرُكِي الصَّلٰوةَ فَاِذَا ذَهَبَ قَدْرُهَا فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ

ترجمہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ فاطمہ بنت ابی حبیش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میں پاک نہیں ہوتی (خون نہیں رکتا) کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ ایک رگ کا خون ہے حیض نہیں ہے تو جب حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دے۔ پھر جب اندازہ کے مطابق ایام گذر جائیں تو اپنے بدن سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ انما ذلك عرق ولیس بالحیضۃ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۴ ومر ص۳۶ ویاتی ص۴۶ وص۴۷ ومسلم اول ص۱۵۱ وابوداؤد اول باب اذا اقبلت الحیضۃ تدع الصلوٰۃ ص۳۸۔

مقصد امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد یہ ہے کہ حیض اور استحاضہ کے احکام مختلف ہیں استحاضہ ایک عذر ہے جس میں مستحاضہ نماز پڑھے گی اور روزہ بھی رکھیگی نیز مباشرت بھی جائز و درست ہے۔

ربط ماقبل قال العینی رحمہ اللہ والمناسبۃ بین البابین ظاھرۃ لان الحیض والاستحاضہ من احکام المرأۃ (عمدہ)

استحاضہ کی تعریف ھی دم یخرج من المرأۃ فی غیر اوقاتہ المعتادۃ یسیل من العاذل وھو عرق فی ادنی الرحم دون قعرہ (المنھل ص۹۱/۳)

یعنی استحاضہ وہ خون ہے جو عورت (کے فرج) سے اوقات معتادہ کے علاوہ (غیر وقت میں) رگ عاذل

سے جاری ہوتا ہے جو رحم کے قریب ہے دفیہ بحث کیوں کہ بعض مرتبہ کسی بیماری کے سبب قعر رحم سے ہی خون کا اخراج معمول سے زیادہ ہو جاتا ہے اور وہ استحاضہ ہی ہے اس سے معلوم ہوا کہ استحاضہ کے اسباب مختلف ہوتے ہیں۔

والاستحاضۃ لغۃ سیلان الدم فی غیر اوقاتہ المعتادۃ وفسر والحیض شرعا بانہ دم ینفضہ رحم امرأۃ بالغۃ من غیر داء۔

استحاضہ حیض ہی سے باب استفعال ہے اور استفعال کی ایک خاصیت انقلاب وتغیر ماہیت ہے۔ یہاں بھی حیض میں تغیر واقع ہو کر استحاضہ ہو گیا ثم ان العاذل لیس اسما لذالک العرق کما یفھم بل سمی بہ ذالک العرق وصفالہ بالعاذل فانہ اصبح سبب للعذل واللوم

(معارف السنن)

مطلب یہ ہے کہ عاذل اس رگ کا نام نہیں ہے بلکہ چونکہ اس سے خروج دم سبب عذل وملامت ہے اس لئے اسے عاذل کہتے ہیں۔

واضح رہے کہ حیض ہمیشہ بصیغہ معروف استعمال ہوتا ہے کمایقال حاضت المرأۃ اور استحاضہ بصیغۂ مجہول استحیضت المرأۃ۔

اس میں نکتہ یہ ہے کہ اشارہ ہے اس بات کیطرف کہ دم استحاضہ خلاف عادت اور غیر معروف چیز ہے فکانہ امر جھل سببہ۔ بخلاف حیض کے کہ وہ معروف اور جانی پہچانی چیز ہے سب ہی عورتوں کو آتا ہے۔

بیان مذاہب حیض کا خون بند ہونے کے بعد اگر استحاضہ کی شکل ہو تو مستحاضہ پر صرف ایک غسل واجب ہے یہی مذاہب ائمہ اربعہ اور جمہور فقہاء کا ہے۔

اب غسل کے بعد احناف کے نزدیک ہر نماز کے پورے وقت کیلئے وضو کرنا ضروری ہوگا اور دوسری نماز کا وقت آنے سے پہلے اندرون وقت وقتی فرض کے علاوہ اور فرائض ونوافل بھی ادا کئے جا سکتے ہیں اور جب دوسری نماز کیلئے دوسرا وقت آئے گا تو اس کیلئے الگ وضو کرنا ہوگا۔ یعنی خروج وقت ناقض وضو ہوگا۔

حضرات شوافع رح کے نزدیک ہر نماز کیلئے وضو ضروری ہے یعنی ایک وضو سے ایک ہی فریضہ ادا کیا جا سکتا ہے البتہ تبعاً نوافل بھی درست ہے لیکن دوسرے فرض کیلئے دوسرا وضو لازم ہوگا۔

حنفیہ کی دلیل حدیث الباب ہے اذا اقبلت الحیضۃ فاترکی الصلوۃ یعنی جب حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دے فاذا ذھب قدرھا الخ اور جب اندازہ کے مطابق وہ ایام گذر جائیں الخ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اقبال حیض سے مراد ایام عادت ہے جیسا کہ حنفیہ کہتے ہیں نہ کہ الوان دم جیسا کہ شوافع کہتے ہیں۔

کیونکہ لون مقدار کے قبیل سے نہیں بلکہ کیف کے قبیل سے ہے۔

حضرات شوافع کی دلیل دلیل فان دم الحیض دم اسود یعرف لیکن اولاً تو اس لفظ کے مرفوع ہونے میں کلام ہے یہ مدرج ہے۔

ثانیا یہ حوالہ کرنا ہے اغلب احوال پر اس پر نفس حکم کا مدار نہیں تفصیل کیلئے یہی روایت عنقریب آرہی ہے بابٌ اذا احاضت فی شہر ثلث حیض بخاری ص۴۷ کے پہلے باب میں انشاء اللہ الرحمان۔

باب[۲۱] غسل دم الحیض

خون حیض دھونے کا بیان

۳۰۰ (حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالکؒ عن ھشام بن عروۃ عن فاطمۃ بنت المنذر عن اسماء بنت ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنھما انھا قالت سألت امرأۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقالت یا رسول اللہ ارأیت احدانا اذا اصاب ثوبھا الدم من الحیضۃ کیف تصنع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا اصاب ثوب احداکن الدم من الحیضۃ فلتقرصہ ثم لتنضحہ بماء ثم لتصلی فیہ)

ترجمہ حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ایک عورت (اسماءؓ) نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم آپ تبلائیے اگر ہم میں سے کسی کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو وہ کیا کرے؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تم میں سے کسی کے کپڑے پر حیض کا خون لگ جائے تو اس کو کھرچ ڈالے پھر پانی سے دھو ڈالے پھر اس میں نماز پڑھے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۴ تا ۴۵ ومر ص۳۶۔

۳۰۱ (حدثنا اصبغ قال اخبرنی ابن وھب قال اخبرنی عمرو بن الحارث عن عبد الرحمن بن القاسم حدثہ عن ابیہ عن عائشۃ قالت کانت احدانا تحیض ثم تقترص الدم من ثوبھا عند طھرھا فتغسلہ وتنضح علی سائرہ ثم تصلی فیہ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا پھر وہ طہر کے وقت (یعنی جب وہ پاک ہوتی) خون اپنے کپڑے پر سے کھرچ ڈالتی پھر اس کو دھوتی اور سارے کپڑے پر پانی چھڑک دیتی پھر اس کپڑے میں نماز پڑھتی۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ۔

مقصد حیض کا خون جس میں ناپاکی کے ساتھ گھناؤناپن بھی ہے اس لئے اس کے دھونے میں مبالغہ کی ضرورت ہے امام بخاری رحؒ اس ترجمہ میں اسی مبالغہ غسل کی کیفیت بیان کرنا چاہتے ہیں کہ دھونے سے پہلے قرص کرے یعنی پہلے تو تھوڑا تھوڑا پانی ڈال کر انگلیوں اور ناخونوں سے ملے۔ اس ملنے اور کھرچنے کی ضرورت اس وجہ سے ہے کہ کپڑے کے تاروں تک جو خون پہونچ جاتا ہے وہ بھی دھونے میں نکل جائے پھر اس جگہ کو پانی سے دھوکر بقیہ حصوں پر پانی کا چھڑکاؤ کر دیتی تھیں تاکہ وسوسہ ختم ہوجائے۔

باب ۲۱۲

(اعتِکافُ المُستَحاضَۃِ)

مستحاضہ اعتکاف کرسکتی ہے

۳۰۲ (حَدَّثَنَا اِسحاقُ بنُ شاھِینَ ابو بِشرٍ الواسِطِیُّ قالَ اَخبَرَنَا خَالِدُ بنُ عَبدِ اللہِ عَن خَالِدٍ عَن عِکرِمَۃَ عَن عائِشَۃَ رَضِیَ اللہُ عَنھا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللہُ علیہ وسلَّم اعتَکَفَ مَعَہٗ بَعضُ نِسَائِہٖ وَھِیَ مُستَحاضَۃٌ تَرَی الدَّمَ فَرُبَّمَا وَضَعَتِ الطَّستَ تَحتَھَا مِنَ الدَّمِ وَزَعَمَ اَنَّ عائِشَۃَ رَاَتْ مَاءَ العُصفُرِ فَقالَتْ کَاَنَّ ھٰذا شَیئٌ کَانَتْ فُلَانَۃُ تَجِدُہٗ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپؐ کی ایک بیوی نے اعتکاف کیا جبکہ وہ استحاضہ میں مبتلا تھی وہ اکثر خون دیکھتی رہتیں کبھی خون کی وجہ سے اپنے تلے طشت رکھ لیتیں، عکرمہ نے کہا (ایک بار) حضرت عائشہ رضؓ نے کسم کا پانی دیکھا تو کہنے لگیں یہ تو گویا وہی ہے جو فلانی (استحاضہ کی حالت میں) دیکھتی تھی۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ اعتکف معہ بعض نسائہ وہی مستحاضۃ۔

۳۰۳ (حدثنا قتیبۃ قال ثنا یزید بن زریع عن خالد عن عکرمۃ عن عائشۃ قالت اعتکفت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امرأۃ من ازواجہ فکانت تری الدم والصفرۃ والطست تحتہا وھی تصلی)

ترجمہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی بیویوں میں سے ایک نے اعتکاف کیا تو وہ (سرخ) خون اور زردی دیکھا کرتیں اور طشت ان کے نیچے ہوتا اور وہ نماز پڑھتی رہتیں۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۵ ومر فی ھذا الباب ص۴۵ ویاتی فیہ ص۴۵ وفی الصوم ص۲۷۳ وابوداؤد فی الصیام ص۳۳۵ ابن ماجہ فی الصوم ص۱۲۸۔

۳۰۴ (حدثنا مسدد ثنا معتمر عن خالد عن عکرمۃ عن عائشۃ ان بعض امھات المؤمنین اعتکفت وھی مستحاضۃ)

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ بعض امہات المومنین نے استحاضہ کی حالت میں اعتکاف کیا۔

مقصد امام بخاریؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مستحاضہ اعتکاف کر سکتی ہے۔
شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں ای انہ جائز ثابت اصلا " البتہ عورت مسجد بیت میں اعتکاف کرے تو بہتر ہے۔ مسجد بیت سے مراد یہ ہے کہ گھر میں جو جگہ نماز کیلئے متعین کر لی گئی ہو۔ مستحاضہ کے لئے مسجد کا اعتکاف خلاف مصلحت ہے۔

حضرت گنگوہیؒ نے فرمایا ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ تبلانا ہے کہ حیض کی وجہ سے جو امور ممنوع تھے استحاضہ کیوجہ سے ان کی ممانعت نہیں ہے البتہ اتنی احتیاط کی ضرورت تھی کہ مسجد کی تلویث نہ ہو۔

علامہ ابن الجوزی کہتے ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات میں سے کوئی بھی مستحاضہ نہ تھی، علامہ عینیؒ اسکی تردید میں فرماتے ہیں" کان ابن الجوزی قد ذھل عن الروایتین فی ھذا الباب الخ (عمدۃ ص۲۹ ج۳ ایضا فتح الباری ص۳۲۶ ج۱)

مطلب یہ ہے کہ علامہ ابن جوزی کو بخاری شریف کی ان دو حدیثوں سے غفلت ہوئی اسلئے کہ یہاں حدیث ۳۰۳ میں تصریح ہے امرأۃ من ازواجہ الخ
اور حدیث ۳۰۴ کے الفاظ ہیں: ان بعض امھات المؤمنین اعتکفت وھی مستحاضۃ۔
بس یہ دو روایتیں ابن جوزیؒ کی تردید کیلئے کافی ہیں۔

باب ۲۱۳

(هَلْ تُصَلِّى الْمَرْأَةُ فِي ثَوْبٍ حَاضَتْ فِيهِ)

جس کپڑے میں عورت کو حیض آئے کیا وہ اسمیں نماز پڑھ سکتی ہے؟

۳۰۵ (حَدَّثَنَا أَبُو نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ أَبِي نَجِيحٍ عَنْ مُجَاهِدٍ قَالَ قَالَتْ عَائِشَةُ مَا كَانَ لِإِحْدَانَا إِلَّا ثَوْبٌ وَاحِدٌ تَحِيضُ فِيهِ فَإِذَا أَصَابَهُ شَيْءٌ مِنْ دَمٍ قَالَتْ بِرِيقِهَا فَمَصَعَتْهُ بِظُفُرِهَا)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ (آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں) ہم میں سے کسی کے پاس صرف ایک کپڑا ہوتا وہ حیض میں بھی اسی کو پہنتی جب اس میں کوئی خون لگ جاتا تو تھوک لگا کر اپنے ناخن سے اس کو چھیل ڈالتی (اس کے بعد اس جگہ کو دھو دیتی)
شاہ ولی اللہ صاحب رح فرماتے ہیں" ولم یذکر ھذا اختصارا واعتمادا علی الظاھر"
(شرح تراجم)

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "ماکان لاحدانا الا ثوب واحد تحیض فیہ"
اور ظاہر ہے کہ اسی کپڑے کو پاک کر کے اسی میں نماز پڑھتی، جس سے مطابقت ظاہر ہے۔

مقصد شاہ ولی اللہ صاحب رح شرح تراجم میں فرماتے ہیں: یہاں امام بخاری رح عورت کے لئے ان ہی کپڑوں میں نماز کا جواز ثابت کر رہے ہیں جن میں اس نے ایام حیض گذارے ہیں۔
اسکی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اسلام سے قبل عورتیں حیض کے کپڑوں کو تبدیل کر دیتی تھیں ولکن یرین ذالک واجبا اور اس کو انتہائی ضروری سمجھتی تھیں۔
امام بخاری بتانا چاہتے ہیں کہ ایام حیض کا مستعمل کپڑا اگر آلودہ ہو گیا ہے تو اتنے حصہ کو دھو دیا جائے اور اگر آلودگی سے محفوظ ہے تو وہ پاک ہے اور اس میں نماز پڑھی جا سکتی ہے۔

تنگی اور فراخی کے دور میں فرق ترجمہ اور حدیث الباب کا مقصد صرف ایام حیض کے کپڑوں میں نماز کا جواز ثابت کرنا ہے۔
ممکن ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ کا یہ ارشاد اس ابتدائی دور سے متعلق ہو جو قلت وسائل اور تنگی کا دور تھا جس میں حیض اور طہر کا لباس الگ نہ ہوتا ہو اور فتوحات و فراخی کے بعد یہ شکل نہ رہی ہو جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضؓ کا ارشاد باب ۲۰۲ کے تحت حدیث ۲۹۳ میں گذر چکا ہے فاخذت ثیاب

حیضتی۔ اور میں ایام حیض کے کپڑے پہنکر آئی۔
اگرچہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد خون حیض سے احتیاط کیلئے خاص لنگوٹ ہے۔ جو حیض کے لئے متعین کیا جاتا تھا پورا کپڑا مراد نہیں۔
مگر یہ تو صرف احتمال کی بات ہے حضرت ام سلمہؓ کے الفاظ تعدد لباس پر دلالت کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے یہاں ایام حیض اور ایام طہر کا لباس الگ تھا اور حضرت عائشہؓ کے ارشاد کا تعلق بدء اسلام سے تھا جو درحقیقت قلت اور شدت کا دور تھا۔
اگر اللہ تعالےٰ وسعت وکشائش عطا فرمائے تو بلاشبہ تعدد لباس میں کوئی مضائقہ نہیں بلکہ اما بنعمۃ ربک فحدث کا مظاہرہ ہونا چاہیئے۔ واللہ اعلم

باب

(الطِّيبُ لِلْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيضِ)

حیض کا غسل کرتے وقت عورت کا خوشبو لگانا

۳۰۶ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بنُ عَبْدِ الوَهَّابِ قَالَ حَدَّثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَيْدٍ عَنْ أَيُّوبَ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ كُنَّا نُنْهَى أَنْ نُحِدَّ عَلَى مَيِّتٍ فَوْقَ ثَلَاثٍ إِلَّا عَلَى زَوْجٍ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا وَلَا نَكْتَحِلَ وَلَا نَتَطَيَّبَ وَلَا نَلْبَسَ ثَوْبًا مَصْبُوغًا إِلَّا ثَوْبَ عَصْبٍ وَقَدْ رُخِّصَ لَنَا عِنْدَ الطُّهْرِ إِذَا اغْتَسَلَتْ إِحْدَانَا مِنْ مَحِيضِهَا فِي نُبْذَةٍ مِنْ كُسْتِ أَظْفَارٍ وَكُنَّا نُنْهَى عَنِ اتِّبَاعِ الْجَنَائِزِ رَوَاهُ هِشَامُ بْنُ حَسَّانٍ عَنْ حَفْصَةَ عَنْ أُمِّ عَطِيَّةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ حضرت ام عطیہؓ نے فرمایا کہ ہمیں اس بات سے منع کیا جاتا تھا کہ ہم کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ منائیں مگر شوہر (کی موت) پر چار مہینے دس دن تک کے سوگ کا حکم تھا اور حکم یہ تھا کہ سوگ کے دنوں میں نہ سرمہ لگائیں اور نہ خوشبو اور نہ کوئی رنگین کپڑا پہنیں مگر جس کپڑے کا سوت بناوٹ سے پہلے رنگا گیا ہو، اور ہم کو حیض سے پاک ہوتے وقت یہ اجازت تھی کہ جب حیض کا غسل کرے تو تھوڑا کست الاظفار لگالے اور ہم عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانا بھی منع ہوا تھا۔ اس حدیث کو ہشام بن حسان نے بھی حضرت حفصہ (بنت سیرین) سے روایت کیا انہوں نے عطیہؓ سے

انہوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ وقد رخص لنا عند الطھر الی آخرہ۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۵ ویاتی فی الجنائز ص۱۷۰ وفی الباب احداد المراۃ ص۱۷۰ وفی الطلاق ص۸۰۴ وایضا فی الباب المتصل ص۸۰۴ وایضا فی الباب الاتی ص۸۰۴ ومسلم فی الطلاق ص۴۸۸ وابوداؤد فی الطلاق ص۳۱۵ والنسائی جلد ثانی فی الطلاق ماتجتنب الحادۃ من الثیاب المصبغۃ ص۱۱۰ وابن ماجہ فی الطلاق ص۱۵۲

مقصد باب سابق کی روایت میں دم حیض سے کپڑے کو پاک وصاف کرنے کا حکم تھا جسے تنظیف کہتے ہیں اب اس باب میں یہ بیان فرمایا ہے کہ حیض نے غسل کرنے کے وقت مقام مخصوص پر بدبو رفع کرنے کیلئے عورت خوشبو کا استعمال کرے یعنی تنظیف کے بعد تطییب تبلائی، حتیٰ کہ اگر ایام سوگ میں غسل حیض کی نوبت آئے تو اس سوگ کرنے والی کو بھی خون حیض کی بدبو دور کرنے کے لئے خوشبو کا استعمال درست ہے علامہ قسطلانی رح کہتے ہیں کہ شرط یہ ہے کہ وہ عورت احرام نہ باندھے ہو، شاہ ولی اللہ صاحب رح شرح تراجم میں فرماتے ہیں: یعنی انہ سنۃ۔

تشریح شروح بخاری مثلاً فتح الباری، عمدۃ القاری کی سند میں قال حدثنا حماد بن زید عن ایوب عن حفصۃ کے بعد قال ابو عبد اللہ او ھشام بن حسان عن حفصۃ عن ام عطیۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ ہے۔

قال ابو عبد اللہ سے مذکورہ عبارت صرف بعض نسخوں (المستملی اور کریمہ) میں ہے اور ابو عبد اللہ سے مراد خود مصنف یعنی امام بخاری رح ہیں۔

مطلب یہ ہے امام بخاری رح کہتے ہیں کہ حماد کو یہ شک ہوا کہ ان دونوں شیوخ ایوب اور ہشام میں سے کسی نے یہ روایت حفصہ سے نقل کی ہے۔

امام بخاری رح نے اس حدیث کو اسی سند سے کتاب الطلاق ص۸۰۴ میں لایا ہے مگر یہ اظہار شک کی عبارت نہیں ہے کنا ننھیٰ والصحابی اذا قال اُمرنا اور نھینا فانہ یکون فی حکم المرفوع عند الاکثرین۔ حفصۃ سے مراد حفصہ بنت سیرین انصاریہ ہیں ان کی کنیت ام الہذیل ہے اسی طرح عمدۃ القاری وغیرہ میں ہے مولانا وحید الزماں صاحب رح سے تیسیر الباری جلد اول کے اندر ترجمہ میں سبقت قلم واقع ہو کر غلطی سے ام المومنین حفصہ لکھ گیا ہے۔

نحد بضم النون وکسر المھملہ احداد باب افعال سے زینت کو چھوڑ دینا، سوگ کرنا الاثوب عصب، بفتح العین وسکون الصاد المھملتین یعنی چادر جس کے سوت میں پہلے چند گرہیں باندھ لیجاتی

تھیں پھر اسی حالت میں رنگنے کے بعد کپڑا بُنا جاتا تھا (عمدۃ القاری) جہاں جہاں گرہیں ہونگی وہاں رنگ نہیں چڑھیگا بلکہ سادہ رہ جائے گا۔ غالباً اسی وجہ سے بعض حضرات نے کہا ہے کہ عصب دھاری دار چادر کو کہتے ہیں۔

حدیث شریف کا مقصد یہ ہے کہ سوگ (اور عدت) کیحالت میں ان تمام کپڑوں کی ممانعت ہے جو کپڑے بغرض زینت رنگے جاتے تھے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں قال ابن المنذر اجمع العلماء علی انہ لا یجوز للحادۃ لبس الثیاب المعصفرۃ والمصبغۃ الا ما صبغ بسواد فرخص بالمصبوغ بالسواد الخ (شرح مسلم ص۴۸۹) معلوم ہوا کہ کالے رنگ کا کپڑا جائز ہے تو ممکن ہے کہ ثوب عصب ہلکے کالے رنگ کا ہو کیونکہ دھاری دار چادر تو یمن کے اعلیٰ لباسوں میں شمار ہوتی تھیں جیسے رؤسا و سلاطین استعمال کرتے تھے چنانچہ علامہ ابن الہمام رحمہ اللہ کہتے ہیں: ولا تلبس العصب عندنا (بذل المجہود ص۳۲۷)

یہاں صرف یہ ذہن نشین رہے کہ ثوب عصب (یمن دھاری دار کپڑا) بھی اگر عمدہ باعث زینت ہے تو جائز نہیں کیوں کہ نسائی جلد ثانی باب ما تجتنب الحادۃ من الثیاب المصبغۃ ص۱۰۱ میں بجائے الا حرف استثناء کے لا مروی ہے یعنی روایت اس طرح ہے لا تلبس ثوبا مصبوغا ولا ثوب عصب الخ اس سے صاف ظاہر ہے کہ ثوب عصب بھی دوسرے رنگین کپڑوں کیطرح ممنوع ہے۔ بس ہر وہ کپڑا جس سے زینت مقصود ہو ممنوع ہوگا۔

نبذۃ بضم النون وبفتحها وسکون الباء الموحدۃ وبالذال المعجمۃ وھو الشیء الیسیر والمراد بہ القطعۃ جمع انباذ (عمدہ) یعنی تھوڑی سی چیز اور مراد اس سے ٹکڑا ہے۔

کست اظفار بخاری کتاب الطلاق ص۸۰۴ میں ایک نسخہ ہے کست ظفار بغیر الف مسلم شریف جلد اول ص۴۸۸ کی ایک روایت میں ہے نبذۃ من قسط او اظفار اور متصلا دوسری روایت میں ہے نبذۃ من قسط واظفار۔ نیز ابوداؤد اول ص۳۱۵ میں اور نسائی جلد ثانی ص۱۰۱ میں بھی اسی طرح واؤ حرف عطف کے ساتھ ہے من قسط واظفار، اور ابن ماجہ جلد ثانی ص۱۵۲ کتاب الطلاق میں اَو کے ساتھ من قسط او اظفار ہے۔ خلاصہ یہ ہے اس سلسلے کی روایات تین طرح سے منقول ہیں:۔

(۱) کستِ اظفار اضافت کے ساتھ بغیر عطف کے جیساکہ یہاں بخاری اول ص۴۵ اور بخاری ص۸۰۴ میں ہے۔

(۲) حرف عطف کے ساتھ قسط واظفار جیساکہ مسلم ص۴۸۸ کی ایک روایت میں ہے نیز نسائی اور ابوداؤد میں بھی حرف عطف کے ساتھ ہی ہے۔

(۳) اَو للتخییر کے ساتھ من قسط او اظفار جیساکہ مسلم ص۴۸۸ ہی میں ایک روایت اور ابن ماجہ کتاب الطلاق ص۲۵۲

میں ہے۔

کستِ اظفار کست کو بڑی قاف کے ساتھ قسط بھی کہتے ہیں جیساکہ امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب الطلاق میں لکھا ہے: یقال الکست والقسط، الکافور والقافور۔ کست اظفار حضرت گنگوہی رحمہ اللہ نے فرمایا اوجہ التقادیر فیہ انہ عطف بحذف حرف العطف الخ (لامع اول ص۱۲۱) یعنی بہترین توجیہ حذف حرف عطف کی ہے جو محاورات عرب میں عام ہے ان دونوں (قسط واظفار) میں سے جو ہو یا ان کے علاوہ ان جیسی دوسری خوشبو کی چیزوں سے بخور (دھونی) لے سکتی ہے۔

کست قسط ہندی یعنی عود جس کو لوبان کہتے ہیں اور اظفار الف کے ساتھ ایک خوشبودار لکڑی ہے جو غلاف دار ناخن کے مشابہ ہوتی ہے یا اس لکڑی کو ناخن کی طرح کاٹ کر خوشبو (عطر) بنائی جاتی ہے اس کو اظفار الطیب بھی کہتے ہیں اور اسی نام سے عطاروں کے یہاں ملتی ہے۔

علامہ عینی رحمہ اللہ لکھتے ہیں وقال ابن التین صوابہ قسط ظفار بغیر الہمزہ منسوب الی ظفار الخ (عمدہ) یہ ظفار قطام کے وزن پر مبنی علی الکسر ہے، ظفار یمن کا ایک شہر ہے جس کی طرف نسبت ہے اور اسی سے علامہ ابن التین کی تائید ہوتی ہے کہ بخاری ص۸۰۴ میں قسط ظفار ہی ہے، قسط ظفار یمن کے شہر ظفار کی عود ہندی۔

اور اگر واؤ کے ساتھ قسط وظفار ہو جیساکہ مسلم شریف اور ابوداؤد اور نسائی کی روایت میں ہے تو حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کی تائید ہوتی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ غسل کے وقت ان خوشبوؤں میں سے کسی خوشبو کا استعمال کرے تاکہ بدبو کا ازالہ ہو سکے اور آئندہ نماز کے وقت اس کا تصور تکدر طبع کا موجب نہ ہو۔

واللہ اعلم وعلمہ اتم ع، غ قاسمی البہاری غفر اللہ الباری۔

باب ۲۱۵ دَلْكِ الْمَرْأَةِ نَفْسَهَا إِذَا تَطَهَّرَتْ مِنَ الْمَحِيضِ وَكَيْفَ تَغْتَسِلُ وَتَأْخُذُ فِرْصَةً مُمَسَّكَةً فَتَتَّبِعُ بِهَا أَثَرَ الدَّمِ

عورت جب حیض کا غسل کرے تو اپنا بدن ملے اور غسل کیونکر کرے اسکا بیان اور مشک لگا ہوا روئی کا ایک پھایہ لے کر خون کے مقام پر پھیرے

ربط | والمناسبۃ بین البابین ظاہرۃ لان فی کل منہما استعمال الطیب (عمدہ)

۳۰۷ حدثنا یحییٰ قال ثنا ابن عُیینة عن منصور بن صفیة عن اُمّہ عن عائشة رضی الله عنها ان امرأة سالت النبی صلی الله علیه وسلم عن غسلها من المحیض فامرها کیف تغتسل قال خذی فرصة من مسك فتطهری بها قالت کیف اتطهر بها قال تطهری بها قالت کیف قال سبحان الله تطهری فاجتذبتها الی فقلت تتبعی بها اثر الدم

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے غسل حیض کے بارے میں دریافت کیا کہ حیض کا غسل کیونکر کروں؟ آپؐ نے اس کو غسل کی کیفیت کے بارے میں حکم دیا۔ فرمایا مشک لگا ہوا روئی کا ایک پھایہ لیکر اس سے پاکی کرو وہ کہنے لگی کیسے پاکی کروں؟ آپؐ نے (تعجب سے) فرمایا سبحان اللہ پاکی کر، حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا پھر میں نے اس کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اسکو سمجھادیا کہ خون کے مقام پر (یعنی شرمگاہ پر) اس کو لگا۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحدیث للترجمة: ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحؒ نے تین۳ چیزیں ذکر کی ہیں ۱ دلك المرأة نفسها اذا تطهرت ای عند غسل الحیض۔ ۲ طریق غسل یعنی غسل حیض کا خاص طریقہ۔ ۳ اخذها الفرصة الممسّکه۔ حدیث کی مطابقت تیسرے جزء سے صراحۃً ہے البتہ پہلے دو۲ جز یعنی دلك المرأة اور کیفیت غسل سے صریح مطابقت نہیں ہے لیکن التزاماً مطابقت ہے اسلئے کہ حدیث کے الفاظ فامرها کیف تغتسل یعنی حضور اقدس ﷺ نے پہلے غسل الحیض کی مخصوص صفت بتائی کہ غسل کے آخر میں مواضع خون میں مشک کا پھایہ استعمال کرنا البتہ دلك نفس کی تصریح نہیں ہے مگر امام بخاری رحؒ کی عادت ہے کہ اگر کوئی حدیث مقبول قابل استدلال ہو مگر ان کی شرط پر نہ ہو تو ترجمۃ الباب میں ذکر کر کے اشارہ کر دیتے ہیں چنانچہ وہ روایت مسلم شریف میں مفصل موجود ہے جس میں دلك کی تصریح ہے ملاحظہ ہو مسلم شریف اول ص۱۵۰۔

عن عائشة ان اسماء سالت النبی صلی الله علیه وسلم عن غسل المحیض فقال تاخذ احداکن ماءها وسدرتها فتطهر فتحسن الطهور ثم تصب علی راسها ثم تصب علیها الماء ثم تاخذ فرصة ممسکة فتطهر بها الخ

حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ اسماء نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے غسل حیض کے بارے میں پوچھا تو آپؐ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر عورت اپنے غسل کا پانی اور بیری کے پتے لے اور اچھی طرح پاکی حاصل کرے (یعنی بیری کے پتے سے جوش دیا ہوا پانی لے کر غسل کرے) پھر اپنے سر پر پانی ڈالے اور اس کو خوب اچھی طرح ملے یہاں تک کہ پانی بالوں کی جڑوں تک پہونچ جائے پھر اپنے اوپر پانی بہائے پھر مشک لگا ہوا روئی کا پھایہ لے کر اس سے پاکی حاصل کرے۔

اس روایت میں دلک موجود ہے اسلئے امام بخاری رح نے حسب عادت اس کو ملحوظ رکھ کر ترجمۃ الباب میں دلک رکھ کر اس مفصل حدیث کی طرف اشارہ کر دیا مگر چوں کہ اس حدیث کی سند میں ابراہیم بن مہاجر ہیں جو صحیح بخاری کے راوی نہیں ہیں اس لئے امام نے اس کی طرف صرف اشارہ پر اکتفا کیا۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۵۔ مسلم اول ص۱۵۰ ابوداؤد باب الاغتسال فی المحیض ص۴۴ نسائی باب ذکر العمل فی الغسل من الحیض ص۲۹ و ابن ماجہ باب فی الحائض کیف تغتسل ص۴۷۔

مقصد امام بخاری رح کے ترجمۃ الباب میں دلک المرأۃ نفسھا کے الفاظ ہیں، اگر یہاں نفس سے مراد خون حیض ہو تو مقصد یہ ہوگا کہ عورت غسل حیض میں خون کے دھبوں کو رگڑے اور مل کر نہائے اور اگر نفس سے مراد بدن ہو تو ترجمہ کا مقصد ہوگا کہ عورت غسل حیض میں اپنے بدن اور جسم کو ملے اور رگڑ کر غسل کرے یعنی عام غسل سے غسل حیض میں اہتمام زیادہ کرے۔

بَابُ۲۱۶ غُسْلِ الْمَحِيضِ

حیض کے غسل کا بیان

۳۰۸ (حَدَّثَنَا مُسْلِمٌ قَالَ حَدَّثَنَا وُهَيْبٌ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُورٌ عَنْ أُمِّهِ عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ امْرَأَةً مِنَ الْأَنْصَارِ قَالَتْ لِلنَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم كَيْفَ أَغْتَسِلُ مِنَ الْمَحِيضِ قَالَ خُذِي فِرْصَةً مُمَسَّكَةً وَتَوَضَّئِي ثَلَاثًا ثُمَّ إِنَّ النَّبِيَّ صلى الله عليه وسلم اسْتَحْيَى فَأَعْرَضَ بِوَجْهِهِ أَوْ قَالَ تَوَضَّئِي بِهَا فَأَخَذْتُهَا فَجَذَبْتُهَا فَأَخْبَرْتُهَا بِمَا يُرِيدُ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ قبیلہ انصار کی ایک عورت نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میں حیض کا غسل کس طرح کروں؟ آپ نے فرمایا اسطرح کر پھر فرمایا مشک لگا ہوا ایک پھایہ لے اور پاکی حاصل کر و آپ نے تین بار فرمایا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیا دامنگیر ہوئی اور آپ صلی نے چہرہ مبارک اس طرف سے پھیر لیا یا آپ نے فرمایا توضئی بہا (یعنی اس سے پاکی کر) حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ پھر میں اسی کو پکڑ کر کھینچ لیا اور اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد سے باخبر کر دیا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقة الحديث للترجمة كيف اغتسل من المحيض قال خذى فرصة ممسكة وتوضئ۔

تعدد موضعہ | والحديث هٰهنا ص۴۵ ومضى ص۴۵ ويأتى ص۱۰۹۳ ومسلم اول ص۱۵۰ ابوداؤد ص۴۴ ونسائی ص۲۹ وابن ماجہ ص۴۷۔

مقصد | شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں کہ ترجمہ کا مقصد کیفیت غسل کا بیان کرنا ہے چنانچہ انصاریہ کا قول کیف اغتسل اس حقیقت پر دلالت کر رہا ہے کہ یہاں سوال کا تعلق نفس غسل سے نہیں کیوں کہ وہ تو ایک مسلم الثبوت چیز ہے بلکہ سوال کا تعلق کیفیت غسل سے ہے چنانچہ اس باب میں ایسے غسل کا ذکر ہے جو ہر طرح کے غسل سے ممتاز ہے۔

تشریح | توضئ امر حاضر کا صیغہ ہے یہاں اصطلاحی وضوء مراد نہیں ہے بلکہ لغوی معنی میں ہے اور وضاءۃ سے ماخوذ ہے یعنی بمعنی تطہری ہے او توضئ بہا حضرت عائشہ رضہ کو شک ہے کہ آپؐ نے توضئ فرمایا یعنی بہا فرمایا تھا یا نہیں؟

مسائل | ۱۔ تعجب کے وقت سبحان اللہ کہنا سنت ہے ۲۔ عورتوں سے شرم کی بات کنایہ اور اشارہ سے کرنا وغیرہ۔

باب ۲۱۷

اِمْتِشَاطِ الْمَرْأَةِ عِنْدَ غُسْلِهَا مِنَ الْمَحِيْضِ

عورت کا غسل حیض کیوقت بالوںمیں کنگھی کرنا

۳۰۹ حَدَّثَنَا مُوْسٰى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ ثَنَا اِبْرَاهِيْمُ قَالَ ثَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ اَهْلَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِىْ حَجَّةِ الْوَدَاعِ فَكُنْتُ مِمَّنْ تَمَتَّعَ وَلَمْ يَسُقِ الْهَدْىَ فَزَعَمَتْ اَنَّهَا حَاضَتْ وَلَمْ تَطْهُرْ حَتّٰى دَخَلَتْ لَيْلَةُ عَرَفَةَ قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ هٰذِهٖ لَيْلَةُ عَرَفَةَ وَاِنَّمَا كُنْتُ تَمَتَّعْتُ بِعُمْرَةٍ فَقَالَ لَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُنْقُضِىْ رَاْسَكِ وَامْتَشِطِىْ وَاَمْسِكِىْ عَنْ عُمْرَتِكِ فَفَعَلْتُ فَلَمَّا قَضَيْتُ الْحَجَّ اَمَرَ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ لَيْلَةَ الْحَصْبَةِ فَاَعْمَرَنِىْ مِنَ التَّنْعِيْمِ مَكَانَ عُمْرَتِى الَّتِىْ نَسَكْتُ۔

ترجمہ | حضرت عائشہ رضہ نے فرمایا کہ میں نے حجۃ الوداع میں رسول اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احرام باندھا

تو میں ان لوگوں میں تھی جنہوں نے تمتع کی نیت کی اور قربانی کا جانور اپنے ساتھ نہیں لیا پھر حضرت عائشہ رضی نے بتایا کہ انہیں حیض شروع ہو گیا اور حیض سے پاک نہ ہو سکیں یہاں تک کہ عرفہ کی رات (یعنی نویں ذی الحجہ کی رات) آگئی تو حضرت عائشہ رضی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ یہ تو عرفہ کی رات ہے (یعنی صبح کو عرفہ ہے) اور میں نے عمرہ کا احرام باندھکر تمتع کا ارادہ کیا تھا (اب کیا کروں؟) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ارشاد فرمایا تم اپنا سر کھول ڈالو اور کنگھی کر لو اور اپنے عمرہ کو موقوف رکھ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا پھر جب میں نے حج پورا کر لیا تو حضور اقدس ﷺ نے محصب کی رات میں عبدالرحمن (میرے بھائی) کو حکم دیا انہوں نے اس عمرے کے بدل جس کا میں نے پہلے احرام باندھا تھا مجھ کو دوسرا عمرہ تنعیم سے کرا دیا۔

مطابقۃ للترجمۃ حدیث شریف کے الفاظ انقضی راسک وامتشطی سے کنایہ و اشارۃً غسل مراد ہے امام بخاری رح نے عند غسلها من المحیض سے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ عورتوں کی عام عادت یہی ہے کہ غسل حیض کے وقت اپنے سر کی چوٹی کھول لیتی ہے اور کنگھی کرتی ہے امام بخاری رح کا مقصد تو غسل حیض کی کیفیت بتانا ہے چنانچہ سابق باب میں بدن کو مل کر دھونے کا ذکر ہے اس باب میں کنگھی کرنا اور آنے والے باب میں سر کے بال کو کھولنے کا ذکر ہوگا۔ مجموعی طور پر یہ بتانا ہے کہ جب غسل احرام کیلئے کنگھی کرنا مشروع ہوا تو غسل حیض کیلئے بطریق اولیٰ ہوگا اس لئے کہ غسل حیض میں خصوصی اہتمام ہوگا۔

تعدد موضع والحدیث ههنا ص۴۵ ویاتی مفصلا ص۴۵ وص۴۶ وفی الحج ص۲۱۱ ایضا ص۲۱۲ ص۲۲ وفی ابواب العمرۃ ص۲۳۹ وص۲۴۰ وفی المغازی ص۶۳ وص۶۳۲ ومسلم شریف اول ص۳۸ ص۳۸۷ وص۳۸۸ تا ص۳۸۹۔ ابوداؤد کتاب المناسک ص۲۴۷ فی باب افراد الحج ونسائی طهارت فی باب ذکر الامر بذالک للحائض عند الاغتسال للاحرام ص۲۵ ونسائی ثانی فی المناسک باب فی المهلۃ بالعمرۃ تحیض وتخاف فوت الحج ص۱۴ تا ص۱۵ وابن ماجه ابواب المناسک ص۲۲۱۔

تشریح اس حدیث میں تصریح ہے واضح طور سے معلوم ہو گیا کہ ام المومنین عائشہ رضی نے تمتع کی نیت کی تھی یعنی میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھا تھا۔

اصل تفصیل اپنے مقام پر یعنی کتاب الحج میں آئے گی کچھ تفصیل کیلئے نصر الباری آٹھویں جلد کتاب المغازی میں آچکی ہے ملاحظہ فرما لیجئے۔

باب ۲۱۸ نقض المرأة شعرها عند غسل المحيض

۳۱۰ حدثنا عبيد بن اسمٰعيل قال ثنا ابو اسامة عن هشام عن ابيه عن عائشة قالت خرجنا موافين لهلال ذى الحجة قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من احب ان يهل بعمرة فليهلل فانى لولا انى اهديت لاهللت بعمرة فاهل بعضهم بعمرة واهل بعضهم بحج وكنت انا ممن اهل بعمرة فادركنى يوم عرفة وانا حائض فشكوت الى النبى صلى الله عليه وسلم فقال دعى عمرتك وانقضى راسك وامتشطى واهلى بحج ففعلت حتى اذا كان ليلة الحصبة ارسل معى اخى عبد الرحمن بن ابى بكر فخرجت الى التنعيم فاهللت بعمرة مكان عمرتى قال هشام ولم يكن فى شئ من ذلك هدى ولا صوم ولا صدقة ۔

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ ہم ذی الحجہ کے چاند کے قریب (مدینہ سے) نکلے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کا جی چاہے (میقات سے) عمرہ کا احرام باندھے تو وہ عمرہ ہی کا احرام باندھ لے کیوں کہ اگر میں ھدی (قربانی کا جانور) ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی عمرہ ہی کا احرام باندھتا چنانچہ بعض لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا اور بعض لوگوں نے حج کا۔ اور میں ان لوگوں میں سے تھی جن لوگوں نے عمرہ کا احرام باندھا تھا اتفاق سے عرفہ کا دن آن پہنچا اور میں حیض سے تھی میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے شکوہ کیا (یعنی اپنا حال عرض کیا) آپؐ نے فرمایا عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول ڈال اور کنگھی کر لے اور حج کا احرام باندھ لے میں نے ایسا ہی کیا اور حج سے فارغ ہوئی اور جب محصب کی رات ہوئی تو آپؐ نے میرے بھائی عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ کو میرے ساتھ بھیجا میں تنعیم تک گئی اور وہاں سے فوت شدہ عمرہ کی جگہ دوسرے عمرے کا احرام باندھا۔ ہشام نے کہا ان سب باتوں میں نہ قربانی لازم ہوئی اور نہ روزہ اور نہ صدقہ۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة ظاهرة فى قوله وانقضى راسك وامتشطى.

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۴۵ تا ص۴۶ ومر ص۴۵ ويأتى ص۲۱۱ ص۲۱۲ ص۲۳۹ ص۶۳۱ ايضا مسلم، ابوداؤد، نسائی وابن ماجه وغيرها.

مقصد اس حدیث کا مضمون مثل ابواب سابقہ ہے صرف آخری ٹکڑا قال هشام ولم يكن فى شئ من

ذالک هدی ولا صوم ولا صدقة۔

عنقریب اس پر بحث آرہی ہے۔

امام بخاری کا مقصد یہ بتانا ہے کہ حیض سے غسل کرتے وقت عورت اپنے سر کی چوٹی کھولے غسل میں بال نہ کھولنے کی تخفیف صرف غسل جنابت میں ہے غسل حیض میں نہیں ہے۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ اسکی حکمت بیان فرماتے ہیں کہ

انما سقط عن المرأة فی غسل الجنابة لکثرة الابتلاء ولزوم الحرج۔ (شرح تراجم)

عورت سے غسل جنابت میں سر کے بال کھولنے کا حکم اس لئے ساقط ہوا ہے کہ جنابت کثرت سے پیش آتی ہے اور بار بار کھولنے میں دشواری ہے۔

یعنی حیض کا غسل مہینہ میں ایک بار پیش آتا ہے اور غسل جنابت کی ضرورت کثرت سے پیش آتی ہے اس لئے اس میں تخفیف کردی گئی البتہ غسل جنابت میں بھی بالوں کی جڑوں تک پانی پہونچانا ضروری ہے۔

تشریح حدیث حضرت عائشہ رضؓ بیان کرتی ہیں کہ ہم حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ذی الحجہ کے چاند کے قریب مدینہ سے نکلے۔ یہ حجۃ الوداع کا ذکر ہے کہ آپؐ پچیس ذیقعدہ بروز شنبہ مدینہ منورہ سے ایک عظیم جماعت کے ساتھ روانہ ہوئے تھے ذوالحلیفہ پہونچکر حضور اقدس ؐ نے ارشاد فرمایا جس کا جی چاہے عمرہ کا احرام باندھے اور جس کا جی چاہے حج کا احرام باندھے۔

یہ آپؐ نے اس لئے فرمایا کہ مدینہ سے نکلتے وقت عام خیال یہی تھا کہ محض حج کرینگے کیونکہ جاہلیت میں یہ ایام (اشہر حج) حج کیلئے مخصوص سمجھے جاتے تھے اور ان دنوں میں عمرہ کرنے کو بدترین گناہ سمجھا جاتا تھا۔

اگرچہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے اس خیال کو تین بار ذیقعدہ میں جو اشہر حج میں شامل ہے عمرہ کرکے باطل بھی فرمادیا تھا مگر آپؐ کے ان عمروں میں حج ساتھ نہ تھا اب یہ رواداری کیلئے رکھی آپؐ نے ارشاد فرمادیا جس کا جی چاہے عمرہ کا احرام باندھ لے اور جس کا جی چاہے حج کا باندھ لے اور اس کے ساتھ آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا لولا انی اهديت لاهللت بعمرة اگر میں ھدی (قربانی کا جانور) ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی عمرے ہی کا احرام باندھتا۔

آپ کا مقصد یہ تھا کہ میری حالت پر نہ جاؤ میں نے عمرے کا احرام اس لئے نہیں باندھا کہ میرے ساتھ ھدی ہے اور ھدی ساتھ لانے والا عمرے کا احرام باندھے تب بھی درمیان میں احرام نہیں کھول سکتا اس لئے میں نے قران کو اختیار کیا ہے جو حج کے تینوں اقسام میں افضل ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی ارشاد پر بعض نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا۔

قال هشام الخ ترجمہ گذر چکا ہے۔

بظاہر ہشام کا یہ قول تمام مذاہب کے خلاف ہے کیونکہ ہمارے مسلک پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے جو عمرہ چھوڑا تھا اس رفض عمرہ کی وجہ سے دم جنایت ہوگا اور شافعیہ کے نزدیک دم قران ہوگا اسلئے شوافع رح قول ہشام کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ کوئی دم جنایت نہ تھا اور ہم یہ تاویل کرتے ہیں کہ دم قران نہ تھا۔

مگر انصاف کی بات یہ ہے کہ اس میں شوافع رح کی بات قوی ہے ورنہ لاصوم ولاصدقۃ کہنا کس طرح چسپاں ہوگا اگر دم جنایت کی نفی مراد نہ ہوتی تو ان دونوں کی نفی سے کیا غرض تھی؟ لیکن یہ ہشام کا قول ہے نہ کوئی مرفوع چیز ہے اور نہ ہی کسی صحابی کا قول ہے کہ جواب دینا ضروری ہو۔ (فضل الباری)

باب ۲۱۹

(قولِ اللہِ عزّ وجلّ مُخلَّقَۃٍ وغیرِ مُخلَّقَۃٍ)

باب: اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد (سورہ حج میں) مخلقۃ وغیر مخلقۃ (کامل الخلقت اور ناقص الخلقت)

۳۱۱ (حدثنا مُسَدَّدٌ قال حدثنا حمّادٌ عن عُبَیدِ اللہِ بن ابی بکر عن انس بن مالك عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ تبارك وتعالیٰ وَکَّلَ بالرَّحِمِ مَلَکًا یقولُ یارَبِّ نُطفَۃٌ یارَبِّ عَلَقَۃٌ یارَبِّ مُضغَۃٌ فاذا ارادَ اللہُ ان یَقضِیَ خَلقَہٗ قال اذکرٌ اَم اُنثیٰ اَشَقِیٌّ اَم سَعِیدٌ فما الرِّزقُ وما الاَجَلُ قال فَیُکتَبُ فی بَطنِ اُمِّہٖ)

ترجمہ | حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے (عورت کے رحم پر) ایک فرشتہ متعین کر دیا ہے وہ فرشتہ عرض کرتا ہے پروردگار نطفہ ہے (یعنی منی کا سفید قطرہ) اے پروردگار اب علقہ یعنی بستہ خون ہو گیا، پروردگار اب مضغہ یعنی گوشت کا لوتھڑا ہو گیا پھر جب اللہ تعالیٰ اپنی تخلیق کو پورا کرنا چاہتا ہے تو فرشتہ عرض کرتا ہے۔ مذکر ہے یا مؤنث؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ اسکی روزی کیا ہے؟ اس کی عمر کیا ہے؟ پس ماں کے پیٹ ہی میں یہ (سب) لکھدیا جاتا ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "یارب نطفۃ یارب علقۃ یارب مضغۃ،"

یہ حدیث دراصل تفسیر ہے مخلقۃ اور غیر مخلقۃ کی جیساکہ حدیث پاک کے الفاظ ہیں اذا اراد اللہ ان یقضی خلقہ، تو یہی مخلقۃ ہے، اور اسی سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اذا لم یرد خلقہ یکون غیر مخلقۃ اور اس سے زیادہ وضاحت روایت طبری سے ہوتی ہے کہ جب نطفہ رحم سے مادر میں گرتا ہے تو اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ کو مامور فرماتے ہیں وہ عرض کرتا ہے پروردگار عالم یہ مخلقہ ہے یا غیر مخلقہ؟ اگر ارشاد ہوا کہ غیر مخلقہ ہے تو رحم اس کو خون کی صورت میں پھینکدیتا ہے، اگر مخلقہ فرمایا تو سوال کرتا ہے کہ یہ نطفہ کیسا ہو گا؟ الخ

تعدد موضعہ

والحدیث ھہنا ص۴۶ و یاتی ص۴۵۶ و ص۴۶۹ و ص۹۷۶ ایضاً و مسلم وغیرہ

مقصد

امام بخاریؒ کا یہ ترجمہ سورہ حج کی اس آیت سے ماخوذ ہے:-

یایھا الناس ان کنتم فی ریب من البعث فانا خلقنکم من تراب ثم من نطفۃ ثم من علقۃ ثم من مضغۃ مخلقۃ وغیر مخلقۃ لنبین لکم (الحج آیت ۵)

لوگو! اگر تم کو (مرنے کے بعد) جی اٹھنے میں کچھ شک ہو تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتداء میں) مٹی سے پھر اس سے نطفہ بناکر پھر اس سے خون کا لوتھڑا بناکر پھر اس سے بوٹی بناکر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں۔

یعنی بعض کی پیدائش مکمل کر دی جاتی ہے اور بعض ناقص صورت میں گر جاتا ہے اس ترجمہ سے امام بخاریؒ کا کیا مقصد ہے؟ اقوال مختلف ہیں، حافظ عسقلانی لکھتے ہیں کہ علامہ ابن بطال شارح بخاری نے کہا ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد اس حدیث کو ابواب حیض میں لانے سے ان حضرات کے مذہب کی تقویت ہے جو کہتے ہیں کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا ہے (فتح)

کیوں کہ رحم میں بچہ کا محفوظ ہونا خروج دم حیض سے مانع ہے اور یہ بھی تحقیق ہوئی ہے کہ دم حیض جنین کی غذا بنتا ہے یہی مذہب حنفیہ اور حنابلہ کا ہے امام شافعیؒ کا بھی قول قدیم یہی ہے البتہ امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ حالت حمل میں بھی حیض آسکتا ہے (فتح)

بہرحال امام بخاریؒ اس مسئلے میں حنفیہ و حنابلہ کی موافقت کر رہے ہیں کہ حاملہ کو حیض نہیں آتا حنفیہؒ کی بڑی دلیل مسئلہ استبراء ہے اسکی تفصیل یہ ہے کہ رحم کی صفائی معلوم کرنے کیلئے حیض کی آمد ایک علامت ہے اگر حالت حمل میں حیض کا آنا تسلیم کر لیا جائے تو براءۃ الرحم من الحمل کا فیصلہ کرنے کیلئے کونسی علامت رہیگی؟

اب اگر کسی حاملہ کو خون آنا شروع ہوا تو حنفیہ کے نزدیک وہ کیا ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ وہ خون حیض نہیں استحاضہ ہے۔

تشریح حدیث حضرت انس بن مالک رضؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ (جب نطفہ رحم میں پڑتا ہے) اللہ تعالیٰ عورت کے رحم پر (یعنی اس نطفہ پر) ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں وہ فرشتہ پوچھتا ہے اے رب! اس نطفہ کو رہنا ہے؟ اگر اس کو آگے بڑھانا ہوتا ہے تو فرشتہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رحم (بچہ دانی) کا منہ بند کر دیتا ہے پھر اجازت ملنے پر اس کی تربیت کرتا ہے پھر ہر ہر موقعہ پر خدا سے پوچھتا ہے کہ کیا کروں؟ اجازت ملنے پر سفید نطفہ کو علقہ (بستہ خون) بنا دیتا ہے بخاری صفحہ ۴۵۶ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ فی بطن امہ اربعین یوما نطفۃ ثم یکون علقۃ مثل ذالک الخ الغرض چالیس دن پر تغیر ہوتا رہتا ہے کہ فرشتہ چالیس دن کے بعد علقہ سے مضغہ یعنی لوتھڑے کی شکل دیدیتا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس کی تخلیق کو پورا فرمانا چاہتا ہے تو فرشتہ پوچھتا ہے مذکر ہے یا مؤنث؟ بدبخت ہے یا نیک بخت؟ پھر اسکا رزق اور اس کی عمر کیا ہے؟ جب حکم ہوتا ہے ویسا ہی لکھدیا جاتا ہے۔

باب ۲۲۰

(کیف تہل الحائض بالحج والعمرۃ)

حیض والی عورت حج اور عمرے کا احرام کس طرح باندھے؟

۳۱۲ (حدثنا یحیی بن بکیر قال حدثنا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن عروۃ عن عائشۃ قالت خرجنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع فمنا من اہل بعمرۃ ومنا من اہل بحج فقدمنا مکۃ فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احرم بعمرۃ ولم یہد فلیحلل ومن احرم بعمرۃ واہدی فلا یحل حتی یحل بنحر ہدیہ ومن اہل بحج فلیتم حجہ قالت فحضت فلم ازل حائضا حتی کان یوم عرفۃ ولم اہلل الا بعمرۃ فامرنی النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان انقض راسی وامتشط

وَاُهِلَّ بِحَجٍّ وَاتْرُكَ الْعُمْرَةَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ حَتّٰى قَضَيْتُ حَجِّيْ فَبَعَثَ مَعِيْ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنَ اَبِيْ بَكْرٍ وَاَمَرَنِيْ اَنْ اَعْتَمِرَ مَكَانَ عُمْرَتِيْ مِنَ التَّنْعِيْمِ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حجۃ الوداع میں (مدینہ سے) نکلے ہم میں سے بعض لوگوں نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض حضرات نے حج کا (احرام باندھا) پھر ہم مکہ پہنچے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے عمرے کا احرام باندھا ہے اور ھدی (قربانی) ساتھ نہیں لی ہے تو وہ حلال ہوجائے (یعنی عمرے کا احرام کھول ڈالے) اور جس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور قربانی ساتھ لایا ہو وہ جب تک قربانی ذبح نہ کرلے احرام نہ کھولے اور جس نے حج کا احرام باندھا ہو وہ اپنا حج پورا کرے، حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ (مکہ داخل ہونے سے پہلے مقام سرف میں) مجھے حیض شروع ہوگیا اور میں حائضہ رہی یہانتک کہ عرفہ کا دن آگیا اور میں نے عمرہ ہی کا احرام باندھا تھا چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھکو یہ حکم دیا کہ میں اپنا سر کھول ڈالوں اور کنگھی کرلوں اور حج کا احرام باندھ لوں اور عمرہ چھوڑ دوں. چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا یہانتک کہ اپنا حج پورا کرلیا اس کے بعد آپؐ نے عبدالرحمان بن ابی بکر کو میرے ساتھ بھیجا اور مجھے حکم دیا کہ میں ترک کردہ عمرے کی جگہ تنعیم سے عمرہ کروں.

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہا اُہِلَّ بِحَجٍّ، فان فیہ اہلال الحائض بالحج (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۶ ومر ص۴۵ ویاتی ص۲۱۱ وص۲۱۳ وص۲۲۱ وص۲۳۹ وص۲۴۰ وص۶۳۱ وص۶۳۲ ومسلم شریف ص۳۸۸ وغیرہ۔

مقصد ترجمہ مقصد یہ ہے کہ حیض ونفاس والی عورتیں احرام باندھ سکتی ہیں، امام بخاریؒ نے ترجمۃ الباب میں لفظ کیف لاکر یہ بتانا چاہا ہے کہ حائضہ کس کیفیت وحالت کے ساتھ احرام باندھے؟ یعنی غسل کرکے احرام باندھے یا بغیر غسل کے ہی احرام باندھ لے، حدیث الباب میں ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضؓ کو حیض کی حالت میں حکم دیا کہ سر کے بال کھول ڈالو اور کنگھی کرلو۔ یہ الفاظ غسل سے کنایہ ہیں.

امام بخاریؒ نے اس حدیث کو ذکر کرکے بتلادیا کہ اگرچہ حائضہ عورت غسل کرنے سے پاک نہیں ہوسکتی. لیکن نظافت کیلئے اس کو بھی غسل کرلینا چاہیئے اور یہ غسل جمہور کے نزدیک وجوبی نہیں ہے البتہ اصحاب ظواہر کے نزدیک احرام سے پہلے غسل واجب ہے۔

پھر یہ دونوں (حیض ونفاس والی عورتیں) طواف وسعی کے علاوہ تمام افعال حج ادا کرسکتی ہیں

کیوں کہ طواف کیلئے طہارت شرط ہے اور سعی کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ طواف کے بعد ہو پس اگر طواف کے بعد حیض آجائے تو سعی کر سکتی ہے۔
اس حدیث پر مفصل بحث کیلئے نصر الباری آٹھویں جلد باب حجۃ الوداع ص۲۷۴ ملاحظہ فرمالیں۔

باب ۲۲۱ اقبال المحیض وادبارہ وکن نساء یبعثن الی عائشۃ بالدرجۃ فیھا الکرسف فیہ الصفرۃ فتقول لا تعجلن حتی ترین القصۃ البیضاء ترید بذالک الطھر من الحیضۃ وبلغ بنت زید بن ثابت ان نساء یدعون بالمصابیح من جوف اللیل ینظرن الی الطھر فقالت ماکان النساء یصنعن ھذا وعابت علیھن)

حیض کے آنے اور اس کے جانے (یعنی ختم ہونے) کا بیان۔ اور عورتیں حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ڈبیہ میں کرسف رکھکر بھیجتیں جسمیں (حیض کی) زردی ہوتی، تو حضرت عائشہ رضؓ فرماتیں جلدی نہ کرو جب تک چونہ کی طرح سفید نہ دیکھو۔ اس سے ان کی مراد حیض سے پاکی ہوتی تھی اور حضرت زید بن ثابت رضؓ کی بیٹی کو یہ خبر پہنچی کہ عورتیں آدھی آدھی رات کو چراغ منگا کر دیکھتی ہیں کہ وہ پاک ہوئیں یا نہیں تو انہوں نے کہا (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تو) عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں اور انہوں نے ان پر عیب رکھا یعنی معیوب جانا۔ (مقصد یہ ہے کہ اس غیر ضروری اہتمام پر تنقید کی)

۳۱۳ (حدثنا عبد اللہ بن محمد قال ثنا سفین عن ھشام عن ابیہ عن عائشۃ ان فاطمۃ بنت ابی حبیش کانت تستحاض فسالت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال ذلک عرق ولیست بالحیضۃ فاذا اقبلت الحیضۃ فدعی الصلوٰۃ واذا ادبرت فاغتسلی وصلی)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ فاطمہ بنت ابی حبیش کو استحاضہ ہوا کرتا تھا تو انہوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے (اس کا مسئلہ) پوچھا آپؐ نے فرمایا یہ ایک رگ (کا خون) ہے اور حیض نہیں ہے پھر جب حیض (کا خون) آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض گذر جائے تو غسل کر اور نماز پڑھ۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی " فاذا اقبلت الحیضۃ فدعی الصلوٰۃ واذا ادبرت الخ

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۶ ومر ص۳۶ وص۴۴ ویاتی ص۴۷۔

ربط ما قبل

والمناسبة بین البابین من حیث وجود الحیض فی کل منہما.

مقصد ترجمہ

چوں کہ یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے کہ حیض کا اقبال (یعنی حیض کا آنا) اور حیض کا ادبار (یعنی حیض کا انقطاع) کیسے معلوم ہوگا؟ حیض کے آنے اور جانے کا مدار الوانِ دم (یعنی خون کے رنگ) پر ہوگا یا ایام و عادت پر؟

حنفیہ کے نزدیک الوان دم کا اعتبار نہیں ہے ایام عادت کا اعتبار ہے کہ ایام حیض میں جس رنگ کا بھی خون آئے خواہ کالا ہو یا پیلا، سُرخ ہو یا سبز؟ یا مٹیالا ہو سب حیض ہے۔ اور حضرات شوافع دونوں کا اعتبار کرتے ہیں یعنی معتادہ محضہ کے اندر شوافع اور حنابلہ کے نزدیک عادت کا اعتبار ہے لیکن ممیزہ محضہ کے اندر تمیز کا اعتبار ہے۔ اور امام بخاری رح حنفیہ کی تائید و موافقت کررہے ہیں اور امام بخاری رح کا یہ رجحان ان کے پیش کردہ آثار سے معلوم ہوتا ہے اور یہ دونوں آثار معمولی تفاوت سے مؤطا امام مالک رح باب طہر الحائض، میں صٓ۲ پر منقول ہیں۔

پہلا اثر

پہلا اثر یہ ہے کہ عورتیں حضرت عائشہ رض کے پاس ڈبیہ میں کرسف رکھکر بھیجتیں کہ اس رنگ کا خون آتا ہے اسکا شمار حیض میں ہے یا نہیں؟ حیض ختم ہو گیا یا نہیں؟

مؤطا امام مالک کے الفاظ ہیں:-

كان النساء يبعثن الى عائشة بالدرجة فيها الكرسف فيه الصفرة من دم الحيض يسئلنها من الصلوٰة فتقول لهن لا تعجلن حتى ترين القصة البيضا تريد بذالك الطهر من الحيضة۔

عورتیں ڈبیہ میں کرسف رکھکر حضرت عائشہ رض کے پاس تحقیق کے لئے بھیجتی تھیں جس میں حیض کے خون کی زردی ہوتی تھی عورتیں نماز کے متعلق پوچھتی تھیں (کہ نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟) تو حضرت عائشہ رض فرماتیں کہ جلدی نہ کرو جبتک چونہ کیطرح سفید نہ دیکھو، حضرت عائشہ رض اس سے حیض سے پاک ہونا مراد لیتی تھیں۔

اس کا ایک مفہوم تو یہ ہے کہ جلدی نہ کریں حتی کہ اس کرسف پر سفید رطوبت دیکھ لیں جو حیض کے آخر میں نکلتی ہے یہ رطوبت اختتام حیض کی علامت ہوتی ہے اور اس کے اندر کوئی خفیف سا رنگ بھی شامل نہیں ہوتا، حضرت عائشہ رض کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ کوئی رنگ معتبر نہیں اس کا ایک مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جب تک کرسف بالکل سفید یعنی سوکھا نہ دیکھ لیں، تو یہ علامت ہوگی کہ اب کوئی رطوبت باقی نہیں ہے۔

دوسرا اثر

امام بخاری رح کا پیش کردہ دوسرا اثر یہ ہے کہ زید بن ثابت رض کی بیٹی (ام کلثوم) کو یہ خبر پہنچی

کہ بعض عورتیں آدھی آدھی رات کو چراغ منگا کر کرسف دیکھتی ہیں کہ وہ پاک ہوئیں یا نہیں؟ یہ غایت درجہ کا اہتمام اس مقصد سے تھا کہ اگر حیض ختم ہو گیا تو غسل کر کے عشار کی نماز پڑھ لیں۔

انہوں نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تو عورتیں ایسا نہیں کرتی تھیں اور اس کو معیوب سمجھا۔ اس فعل کو ناپسند قرار دینے کی ایک وجہ تو یہ ہو سکتی ہے کہ شریعت اسلامیہ میں آسانی ہے، راتوں کو چراغ منگوانا اور بار بار دیکھنا، اس میں سخت تکلیف ہے جو مزاج شریعت کے خلاف ہے دین میں تعمق پسندیدہ نہیں کہ انسان کو خواہ مخواہ کی پابندیوں کا مکلف بنا دے جیسا کہ گذر چکا ہے لن یشاد الدین احد الا غلبہ۔

بعض کے نزدیک اس عمل کو معیوب قرار دینے کی وجہ یہ ہے کہ رات کو چراغ کی روشنی میں خالص سفیدی کا اچھی طرح معلوم ہونا مشکل ہے ممکن ہے کہ دھوکہ ہو جائے اور یہ سمجھ کر کہ میں پاک ہو گئی غسل کر کے عشار کی نماز پڑھ لے حالانکہ وہ ابھی تک پاک نہیں ہوئی تو یہ نماز حالت حیض میں ہوئی جو جائز نہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ اور بنت زید بن ثابت رضؓ کے آثار سے حیض کی آمد و انقطاع کے سلسلہ میں موقف احناف کی تائید ہوتی ہے کیوں کہ ان دونوں آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ حیض کے اقبال و ادبار (آمد و اختتام) میں سیاہ اور سرخ رنگ کو مدار علیہ نہیں کہہ سکتے اپنے وقت پر رنگین رطوبت کا آنا یہ حیض کی آمد ہے اور اس رطوبت کا اختتام و انقطاع حیض کی علامت ہے الوان کا اعتبار نہیں کہ سیاہ اور سرخ رنگ ہی کا اعتبار کریں جیسا کہ حضرات شوافع و حنابلہ کا مسلک ہے ان کا استدلال ابوداؤد کی روایت ہے فانہ دم اسود یعرف (ابوداؤد اول ص۴۳) یعنی حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے جو پہچان لیا جاتا ہے الخ

جواب ظاہر ہے کہ یہ ایک متکلم فیہ سند ہے، ۲ یہ خود شوافع رح کے بھی خلاف ہے کیوں کہ شوافع سرخ رنگ کو بھی حیض شمار کرتے ہیں۔

۳ پھر یہ ایک جزئیہ ہے جو کلیات کے مقابلہ میں مرجوح ہے نیز خون کی رنگت کا اختلاف ملک و موسم کے لحاظ سے پھر غذا اور عمر کے اعتبار سے مختلف ہوتا ہے جو مشاہد ہے۔

نیز حدیث الباب بھی صاف ہے فاذا اقبلت الحیضۃ الخ جب حیض کے ایام شروع ہو جائیں تو نماز چھوڑ دے۔ اور جب وہ ایام ختم ہو جائیں تو غسل کر کے نماز شروع کر دے۔

باب ۲۲۲

لَا تَقْضِي الْحَائِضُ الصَّلٰوةَ وَقَالَ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَدَعُ الصَّلٰوةَ

حیض والی عورت نماز کی قضا نہ پڑھے، اور حضرت جابر بن عبد اللہؓ اور ابو سعید خدریؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرکے کہا کہ (حیض کے دنوں میں) نماز چھوڑ دے

۳۱۴ / حَدَّثَنَا مُوْسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ حَدَّثَنَا هَمَّامٌ قَالَ حَدَّثَنَا قَتَادَةُ قَالَ حَدَّثَتْنِي مُعَاذَةُ اَنَّ امْرَاَةً قَالَتْ لِعَائِشَةَ اَتَجْزِيْ اِحْدَانَا صَلَاتَهَا اِذَا طَهُرَتْ فَقَالَتْ اَحَرُوْرِيَّةٌ اَنْتِ كُنَّا نَحِيْضُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَلَا يَاْمُرُنَا بِهٖ اَوْ قَالَتْ فَلَا نَفْعَلُهُ

ترجمہ | معاذہ نے حدیث بیان کی کہ ایک عورت نے حضرت عائشہؓ سے عرض کیا کیا جب ہم میں سے کوئی عورت حیض سے پاک ہو تو نماز کی قضا پڑھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تو حروری (خارجی) ہے؟ ہم کو تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حیض آتا پھر ہم کو نماز کی قضاء پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے۔ یا معاذہ نے یوں کہا ہم قضا نہیں پڑھتے تھے۔

مطابقة للترجمة | مطابقة الحديث للترجمة في قولها. فلا يامرنا به، اى بقضاء الصلوٰة.

تعدد موضعه | والحديث ههنا صـ۴۷ (مسلم جلد اول صـ۱۵۳) (قوله وقال جابر وابو سعيد الخ اما حديث جابر فاشار به الى ما سياتى فى كتاب التمنى صـ۱۰۷۴ واما حديث ابى سعيد فاشار به الى حديثها فى صـ۴۴ فى باب ترك الحائض الصوم.

ربط ما قبل | والمناسبة بين البابين من حيث ان فى الباب الاول ترك الصلوٰة عند اقبال الحيض وهٰذا الباب فيه كذالك.

مقصد | امام بخاریؒ اس ترجمہ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حائضہ ایام حیض میں نماز نہیں پڑھے گی اور نہ حیض

سے پاک ہونے کے بعد ان نمازوں کی قضاء پڑھے گی۔
گویا ترجمہ کے دو جز ہیں ایام حیض میں ترک صلوٰۃ کے اثبات پر حضرت جابر رضؓ اور حضرت ابوسعید خدری رضؓ کا اثر پیش فرمایا ہے اور طہارت کے بعد ان نمازوں کی عدم قضاء ثابت کرنے کے لئے حضرت عائشہ رضؓ کی روایت پیش فرمائی ہے۔
خلاصہ یہ کہ حائضہ نماز، روزہ دونوں ہی ترک کرے گی لیکن نماز کی قضا بھی نہیں پڑھے گی لیکن حیض سے پاک ہونے کے بعد روزہ کی قضاء کرے گی۔

حل الفاظ اتجزی معنی میں اتقضی کے ہے جزا یجزی جزاءً کے معنی بدلہ دینے کے بھی ہیں اور قضیٰ کے معنی میں بھی آتا ہے جیسا کہ مسلم شریف جلد اول ص۱۵۳ میں بجائے اتجزی کے اتقضی احدانا الصلوٰۃ آیا ہے۔
لفظ احدانا اس کا فاعل اور صلاتہا اس کا مفعول ہے حروریۃ بفتح الحاء المھملۃ وضم الراء الاولیٰ وہی نسبۃ الی حروراء وہی قریۃ بقرب الکوفۃ (شرح مسلم ص۱۵۳)

تشریح خوارج کا سب سے پہلا اجتماع یہیں یعنی حروراء نامی مقام میں ہوا تھا۔ جو کوفہ سے تقریباً دو میل کے فاصلہ پر ہے خوارج کا فتنہ یہیں سے پھوٹا خوارج کی ایک جماعت کا خیال ہے کہ ایام حیض کی نمازوں کی قضا واجب ہے۔
حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا، کیا تم حروریہ ہو؟ یعنی کیا تم خارجی ہو؟ کیوں کہ خارجی ہی ایام حیض کی نمازوں کی قضا کو واجب کہتے ہیں، عدم قضا مجمع علیہ مسئلہ ہے۔

باب ۲۲۳

(النّوم مع الحائض وھی فی ثیابھا)

حائضہ کیساتھ سونا جب کہ وہ اپنے حیض کے کپڑے پہنے ہوئے ہو

۳۱۵ حَدَّثَنَا سَعِيْدُ بْنُ حَفْصٍ قَالَ ثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيٰى عَنْ اَبِيْ سَلَمَةَ عَنْ زَيْنَبَ بِنْتِ اَبِيْ سَلَمَةَ حَدَّثَتْهُ اَنَّ اُمَّ سَلَمَةَ قَالَتْ حِضْتُ وَاَنَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ فِي الْخَمِيْلَةِ فَانْسَلَلْتُ فَخَرَجْتُ مِنْهَا فَاَخَذْتُ ثِيَابَ حِيْضَتِيْ فَلَبِسْتُهَا فَقَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنُفِسْتِ

قلتُ نعم فدعانی فادخلنی معه فی الخمیلة قالت وحدثتنی ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم کان یُقبّلها وهو صائم وکنتُ اغتسل انا والنبی صلی اللہ علیہ وسلم من اناءٍ واحدٍ من الجنابة)

ترجمہ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضؓ نے فرمایا کہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر میں لیٹی ہوئی تھی کہ مجھے حیض آگیا اس لئے میں چپکے سے سرکی اور چادر سے نکل آئی اور میں نے حیض کا کپڑا لے کر پہن لیا تو مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کیا تجھ کو نفاس (یعنی حیض) آگیا؟ میں نے عرض کیا جی ہاں" پھر آپؐ نے مجھکو بلالیا اور اپنے ساتھ چادر میں کرلیا۔ زینب نے کہا اور حضرت ام سلمہ رضؓ نے مجھ سے یہ بھی بیان کیا کہ آپؐ روزہ کیحالت میں تقبیل فرماتے تھے (یعنی ام سلمہؓ کا بوسہ لیتے تھے) اور میں اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم (دونوں ملکر) ایک ہی برتن سے غسل جنابت کرتے تھے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحدیث للترجمة فی قولها فادخلنی معه فی الخمیلة۔

تعدد موضعه والحدیث ههنا ص۴۶ ومر ص۴۲ ویاتی متصلا ص۴۶ وص۲۵۸۔

ربط ما قبل والمناسبة بین البابین من حیث اشتمال کل منهما علی حکم مختص بالحائض (عمدہ)

مقصد امام بخاری رحؒ کا مقصد ایک اشکال کو دفع کرنا ہے یہ اشکال ابوداؤد شریف کی ایک روایت سے ہوتا ہے جو ابوداؤد میں باب فی الرجل یصیب منها مادون الجماع کے تحت حضرت عائشہ رضؓ سے ایک روایت ہے: عن عائشة رضؓ انها قالت کنت اذا حضت نزلت عن المثال علی الحصیر فلم نقرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ندن منه حتی نطهر (ابوداؤد جلد اول ص۳۶)

یعنی حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں کہ جب مجھے حیض آتا تو میں بستر سے اتر کر چٹائی پر اتر پڑتی پھر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جاتیں اور نہ ان کے قریب ہوتیں جب تک ہم پاک نہ ہوجاتیں۔

امام بخاری رحؒ نے اپنی دقت نظر و باریک بینی سے اس اشکال کو اس طرح سے دفع کیا ہے کہ حضرت عائشہ رضؓ حیض کیحالت میں حضور اقدس صلعم کے پاس خود نہیں جاتیں تھیں چونکہ حیض کی حالت میں عورت طبعًا شوہر کے ساتھ لیٹنا پسند نہیں کرتیں لیکن اگر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم اس حالت میں بلاکر لٹانا چاہتے تو یہ ازواج مطہرات انکار نہیں کرتی تھیں جیساکہ اس باب کی حدیث میں حضرت ام سلمہ رضؓ کا واقعہ پیش آیا جو حدیث الباب کے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

۲: نیز امام بخاری رحؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ بھی ہے کہ حیض کیحالت میں شوہر کے ساتھ سونا، لیٹنا جائز ہے جبکہ

ناف سے گھٹنے تک کپڑے میں مستور ہونے کی وجہ سے مباشرت یعنی جماع کا خطرہ نہ ہو۔

تشریح یہ حدیث گذر چکی ہے حدیث ۲۹۳ دیکھئے۔

یہاں الخمیلۃ دومرتبہ آیا ہے اور دونوں جگہ معرفہ ہے علامہ عینی رح فرماتے ہیں الخمیلۃ الثانیۃ ھی الخمیلۃ الاولیٰ لان المعرفۃ اذا اعیدت معرفۃ یکون الثانی عین الاولیٰ (عمدہ)

قالت وحدثتنی الخ قالت کا فاعل زینب اور حدثتنی کا فاعل حضرت ام سلمہ رض ہیں جیساکہ ترجمہ سے ظاہر ہے اور یہ تعلیق نہیں ہے بلکہ سند مذکور سے متصل ہے۔

باب ۲۲۴

(مَنِ اتَّخَذَ ثِیَابَ الْحَیْضِ سِوٰی ثِیَابِ الطُّھْرِ)

جس نے طہر کے کپڑوں کے علاوہ حالتِ حیض میں استعمال کے کپڑے بنائے (مطلب یہ ہے کہ حیض کے کپڑے الگ رکھنا اور پاکی کے الگ)

۳۱۶ (حدثنا معاذ بن فضالۃ قال حدثنا ھشام عن یحییٰ عن ابی سلمۃ عن زینب بنت ابی سلمۃ عن ام سلمۃ قالت بینا انا مع النبی صلے اللہ علیہ وسلم مضطجعۃ فی خمیلۃ حضت فانسللت فاخذت ثیاب حیضتی فقال انفست قلت نعم فدعانی فاضطجعت معہ فی الخمیلۃ)

ترجمہ حضرت ام سلمہ رض سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ ایک دفعہ میں نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چادر میں لیٹی تھی کہ مجھے حیض آ گیا میں چپکے سے نکلی اور اپنا حیض کا کپڑا لیا (یعنی اس کو پہن لیا) آپ نے پوچھا کیا تجھکو حیض آ گیا؟ میں نے کہا جی ہاں پھر آپ نے مجھکو بلایا تو میں آپ کے ساتھ چادر میں لیٹ گئی۔

مطابقۃ للترجمہ

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولھا فاخذت ثیاب حیضتی۔

تعدد موضعہ یہ وہی اوپر والی یعنی حدیث ۳۱۵ ہے۔

مقصد امام بخاری رح کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اگر کوئی عورت حیض کیلئے مستقل کپڑے الگ رکھے اور پاکی

کیلئے الگ تو یہ جائز ہے اسراف میں داخل نہیں ہے۔

تشریح یہ حدیث حضرت عائشہ رضؓ کے اس قول ما کان لاحدانا الا ثوب واحد تحیض فیه. کے خلاف ومعارض نہیں ہے اس لئے کہ حضرت عائشہ رضؓ کے اس ارشاد کا تعلق ابتداء اسلام سے ہے جو شدت وقلت کا دور تھا لیکن جب فتوحات کا دور آیا اور اموال غنیمت کے بہتات ہوئی تو مسلمانوں میں وسعت وخوشحالی آگئی اور عورتوں نے بھی لباسوں میں تنوع اختیار کرلیا یعنی زمانہ طہر کا لباس الگ اور زمانہ حیض کا الگ۔ اور حضرت ام سلمہ رضؓ کی حدیث کا تعلق اسی خوشحالی ووسعت کے زمانہ سے ہے فلا تعارض (عمدہ)

باب ۲۲۵

شُهُودِ الْحَائِضِ الْعِيْدَيْنِ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَيَعْتَزِلْنَ الْمُصَلّٰى

حیض والی عورت کا دونوں عیدوں میں آنا اور مسلمانوں کی دعا جیسے استسقاء وغیرہ میں شریک رہنا اور عیدگاہ سے رہنا

۳۱۷ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْوَهَّابِ عَنْ اَيُّوْبَ عَنْ حَفْصَةَ قَالَتْ كُنَّا نَمْنَعُ عَوَاتِقَنَا اَنْ يَخْرُجْنَ فِي الْعِيْدَيْنِ فَقَدِمَتْ اِمْرَأَةٌ فَنَزَلَتْ قَصْرَ بَنِي خَلَفٍ فَحَدَّثَتْ عَنْ اُخْتِهَا وَكَانَ زَوْجُ اُخْتِهَا غَزَا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثِنْتَيْ عَشَرَةَ غَزْوَةً وَكَانَتْ اُخْتِي مَعَهُ فِي سِتٍّ قَالَتْ كُنَّا نُدَاوِي الْكَلْمٰى وَنَقُوْمُ عَلَى الْمَرْضٰى فَسَأَلَتْ اُخْتِي النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعَلٰى اِحْدَانَا بَاْسٌ اِذَا لَمْ يَكُنْ لَهَا جِلْبَابٌ اَنْ لَا تَخْرُجَ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا وَلْتَشْهَدِ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ فَلَمَّا قَدِمَتْ اُمُّ عَطِيَّةَ سَاَلْتُهَا اَسَمِعْتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ بِاَبِيْ نَعَمْ وَكَانَتْ لَا تَذْكُرُهُ اِلَّا قَالَتْ بِاَبِيْ سَمِعْتُهُ يَقُوْلُ تَخْرُجُ الْعَوَاتِقُ وَذَوَاتُ الْخُدُوْرِ وَالْحُيَّضُ وَلْيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَيَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ الْمُصَلّٰى قَالَتْ حَفْصَةُ فَقُلْتُ الْحُيَّضُ فَقَالَتْ اَلَيْسَ تَشْهَدُ عَرَفَةَ وَكَذَا وَكَذَا

ترجمہ حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے کہ ہم کنواری جوان عورتوں کو عید کے دنوں میں نکلنے سے منع کیا کرتے تھے ایک بار ایسا ہوا کہ ایک عورت (بصرہ) آئی اور بنی خلف کے محل میں اتری اس نے اپنی بہن سے نقل کر کے حدیث بیان کی اس کے بہنوئی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بارہ جہاد کئے تھے اور چھ جہادوں میں میری بہن بھی آپؐ کے ساتھ تھی تو ہم (فوج میں) زخمیوں کی مرہم پٹی اور بیماروں کی خبر گیری کیا کرتی تھیں (ایک بار) میری بہن نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا اگر ہم میں کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو اور وہ عید کے دن نہ نکلے تو کچھ برائی تو نہیں؟ آپؐ نے فرمایا اس کے ساتھ والی اپنی چادر سے اس کو اڑھادے اور اس کو چاہئے کہ ثواب کے کاموں میں اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہو. حفصہ نے کہا جب امّ عطیہ آئیں تو میں نے ان سے پوچھا کیا آپ نے یہ حدیث نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میرا باپ آپؐ پر قربان، اور ام عطیہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرتیں تو یوں کہتیں میرا باپ آپؐ پر قربان میں نے آپؐ سے سُنا آپ فرماتے تھے کنواری جوان عورتیں اور پردہ والیاں اور حیض والیاں (یہ سب نکلیں) اور ثواب کے کام اور مسلمانوں کی دعا میں شریک ہوں اور حیض والیاں نماز کی جگہ سے الگ رہیں. حفصہ نے کہا کیا حیض والیاں بھی نکلیں؟ امّ عطیہ نے کہا حیض والیاں کیا عرفات میں نہیں آتیں اور فلاں فلاں مقاموں میں (مثلاً منیٰ، مزدلفہ)

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في وليشهدن الخير ودعوة المؤمنين ويعتزل الحيض المصلى.

معلوم ہوا کہ عیدین وغیرہ کے اجتماع میں جہاں عواتق یعنی جوان لڑکیوں اور پردہ نشین عورتوں کا ذکر ہے وہاں الحیض بھی ہے کہ حائضہ کیلئے عیدین میں شرکت کی اجازت کے ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ وہ عیدگاہ سے الگ رہے.

تعدد موضعه والحديث هٰهنا ص۴۶ تا ص۴۷ ويأتي في الصلوٰة ص۵ و ص۱۳۲ و ص۱۳۳ و ص۱۳۴ و ص۱۳۴ و ص۲۲۳ ومسلم اول ص۲۶۰ ابوداؤد ص۱۶۱ ترمذی اول ص۷۰ ونسائی ص۱۷۱

خروج العواتق وذوات الخدور في العيدين، ايضاً في الباب المتصل ص۱۷۷.

تحقیق الفاظ عواتق عاتق کی جمع ہے وہ کنواری لڑکی جو ابھی بالغ ہوئی ہے یا بلوغ کے قریب پہنچ گئی ہے (فتح)

قصر بنی خلف یہ بصرہ میں ایک محل ہے جو طلحہ بن عبداللہ بن خلف کے دادا کی طرف منسوب ہے.

الکلمیٰ بفتح الكاف وسكون اللام وفتح الميم كالجرحیٰ جمع جريح لفظاً ومعناً (قس) کلمیٰ کلیم کی جمع بمعنی زخمی جیسے مریض کی جمع مرضیٰ جریح کی جمع جرحیٰ.

جلباب بکسر الجیم وسکون اللام و بموحدتین بینهما الف ای خمار واسع کالملحفہ (قس) یعنی جلباب کے معنی بڑی چادر جس سے سر اور سینہ و پیٹھ ڈھانک سکے۔

الحُیَّض اس میں پہلا ہمزہ استفہام ہے اور دوسرا ہمزہ حرف تعریف ال کا ہے جو بدل کر الف ممدودہ ہو گیا ہے جیسے آللہ اذن لکم اور حیض میں حاء مہملہ مضموم ہے اور یاء مشدّدہ مفتوح حائض کی جمع ہے جیسے رُکّع راکع کی جمع ہے۔

مقصد مقصد یہ ہے کہ حائضہ عورتیں عیدین کے اجتماع اور وعظ و ارشاد کی مجلسوں میں شریک ہو سکتی ہیں صرف حائضہ عورتیں نماز کی جگہ یعنی عیدگاہ سے الگ رہیں۔ اس لئے نہیں کہ عیدگاہ کا حکم مسجد کا ہے بلکہ اس لئے کہ جب وہ نماز نہیں پڑھ سکتیں تو عیدگاہ کے اندر جانے کی کیا ضرورت ہے؟

استنباط احکام حائضہ حیض کی حالت میں بھی ذکر اللہ ترک نہ کرے۔

(۲) حائضہ مجالس خیر و مجالس علم اور مسلمانوں کی دعا میں جا سکتی ہیں۔

(۳) امام طحاوی رح فرماتے ہیں کہ عورتوں کو نماز کیلئے نکلنے کا حکم ابتداء اسلام میں دشمنان کی نظروں میں مسلمانوں کی کثرت ظاہر کرنے کیلئے دیا گیا تھا اور یہ علت اب باقی نہیں رہی۔

علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ اس علت کی وجہ سے بھی اجازت ان حالات میں تھی جب کہ امن کا دور دورہ تھا۔ اب جب کہ دونوں علتیں ختم ہو چکی ہیں لہٰذا اجازت نہ ہونی چاہیئے۔ حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں لو ادرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما احدث النساء لمنعھن المسجد کما منعت نساء بنی اسرائیل۔

مطلب یہ ہے کہ عہد رسالت میں ایک تو فتنہ کا احتمال کم تھا دوسرے عورتیں بغیر تزیّن کے باہر نکلا کرتی تھیں اس لئے ان کو نمازوں کی جماعات میں حاضر ہونے کی اجازت تھی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہوں نے تزیّن کا طریقہ اختیار کیا نیز فتنہ کے مواقع بڑھ گئے اس لئے اب انہیں جماعات میں حاضر نہ ہونا چاہیئے اور اگر نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم حیات ہوتے تو آپ بھی اس زمانے میں عورتوں کو خروج للصلوٰۃ کی اجازت نہ دیتے چنانچہ علماء متاخرین کا فتویٰ اسی پر ہے اس زمانے میں ان کا مساجد کی طرف نکلنا درست نہیں۔ واللہ اعلم (درس ترمذی)

باب ۲۲۶ إِذَا حَاضَتْ فِي شَهْرٍ ثَلٰثَ حِيَضٍ وَمَا يُصَدَّقُ النِّسَاءُ فِي الْحَيْضِ وَالْحَمْلِ فِيمَا يُمْكِنُ مِنَ الْحَيْضِ لِقَوْلِ اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ أَنْ يَكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي أَرْحَامِهِنَّ وَيُذْكَرُ عَنْ عَلِيٍّ وَشُرَيْحٍ إِنْ جَاءَتْ بِبَيِّنَةٍ مِنْ بِطَانَةِ أَهْلِهَا مِمَّنْ يُرْضَى دِينُهُ أَنَّهَا حَاضَتْ ثَلَاثًا فِي شَهْرٍ صُدِّقَتْ وَقَالَ

عَطاءٌ أقراؤها ما كانت وبه قال ابراهيم وقال عطاء الحيض يوم إلى خمسة عشر وقال معتمر عن أبيه قال سألت ابن سيرين عن المرأة ترى الدم بعد قرئها بخمسة أيام قال النساء أعلم بذالك)

اگر ایک ہی مہینہ میں عورت کو تین بار حیض آجائے اس کا بیان۔ اور اس بات کا بیان کہ عورتوں کی تصدیق حیض اور حمل کے بارے میں ان چیزوں میں کیجائے گی جو حیض کے سلسلہ میں ممکن ہوں کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے (سورہ بقرہ میں) فرمایا عورتوں کیلئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اور حضرت علی اور قاضی شریح سے منقول ہے کہ اگر عورت اپنے گھر کے مخصوص افراد میں سے کوئی ایسا گواہ لے آئے جس کے دین کو پسند کیا جاتا ہو (یعنی وہ دیندار ہو) کہ یہ عورت ایک مہینے میں تین بار حائضہ ہوئی ہے تو اس کی تصدیق کیجائے گی اور عطاء ابن ابی رباح نے کہا (عدت کے ایام میں) اس کے حیض کے دن وہی رہینگے جو (عدت سے) پہلے تھے اور ابراہیم نخعی کا بھی یہی قول ہے۔

اور عطاء نے کہا حیض ایک دن سے پندرہ دن تک ہے، اور معتمر اپنے والد (سلیمان) سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے (یعنی سلیمان نے) بیان کیا کہ میں نے محمد بن سیرین سے اس عورت کے متعلق پوچھا جو اپنی عادت کے مطابق حیض آجانے کے بعد پانچ دن تک خون دیکھتی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ عورتیں اس معاملہ میں زیادہ جاننے والی ہیں۔

۳۱۸ (حدثنا أحمد بن أبي رجاء قال أخبرنا أبو أسامة قال سمعت هشام بن عروة قال أخبرني أبي عن عائشة أن فاطمة بنت أبي حبيش سألت النبي صلى الله عليه وسلم قالت إني أستحاض فلا أطهر أفأدع الصلوٰة فقال لا إن ذالك عرق ولكن دعي الصلوٰة قدر الأيام التي كنت تحيضين فيها ثم اغتسلي وصلي)

ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت فاطمہ بنت ابی حبیش نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا عرض کیا (یارسول اللہ) مجھکو استحاضہ رہتا ہے میں پاک ہی نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپؐ نے فرمایا نہیں یہ ایک رگ (کا خون) ہے لیکن (اس بیماری سے پہلے) جتنے دنوں تجھکو حیض آیا کرتا تھا اتنے دنوں نماز چھوڑ دے پھر غسل کرو اور نماز پڑھو۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ولکن دعی الصلوٰۃ قدر الایام التی کنت تحیضین فیہا ثم اغتسلی وصلی۔

مطلب یہ ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے فاطمہ رضہ کو تعیین کے ساتھ ایام حیض نہیں بتایا بلکہ ان کو

جتنے دن پہلے سے حیض آتا تھا اتنے ہی ایام اس بیماری میں بھی حائضہ سمجھے کو فرمایا فاطمہ کی تصدیق ان ایام میں کی جن میں ان کو حیض آیا کرتا تھا تو ثابت ہوا کہ عورت کی تصدیق ایام حیض کے متعلق معتبر ہوئی پس ترجمہ کے دوسرے جز ومایصدق النساء فی الحیض والحمل سے حدیث کی مطابقت ظاہر ہو گئی

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۷ ومر ص۳۶ وص۴۴ وص۴۶۔

مقصد شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح شرح تراجم ابواب بخاری میں فرماتے ھیں:

ای هو ممکن واذا ادعت المرأة ذالك تصدقت فيه والآية دالة على ان قولها مقبول فيه وجميع تعاليق الباب دالة على انه ليس فى الحيض تحديد وانما هو مفوض الى قول المرأة لكن فيما يمكن۔

اگر عورت یہ دعویٰ کرے کہ ایک ماہ کے اندر تین حیض آچکے ہیں تو چونکہ ایسا ممکن ہے اسلئے اس کی تصدیق کیجائے گی۔ آیت قرآنی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ عورت کا قول اس میں مقبول ہے اور باب کے جملہ تعالیق سے بھی یہی معلوم ہوا کہ حیض کی مدت محدود و مقرر نہیں عورت ہی کے قول پر مدار ہے بشرطیکہ ممکن صورت ہو۔

تشریح امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ ایک ماہ میں تین حیض کا آجانا ممکن ہے اب اگر ایک مطلقہ یہ دعویٰ کرے کہ مجھے ایک ہی ماہ میں تین حیض آئے ہیں تو دریافت طلب یہ ہے کہ مطلقہ عورت کا یہ دعویٰ قابل قبول ہے یا نہیں؟

بخاری رح فرماتے ہیں کہ فیما یمکن من الحیض عورت کا قول معتبر ہوگا۔ معلوم ہوا کہ عورت کا قول اس صورت میں قابل قبول ہوگا۔ جب مدت اس کی متحمل ہو تو بینہ سے مطلقہ کا دعویٰ قابل تسلیم ہوگا لیکن اگر مدت اتنی قلیل ہے کہ اس میں انقضاء عدت ممکن نہیں تو بینہ خلاف ظاہر ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہ ہوگا۔

تحمل مدت کی شرط سے عورت کا قول معتبر ہونے پر ارشاد الٰہی لایحل لھن ان یکتمن الخ سے استدلال فرمایا کہ اندرونی حالت حیض ہو یا حمل چھپانا حرام ہے تو ظاہر کرنا واجب وضروری ہوا، اگر اس کا قول قبول نہ کیا جائے تو ظاہر کرنے سے (جو آیت مذکورہ میں مامور بہ ہے) کیا فائدہ؟ تو معلوم ہوا کہ اس کا قول بھی معتبر ہوگا۔

آگے حضرت علی رض کی خلافت کا ایک قصہ نقل فرمایا ہے کہ ایک دن حضرت علی رض اور قاضی شریح رح تشریف

فرماتے ایک عورت آئی اور بولی کہ میرا شوہر مجھے طلاق دے چکا ہے اور اب رجوع کرنا چاہتا ہے حالانکہ میری عدت ایک ماہ میں ختم ہو چکی ہے۔

دونوں حضرات یہ سنکر حیران ہو گئے، حضرت علی رضؓ نے حضرت شریح سے فرمایا اقض بینهما ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردو، قاضی شریح نے کہا، اے امیرالمؤمنین وانت ھھنا کیا آپ کی موجودگی میں؟ حضرت علی رضؓ نے پھر فرمایا ان دونوں کے درمیان فیصلہ کردو چنانچہ شریح نے یہ فیصلہ فرمایا کہ تمہارا دعویٰ بینہ پیش کرنے پر قابل قبول ہوگا یعنی اپنے گھر کے رازدار اقربا میں سے ایسے گواہ لاؤ جو دیندار ہو اور وہ یہ کہدیں کہ ہم نے اسے ایام حیض میں ترک صوم و صلوٰۃ کے بعد صوم و صلوٰۃ ادا کرتے دیکھا۔ اس طور پر اسے تین حیض آنے کا ہمیں علم ہے جس کی شہادت ہم دیتے ہیں تو عدالت اس کے دعوے کی تصدیق کردے یعنی اس مطلقہ کا دعویٰ قابل قبول ہوگا۔

حضرت علی رضؓ نے قالون کہکر قاضی شریح کے فیصلہ کی تحسین فرمائی۔

لفظ قالون روم کی زبان میں حسن کے معنی میں ہے یعنی آپؓ نے احسنت فرمایا۔

امام بخاری رحؒ کے ترجمۃ الباب کے دو حصے ہیں ایک حصہ ہے ثلث حیض تک اور دوسرا حصہ ہے وما یصدق النساء سے من الحیض تک۔

باب کا دوسرا حصہ اتفاقی ہے، امام نے جو آیت ذکر کی ہے اس سے صرف دوسرا حصہ ثابت ہوتا ہے اول کیلئے امام کو نہ آیت ملی اور نہ کوئی مرفوع حدیث، اس لئے آثار کا سہارا لینا پڑا۔

امام بخاری رحؒ نے اگرچہ صاف طور سے یہ نہیں کہا کہ ایک ماہ کے اندر تین گذر جانے کا دعویٰ کرنیوالی عورت کی تصدیق جائز ہے اور وہ عورت عدت سے خارج ہو جائے گی لیکن ان کے پیش کردہ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جواز و تصدیق کے قائل ہیں۔

امام بخاری رحؒ نے سب سے پہلے قاضی شریح تابعی رحؒ کا فتویٰ اپنی تائید میں پیش کیا ہے لیکن ائمہ مجتہدین کا اس میں اختلاف ہے کہ وہ اقل مدت کونسی ہے جس کے اندر اگر عورت انقضائے مدت کا دعویٰ کرے تو اس کا قول معتبر ہو گا۔

صاحبین رحؒ کے نزدیک صحت دعویٰ کیلئے کم ازکم انتالیس[۳۹] دن کی ضرورت ہے۔ صاحبین کے نزدیک کم سے کم عرصہ میں عدت گذر جانے کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ مثلاً ایک عورت طہر کے آخر میں مطلقہ ہوئی جب کہ حیض کے آنے میں صرف ایک ساعت رہ گئی تھی اب حیض کی آمد ہوئی جس کی اقل مدت حنفیہ کے نزدیک تین دن ہے حیض کے بعد طہر آیا جس کی اقل مدت پندرہ دن ہے اس کے بعد پھر تین دن حیض کے پھر پندرہ دن طہر کے پھر تین دن حیض کے، صاحبین کے نزدیک اس طرح انتالیس دن اور ایک ساعت کے عرصہ میں عدت ختم ہو سکتی ہے۔

شوافع رح کے نزدیک حیض کی اقل مدت ایک دن اور طہر کی اقل مدت پندرہ دن ہے ان کے یہاں عدت کے معاملہ میں حیض کا نہیں بلکہ طہر کا اعتبار ہے شوافع کے نزدیک صورت دعویٰ کیلئے کم ازکم بتیس ۳۲ دن اور دو ساعات کی ضرورت ہے۔

مسلک شوافع کے لحاظ سے کم سے کم مدت میں عدت گذر جانے کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ مثلاً ایک عورت آخر طہر میں مطلقہ ہوئی جب کہ حیض کے آنے میں صرف ایک لحظہ رہ گیا تھا یہ ایک لحظہ ایک طہر ہوا اب حیض کی آمد ہوئی جس کی اقل مدت شوافع کے نزدیک دن ہے، حیض کے بعد طہر آیا جس کی اقل مدت پندرہ دن ہے اس کے بعد پھر ایک دن حیض کا پھر پندرہ دن طہر کے، پھر تیسرا حیض ایک لحظہ تو یہ کل بتیس ۳۲ دن دو لحظہ ہوئے۔

اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک ساٹھ دن ایک لحظہ میں عدت پوری ہوگی۔

امام صاحب رح فرماتے ہیں کہ یہ اصول اور قاعدہ کے خلاف ہے کہ حیض کا بھی اقل لیا جائے اور طہر کا بھی اقل ہی لیا جائے کیوں کہ عادتاً ایسا نہیں ہوتا بلکہ تجربہ یہ ہے کہ جب حیض کم ہوتا ہے تو طہر زیادہ ہوتا ہے اور جب طہر کم ہوتا ہے تو حیض زیادہ ہوتا ہے لہذا طہر کا تو اقل لیا جائے گا کیوں اکثر طہر کی کوئی حد نہیں ہے اور حیض کا اکثر لیا جائے گا پس جس طہر میں طلاق واقع ہوئی وہ ایک لحظہ ہوا اس کے بعد پہلا حیض دس۱۰ دن اور طہر پندرہ۱۵ دن پھر دوسرا حیض دس۱۰ دن اور طہر پندرہ دن پھر تیسرا حیض دس۱۰ دن یہ کل ساٹھ دن ہوئے لحظہ ہوا اس کو نقشہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیں۔

ائمہ کرام رح	عورت کی پوری عدت	الطہر الذی طلق فیہ	الحیض الاول	الطہر الثانی	الحیض الثانی	الطہر الثالث	الحیض الثالث
عند مالک رح	۳۰ دن ۴ لحظہ	لحظہ	لحظہ	۱۵ دن	لحظہ	۱۵ دن	لحظہ
عند احمد رح قول راجح	۲۹ دن ۱ "	"	۱ دن	۱۳ دن	۱ دن	۱۳ دن	۱ دن
" قول مرجوح	۲۸ دن ۲ "	"	۱ دن	۱۳ دن	۱ دن	۱۳ دن	لحظہ
عند صاحبین رح	۳۹ دن " "	"	۳ دن	۱۵ "	۳ "	۱۵ "	۳ دن
عند ابی حنیفۃ رح	۶۰ " ۱ "	"	۱۰ "	۱۵ "	۱۰ "	۱۵ "	۱۰ دن
عند الشافعی رح	۳۲ دن ۲ "	"	۱ دن	۱۵ دن	۱ دن	۱۵ "	لحظہ

اس نقشہ سے واضح ہو گیا کہ امام بخاری رح کا یہ مسلک کہ ایک ماہ میں تین حیض کی تصدیق کیجائیگی یہ نہ تو حنفیہ کے مسلک پر چل سکتا ہے اور نہ شافعیہ کے مسلک پر۔

چنانچہ شیخ الحدیث لکھتے ہیں وعلم من ھذا کلہ ان ترجمۃ الامام البخاری توافق الامامین مالک واحمدرح ولاتوافق الحنفیۃ والشافعیۃ (حاشیہ لامع جلد اول صلا۱۲۶)

تاویل کی ضرورت قاضی شریح کے فیصلہ کا جواب حنفیہ کی طرف سے علامہ سرخسی رح نے یہ دیا ہے کہ شریح نے تعلیق بالمحال کی ہے انہیں یقین تھا کہ اس تدین وتقویٰ کے زمانہ میں کوئی شخص بھی اس خلاف حقیقت دعویٰ پر شہادت کے لئے تیار نہ ہوگا لہٰذا اس سے شہر واحد میں تین حیض کا امکان ثابت نہیں ہوتا اور نہ اس دعویٰ کی تصدیق ہو سکتی ہے۔

بعض حضرات نے یہ تاویل کی ہے کہ انہا حاضت ثلاثا فی شہر، میں لفظ شہر شہرین کے مقابلہ میں ہے اس صورت میں شہر تیس دن کے مفہوم میں نہیں رہے گا۔

مطلب یہ ہے کہ عورت نے عدت ختم ہونے کا یہ دعویٰ دو ماہ سے کم مدت میں کیا۔ اور یہ کوئی بعید از قیاس نہیں ہے ملاحظہ ہو بخاری جلد ثانی ص۵۷۳ عن سعید بن المسیب وقعت الفتنۃ الاولیٰ یعنی مقتل عثمان فلم تبق من اصحاب بدر احدا الخ

کیا حضرت عثمان رضؓ کی شہادت کے بعد اصحاب بدر میں سے حضرت علی رضؓ حضرت زبیر رضؓ اور حضرت طلحہ رضؓ وغیرہ باقی نہیں رہے؟ ضرور رہے اصل مطلب یہ ہے کہ دوسرے فتنہ حرہ تک اصحاب بدر میں سے کوئی باقی نہ رہا اسی طرح یہاں شہر سے شہرین تک مراد ہے۔

قاضی شریح حضرت شریح بن حارث نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پایا لیکن ملاقات کا شرف حاصل نہیں ہوا کبار تابعین میں سے ہیں بلکہ ائمہ تابعین میں سے ہیں حضرت عمر رضؓ نے آپ کو قاضی بنایا تھا بالآخر ایک سو بیس ۱۲۰ برس کی عمر پاکر وصال پایا۔ صرف عرب کے نہیں بلکہ دنیا کے عظیم قاضیوں میں ان کا شمار ہے۔

اللہ تعالےٰ نے ایسا ملکہ دیا تھا کہ چہرہ دیکھ کر پہچان لیتے کہ حق کس کے ساتھ ہے۔

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ایک عورت روتی ہوئی آئی اور رو رو کر سسکتے ہوئے اپنا دعویٰ پیش کیا کہ دیکھنے والوں نے کہا یہ عورت مظلوم معلوم ہوتی ہے قاضی صاحب نے کہا یہ ضروری نہیں بلکہ حضرت یوسف ؑ کے بھائیوں کے بارے میں قرآن حکیم میں ہے وجاؤا اباھم عشاءً یبکون اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے آئے۔

آخر کار فیصلہ اس عورت کے خلاف ہوا۔

قال عطاء الخ ترجمہ گذر چکا ہے یعنی اگر مطلقہ کا دعویٰ اقراء عادت کے مطابق ہوگا تو قبول ہوگا اس میں بھی اقراء کی تعداد میں عورت کی دیانت کا اعتبار کیا گیا ہے جو مقصد من الترجمہ ہے۔

قال عطاء الحیض یوم الخ اس میں اگرچہ اقل حیض کی تعیین ہے مگر اقل طہر کی تحدید نہیں ہے پس

انقضاء عدت کے لئے کسی زمانہ کی تحدید نہ ہوگی عورت کی دیانت پر ہے۔

قولہ سالت ابن سیرین الخ معتمر کے والد حضرت سلیمان نے ابن سیرین سے پوچھا کہ حائضہ عورت اپنے ایام عادت کے بعد مزید پانچ دن خون دیکھے تو کیا حکم ہے؟ ابن سیرین نے فرمایا النساء اعلم بذلک یعنی عورتیں اس معاملے میں زیادہ جاننے والی ہیں۔

اس صورت میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ اکثر مدت حیض تک تو یہ خون حیض شمار ہوگا۔

پھر اگر اس سے بھی تجاوز کر گیا تو ایام عادت کا خون حیض اور باقی استحاضہ قرار دیا جائے گا اسکے بعد علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:

ولیس المراد من قولہ بعد قرئہا ای طہرہا کما قال الکرمانی، بل المراد بعد حیضہا المعتاد کما ذکرنا (عمدہ)

یعنی تری الدم بعد قرئہا بخمسۃ ایام میں قرء سے مراد طہر نہیں ہے جیسا کہ علامہ کرمانی شافعی نے کہا بلکہ مراد معتاد حیض ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔

اس کے بعد علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ "وقال السفاقسی وھو قول ابن سیرین وعطاء واحد عشر صحابیا والخلفاء الاربعۃ وابن عباس وابن مسعود ومعاذ وقتادۃ وابو الدرداء وانس رضی اللہ عنہم وھو قول ابن المسیب وابن جبیر وطاؤس والضحاک والنخعی والشعبی والثوری والاوزاعی واسحاق وابی عبیدؒ (عمدہ ثالث ص۳۰۵)

تنبیہ چوں کہ بحث طویل ہو گئی اس لئے ختم کرتا ہوں حدیث الباب کیلئے اسی دوسری جلد کے باب الاستحاضہ حدیث ۲۹۹ ملاحظہ فرمائیے۔

بَابٌ ۲۲

الصُّفْرَةِ وَالْكُدْرَةِ فِی غَیْرِ اَیَّامِ الْحَیْضِ

ایام حیض کے علاوہ اور دنوں میں خاکی اور زرد رنگ کا کیا حکم ہے؟

۳۱۹ (حَدَّثَنَا قُتَیْبَۃُ بْنُ سَعِیْدٍ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ قَالَتْ کُنَّا لَا نَعُدُّ الْکُدْرَۃَ وَالصُّفْرَۃَ شَیْئًا)

ترجمہ حضرت ام عطیہؓ نے کہا کہ ہم لوگ خاکی اور زرد رنگ کو کچھ نہیں شمار کرتے تھے (کچھ اہمیت نہیں دیتے)۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ لا نعد الکدرۃ والصفرۃ شیئا۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد دو حدیثوں کے ظاہری تعارض کو دفع کرنا ہے۔ بالفاظِ دیگر دو متعارض حدیثوں میں تطبیق بیان کرنا چاہتے ہیں اس سے قبل چھ باب پہلے باب ۲۲۱ میں حضرت عائشہ رض کی روایت گذری ہے۔

لا تعجلن حتی ترین القصۃ البیضاء۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ ہر رنگ حیض ہے خواہ سیاہ و سرخ ہو یا خاکی اور زرد ہو سب حیض ہے۔

اور حضرت ام عطیہ رض کی اس روایت کنا لا نعد الصفرۃ والکدرۃ شیئا۔ سے معلوم ہوتا ہے کہ خاکی اور زرد رنگ حیض نہیں ہے لہٰذا دونوں روایتوں میں تعارض ہے۔ امام بخاری رح نے ترجمۃ الباب میں فی غیر ایام الحیض۔ بڑھا کر دونوں روایتوں میں تطبیق دیدی جس کا حاصل یہ ہے کہ اگر صفرۃ وکدرۃ ایام حیض میں آئے تو حیض ہے یعنی حضرت عائشہ رض کی روایت پر عمل ہوگا یہی حنفیہ کا مسلک ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امام بخاری رح اس مسئلہ میں حنفیہ کی موافقت کر رہے ہیں۔

اور اگر ایام حیض کے علاوہ دوسرے دنوں میں خاکی اور زرد رنگ نکلے تو اس کا شمار حیض میں نہیں ہوگا۔

امام بخاری نے یہ ترجمہ قائم کرکے دونوں روایتوں میں تطبیق دے دی اور بتادیا کہ تعارض نہیں ہے بس صفرۃ اور کدرۃ کا اعتبار کرنا غیر ایام حیض کے اندر اور حتی ترین القصۃ البیضاء ایام حیض کے اندر ہے۔

بَابُ ۲۲۸ عِرْقِ الِاسْتِحَاضَۃِ

استحاضہ کی رگ کا بیان

۳۲۰ (حَدَّثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ الْمُنْذِرِ الْحِزَامِيُّ قَالَ ثَنَا مَعْنُ بْنُ عِيسَى عَنِ ابْنِ أَبِي ذِئْبٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُرْوَةَ وَعَنْ عَمْرَةَ عَنْ عَائِشَةَ زَوْجِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّ أُمَّ حَبِيبَةَ اُسْتُحِيضَتْ سَبْعَ سِنِينَ فَسَأَلَتْ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَنْ ذَالِكَ فَأَمَرَهَا أَنْ

تغتسل فقال ھذا عرق فکانت تغتسل لکل صلوٰۃ)

ترجمہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ ام حبیبہ رضؓ بنت جحش (آنحضرت صلعم کی سالی) سات سال تک مستحاضہ رہیں تو انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ صلعم نے ان کو حکم دیا کہ (جب حیض کے دن پورے ہو جائیں تو) غسل کرلیں چنانچہ وہ (ام حبیبہ) ہر نماز کے لئے غسل کیا کرتی تھیں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ " ھذا عرق "

مقصد ترجمہ حیض اور استحاضہ ظاہری طور پر ایک ہی راہ سے جاری ہونے کی وجہ سے حیض و استحاضہ کا کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا حالانکہ دونوں میں فرق ہے حیض کا خون قعر رحم سے آتا ہے اور استحاضہ کا خون ایک رگ سے آتا ہے جو فم رحم پر ہوتی ہے جس کو عاذل کہتے ہیں، حیض قاعدہ کے مطابق اور صحت و تندرستی کیحالت میں رحم سے آتا ہے اور جو خون بے قاعدہ اور بے وقت آتا ہے وہ بیماری کی علامت ہے یہی وجہ ہے کہ دونوں کے احکام بھی الگ الگ ہیں۔ استحاضہ کیحالت میں عورت نماز پڑھے گی اور روزے بھی رکھے گی اور حائضہ کیلئے روزے کی قضا ہے اور نماز معاف ہے۔

حدیث باب حدیث باب میں ہے کہ ام حبیبہ رضؓ ہر نماز کیلئے غسل کیا کرتی تھیں ام حبیبہ رضؓ اپنی خوشی سے یہ غسل کرتی تھیں، حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم نہیں فرمایا تھا کہ ہر نماز کیلئے غسل کیا کرو۔

۲ بعض حضرات نے اس غسل کو علاج پر محمول کیا ہے اور بعض حضرات نے اس کو نظافت و استحباب پر محمول کیا ہے۔

۲۲۹ (باب المرأۃ تحیض بعد الافاضۃ)

طواف افاضہ (طواف زیارت) کے بعد حیض آنے کا بیان

۳۲۱ (حدثنا عبد اللہ بن یوسف قال اخبرنا مالک عن عبد اللہ بن ابی بکر بن محمد بن عمرو بن حزم عن ابیہ عن عمرۃ بنت عبد الرحمن عن عائشۃ زوج النبی صلے اللہ علیہ وسلم انھا قالت لرسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یا رسول اللہ ان صفیۃ بنت حیی

قد حاضت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لعلھا تحبسنا الم تکن طافت معکن فقالوا بلی قال فاخرجی)

ترجمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا اے اللہ کے رسول صفیہ بنت حیی (زوج النبی ص) حائضہ ہو گئیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شاید وہ ہمیں (مدینہ واپس جانے سے) روک دیں گی۔ کیا انہوں نے تمہارے ساتھ طواف (افاضہ) نہیں کیا؟ انہوں نے کہا طواف (افاضہ) تو کر چکی آپ ص نے فرمایا پھر تو نکل چلو۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "الم تکن طافت معکن" کیونکہ اس طواف سے طواف افاضہ ہی مراد ہے جو حج کا ایک رکن ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۷ ویاتی فی المناسک ص۲۳۳ تا ص۲۳۴ ایضا ص۲۳۷ وفی المغازی ص۶۳۱۔

ربط ما قبل قال العینی رح وجہ المناسبۃ بین البابین من حیث ان فی الباب السابق حکم المستحاضہ وفی ھذا الباب حکم الحائض فالحیض والاستحاضۃ من وادی واحد (عمدہ)

۳۲۲ (حدثنا معلی بن اسد قال ثنا وھیب عن عبد اللہ بن طاؤس عن ابیہ عن عبد اللہ بن عباس قال رخص للحائض ان تنفر اذا حاضت وکان ابن عمر یقول فی اول امرہ انھا لا تنفر ثم سمعتہ یقول تنفر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رخص لھن)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی نے فرمایا کہ عورت کو جب حیض آجائے تو اس کو اپنے شہر لوٹ جانے کی (بغیر طواف وداع کئے) اجازت ہے، اور حضرت عبد اللہ بن عمر رضی شروع میں کہتے تھے کہ وہ نہ لوٹے، طاؤس نے کہا پھر میں نے ان سے یہ کہتے سنا لوٹ جائے (یعنی بغیر طواف وداع کئے) کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حیض والی عورتوں کو اسکی اجازت دی ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ رخص للحائض ان تنفر اذا حاضت" ای بعد الافاضۃ"۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۷ ویاتی فی المناسک فی باب طواف الوداع ص۲۳۶ ایضا ص۲۳۷۔

مقصد امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ طواف افاضہ کو لینے کے بعد جو حج کا ایک رکن ہے اگر حیض شروع

ہوجائے تو طواف وداع کیلئے ٹھہرنا ضروری نہیں اپنے گھر کو لوٹ سکتی ہے کیوں کہ شریعت نے حائضہ کیلئے طواف وداع معاف کردیا ہے۔

تشریح حج کے موقعہ پر تین طواف ہوتے ہیں ۱۔ طواف قدوم یہ مسنون ہے۔ ۲۔ طواف افاضہ جس کو طواف زیارت، طواف فرض اور طواف رکن بھی کہا جاتا ہے یہ طواف فرض ہے جو یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں حلق کے بعد کیا جاتا ہے ۳۔ طواف وداع جس کو طواف صدر بھی کہتے ہیں یہ طواف واجب ہے۔

حائضہ کیلئے طواف قدوم اور طواف وداع کا ساقط ہونا اتفاقی مسئلہ ہے اس میں کسی کا اختلاف نہیں۔

اور طواف زیارت چونکہ فرض اور رکن ہے یہ کسی حال میں ساقط نہیں ہوتا اگر حیض آجائے تو اس کیلئے ٹھہرنا پڑے گا اگر طواف افاضہ ادا کئے بغیر وطن کو واپس ہوگی تو جب تک طواف افاضہ نہ کرلے گی ہمیشہ احرام میں رہے گی یعنی اس کا شوہر اس سے صحبت نہ کرسکے گا باقی احکام میں احرام سے نکل جائے گی۔ حضرت ابن عمرؓ کو جب تک حدیث الباب نہیں پہونچی تھی تو وہ حائضہ کو طواف وداع کیلئے ٹھہرنے کا حکم دیتے تھے وہ کہتے تھے کہ طواف وداع معاف نہیں ہے پھر جب رخصت مذکور کا علم ہوا تو اپنے سابق قول سے رجوع کرلیا اور جمہور کے موافق بغیر طواف وداع کے واپسی کی اجازت دینے لگے۔

باب ۲۳ اِذَا رَاَتِ الْمُسْتَحَاضَةُ الطُّهْرَ قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ تَغْتَسِلُ وَتُصَلِّيْ وَلَوْ سَاعَةً مِّنْ نَهَارٍ وَّيَاْتِيْهَا زَوْجُهَا اِذَا صَلَّتِ الصَّلٰوةُ اَعْظَمُ

(جب مستحاضہ طہر دیکھے (یعنی حیض سے پاک ہوجائے)
حضرت ابن عباس رضؓ نے کہا وہ غسل کرکے نماز پڑھے اگرچہ ایک ہی گھڑی ہو اور اس کا خاوند اس سے صحبت کرسکتا ہے جب وہ نماز پڑھتی ہے نماز تو بڑی چیز ہے۔

۳۲۳ (حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ ثَنَا زُهَيْرٌ قَالَ ثَنَا هِشَامُ بْنُ عُرْوَةَ عَنْ عُرْوَةَ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَقْبَلَتِ الْحَيْضَةُ فَدَعِي الصَّلٰوةَ وَاِذَا اَدْبَرَتْ فَاغْسِلِيْ عَنْكِ الدَّمَ وَصَلِّيْ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب حیض (کا خون) آنے لگے تو نماز چھوڑ دو اور جب حیض رخصت ہو تو اپنے (بدن) سے خون دھو ڈالو اور نماز پڑھو۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہٖ واذا ادبرت فاغسلی، مطلب یہ ہے کہ جب حیض رخصت ہوگیا اب اس کا علم خواہ اکثر مدت حیض کے گذر جانے سے ہو یا یہ کہ خون ہی بند ہو جائے، بہر حال جب طہر دیکھے تو غسل کرکے نماز شروع کردے۔

مقصد امام بخاری رحؒ نے ترجمہ میں لفظ طہر ذکر کر دیا ہے آگے کوئی تفصیل نہیں۔
حافظ عسقلانی رحؒ فرماتے ہیں اے تمیز لہا دم العرق من دم الحیض فسمی زمن الاستحاضۃ طہرا لانہ کذالک بالنسبۃ الی زمن الحیض ویحتمل ان یزید بہ انقطاع الدم والاول اوفق للسیاق (فتح الباری)

مقصد یہ ہے کہ عورت جس وقت دیکھے کہ طہر شروع ہوگیا ہے گو استحاضہ کا خون آتا رہے تو فوراً غسل کرے اور نماز پڑھے۔

علامہ ابو الحسن سندھی رحؒ اسی کو مقصد ترجمہ قرار دے رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں۔

انقطاع الحیض لا انقطاع الدم اذ الکلام فی المستحاضۃ حال قیام الاستحاضۃ وھی التی لا ینقطع دمہا۔

یہاں خون حیض کا انقطاع مراد ہے مطلق خون کا بند ہونا مراد نہیں کیوں کہ کلام تو اس عورت سے متعلق ہے جو خون استحاضہ کی حالت سے دوچار ہے اور اس کا خون بند نہیں ہو رہا۔ (حاشیہ سندھی جلد اول ص۵)

یہی حضرت گنگوہی رحؒ بھی فرماتے ہیں:- اوجہ الوجوہ فیہ ان المراد بذالک ان المستحاضۃ اذا طہرت بمعنی انہا انقضت مدۃ حیضہن ماکانت فانہا لا تنتظر بعد ذالک شیئا الخ (لامع) بعض حضرات خون حیض کی تعیین نہیں کرتے بلکہ لفظ "طہر" کو مطلق خون بند ہونے کے معنی میں لیتے ان کے نزدیک مقصد بخاری یہ ہے کہ عورت خون بند ہونے کے بعد بغیر کسی توقف وانتظار کے فوراً غسل کرے اور نماز پڑھے۔

ابن عباس رضؓ کا اثر امام بخاری رحؒ اثبات ترجمہ کیلئے ابن عباس رضؓ کا اثر پیش کر رہے ہیں کہ استحاضہ والی عورت جب دیکھے کہ طہر شروع ہوگیا ہے تو اسے فوراً غسل کرکے نماز ادا کرنی چاہیئے۔ بہت ممکن ہے کہ امام بخاری رحؒ مالکیہ پر رد فرما رہے ہیں کیوں کہ مالکیہ کے یہاں مسئلہ استظہار میں چند دن زائد لگاتے ہیں تو امام بخاری رحؒ فرماتے ہیں کہ یہ کچھ نہیں بلکہ جب طہر دیکھ لیا بس وہی طہر ہے احناف رحؒ کا مسلک یہ ہے کہ اگر حیض عادت کے اعتبار سے کم مدت میں منقطع ہوگیا تو انتظار ضروری ہے ایک وقت کی نماز گذرنے کے بعد غسل کرے اور نماز پڑھے۔

اور جب مستحاضہ کو غسل کرکے نماز پڑھنا درست ہے تو خاوند کو اس سے صحبت کرنا بطریق اولیٰ جائز ہوگا الصلوٰۃ اعظم ای اعظم من الجماع۔

بَابُ ۲۳۱

(الصَّلٰوۃِ عَلَی النُّفَسَاءِ وَسُنَّتِھَا)

نفاس والی عورت پر جنازہ کی نماز پڑھنا اور اس کا طریقہ

۳۲۴ (حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ اَبِی سُرَیْجٍ قَالَ ثَنَا شَبَابَۃُ قَالَ ثَنَا شُعْبَۃُ عَنْ حُسَیْنِ الْمُعَلِّمِ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ سَمُرَۃَ بْنِ جُنْدُبٍ اَنَّ اِمْرَأَۃً مَاتَتْ فِیْ بَطْنٍ فَصَلّٰی عَلَیْھَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَامَ وَسْطَھَا)

ترجمہ حضرت سمرہ بن جندب رضؓ سے روایت ہے کہ ایک عورت (ام کعب) زچگی سے مرگئی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس (کے جنازے) پر نماز پڑھی آپؐ اس کے بیچ کے مقابل کھڑے ہوئے۔

مُطابقۃ للترجمۃ مُطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ انّ امرأۃ ماتت فی بطن فصلی علیہا

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۴۷ ویاتی فی الجنائز فی باب الصلوٰۃ علی النفساء ص۱۷۷ وفی الباب المتصل ص۱۷۷ مسلم اول ص۳۱۱ ابوداود جلد ثانی جنائز ص۹۶ ترمذی اول ص۱۲۳ نسائی اول کتاب الجنائز ص۲۱۷ ابن ماجہ فی الجنائز فی باب ما جاء این یقوم الامام اذا صلی علی الجنازۃ ص۱۰۸۔

تشریح ماتت فی بطن پیٹ کے بچہ کی ولادت کے سلسلے میں موت واقع ہوگئی۔ اس سے معلوم ہوگیا کہ بعض لوگوں نے جو یہ سمجھا کہ اس عورت کا انتقال پیٹ کی بیماری یعنی ہیضہ میں ہوا تھا یہ غلط ہے بلکہ مراد نفاس میں مرنا ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ یہی روایت بخاری شریف کتاب الجنائز ص۱۷۷ میں ہے ماتت فی نفاسہا۔ فی تعلیلیہ ہے جیسے اس حدیث میں ہے ان امرأۃ دخلت النار فی ھرۃ حبستھا (عمدہ)

مقصد ترجمہ اس ترجمہ کے دو جزء ہیں یعنی امام بخاریؒ دو باتیں بتلانا چاہتے ہیں ایک یہ کہ نفاس کے اندر اگر کوئی انتقال کر جائے تو اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی جیسا کہ حدیث باب میں ہے صلی علیہا النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ام کعب کی نماز جنازہ پڑھی۔

اور دوسرا جزء طریقہ نماز کا ہے اس لیئے حدیث باب میں ہے "فقام وسطہا" وسط بفتح السین جس کے معنی بیچ کے ہیں۔
حنفیہ رح کا مسلک یہ ہے کہ نماز جنازہ میں خواہ مرد کا جنازہ ہو یا عورت کا امام سینے کے مقابل کھڑا ہوگا یہ روایت حنفیہ کے خلاف نہیں ہے کیوں کہ سینہ کے ایک طرف سر اور ہاتھ ہے اور سینہ کے دوسرے طرف پیٹ اور پاؤں ہے پس سینہ بیچ میں ہے۔

باب ۲۳۲

۳۲۵ (حدثنا الحسن بن مدرك قال حدثنا يحيى بن حماد قال اخبرنا ابو عوانة من كتابه قال اخبرنا سليمن بن الشيباني عن عبد الله بن شداد قال سمعت خالتي ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم انها كانت تكون حائضا لا تصلي وهي مفترشة بحذاء مسجد رسول الله صلى الله عليه وسلم وهو يصلي على خمرته اذا سجد اصابني بعض ثوبه)

باب:- اي هذا باب ان قرئ بالتنوين، والا فبالسكون لان الاعراب لا يكون الا بعد العقد والتركيب (عمدہ)

یہ باب بغیر ترجمۃ الباب کے ہے اصیلی وغیرہ کے نسخوں میں لفظ باب بھی نہیں ہے، اگر باب نہ ہو تب تو ظاہر ہے کہ یہ حدیث باب سابق میں داخل ہے اور امام بخاری رح کا مقصد یہ بتانا ہے کہ جس طرح نفاس والی عورت پر نماز جنازہ پڑھی جاتی ہے اسی طرح سے حائضہ عورت کے انتقال پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی کیوں کہ حیض ونفاس دونوں کا ایک ہی حکم ہے اور قطعی طور پر خون بند ہو جانے کے بعد دونوں قسم کی عورتیں طاہر ہو جاتی ہیں۔
لہذا جس طرح سے نفاس والی عورت کا خون مرنے سے بند ہو جاتا ہے اور غسل دینے کے بعد پاک ہو جاتی ہے اسی طرح سے حیض والی عورت کا بھی خون مرنے سے بند ہو جاتا ہے اور غسل دینے کے بعد پاک ہو جاتی ہے لہذا حائضہ پر بھی نماز جنازہ پڑھی جائے گی اس لئے کہ المومن لا ینجس اور اگر اس مقام پر باب ہو تو یہ باب بمنزلہ فصل ہو جائے گا ای کالفصل من الباب السابق یا یہ کہا جائے کہ امام بخاری رح نے تشحیذًا للاذھان باب کا ترجمہ ذکر نہیں کیا، یہاں کے مناسب یہ ترجمہ قائم کیا جا سکتا ہے "باب

الصلوٰۃ بقرب الحائض، یا باب اذا مس ثوب المصلی بدن الحائض فلا ضیر فیہ۔

ابوعوانۃ من کتابہ ابوعوانہ کا نام وضاح بن خالد ہے چنانچہ بعض نسخہ میں امام بخاری" کا یہ اضافہ موجود ہے کہ اسمہ الوضاح۔ من کتابہ ای لامن حفظہ وکان اذا حدث من کتابہ اتقن مما اذا حدث من حفظہ (فتح)

ترجمہ حدیث عبداللہ بن شداد" (تابعی) سے روایت ہے کہتے ہیں کہ میں نے اپنی خالہ حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ تھیں سنا کہ وہ جب حالت حیض میں ہوتیں اور نماز نہیں پڑھتیں تو بھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے (گھر میں) جائے نماز کے سامنے لیٹی رہتیں اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اپنی چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھتے رہتے جب آپ سجدہ کرتے تو آپ کے کپڑے کا کچھ حصہ میرے جسم سے لگ جاتا تھا۔

براعۃ اختتام لاتصلی وھی مفترشۃ حائضہ نماز نہیں پڑھتیں لیکن نمازی کے سامنے (جنازہ کیطرح لیٹی رہتیں جیسے مردہ یعنی جنازہ خود نماز نہیں پڑھتا) بس ختم کتاب الحیض کی طرف اشارہ ہے اور خود قاری کو خاتمہ یاد دلانے کیلئے کافی ہے کہ غفلت نہ ہو۔

ع غ چلمل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کِتَابُ التَّیَمُّم

کتاب احکام تیمم کے بیان میں

وقولُ اللهِ عزّ وجلّ فلم تجدوا ماءً فتيمّموا صعيدًا طيبًا فامسحوا بوجوهكم وايديكم منه)

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (سورہ مائدہ میں) پھر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کرلو اور اپنے چہروں اور ہاتھوں پر اس مٹی سے مسح کرلو۔

۳۲۶ (حدثنا عبد الله بن يوسف قال انا مالك عن عبد الرحمن بن القاسم عن ابيه عن عائشة زوج النبي صلى الله عليه وسلم قالت خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في بعض اسفاره حتى اذا كنا بالبيداء او بذات الجيش انقطع عقد لي فاقام رسول الله صلى الله عليه وسلم على التماسه واقام الناس معه وليسوا على ماء فاتى الناس الى ابي بكر الصديق فقالوا الا ترى ما صنعت عائشة اقامت برسول الله صلى الله عليه وسلم والناس وليسوا على ماء وليس معهم ماء فجاء ابو بكر و رسول الله صلى الله عليه وسلم واضع راسه على فخذي قد نام فقال حبست رسول الله صلى الله عليه وسلم والناس وليسوا على ماء وليس معهم ماء فقالت عائشة فعاتبني ابو بكر وقال ما شاء الله ان يقول وجعل يطعنني بيده في خاصرتي فلا يمنعني من التحرك الا مكان رسول الله صلى الله عليه وسلم على فخذي فقام رسول الله صلى الله عليه وسلم حين اصبح على غير ماء فانزل الله آية التيمم فتيمموا فقال اسيد بن الحضير

مَاهِيَ بِاَوَّلِ بَرَكَتِكُمْ يَا آلَ اَبِي بَكْرٍ قَالَتْ فَبَعَثْنَا الْبَعِيْرَ الَّذِي كُنْتُ عَلَيْهِ فَاَصَبْنَا الْعِقْدَ تَحْتَهُ)

ترجمہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلے یہاں تک کہ جب ہم مقام بیداء یا مقام ذات الجیش میں پہونچے (شک راوی) تو میرا ایک ہار ٹوٹ کر گر پڑا (جو اسماء سے مانگ کر لیا تھا) تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اسکی تلاش کیلئے ٹھہر گئے اور لوگ بھی آپ کے ساتھ ٹھہر گئے اور وہ لوگ پانی پر نہ تھے (یعنی وہاں پانی نہ تھا) آخر لوگ حضرت ابو بکر صدیق رضہ کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ دیکھتے نہیں کہ عائشہ رضہ نے کیا کیا؟ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور لوگوں کو (ایک جنگل میں) اٹکا کر رکھا اور یہاں پانی بھی نہیں ملتا اور نہ ان لوگوں کے ساتھ کچھ پانی ہے یہ سنکر ابو بکر رضہ آئے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میری ران پر سر رکھکر سو گئے تھے ابو بکر رضہ نے کہا (کیوں) تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اور (سب) لوگوں کو اٹکا دیا اور یہاں پانی بھی نہیں ہے۔ اور نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے حضرت عائشہ رضہ نے بیان کیا کہ ابو بکر رضہ نے مجھ پر غصہ کیا اور جو اللہ تعالےٰ کو منظور تھا (برا بھلا) کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا مارنے لگے (میں فرور تڑپتی) مگر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا مبارک سر میری ران پر تھا صرف اس وجہ سے میں ہل نہ سکی جب صبح ہوئی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اٹھے لیکن پانی نہ تھا تب اللہ تعالےٰ نے تیمم کی آیت اتاری لوگوں نے تیمم کر لیا اسوقت (ایک انصاری صحابی) اسید بن حضیر رضہ کہنے لگے ابو بکر کے گھر والو یہ کچھ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔

حضرت عائشہ رضہ نے بیان کیا پھر ہم نے اس اونٹ کو اٹھایا جس پر میں (سوار) تھی تو اس کے نیچے ہم کو ہار (بھی) مل گیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاهرۃ فی "فانزل الله آیۃ التیمم فتیمموا"

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۴۸ ایضا ص۴۸ و ص۵۱۸ و ص۵۳۲ وفی التفسیر ص۶۵۹ ایضا ص۶۶۳ وفی النکاح ص۷۷۰ و ص۷۹۰ مختصرا وفی اللباس ص۸۷۴ وفی المحاربین ص۱۰۱۳ مسلم اول فی باب التیمم ص۱۶۰۔

ماقبل سے ربط مصنف علام امام بخاری رحہ جب طہارت مائیہ صغریٰ و کبریٰ یعنی وضو اور غسل اور ان دونوں کے متعلقات کے بیان سے فارغ ہو گئے تو اب یہاں سے طہارت ترابیہ یعنی تیمم کا بیان شروع کر رہے ہیں۔

اور چونکہ طہارت ترابیہ (تیمم) طہارت مائیہ (وضو اور غسل) کا نائب اور خلیفہ ہے اور نائب مؤخر ہوا

کرتا ہے اصل سے اسلئے پہلے اصل کو بیان کیا پھر نائب اور بدل یعنی تیمم کو بیان کیا۔

تشریح تیمم اَمّ مادہ سے باب تفعل کا مصدر ہے اس کے لغوی معنی نیت اور قصد کرنے کے ہیں شرعی اصطلاح میں طہارت کی نیت سے چہرے اور ہاتھ پر مسح کرنے کیلئے پاک مٹی کا قصد کرنا تیمم کہلاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ نماز پڑھنے یا اس طرح کی اور عبادت جو بلا طہارت جائز نہیں جیسے نماز جنازہ، سجدہ تلاوت اور قرآن کریم چھونے کی نیت سے پاک مٹی پر دونوں ہاتھ مار کر سارے منہ پر پھیر لے پھر دوبارہ دونوں ہاتھ مٹی پر مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں تک مسح کر لے۔

تیمم کے بارے میں تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ تیمم میں نیت ضروری ہے بغیر نیت تیمم درست نہیں

بیداء بفتح الموحدہ وبالمد۔ ذات الجیش بفتح الجیم وسکون التحتانیہ موضعان بین المدینۃ و مکۃ و کلمۃ او للشک من عائشہ رض (عمدہ)

عقد بکسر العین وسکون القاف وھو القلادہ یعنی ہار۔ یطعننی بضم العین یعنی از باب نصر ینصر کونچا مارنا نیز نیزہ مارنا اور چبھونا وغیرہ یعنی محسوس طعن، اور بفتح العین یعنی از باب فتح یفتح عیب لگانا ملامت کرنا یعنی معنوی طعن۔ حتی اذا کنا بالبیداء وبذات الجیش یہاں ص۴۸ میں تو یہ ہے اور بخاری ص۶۲۳ میں صرف بیداء ہے اور ابوداؤد اول ص۴۵ میں اولات الجیش ہے۔

اشکال اشکال یہ ہے کہ بیداء ہو یا ذات الجیش یہ تو آبادیوں کے نام ہیں جہاں پانی کا ہونا ضروری ہے پھر لیسوا علی ماء کا کیا مطلب؟

جواب یہ ہے کہ اترنے کی جگہ یہ آبادیاں نہیں تھیں بلکہ کہیں راستے میں وقتی طور پر نزول ہو گیا تھا جہاں پانی نہیں تھا اور یہ مواضع اس کے قریب اطراف میں تھے کسی نے ایک جگہ کو ذکر کر دیا اور کسی نے دوسری جگہ ذکر کر دی

آیت تیمم کا تعلق کس غزوہ سے ہے؟ حدیث الباب سے صرف اتنا معلوم ہوا کہ ایک سفر میں ام المؤمنین حضرت عائشہ رض کا ہار گم ہونے کے بعد آیت تیمم نازل ہوئی مگر کسی روایت میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ آیت تیمم کا تعلق کس غزوہ سے ہے؟

اسی وجہ سے اس بارے میں اختلاف ہے کہ آیت تیمم کا تعلق کس غزوہ سے ہے؟

علامہ عینی رح نے لکھا ہے کہ ابن سعد، ابن حبان اور علامہ ابن عبد البر کہتے ہیں کہ آیت تیمم کا تعلق بھی غزوہ بنی المصطلق سے ہے جس کو غزوہ مریسیع بھی کہتے ہیں جس میں افک کا قصہ پیش آیا تھا اور یہ غزوہ شوال ۵ھ میں ہوا۔

پوری تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو نصر الباری کتاب المغازی ص۱۸۹ تا ص۱۹۸۔ علامہ ابن القیم، علامہ ابن جوزی اور دیگر علماء محققین کا قول یہ ہے کہ آیت تیمم کا نزول غزوہ بنی المصطلق میں نہیں بلکہ غزوہ ذات الرقاع میں

ہوا جب کہ حضرت عائشہ رض کا ہار دوسری مرتبہ گم ہوا۔
پہلی مرتبہ غزوہ بنی المصطلق سے واپسی میں ہار اس وقت گرا تھا جب حضرت عائشہ رض قضاء حاجت کیلئے گئی تھیں جب قضاء حاجت سے واپس آکر دیکھا کہ ہار نہیں ہے تو ہار کی تلاش کیلئے اسی راستہ سے واپس گئیں جہاں قضاء حاجت کیلئے گئی تھیں، ہار تو مل گیا لیکن دیکھتی ہیں کہ لشکر روانہ ہو گیا۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ اس مرتبہ ہار کے گم ہونے کی اطلاع نہ تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی اور نہ صحابہ کرام کو۔ اگر حضور اقدس ؐ اور صحابہ کرام رض کو اس کی خبر ہوتی تو نہ قافلہ روانہ ہوتا اور نہ ہی افک کا قصہ پیش آتا۔
مگر دوسری مرتبہ جب ہار گم ہوا تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اسی جنگل میں رک گئے اور کچھ لوگوں کو ہار تلاش کرنے کیلئے بھیجا۔ جس کے امیر اسید بن حضیر رض تھے اسی دوسری مرتبہ آیت تیمم کا نزول ہوا جیسا کہ طبرانی کی یہ روایت ہے:۔

قالت لما كان من امر عقدی ما كان وقال اهل الافك ما قالوا خرجت مع رسول الله صلى الله وسلم فی غزوة اخرى فسقط ايضا عقدی حتى حبس الناس على التماسه وطلع الفجر فلقيت من ابی بكر ما شاء الله وقال يا بنية فی كل سفر تكونين عناء وبلاء ليس مع الناس ماء فانزل الله الرخصة فی التيمم فقال ابو بكر انك ما علمت لمباركة۔

حضرت عائشہ رض فرماتی ہیں کہ جب میرے ہار کا جو قصہ ہونا تھا وہ ہوا اور اہل افک کو جو کہنا تھا کہہ چکے اس کے بعد میں ایک دوسرے غزوہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلی تو پھر میرا ہار گر گیا اور لوگوں کو اسکی تلاش کیلئے رکنا پڑا اور فجر نمودار ہوئی تو مجھے ابو بکر رض سے تکلیف پہونچی جو اللہ نے چاہا اور ابو بکر رض نے کہا اے بیٹی تو ہر سفر میں مصیبت اور مشقت (کا سبب) ہو جاتی ہے لوگوں کے ساتھ پانی نہیں ہے اس پر اللہ تعالے نے تیمم کی اجازت نازل فرمائی تو ابو بکر رض نے فرمایا بلاشبہ تو (اے بیٹی) بڑی بابرکت ہے۔

اس روایت سے ایک بات تو یہ صاف ہوگئی کہ آیت تیمم کا تعلق دوسرے غزوہ سے ہے جیسا کہ تصریح ہے فی غزوۃ اخرى۔ نیز یہ بھی صاف ہوگیا کہ یہ واقعہ قصہ افک کے بعد کا ہے دونوں واقعے میں بہت فرق ہے کیونکہ اس تیمم کے واقعہ میں ہار اونٹ کے نیچے ملا اور صبح کو پورا قافلہ روانہ ہوا۔ اس سے اغلب یہی ہے کہ آیت تیمم کا تعلق غزوہ ذات الرقاع سے ہے اور امام بخاری رحؒ نے دلائل قویہ سے ثابت کیا ہے کہ یہ غزوہ ۷ھ غزوہ خیبر کے بعد ہوا، تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو نصر الباری کتاب المغازی صفحہ ۱۷۸۔

۳۲۷ حدثنا محمد بن سنان هو العوقی قال حدثنا هشیم ح قال وحدثنی سعید بن النضر اخبرنا قال هشیم قال اخبرنا سیار قال حدثنا یزید الفقیر قال اخبرنا جابر بن عبد الله ان النبی صلی الله علیه وسلم قال أعطیت خمسا لم یعطهن احد قبلی نصرت بالرعب مسیرة شهر وجعلت لی الارض مسجدا وطهورا فایما رجل من امتی ادرکته الصلوٰة فلیصل واحلت لی المغانم ولم تحل لاحد قبلی واعطیت الشفاعة وکان النبی یبعث الی قومه خاصة وبعثت الی الناس عامة۔

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضہ نے خبر دی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں (ایک یہ کہ) ایک ماہ کی مسافت تک دشمنوں پر میرا رعب ڈال کر میری مدد کیجاتی ہے اور (دوسرے یہ کہ) ساری زمین میرے لئے نماز کی جگہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی پس میری امت میں سے جس شخص پر جہاں نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لے (تیسرے) میرے لئے اموال غنیمت حلال کر دیئے گئے مجھ سے پہلے حلال نہیں تھے اور (چوتھے یہ کہ) مجھے شفاعت کبریٰ عطا کی گئی اور (پانچویں یہ کہ) مجھ سے پہلے نبی کو خاص اس قوم کی جانب بھیجا جاتا تھا اور میں عام تمام انسانوں کیطرف بھیجا گیا ہوں۔

مطابقة للترجمة

مطابقة الحدیث للترجمة جعلت لی الارض مسجدا وطهورا ،

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۴۸ وبابی ص۶۲ ومسلم ص۱۹۹ ببعض زیادة ونقصان والترمذی ص۱۸۸ والنسائی فی باب التیمم بالصعید ص۴۸ تا ص۴۹۔

تشریح أعطیت خمسا الخ سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھے پانچ ایسی چیزیں دی گئی ہیں کہ ان میں سے کوئی ایک بھی کسی کو نہیں دی گئی تھیں۔

اشکال علامہ سیوطی رح نے خصائص کبریٰ میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے خصائص سو سے زیادہ ذکر کیا ہے نیز شرح المواہب میں بھی بہت عمدہ تفصیل ہے۔ لیکن حضرت جابر رضہ کی اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ ہی چیزیں حضور اقدس م کی خصوصیات تھیں بظاہر تعارض ہے۔

جواب ۱ مفہوم عدد معتبر نہیں یعنی یہ عدد زائد کی نفی کیلئے نہیں، چنانچہ ترمذی جلد اول ص۱۸۸ میں اور مسلم جلد اول ص۱۹۹ میں حضور اقدس م کا ارشاد ہے فضلت علی الانبیاء بست الخ معلوم ہوا کہ پانچ میں انحصار نہیں ہے۔

ہو سکتا ہے کہ جس وقت آپؐ نے یہ فرمایا تھا۔ اس وقت یہی پانچ خصوصیات آپؐ کو حاصل رہی ہوں اور بقیہ خصوصیات بعد میں دی گئی ہوں۔

آپؐ نے اپنی ایک خصوصیت تو یہ بیان فرمائی کہ نصرتُ بالرعب مسیرۃ شہرٍ دشمنوں کے مقابلے پر ایک ماہ کی مسافت تک میرا رُعب ڈال کر میری مدد کیجاتی ہے۔

اس مسافت کا ذکر صرف اس لئے کیا گیا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے دشمن عموماً ایک ماہ کی مسافت پر تھے ورنہ دشمنوں پر آپؐ کا رعب تو اس سے بہت زیادہ تھا، ایک روایت میں ہے نصرت بالرعب شہرا امامی وشہرا خلفی یعنی ایک ماہ سامنے اور ایک ماہ پیچھے۔ بعض روایت میں ہے یقذف فی قلوب اعدائی، یہ رعب میرے دشمنوں کے قلوب میں ڈالا جاتا ہے۔ اور حدیث الباب میں ایک ماہ کی تعیین مسافت اس لئے کی گئی کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے مقام مدینہ اور دشمنوں کے درمیان کسی جہت میں بھی اس سے زیادہ مسافت نہیں تھی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ایک ماہ کی قید احترازی نہیں واقعی ہے۔

غزوہ تبوک وغیرہ کا واقعہ دیکھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے کفار و مشرکین پر رعب ہی کا اثر تھا کہ لشکر روم کے لاتعداد لوگ مقابلہ سے کترا گئے اور ان کو لڑنے کی جرأت نہ ہوئی۔

دوسری خصوصیت یہ ارشاد فرمایا جعلت لی الارض مسجدا وطہورا ساری زمین میرے لئے نماز کی جگہ اور پاکی حاصل کرنے کے لائق بنادی گئی۔ لفظ جعلت سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین میں پاک کرنے کی شان اصل کے اعتبار سے نہیں بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت کی خصوصیت کے اعتبار سے ہے یعنی حضور اقدس ص اور حضور اقدس ص کی امت کیلئے خاص انعام ہے کہ پانی پر قدرت نہ ہونے کی صورت میں تیمم سے نماز پڑھ سکتے ہیں اگر عوارض کی وجہ سے زمین کے کسی حصہ پر نماز یا تیمم کی اجازت نہ ہو تو اس کے منافی نہیں اگلی امتیں عبادت کی ادائگی میں مخصوص عبادت گاہوں (گرجا گھر، مندر) کی پابند تھیں جیسا کہ ایک روایت ہے وکان من قبلی انما کانوا یصلون فی کنائسھم۔

تیسری خصوصیت احلت لی المغانم۔ میرے لئے اموال غنیمت حلال کردیئے گئے اور مجھ سے پہلے کسی کیلئے حلال نہیں تھے۔

مغانم مغنم کی جمع ہے مال غنیمت، شریعت میں مال غنیمت اس مال کو کہتے ہیں جو کافروں سے لڑ کر بطور غلبہ لیا جائے گذشتہ امتوں میں سے بعض پر تو مطلقاً جہاد ہی فرض نہ تھا پھر غنیمت کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور بعض پر جہاد فرض تھا مگر مال غنیمت حلال نہ تھا بلکہ گذشتہ امتوں پر یہ پابندی تھی کہ وہ تمام اموال غنیمت کو ایک میدان میں جمع کر دیں اور انتظار کریں کہ آسمان سے آگ آکر اس کو جلادے اور یہ مقبولیت

کی علامت تھی۔

پھر عدم مقبولیت کے اسباب میں سے جہاں مجاہدین کا عدم اخلاص تھا غلول بھی تھا کہ کوئی مال غنیمت میں سے کچھ چرالے، حق تعالےٰ نے اپنے محبوب کے طفیل سے محبوب کی امت پر یہ خصوصی انعام فرمایا کہ مال غنیمت کو ان کیلئے حلال کر دیا اور غلول کی بھی پردہ پوشی فرمائی جس کی وجہ سے عدم قبولیت کی دنیوی رسوائی سے بچ گئے۔

علامہ عینیؒ نے لکھا "ما الحکمۃ فی اکل النار غنائمھم والتحلیل لنا الخ (عمدہ ۴/۱۵ ص)
یعنی گذشتہ امتوں کے اموال غنیمت کو آگ سے ختم کرا دینے اور ہمارے لئے حلال کر دینے میں کیا حکمت ہے؟ قلت جعل ھذا فی حقھم الخ جواب یہ ہے کہ ان لوگوں میں اخلاص وللّٰہیت فی نفسہ کم تھی اس لئے خطرہ تھا کہ کہیں وہ جہاد مال غنیمت کی لالچ میں نہ کریں۔ برخلاف اس امت محمدیہ کے ان میں اخلاص کا مادّہ غالب ہے اور وہی مقبولیت کی ضمانت ہے دوسرے اسباب کی ضرورت نہیں۔

چوتھی خصوصیت واعطیت الشفاعۃ اور مجھے شفاعت عطا کی گئی، اس سے مراد شفاعت کبریٰ عامہ ہے اس کی پوری تفصیل مسلم شریف جلد اول کتاب الایمان کی حدیث میں ہے کہ جب قیامت کے روز سب لوگ پریشان ہوں گے اور تمام پیغمبروں سے مایوس ہو کر سرکار دو عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے محبوب کے پاس آکر درخواست کرینگے جس میں دوسری امتیں بھی ہونگی اور حضورؐ شفاعت فرمائینگے یہ صرف آپؐ ہی کی خصوصیت ہے۔

پانچویں۵ خصوصیت۔ بعثت الی الناس عامۃ" میں تمام انسانوں کیلئے مبعوث ہوا ہوں کما فی القراٰن الحکیم قل یاایھا الناس انی رسول اللّٰہ الیکم جمیعا" معلوم ہوا کہ موجودہ لوگوں کے علاوہ قیامت تک آنے والے انسانوں کیلئے بھی میری تصدیق کے علاوہ اور کوئی نجات کا راستہ نہیں۔

بعض روایت میں ہے "کان النبی یبعث الی خاصۃ قومہ وبعثت الی الجن والانس"
(فتح الباری لابن رجب حنبلیؒ ۲/۱۸ ص)

ایک روایت میں ہے بعثت الی کل احمر واسود"
(فتح الباری لابن رجبؒ ۲/۲۱ ص)

باب ۲۳۳

اِذَا لَمْ یَجِدْ مَاءً وَّلَا تُرَابًا

جب پانی ملے اور نہ مٹی (تو کیا کرے؟)

۳۲۸ حدثنا زکریا بن یحیی قال ثنا عبد اللہ بن نمیر قال ثنا ہشام بن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ انہا استعارت من اسماء قلادۃ فہلکت فبعث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رجلاً فوجدہا فادرکتہم الصلوٰۃ ولیس معہم ماء فصلوا فشکوا ذلک الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فانزل اللہ آیۃ التیمم فقال اسید بن حضیر لعائشۃ جزاک اللہ خیرا فواللہ مانزل بک امر تکرہینہ الا جعل اللہ ذلک لک وللمسلمین فیہ خیرا۔

ترجمہ حضرت عائشہ رض سے روایت ہے کہ انہوں نے (اپنی بہن) حضرت اسماء رض سے ایک ہار مستعار لیا (یعنی لے کر پہن لیا) وہ ہار گر گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو (تلاش کیلئے) بھیجا وہ ہار مل گیا۔ تو ان (تلاش کرنے والوں) کو نماز کا وقت آپہنچا اور ان کے پاس پانی نہ تھا تو (ویسے ہی) نماز پڑھ لی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا شکوہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے (سورہ مائدہ والی) تیمم کی آیت اتاری تب حضرت اُسید بن حضیر رض حضرت عائشہ رض سے کہنے لگے اللہ تعالیٰ تمہیں جزائے خیر دے خدا کی قسم جب تم پر کوئی ایسی بات آپڑی جس کو تم برا سمجھتی تھیں تو اللہ نے اس میں خود تمہارے لئے اور (سب) مسلمانوں کے لئے خیر پیدا فرمادیا۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ فادرکتہم الصلوٰۃ ولیس معہم ماء"

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۴۸ و ص۴۸ و یاتی ص۵۱۸ و ص۵۳۲ و ص۶۵۹ و ص۶۶۳ و ص۷۶۶ و ص۷۸۹ تا ص۷۹۰ و ص۸۷۴ و ص۱۰۱۲ ایضا متصلا ص۱۰۱۲ و مسلم اول ص۱۶۰ ابوداؤد اول باب التیمم ص۴۵ ابن ماجہ باب التیمم ص۴۲۔

امام بخاری رح کا مقصد فاقد الطہورین کے مسئلے کی طرف اشارہ ہے کہ اگر کسی کو پاک پانی اور پاک مٹی

دونوں میں سے کسی پر قدرت نہ ہو تو وہ کیا کرے نماز پڑھے یا نہیں؟
اس کی پوری تفصیل گذر چکی ہے کتاب الوضو کے شروع ہی میں پہلی حدیث یعنی حدیث ۱۳۵ کی تشریح ملاحظہ فرمایئے۔
شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں: ای حکمه ان یصلی بغیر وضوء ولا تیمم ولا اعادة علیه وهٰذا هو مذهب المؤلف واثبته بظاهر الحدیث لانه صلی الله علیه وسلم لما شکا القوم الیه ما امرهم باعادة الصلوٰة الخ (شرح تراجم)
حاصل یہ ہے کہ امام بخاریؒ اس مسئلے میں حنابلہ کی موافقت کر رہے ہیں کہ اسی حالت میں بغیر وضو کے نماز پڑھ لے بعد میں اس پر قضا بھی ضروری نہیں اسلئے کہ حدیث میں قضا کا تذکرہ نہیں، دلیل ارشاد نبوی ہے:- اذا امرتکم بشیٔ فافعلوا ما استطعتم به" فاقد الطهورین اپنے استطاعت کے مطابق یہی کر سکتا ہے کہ اسی حال میں نماز ادا کر لے۔

اشکال اسکال یہ ہے کہ صحابہ کرام رضؓ کے پاس پانی اگرچہ موجود نہ تھا لیکن زمین تو موجود تھی؟
جواب:- یہ ہے کہ اس وقت تک تیمم کا حکم نہیں آیا تھا اسلئے تیمم سے طہارت کا مسئلہ معلوم نہیں تو حکماً مٹی بھی موجود نہیں اسلئے یہ شخص فاقد الطہورین ہے واللہ اعلم

باب ۲۳۴

(التَّیَمُّمُ فِی الْحَضَرِ اِذَا لَمْ یَجِدِ الْمَاءَ وَخَافَ فَوْتَ الصَّلٰوةِ وَبِهٖ قَالَ عَطَاءٌ وَقَالَ الْحَسَنُ فِی الْمَرِیْضِ عِنْدَهُ الْمَاءُ وَلَا یَجِدُ مَنْ یُّنَاوِلُهٗ تَیَمَّمُ وَاَقْبَلَ ابْنُ عُمَرَ مِنْ اَرْضِهٖ بِالْجُرُفِ فَحَضَرَتِ الْعَصْرُ بِمَرْبَدِ النَّعَمِ فَصَلّٰی ثُمَّ دَخَلَ الْمَدِیْنَةَ وَالشَّمْسُ مُرْتَفِعَةٌ فَلَمْ یُعِدْ)

حضر میں (یعنی اپنے گھر میں) جب پانی نہ پائے اور نماز کے فوت ہو جانے کا خوف ہو تو تیمم کرنے کا بیان عطاء بن ابی رباح کا یہی قول ہے، اور حسن بصریؒ نے اس مریض کے بارے میں جس کے پاس پانی ہو (مگر خود اتنی طاقت نہ رکھتا ہو کہ اٹھ کر پانی لے) اور وہ کسی ایسے شخص کو نہ پائے جو اس کو پانی دے تو فرمایا کہ وہ تیمم کرلے۔

اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ اپنی زمین سے جو مقام جرف میں تھی واپس آرہے تھے مربد نعم (اونٹوں کے باڑے) میں عصر کا وقت آگیا انہوں نے (تیمم کرکے) نماز پڑھ لی پھر مدینہ میں پہونچے سورج بلند تھا لیکن نماز نہیں لوٹائی

۳۲۹ (حدثنا یحیی بن بُکَیْر قال ثنا اللیث عن جعفر بن ربیعة عن الاعرج قال

سمعت عميرا مولى ابن عباس قال اقبلت انا وعبد الله بن يسار مولى ميمونة زوج النبي صلى الله عليه وسلم حتى دخلنا على ابي جهيم بن الحارث بن الصمة الانصاري فقال ابو جهيم اقبل النبي صلى الله عليه وسلم من نحو بئر جمل فلقيه رجل فسلم عليه النبي صلى الله عليه وسلم حتى اقبل على الجدار فمسح بوجهه ويديه ثم رد عليه السلام)

ترجمہ حضرت ابن عباس رضؓ کے آزاد کردہ غلام عمیر نے بیان کیا کہ میں اور عبد اللہ بن یسار جو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی زوجہ حضرت میمونہ رضؓ کے آزاد کردہ غلام تھے (دونوں) حضرت ابوجہیم بن حارث بن صمہ انصاری رضؓ کے پاس پہونچے تو ابوجہیم رضؓ نے کہا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم بیر جمل کیطرف سے تشریف لا رہے تھے (راہ میں) ایک شخص ملا (خود ابوجہیم رضؓ) اس نے آپؐ کو سلام کیا لیکن نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے جواب نہیں دیا یہانتک کہ آپؐ ایک دیوار کے پاس آئے (اس پر ہاتھ مارا) اور اپنے منہ اور ہاتھوں کا مسح کیا پھر اس کے بعد سلام کا جواب دیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی " فمسح بوجهه ویدیه ای تیمم ثم رد علیه السلام۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: وجه مطابقة هذا الحدیث للترجمة هو ان النبی صلی الله علیه وسلم لما تیمم فی الحضر لرد السلام وکان له ان یرده علیه قبل تیممه دل ذلک انه اذا خشی الخ (عمدہ)

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب سلام کا جواب دینے کیلئے حضر میں تیمم کیا جبکہ سلام کا جواب دینے کیلئے طہارت کی شرط بھی نہیں لیکن جب سلام فوت ہونے کا اندیشہ ہوا تو آپؐ نے تیمم کر لیا اس سے یہ ثابت ہوا کہ جب نماز کے فوت ہونے کا اندیشہ حضر میں ہو تو تیمم کرنا بدرجہ اولی جائز ہوگا کیونکہ نماز کیلئے طہارت شرط ہے جبکہ سلام کیلئے طہارت شرط نہیں۔

تعدد موضعہ

والحدیث ههنا ص۴۸ ومسلم اول ص۱۶۱ نسائی اول باب التیمم فی الحضر ص۳۴۔

لغات جُرُف بضم الجیم والراء مدینہ سے باہر تین میل کے فاصلہ پر ایک گاؤں ہے جب جہاد کیلئے کوئی لشکر روانہ ہوتا تو اس جگہ آکر رک جاتا تھا تاکہ سارے مجاہدین یہاں جمع ہو جائیں (عمدہ)

المِربد میم کو کسرہ اور فتحہ دونوں طرح ہے اس کے بعد راء ساکن اور باء موحدہ مفتوحہ مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر ہے (فتح) اونٹ وغیرہ کا باڑہ نیز اس کے معنی کھلیان کے بھی آتے ہیں کھجوروں کے خشک

کرنے کی جگہ۔

مقصود آیت تیمم میں چوں کہ سفر کی قید ہے اور اس آیت تیمم کا نزول بھی سفر ہی میں ہوا تھا اسلئے شبہ ہو سکتا تھا کہ تیمم کا حکم سفر کے ساتھ خاص ہو۔

اس لئے امام بخاری رح یہ باب قائم کر کے بتلا دیا کہ پانی نہ ملنے کی صورت میں بحالت حضر بھی تیمم جائز ہے کیوں کہ تیمم کو سفر کے ساتھ مقید نہیں کیا گیا ہے بلکہ لم تجدوا ماء فرمایا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تیمم کا جواز صرف عدم وجدان ماء کی شکل میں ہے۔

تشریح خلاصہ یہ ہے کہ سفر میں ہو یا حضر میں پانی پر قدرت نہ ہو تو تیمم جائز ہے یہی ائمہ ثلاثہ (امام اعظم ابو حنیفہ، امام شافعی اور امام مالک رحمہم اللہ کا مذہب ہے صرف فرق یہ ہے کہ جب پانی مل جائے تو اعادہ نماز واجب ہے یا نہیں؟

صحیح تر قول تو یہ ہے کہ حنفیہ مالکیہ کے یہاں اعادہ واجب نہیں صرف امام شافعی رح وجوب اعادہ کے قائل ہیں۔ احناف کہتے ہیں کہ حضر میں پانی نہ ملے تو پانی کا انتظار کیا جائے۔ لیکن جب ظن غالب ہو کہ زیادہ انتظار میں نماز فوت ہو جائے گی تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔

وبہ قال عطاء یعنی عطاء بن ابی رباح رح بھی یہی فرماتے ہیں کہ تیمم حضر میں بھی جائز ہے مگر ان دو شرطوں سے جو امام بخاری رح نے ترجمۃ الباب میں ذکر کیا ہے کہ پانی نہ ملے ۲ نماز کے فوت ہو جانے کا اندیشہ ہو

وقال الحسن فی المریض الخ اور حسن بصری رح کا ارشاد ہے کہ اگر ایک شخص بیمار ہے اور پانی اس کے پاس موجود ہے مگر بیماری کیوجہ سے خود اٹھ کر لے نہیں سکتا اور کوئی اٹھا کر دینے والا بھی نہیں تو اس کیلئے تیمم جائز ہے۔

واقبل ابن عمر الخ حضرت ابن عمر رض مقام جرف سے جہاں انکی زمین تھی واپسی پر جب مربد نعم میں پہونچے کہ نماز کا وقت ہو گیا حضرت ابن عمر رض نے وہیں نماز ادا کر لی۔ اس روایت کے دوسرے طریق میں صراحت ہے فلما اتی المربد فلم یجد ماء فتیمم بالصعید وصلی ولم یعد تلک الصلوٰۃ۔ یعنی مدینہ پہنچکر نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔

حدیث باب کی تشریح من نحو کے معنی ہیں من جہۃ بئر جمل بئر جمل کے نام سے یہ کنواں مدینہ کے قریب ہے اس کنویں میں اونٹ گر گیا تھا جس کی وجہ سے اس کا نام بیر جمل پڑ گیا۔

فلقیہ رجل اس رجل سے مراد خود راوی حدیث حضرت ابو جہیم رض ہیں جو کبار صحابہ میں سے تھے اور صحابی ابن صحابی ہیں ابو جہیم بضم الجیم وفتح الہاء وسکون الیاء آخر الحروف ھو عبد اللہ بن الحارث بن الصِمّۃ بکسر الصاد المہملۃ وتشدید المیم الصحابی الخزرجی (عمدہ)

معلوم ہوا کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت ابوجہیم تصغیر کے ساتھ کا نام عبداللہ بن الحارث ہے جو خزرجی صحابی ہیں اور ایک دوسرے صحابی ابوالجہم (بفتح الجیم یعنی مکبرا) ہیں ان کا نام عبداللہ بن جہیم ہے یہ قریشی ہیں ان کی روایت کتاب اللباس صفحہ ۸۶۱ اور کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۵۴ میں آوے گی یہی وہ صحابی ہیں جن کے انبجانیہ کو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے منگوایا تھا، لیکن یہاں کتاب التیمم صفحہ ۴۸ میں اور کتاب الصلوٰۃ صفحہ ۳۰ میں ابوجہیم مصغرا ہی ہے جن کا نام عبداللہ بن حارث ہے۔

یہاں یہ روایت حضرت ابوجہیم عبداللہ بن حارث رضی سے ہے، ترجمہ گذر چکا۔

خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت ابوجہیم رضی نے سلام کیا آپ باوضو نہیں تھے اور اس وقت آپ بلا طہارت لفظ سلام جو اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے زبان پر لانا نہیں چاہتے تھے اس لئے فوراً جواب نہیں دیا لیکن ابوجہیم رضی کسی گلی میں مڑنے لگے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھ لیا کہ اس کے سلام کا جواب رہ جائے گا تو آپ نے دیوار پر تیمم کرکے سلام کا جواب دیدیا۔

یہیں سے حنفیہ نے ایک مسئلہ مستنبط کیا کہ جو عبادت فوت لا الی خلف ہو (یعنی جن کا کوئی بدل نہ ہو) تو اس کیلئے تیمم جائز ہے جیسے نماز جنازہ وعیدین۔ واللہ اعلم

(باب ۲۳۵ هَلْ يَنْفُخُ فِي يَدَيْهِ بَعْدَ مَا يَضْرِبُ بِهِمَا الصَّعِيدَ لِلتَّيَمُّمِ)

کیا تیمم کیلئے دونوں ہاتھ مٹی پر مارنے کے بعد (گرد کم کرنے کے لئے) دونوں ہاتھوں پر پھونک مار سکتا ہے...؟

---

۳۳۰ (حَدَّثَنَا اٰدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ ثَنَا الْحَكَمُ عَنْ ذَرٍّ عَنْ سَعِيدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبْزٰى عَنْ اَبِيْهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلٰى عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ فَقَالَ اِنِّيْ اَجْنَبْتُ فَلَمْ اُصِبِ الْمَاءَ فَقَالَ عَمَّارُ بْنُ يَاسِرٍ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ اَمَا تَذْكُرُ اَنَّا كُنَّا فِيْ سَفَرٍ اَنَا وَاَنْتَ فَاَجْنَبْنَا فَاَمَّا اَنْتَ فَلَمْ تُصَلِّ وَاَمَّا اَنَا فَتَمَعَّكْتُ فَصَلَّيْتُ فَذَكَرْتُ ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا كَانَ يَكْفِيْكَ هٰكَذَا فَضَرَبَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِكَفَّيْهِ الْاَرْضَ وَنَفَخَ فِيْهِمَا ثُمَّ مَسَحَ بِهِمَا وَجْهَهٗ وَكَفَّيْهِ)

ترجمہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابزیٰ رضی نے فرمایا کہ ایک شخص حضرت عمر بن الخطاب رضی کے پاس آکر کہنے لگا مجھے جنابت لاحق ہوگئی (یعنی غسل کی ضرورت ہوگئی) اور پانی مل نہ سکا (تو کیا کروں؟)

تو عمار بن یاسر رضؓ نے حضرت عمر بن خطاب رضؓ سے کہا کہ کیا آپ کو یاد نہیں ہم اور آپ دونوں ایک سفر میں تھے (پھر ہم دونوں کو جنابت لاحق ہوگئی تھی) تو آپ نے نماز نہیں پڑھی اور میں مٹی میں لوٹا اور نماز پڑھ لی پھر میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ بیان کیا تو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں صرف یہ کافی تھا پھر آپ ﷺ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور ان کو پھونک دیا پھر آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرہ اور دونوں ہاتھوں کا مسح فرمایا۔

مطابقتہ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فضرب النبی صلی اللہ علیہ وسلم بکفیہ الارض ونفخ فیھما۔

تعدد موضعہ | والحدیث ھہنا ص۴۸ ایضا ص۴۸ ص۴۹ " " ومسلم ص۱۶۱ ابوداؤد ص۴۶ و ص۴۷ ترمذی باب ماجاء فی التیمم ص۲۱ نسائی اول باب التیمم فی الحضر ص۳۵ ایضا ص۳۶ ابن ماجہ ص۴۳۔

مقصد | تیمم چوں کہ وضو کا نائب اور بدل ہے اسلئے یہ خیال ہوسکتا ہے کہ جس طرح وضو میں پانی کا اثر سارے عضو پر رہتا ہے اسی طرح تیمم میں بھی سارے عضو پر مٹی کا پہونچنا ضروری ہونا چاہئے

امام بخاری رحؒ اس باب سے بتانا چاہتے ہیں کہ مٹی کے اثرات کا چہرہ اور ہاتھوں پر رہنا ضروری نہیں کیوں کہ یہ نظافت اور صفائی کے خلاف ہے بلکہ مٹی سے آلودہ ہاتھوں کو چہرے پر پھیرنا مثلہ کرنے کے مرادف ہے جس کی ممانعت ہے اسلئے تیمم کے لئے مٹی پر ہاتھ مارنے کے بعد پھونک مار کر زائد مٹی اڑادے پھر چہرے اور ہاتھوں کا مسح کرے۔

شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں ای یستحب ذٰلک اذ اتعلق بالاعضاء تراب کثیر تحرزا عن المثلۃ (شرح تراجم)

مطلب یہ ہے کہ پھونکنا کوئی ضروری و واجب نہیں بس مٹی اگر ہاتھوں میں کثیر ہے تو پھونک مار کر کم کردے تاکہ چہرہ بھوت کی طرح نہ معلوم ہو۔

اس روایت میں حضرت عمر فاروق رضؓ کا جواب منقول نہیں ہے لیکن نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت عمر رضؓ کا جواب موجود ہے "لا تصلی" دیکھو نسائی ص۳۵ ابن ماجہ ص۴۳۔

باب ۲۳۶ التیمم للوجه والکفین

تیمم صرف چہرہ اور دونوں ہتھیلیوں کیلئے ہے

۳۳۱ (حدثنا حجاج قال ثنا شعبة قال اخبرنی الحکم عن ذر عن سعید بن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیه قال عمار بھذا وضرب شعبة بیدیه الارض ثم ادناهما من فیه ثم مسح بھما وجھه وکفیه وقال النضر اخبرنا شعبة عن الحکم سمعت ذرا عن ابن عبد الرحمن بن ابزی قال الحکم وقد سمعته من ابن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیه قال قال عمار الصعید الطیب وضوء المسلم یکفیه من الماء)

ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن ابزی رضنے کہا کہ حضرت عمار رضنے یہ (سب واقعہ) بیان کیا (یعنی ماقبل کی روایت آدم عن شعبہ کیطرف اشارہ ہے) اور شعبہ نے اپنے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا پھر ان دونوں کو اپنے منہ سے قریب کیا پھر اپنے منہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کیا، اور نضر بن شمیل نے کہا ہم کو شعبہ نے خبر دی الحکم سے نقل کرکے انہوں نے کہا میں نے ذر سے سنا وہ کہتے تھے عبد الرحمن بن ابزی کے بیٹے سعید سے نقل کرکے۔ حکم نے کہا اور میں نے خود اس حدیث کو عبد الرحمن کے بیٹے سے سنا انہوں نے اپنے باپ سے نقل کرکے کہا کہ عمار رضنے کہا پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے پانی کی جگہ وہ مسلم کو کافی ہوتی ہے۔

۳۳۲ (حدثنا سلیمٰن بن حرب قال حدثنا شعبة عن الحکم عن ذر عن ابن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیه انه شھد عمر وقال له عمار کنا فی سریة فاجنبنا وقال تفل فیھما)

ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن ابزی رضکے بیٹے نے اپنے باپ سے نقل کیا کہ وہ حضرت عمر رضکے پاس موجود تھے عمار رضنے ان سے کہا ہم ایک سریہ (چھوٹے لشکر) میں تھے اور ہم (دونوں) کو جنابت لاحق ہوگئی اور (نفخ فیھما کی جگہ) تفل فیھما (یعنی دونوں ہاتھوں میں تھوکا کہا)۔

مطلب یہ ہے کہ سلیمان بن حرب کی روایت میں جو تفل ہے مراد پھونکنا ہی ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے زور سے پھونکا کہ کچھ لعاب مبارک نکل پڑے ہوں۔

۳۳۳ (حدثنا محمد بن کثیر قال اخبرنا شعبۃ عن الحکم عن ذر عن ابن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیہ عبد الرحمن قال قال عمار لعمر تمعکت فاتیت النبی صلے اللہ علیہ وسلم فقال یکفیک الوجہ والکفین)

ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن ابزی رض نے کہا کہ حضرت عمار رض نے حضرت عمر رض سے کہا کہ میں مٹی میں لوٹا پھر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ؐ نے فرمایا تجھ کو منہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کرنا کافی تھا۔

تشریح الوجہ والکفین اس صورت میں الوجہ فاعلیت کی بنا پر مرفوع ہے اور کفین مفعول معہ ہونے کی بنا پر حالت نصب میں ہے اور واو بمعنی مع ہے جیسے جاء البرد والجبات میں ہے دونوں چیزوں کے ایک ساتھ ہونے کو بتلانا ہے۔ یہ ابو ذر کا نسخہ ہے۔
لیکن اصیلی وغیرہ کے نسخے میں یکفیک الوجہ والکفان ہے حافظ عسقلانی کہتے ہیں بالرفع فیھا علی الفاعلیۃ وھو واضح (فتح)

۳۳۴ (حدثنا مسلم بن ابراھیم قال حدثنا شعبۃ عن الحکم عن ذر عن ابن عبد الرحمن بن ابزی عن عبد الرحمن قال شھدت عمر قال لہ عمار وساق الحدیث)

ترجمہ حضرت عبد الرحمان بن ابزی رض سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں حضرت عمر رض کے پاس موجود تھا ان سے حضرت عمار رض نے کہا اور عبد الرحمان نے یہی حدیث بیان کی۔

۳۳۵ (حدثنا محمد بن بشار قال حدثنا غندر قال ثنا شعبۃ عن الحکم عن ذر عن ابن عبد الرحمن بن ابزی عن ابیہ قال قال عمار فضرب النبی صلے اللہ علیہ وسلم بیدہ الارض فمسح وجھہ وکفیہ)

ترجمہ حضرت عبد الرحمن بن ابزی رض نے کہا کہ عمار رض نے کہا پھر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ زمین پر مارا اور اپنے منہ اور دونوں ہتھیلیوں پر مسح کیا۔

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ یہ روایت امام بخاری رح نے مختلف طریقوں سے بیان کی ہے اور ہر روایت میں مسح وجھہ وکفیہ موجود ہے جس سے مطابقت ظاہر ہے۔

مقصد شاہ ولی اللہ صاحب رح فرماتے ہیں: مذھب المؤلف فی ھذہ المسئلۃ مثل ما

یقوله اصحاب الظواهر وبعض المجتهدین من ان التیمم للوجه والکفین فقط ولا یلزم المسح الی المرفقین خلافا للجمهور الخ (شرح تراجم) مقصد اصحاب ظواہر اور حنابلہ کی موافقت ہے۔

اصحاب ظواہر کے نزدیک اور امام احمد بن حنبل رح کے نزدیک تیمم میں منہ کا مسح اور دونوں ہتھیلیوں کا مسح کافی ہے مرفقین (یعنی کہنیوں تک کا) مسح ضروری نہیں۔ لیکن چوں کہ جمہور احناف شوافع اور مالکیہ رحمہم اللہ مرفقین تک مسح ضروری سمجھتے ہیں یہی جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے بجز حضرت عمار رض کے۔

مگر چوں کہ امام بخاری رح کا رجحان اہل ظواہر کی طرف ہے اسلئے حضرت عمار رض کی روایت کو چھ طرق یعنی اپنے چھ مشائخ سے ذکر کر رہے ہیں متعدد طرق سے ذکر کر کے امام احمد رح کی حمایت و موافقت کر رہے ہیں اور مقصد روایات عمار رض کا اضطراب دفع کرنا ہے۔

تشریح امام بخاری رح نے امام احمد رح اور اہل ظواہر کی موافقت و تائید میں حضرت عمار رض کی جس حدیث سے استدلال کیا ہے اولا تو اس میں شدید اضطراب ہے، ابوداؤد باب التیمم میں حضرت عمار رض سے مناکب و آباط (مونڈھوں اور بغلوں) تک مسح کرنے کی روایت ہے، نیز ابوداؤد صفحہ ۴۷ باب التیمم فی الحضر سے پہلی سطر میں عن عمار بن یاسر رض ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال الی المرفقین ہے۔

امام بخاری رح نے طرق مختلفہ سے جو اضطراب دفع کرنا چاہا ہے ماہرین پر واضح ہے کہ اس سے نہ اضطراب دفع ہو سکتا ہے اور نہ مضطرب حدیث قابل استدلال ہو سکتی ہے اسکے مقابلہ میں جمہور کے مستدلات یہ ہیں:

(۱) پوری سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبداللہ رض کی مرفوع روایت ہے عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة للیدین الی المرفقین۔

(درس ترمذی اول صفحہ ۳۸۷ بحوالہ دارقطنی ج ۱ ص ۱۸۱ ومستدرک حاکم)

(۲) روایات تو بہر حال دونوں طرح کی ہیں لیکن قیاس کی موافقت جمہور کے ساتھ ہے کہ تیمم کی اصل وضو ہے اور یقینی طور پر وضو میں ہاتھ کا دھونا مرفقین تک ہے لہٰذا تیمم میں بھی مسح یدین الی المرفقین ہونا چاہیئے۔

امام احمد رح اور امام بخاری رح وغیرہ نے جس حدیث سے استدلال کیا ہے اس کا جواب یہ ہے حضرت عمار بن یاسر رض نے ناواقفیت کی بنا پر حالت جنابت میں زمین پر تمعک کیا تھا یعنی زمین پر لوٹ لگائی تھی، جب اس کی اطلاع حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے فرمایا انما کان یکفیك ان تضرب بیدیك الارض ثم تنفخ ثم تمسح بهما وجهك وكفيك الخ (مسلم شریف جلد اول

صفحہ ۱۶۱ ایضاً بخاری اول صفحہ ۴۹ مختصراً)

اس حدیث کا سیاق صاف بتلا رہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اصل مقصد تیمم کے طریقہ کی تعلیم دینا نہیں بلکہ تیمم کے صحیح طریقہ کی طرف اشارہ کرنا مقصود تھا کہ زمین پر لوٹنے کی ضرورت نہیں بلکہ جنابت کیحالت میں بھی تیمم کا وہی طریقہ کافی ہے جو حدث اصغر میں ہے۔

علامہ سندھی رح فرماتے ہیں کہ مقصد صرف اس قیاس کی تردید کرنا ہے جو عمار رض نے جنابت کے تیمم کو غسل پر قیاس کر کے مٹی سے پورے بدن کا مسح سمجھ لیا تھا تو حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ زمین پر لوٹنے کی ضرورت نہیں بس چہرہ اور ہاتھ کا مسح کافی ہے۔ واللہ اعلم

باب ۲۲۷

(الصَّعِيدُ الطَّيِّبُ وَضُوءُ الْمُسْلِمِ يَكْفِيهِ مِنَ الْمَاءِ وَقَالَ الْحَسَنُ يُجْزِئُهُ التَّيَمُّمُ مَالَمْ يُحْدِثْ وَاَمَّ ابْنُ عَبَّاسٍ وَهُوَ مُتَيَمِّمٌ وَقَالَ يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ لَا بَاْسَ بِالصَّلٰوةِ عَلَى السَّبْخَةِ وَالتَّيَمُّمِ بِهَا)

باب:- پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے پانی کے بدل وہ اسکو کافی ہے، اور حسن بصری رح نے کہا جبتک اسکو حدث نہ ہو تیمم کافی ہے، اور حضرت عبداللہ بن عباس رض نے تیمم کیحالت میں امامت کی اور یحیی بن سعید انصاری نے کہا کھاری نمکین زمین پر نماز پڑھنا اور اس سے تیمم کرنا درست ہے۔

۳۳۶ — حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ ثَنَا يَحْيَى بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَوْفٌ قَالَ حَدَّثَنَا اَبُو رَجَاءٍ عَنْ عِمْرَانَ قَالَ كُنَّا فِي سَفَرٍ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاِنَّا اَسْرَيْنَا حَتَّى كُنَّا فِي اٰخِرِ اللَّيْلِ وَقَعْنَا وَقْعَةً وَلَا وَقْعَةَ اَحْلَى عِنْدَ الْمُسَافِرِ مِنْهَا فَمَا اَيْقَظَنَا اِلَّا حَرُّ الشَّمْسِ فَكَانَ اَوَّلَ مَنِ اسْتَيْقَظَ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ ثُمَّ فُلَانٌ يُسَمِّيهِمْ اَبُو رَجَاءٍ فَنَسِيَ عَوْفٌ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ الرَّابِعُ وَكَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا نَامَ لَمْ نُوقِظْهُ حَتَّى يَكُونَ هُوَ يَسْتَيْقِظُ لِاَنَّا لَا نَدْرِي مَا يَحْدُثُ لَهُ فِي نَوْمِهِ فَلَمَّا اسْتَيْقَظَ عُمَرُ وَرَاَى مَا اَصَابَ النَّاسَ وَكَانَ رَجُلًا جَلِيدًا فَكَبَّرَ وَرَفَعَ صَوْتَهُ بِالتَّكْبِيرِ فَمَا زَالَ يُكَبِّرُ وَيَرْفَعُ صَوْتَهُ

بالتكبير حتى استيقظ لصوته النبي صلى الله عليه وسلم فلما استيقظ شكوا إليه الذي أصابهم فقال لا ضير أو لا يضير ارتحلوا فارتحل فسار غير بعيد ثم نزل فدعا بالوضوء فتوضأ ونودي بالصلوة فصلى بالناس فلما انفتل من صلوته إذا هو برجل معتزل لم يصل مع القوم قال ما منعك يا فلان أن تصلي مع القوم قال أصابتني جنابة ولا ماء قال عليك بالصعيد فإنه يكفيك ثم سار النبي صلى الله عليه وسلم فاشتكى إليه الناس من العطش فنزل فدعا فلانا كان يسميه أبو رجاء نسيه عوف ودعا عليا فقال اذهبا فابتغيا الماء فانطلقا فتلقيا امرأة بين مزادتين أو ..... سطيحتين من ماء على بعير لها فقالا لها أين الماء قالت عهدي بالماء أمس هذه الساعة ونفرنا خلوفا قالا لها انطلقي إذا قالت إلى أين قالا إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم قالت الذي يقال له الصابئ قالا هو الذي تعنين فانطلقي فجاءا بها إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم وحدثاه الحديث قال فاستنزلوها عن بعيرها ودعا النبي صلى الله عليه وسلم بإناء ففرغ فيه من أفواه المزادتين أو السطيحتين وأوكأ أفواههما وأطلق العزالي ونودي في الناس اسقوا واستقوا فسقى من شاء واستقى من شاء وكان آخر ذاك أن أعطى الذي أصابته الجنابة إناء من ماء قال اذهب فأفرغه عليك وهي قائمة تنظر إلى ما يفعل بمائها وايم الله لقد أقلع عنها وإنه ليخيل إلينا أنها أشد ملأة منها حين ابتدأ فيها فقال النبي صلى الله عليه وسلم اجمعوا لها فجمعوا لها من بين عجوة ودقيقة وسويقة حتى جمعوا لها طعاما فجعلوه في ثوب وحملوها على بعيرها ووضعوا الثوب بين يديها فقال لها تعلمين ما رزئنا من مائك شيئا ولكن الله هو الذي أسقانا فأتت أهلها وقد احتبست عنهم قالوا ما حبسك يا فلانة قالت العجب لقيني رجلان فذهبا بي إلى هذا الرجل الذي يقال له الصابئ ففعل كذا وكذا فوالله إنه لأسحر الناس من بين هذه

وَهٰذِهٖ وَقَالَتْ بِاُصْبُعَيْهَا الْوُسْطٰى وَالسَّبَّابَةِ فَرَفَعَتْهُمَا اِلَى السَّمَاءِ تَعْنِي السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ اَوْ اِنَّهٗ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا فَكَانَ الْمُسْلِمُوْنَ بَعْدُ يُغِيْرُوْنَ عَلٰى مَنْ حَوْلَهَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ وَلَا يُصِيْبُوْنَ الصِّرْمَ الَّذِيْ هِيَ مِنْهُ فَقَالَتْ يَوْمًا لِقَوْمِهَا مَا اُرٰى اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْقَوْمَ قَدْ يَدَعُوْنَكُمْ عَمْدًا فَهَلْ لَكُمْ فِي الْاِسْلَامِ فَاَطَاعُوْهَا فَدَخَلُوْا فِي الْاِسْلَامِ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ صَبَا خَرَجَ مِنْ دِيْنٍ اِلٰى غَيْرِهٖ وَقَالَ اَبُو الْعَالِيَةِ الصَّابِئِيْنَ فِرْقَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتَابِ يَقْرَءُوْنَ الزَّبُوْرَ اَصْبُ اَمِلْ)

ترجمہ حضرت عمران بن حصین رضؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سفر میں تھے ہم لوگ رات کو چلتے رہے یہانتک کہ رات کا آخر ہو گیا تو ہم پڑ گئے (یعنی سو گئے) ایسی نیند کہ مسافر کے نزدیک اس سے زیادہ میٹھی اور کوئی نیند نہیں ہوتی چنانچہ ہمیں سورج کی گرمی نے بیدار کیا اور سب سے پہلے جو شخص بیدار ہوا وہ فلاں تھا پھر فلاں پھر فلاں حضرت ابورجاء ان کو نام بنام بیان کرتے تھے لیکن عوف بھول گئے پھر چوتھے حضرت عمر بن خطابؓ بیدار ہوئے (اور ہمارا قاعدہ یہ تھا کہ) جب نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تو ہم آپ کو بیدار نہیں کرتے یہاں تک کہ آپؐ خود بیدار ہوں کیوں کہ ہم نہیں جانتے تھے کہ خواب میں آپؐ پر کیا تازہ وحی آتی ہے، جب حضرت عمر رضؓ بیدار ہوئے اور انہوں نے لوگوں پر جو آفت آئی وہ دیکھی اور حضرت عمر رضؓ بہادر نڈر آدمی تھے انہوں نے بلند آواز سے تکبیر کہنا شروع کی برابر اللہ اکبر اللہ اکبر بلند آواز سے کہتے رہے یہاں تک کہ انکی آواز سے نبی اکرم صلی اللہ وسلم بیدار ہو گئے جب آپؐ بیدار ہوئے تو صحابہؓ کرام رضؓ نے شکایت کی جو مصیبت لوگوں پر گذری تھی آپؐ نے فرمایا کچھ نقصان نہیں یا کچھ نقصان نہیں ہوگا (شک راوی) چلو اب کوچ کرو چنانچہ چل پڑے پھر تھوڑی دور چل کر آپؐ اترے اور وضو کا پانی منگوایا اور وضو کیا اور اذان دی گئی اور آپؐ نے لوگوں کو نماز پڑھائی جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو ایک شخص کو دیکھا وہ کنارے بیٹھا تھا اس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی آپؐ نے فرمایا . اے فلاں تجھے لوگوں کے ساتھ نماز پڑھنے میں کیا چیز مانع ہوئی؟ اس نے عرض کیا مجھے جنابت لاحق ہو گئی (یعنی غسل کی ضرورت ہے) اور پانی نہیں ہے آپؐ نے فرمایا مٹی سے تیمم کر لے وہ تیرے لئے کافی ہے پھر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم چلے تو لوگوں نے آپؐ سے پیاس کی شکایت کی آپؐ اترے اور ایک شخص (حضرت عمران بن حصین راوی حدیث) کو بلایا ابورجاء اس کا نام بیان کرتے تھے لیکن عوف بھول گئے اور حضرت علی رضؓ کو دونوں سے فرمایا . جاؤ اور پانی تلاش کرو چنانچہ یہ دونوں چلے (راہ میں) ان حضرات کو ایک عورت ملی جو پانی کے دو تھیلے یا دو مشکیزے کے درمیان بیٹھی تھی

(یعنی دونوں تھیلے کو دونوں طرف لٹکا کر درمیان میں بیٹھی جارہی تھی) ان دونوں حضرات نے اس سے پوچھا پانی کہاں ہے؟ اس عورت نے کہا میں گذشتہ کل اسی وقت پانی کے پاس تھی اور ہمارے مرد پیچھے ہیں ان دونوں حضرات نے اس سے کہا خیر اب تو چل اس نے کہا کہاں؟ دونوں حضرات نے کہا اللہ کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس اس نے کہا وہی شخص جنہیں صابی کہا جاتا ہے ان دونوں نے جواب دیا ہاں وہی جو تیری مراد ہے وہیں چل چنانچہ یہ دونوں حضرات اس عورت کو رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لے آئے اور آپؐ سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عمران رضؓ کہتے ہیں پھر لوگوں نے اسے اسکے اونٹ سے اتارا اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن منگوایا اور دونوں تھیلیوں اور مشکیزوں کا منہ کھول کر اس میں پانی ڈالا پھر اوپر کا منہ بند کر دیا اور نیچے کا منہ کھول دیا اور لوگوں میں اعلان کر دیا گیا کہ پانی پلاؤ اور خود پیو، جس نے چاہا (جانوروں کو) پلایا اور جس نے چاہا پیا (سب سیر ہو گئے) اخیر میں آپؐ نے یہ کیا کہ جس شخص کو جنابت لاحق ہو گئی تھی ایک برتن پانی دیا اور فرمایا جاؤ اپنے اوپر ڈال لو (یعنی غسل کر لو) اور وہ عورت کھڑی دیکھتی رہی جو اس کے پانی کے ساتھ کیا جارہا تھا اور خدا کی قسم جب ان مشکیزوں سے پانی لینا بند کیا گیا تو ہمیں ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ اب وہ زیادہ بھرے ہوئے ہیں اس وقت سے جب ان سے پانی لینا شروع کیا۔ پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس عورت کیلئے کچھ جمع کرو تو لوگوں نے اس کیلئے کھجور، آٹا اور ستو جمع کیا یہانتک کہ (بہت سارا) کھانے کا سامان اکٹھا کر دیا اور اس کو ایک کپڑے میں باندھ دیا اور اس عورت کو اس کے اونٹ پر سوار کر کے وہ کپڑا (کھانا بھرا ہوا) اس کے سامنے رکھ دیا تب آپؐ نے فرمایا "تو جانتی ہے کہ ہم نے تیرے پانی میں سے کچھ کم نہیں کیا لیکن اللہ ہی نے ہمیں پلایا پھر وہ عورت اپنے گھر پہنچی اور چونکہ اس کو واپس ہونے میں تاخیر ہو گئی تھی لوگوں نے پوچھا ارے فلانی تجھے کس نے روک لیا؟ وہ کہنے لگی عجیب بات ہوئی دو آدمی (راہ میں) مجھے ملے وہ مجھے اس شخص کے پاس لے گئے جس کو لوگ صابی کہتے ہیں اس نے ایسا کیا قسم خدا کی یقیناً وہ شخص اس کے اور اس کے درمیان میں سب سے بڑا جادوگر ہے اور اس نے اپنی دونوں انگلیوں انگشت شہادت اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا چنانچہ ان کو آسمان کی طرف اٹھایا مراد اس کی آسمان اور زمین تھی سے، یا پھر بلاشبہ وہ شخص اللہ تعالے کا سچا رسول ہے، اس کے بعد مسلمان اس عورت (کے مکان) کے آس پاس کے مشرکوں پر غارت ڈالتے تھے اور اس جماعت کو کچھ نقصان نہ پہنچاتے تھے جس میں سے وہ عورت تھی (یعنی عورت کے پورے محلہ کو چھوڑ دیتے تھے) تو اس عورت نے ایک دن اپنی قوم سے کہا کہ میں سمجھتی ہوں کہ مسلمان جو تم کو چھوڑ دیتے ہیں تو جان بوجھ کر چھوڑ دیتے ہیں تو کیا اب تمہیں اسلام قبول کرنے کی رغبت ہے؟ ان لوگوں نے اسکی بات مان لی۔ اور سب اسلام میں داخل ہو گئے۔

ابوعبداللہ (امام بخاری رح) نے کہا کہ صَبَا کے معنی ہیں ایک دین سے نکل کر دوسرے دین میں داخل ہوگیا، اور ابو العالیہ نے کہا صابئین اہل کتاب کا ایک فرقہ ہے جو زبور پڑھا کرتے ہیں اَصبُ اِمل یعنی سورہ یوسف میں جو اصبُ کا لفظ ہے اس کے معنی ہیں کہ میں ۰ اسل ہو جاؤں گا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " علیک بالصعید فانه یکفیک "

تعدد موضعہ | والحدیث ههنا ص۴۹ ویاتی فی باب بعد باب التیمم ضربة منه مختصرا غایة الاختصار وفی العلامات ص۵۰۴ ومسلم ص۲۴۰ ونسائی فی " باب التیمم بالصعید ص۳۶ وابوداؤد فی الصلوٰۃ مختصرا نما غایة الاختصار ص۶۴۔

وقال الحسن یجزئه التیمم مالم یحدث " امام بخاری رح نے حسن بصری رح کا قول نقل فرمایا ہے جس سے حنفیہ کی مکمل تائید ہوتی ہے کہ جبتک حدث لاحق نہ ہو ایک ہی تیمم سے تمام نمازیں وضو کی طرح ادا کیجا سکتی ہیں۔

وامّ ابن عباس رض وهو متیمم حضرت ابن عباس رض نے تیمم کی حالت میں ان لوگوں کی امامت کی جو باوضو تھے، یہاں پر حافظ عسقلانی فرماتے ہیں " واشار المصنف بذالک الی ان التیمم یقوم مقام الوضوء ولو کانت الطهارة به ضعیفة لما امّ ابن عباس وهو متیمم من کان متوضئا وهذه المسئلة وافق فیها البخاری الکوفیین والجمهور الخ

معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رض کے نزدیک تیمم بالکل وضو کے قائم مقام ہے اگر تیمم کی طہارت کو ضعیف سمجھتے تو وضو والوں کی امامت نہ کرتے۔

مقصد | علامہ عینی رح فرماتے ہیں والقصد ان التیمم حکمه حکم الوضوء فی جواز اداء الفرائض المتعددة والنوافل مالم یحدث باحد الحدثین وهو قول اصحابنا الخ (عمدۃ القاری پاکستانی ص۴ ۲۲)

یعنی امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ تیمم کا حکم وضو جیسا ہے جس طرح ایک وضو سے متعدد فرائض و نوافل ادا کرسکتے ہیں اسی طرح ایک تیمم سے بھی متعدد فرائض ادا کئے جاسکتے ہیں جبتک حدث لاحق نہ ہو یہی احناف کا مذہب ہے وبه قال ابراهیم وعطاء وابن المسیب والزهری وغیرہ۔ یہی تقریبا شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح فرماتے ہیں۔

غرضه من عقد الباب اثبات ان التراب له حکم الماء عند عدم وجدانه فاذا تیمم یصلی به ماشاء من الفرائض والنوافل مالم یحدث کما هو حکم الماء وهذا مذهب ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ خلافا للشافعی رح وغیره من الائمة ومحل الاستشهاد فی حدیث

الباب قوله صلی اللہ علیہ وسلم علیك بالصعید فانه یکفیك لان الظاهر المتبادر من من الکفایة ان یکون له حکم الماء والا لکانت الکفایة ناقصة مع ان المطلق ینصرف الی الکامل فتامل (شرح تراجم)

یعنی پانی کی عدم موجودگی میں مٹی پانی ہی کے حکم میں ہے جس طرح پانی سے طہارت مطلقہ حاصل ہوتی ہے اسی طرح مٹی سے (یعنی تیمم سے) بھی طہارت مطلقہ حاصل ہوتی ہے۔ ائمہ ثلاثہؒ کے نزدیک تیمم طہارت ضروریہ ہے یعنی تیمم کے ذریعہ طہارت حاصل کرنا ضرورتاً اور مجبوری کے درجہ کی چیز ہے اس سے رفع حدث نہیں ہوتا، جس ضرورت و فرض کیلئے تیمم کیا ہے اس ضرورت کے بعد طہارت ختم ہوجائے گی خواہ حدث ہو یا نہ ہو اسکی افادیت صرف وقتی فریضہ تک محدود رہے گی کسی دوسرے فرض کی قضا بھی اس تیمم سے نہیں کرسکتے اس کیلئے دوسرا تیمم ضروری ہوگا۔

وقال الحسن یجزئه التیمم مالم یحدث امام بخاریؒ نے حسن بصریؒ کا قول نقل فرمایا ہے جس سے حنفیہ کی مکمل تائید ہوتی ہے کہ جب تک حدث لاحق نہ ہو ایک ہی تیمم سے تمام نمازیں وضو کی طرح ادا کی جاسکتی ہیں۔

وام ابن عباس رضؓ وهو متیمم حضرت ابن عباس رضؓ نے تیمم کیحالت میں ان لوگوں کی جو باوضو تھے یہاں امامت کی۔ حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں" واشار المصنف بذالك الی ان التیمم یقوم مقام الوضوء ولو کانت الطهارت به ضعیفة لما ام ابن عباس وهو متیمم من کان متوضأ وهذه المسئلة وافق فیها البخاری الکوفیین والجمهور الخ معلوم ہوا کہ حضرت ابن عباس رضؓ کے نزدیک تیمم بالکل وضو کے قائم مقام ہے اگر تیمم کی طہارت کو ضعیف سمجھتے تو وضو والوں کی امامت نہ کرتے۔

تشریح کنا فی سفر الخ حضرت عمران بن حصین (بالضم الخا) رضؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں تھے مگر روایت میں اسکی تصریح نہیں ہے کہ یہ کس سفر کا واقعہ ہے؟ شراح بخاری نے بھی کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ اور یہ واقعہ جس شب میں پیش آیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز فجر سوجانے کی وجہ سے قضا ہوئی اس کو لیلۃ التعریس کہتے ہیں۔

تعریس کے معنی ہیں سفر میں اخیر رات کو آرام کرنے کیلئے اترنا، پڑاؤ ڈالنا۔

اس لیلۃ التعریس کے سلسلے میں ایک اختلاف تو یہ ہے جو حافظ عسقلانی فرماتے ہیں: وقد اختلف العلماء هل کان ذالك مرة او اکثر اعنی نومهم عن صلوٰة الصبح الخ (فتح) یعنی اس میں علماء کا اختلاف ہے کہ سوجانے کا واقعہ ایک دفعہ ہوا ہے یا متعدد بار؟ امام نوویؒ کہتے ہیں: ظاهر الاحادیث مرتان (شرح نووی ص۲۳۸)۔

اُصیلیؒ نے جزم کے ساتھ کہا ہے کہ یہ واقعہ ایک ہی مرتبہ ہوا ہے لیکن قاضی عیاضؒ کہتے ہیں کہ واقعات

کی نوعیت اور جگہوں کے اختلاف سے تعدد واقعہ کا ثبوت ملتا ہے کیوں کہ حضرت ابو قتادہ رضؓ کی روایت جو مسلم شریف ص۲۳۸ سے ص۲۴۰ تک مفصل ہے، اور یہ روایت حضرت عمران بن حصین رضؓ کی جو بخاری ص۴۹ میں اور مسلم ص۲۴۰ میں متفق علیہ روایت ہے بہت فرق و مغایرت ہے۔

نیز حافظ عسقلانی، علامہ سیوطی اور ابن عربی رحؒ سب تعدد واقعہ کے قائل ہیں واللہ اعلم

نمبر۲ تعدد واقعہ کی صورت میں اس سفر کی تعیین میں اختلاف ہے ففی صحیح مسلم من حدیث ابی ہریرہ رضؓ انہ وقع عند رجوعہم من خیبر (مسلم ص۲۳۸) وفی حدیث ابن مسعود رضؓ رواہ ابوداؤد ص۶۴ اقبلنا مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زمن الحدیبیۃ، وفی حدیث عطاء بن یسار مرسلا رواہ عبدالرزاق ان ذالک بطریق تبوک وکذا فی حدیث عقبۃ بن عامر رواہ البیہقی فی الدلائل۔

علامہ انور شاہ کشمیری فرماتے ہیں: اقول واقطع علی انہا واقعۃ واحدۃ لا انہا واقعات عدیدۃ الخ یعنی میرے نزدیک ایسا واقعہ صرف ایک بار پیش آیا ہے والارجح عندی انہ واقعۃ خیبر الخ

(فیض الباری جلد اول ص۴۱۰)

اور یہی فرماتے ہیں محشی بخاری حضرت محدث سہارنپوری رحؒ ملاحظہ ہو بخاری ص۵۰۴ کے دسویں سطر فی میر کا بین السطور۔

لیکن اشکال یہ ہے کہ اس حدیث میں تصریح ہے علیک بالصعید فانہ یکفیک، یعنی ایک جنبی کو آپ نے تیمم کا حکم فرمایا ہے اور احقر نے اسی جلد کے حدیث نمبر۳۲۶ میں علماء محققین مثلاً علامہ ابن قیم اور علامہ ابن جوزی کا قول نقل کیا ہے کہ تیمم کا حکم غزوہ ذات الرقاع سے واپسی میں نازل ہوا جو غزوہ خیبر کے بعد واقع ہوا ہے امام بخاری رحؒ نے اس کو مدلل ثابت کیا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع ساتواں غزوہ ہے اور یہ غزوہ غزوہ خیبر کے بعد ہوا تفصیل کیلئے نصر الباری کتاب المغازی ص۱۰۱ دیکھیے۔

اور اگر اس سفر سے سفر تبوک مراد لیا جائے تو یہ اشکال ختم ہو سکتا ہے واللہ اعلم بالصواب کان اول

من استیقظ الخ ان جاگنے والوں میں سے سب سے پہلے جاگنے والے کا نام یہاں ص۴۹ کی حدیث میں نہیں ہے لیکن یہی حدیث بخاری ص۵۰۴ میں ہے جس میں تصریح ہے اول من استیقظ من منامنہ ابوبکر رضؓ البتہ دوسرے اور تیسرے کا نام ص۵۰۴ میں بھی نہیں ہے لیکن علامہ قسطلانی رحؒ فرماتے ہیں:

یحتمل ان یکون عمران الراوی الخ

اور یہ ظاہر ہے۔ ورنہ وہ واقعہ کس طرح بیان کرتے، ان کے بعد ذو مخبر رضؓ (بکسر المیم وسکون الخاء المعجمۃ ر فتح الباء) چوتھے نمبر پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی صراحت خود اس حدیث میں ہے۔

اذا نام لم نوقظہ حب حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم آرام فرماتے تو ہم آپؐ کو بیدار نہیں کرتے الخ

اشکال | اشکال یہ ہے کہ خود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:-

ان عینی تنامان ولا ینام قلبی میری آنکھیں سوتی ہیں اور قلب بیدار رہتا ہے. جب قلب بیدار رہتا تھا تو ایسی شکل کیوں پیش آئی؟

جواب :- ۱ یہ ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اہم مقاصد میں سے ایک مقصد تعلیم فعلی بھی ہے اسی حکمت کے پیش نظر کبھی کبھار حالت بیداری میں آپؐ کو نماز میں سہو ہو گیا تاکہ سہو کے مسائل واحکام کا بیان اور اسکی تشریع فعل رسول سے ہو جائے، محدث کبیر علامہ ابن منیر ارشاد فرماتے ہیں :-

قد یحصل له السهو فی الیقظه لمصلحة التشریع ففی النوم بطریق الاولیٰ۔	آپؐ کو کبھی بیداری کی حالت میں تشریع (احکام قضاء) کی مصلحت کی وجہ سے سہو ہو جاتا تھا تو نیند کی حالت میں بطریق اولیٰ سہو پیش آسکتا ہے۔

مقصد صاف ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا کرنے کی تعلیم عملاً دی ہے اب مصلحت تشریع کا تقاضا تھا کہ نماز کے سلسلے میں احکام قضا کی تعلیم آپؐ کی عمر میں ایسا واقعہ پیش آئے اور نماز قضاء ہو جانے کی صورت قضاء صلوٰۃ کیلئے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا اسوہ و عمل امت کے سامنے ہو۔

خود حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "انی لا انسی و لکن انسیٰ لاسن"

جواب ۲ حدیث پاک کے الفاظ قابل غور ہیں "آنکھیں سوتی ہیں اور قلب بیدار رہتا ہے" اور ظاہر ہے کہ طلوع فجر یعنی صبح صادق کا دیکھنا محسوسات بصر میں سے ہے نہ کہ قلب سے، قلب کے بیدار رہنے کا مطلب ہے لا ینام قلبه من اجل الوحی و انه یوحیٰ الیه فی النوم۔

۳ بعض حضرات نے کہا ہے کہ استغراق کی حالت میں آپؐ کی کیفیت اور ہوتی ہے اور عدم استغراق کی حالت میں آپؐ نے فرمایا "ان عینی تنامان ولا ینام قلبی"

۴ بعض لوگوں نے کہا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم جان بوجھ کر بیدار نہیں ہوئے تاکہ امر تشریعی ظاہر ہو سکے فتامل، واللہ اعلم

اذا هو برجل قال صاحب التوضیح هو خلاد بن رافع (عمدہ) مگر اس پر خود علامہ عینی رح نے اعتراض وجواب نقل کیا ہے۔ ارتحلوا بصیغہ امر حاضر علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: وکان السبب فی الارتحال من ذالك الموضع حضور الشیطان فیه کما فی مسلم (قس)

بَابٌ ۲۳۸ اِذَا خَافَ الْجُنُبُ عَلٰی نَفْسِهِ الْمَرَضَ اَوِ الْمَوْتَ اَوْ خَافَ الْعَطَشَ تَيَمَّمَ وَيُذْكَرُ اَنَّ عَمْرَو بْنَ الْعَاصِ اَجْنَبَ فِي لَيْلَةٍ بَارِدَةٍ

فتیمم وتلا "ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما" فذکر ذالک للنبی صلے اللہ علیہ وسلم فلم یعنف)

جب جنب کو بیماری کا ڈر ہو یا موت کا یا پیاس کا (مثلاً تھوڑا پانی ہو) تو وہ تیمم کرلے۔ اور کہتے ہیں کہ حضرت عمرو بن العاص رضؓ کو جاڑے کی رات میں غسل کی حاجت ہوئی انہوں نے تیمم کرلیا اور سورہ نساء کی یہ آیت پڑھی "اپنے آپ کو قتل مت کرو بلاشبہ اللہ تم پر مہربان ہے" پھر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپؐ نے ملامت نہیں کی۔

۳۳۷ (حدثنا بشر بن خالد قال اخبرنا محمد ھو غندر عن شعبۃ عن سلیمان عن ابی وائل قال ابو موسیٰ لعبد اللہ بن مسعود اذا لم یجد الماء لا یصلی قال عبد اللہ نعم ان لم اجد الماء شھرا لم اصل لو رخصت لھم فی ھذا کان اذا وجد احدھم البرد قال ھکذا یعنی تیمم و صلی قال قلت فاین قول عمار لعمر قال انی لم ار عمر قنع بقول عمار)

ترجمہ ابو وائل (شقیق بن سلمہ) سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضؓ نے حضرت عبد اللہؓ بن مسعود رضؓ سے کہا کسی کو جب پانی نہ ملے (اور جنب ہو) تو نماز نہ پڑھے؟ حضرت عبد اللہؓ نے کہا، ہاں، اگر مجھکو ایک مہینے تک پانی نہ ملے تو میں نماز نہ پڑھوں گا اگر میں انہیں اس بارے میں اجازت دیدوں گا تو جب ان میں سے کوئی سردی محسوس کرے گا تو وہ یہی کرلے گا یعنی تیمم کرکے نماز پڑھ لے گا حضرت ابو موسیٰ رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے کہا پھر عمار رضؓ کا حضرت عمرؓ سے کہنا کہاں گیا؟ عبد اللہؓ نے کہا میں نہیں سمجھتا کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ کے قول پر قناعت کی ہو (مطلب یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کو اطمینان کہاں ہوا؟

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "یعنی تیمم وصلی"

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا منہ وایضا متصلا منہ وایضا فی الباب الآتی التیمم ضربۃ منہ

۳۳۸ (حدثنا عمر بن حفص قال ثنا ابی قال ثنا الاعمش قال سمعت شقیق بن سلمۃ قال کنت عند عبد اللہ وابی موسیٰ فقال لہ ابو موسیٰ ارأیت یا ابا عبد الرحمن اذا اجنب فلم یجد ماء کیف یصنع فقال عبد اللہ لا یصلی حتی یجد الماء فقال ابو موسیٰ فکیف تصنع بقول عمار حین قال لہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یکفیک قال الم تر عمر لم یقنع بذالک منہ فقال ابو موسیٰ فدعنا

مِنْ قولِ عمارٍ کیفَ تصنعُ بھٰذہِ الآیۃِ فما دری عبدُ اللہِ مایقولُ فقال اِنّا لو رخّصنا لھم فی ھٰذا الاوشک اِذا برد علی احدِھم الماءُ اَن یدعَ عنہُ ویتیمّمَ فقلتُ لشقیقٍ فاِنّما کرہ عبدُ اللہِ لھٰذا فقال نعم۔

ترجمہ شقیق بن سلمہ (یعنی ابو وائل شقیق تابعی) نے بیان کیا کہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تھا تو ابو موسیٰ نے حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے کہا، ابو عبد الرحمٰن (کنیت عبد اللہ بن عمرؓ) بتلائیے تو جب کوئی جنب ہو (یعنی جب کسی کو غسل کی ضرورت ہو جائے) اور پانی نہ پائے تو وہ کیا کرے؟ حضرت عبد اللہؓ نے کہا جب تک پانی نہ پائے نماز نہ پڑھے پھر ابو موسیٰؓ نے کہا پھر آپ عمارؓ کی روایت کو کیا کریں گے جبکہ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "تجھ کو یہ کافی تھا (یعنی منہ اور ہاتھ کا مسح کرنا) حضرت ابن مسعودؓ نے کہا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے ان کی بات پر قناعت نہیں کی۔ ابو موسیٰؓ نے کہا اچھا تو عمارؓ کا قول جانے دو تم اس آیت کا کیا جواب دوگے (جو سورۂ مائدہ میں فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَیَمَّمُوْا ہے) تو حضرت عبد اللہؓ کو کچھ جواب نہ بنا کر کیا کہیں تو کہنے لگے کہ اگر ہم نے لوگوں کو اس بارے میں اجازت دیدی تو بس جب ان میں کسی کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوگا تو وہ پانی چھوڑ کر تیمم کرلیگا، اعمش کہتے ہیں کہ میں نے شقیق سے کہا تو حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے جنب کو تیمم کرنا اس مصلحت سے برا جانا انہوں نے کہا ہاں۔

مطابقتہ للترجمۃ ھٰذا طریق آخر فی الحدیث المذکور وموضع الترجمۃ "اَن یدعہ ویتیمّم"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۰ ومرّ ص۵۰ وایضا فی الباب الآتی التیمم ضربۃ ص۵۰۔

مقصد امام بخاریؒ کا مقصد دو مسئلے کو بیان کرنا ہے ایک تو یہ کہ جنب کیلئے بھی تیمم جائز ہے۔ یعنی جس طرح پانی کے استعمال پر قدرت نہ ہونے پر وضو کی جگہ تیمم جائز و درست ہے اسی طرح جنبی (جس کو غسل کی ضرورت ہے) اگر پانی کے استعمال پر قدرت نہیں ہے تو غسل کی جگہ تیمم کرکے نماز پڑھ سکتا ہے جیسا کہ گذشتہ باب ص۵۰ کی طویل روایت میں معلوم ہو چکا ہے کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جنبی صحابی سے فرمایا، "علیك بالصعید فانه یکفیك"

یہی جمہور صحابہ کرام اور ائمہ عظام کا مسلک ہے صرف امیر المؤمنین سیدنا عمر فاروقؓ اور فقیہ الامت حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ جنبی کو تیمم کی اجازت نہیں دیتے تھے، حضرت عمر فاروقؓ کے آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ان کا مذہب تھا پھر دونوں حضرات نے رجوع کر لیا جیسا کہ امام نوویؒ نے لکھا ہے "وقیل ان عمر وعبد اللہ رجعا عنه وقد جاءت بجوازہ للجنب الاحادیث الصحیحۃ المشھورۃ" (شرح مسلم اول ص۱۶۰)

دوسرا مقصد یہ ہے کہ مرض، موت اور پیاس تینوں اندیشوں کیلئے تیمم جائز ہے۔

یعنی پانی موجود ہے لیکن اپنے تجربہ کی بنا پر یا کسی مسلم طبیب حاذق کے بتلانے پر پانی کے استعمال سے مرض کے پیدا ہونے یا مرض کے زیادہ ہونے یا بہت دیر میں صحتیاب ہونے کا غالب گمان ہو تو تیمم کر سکتا ہے۔

اس میں تو فقہاء کا اختلاف ہے کہ حدوث مرض کا اندیشہ ہو اور غلبۂ ظن ہو تو تیمم جائز ہے یا نہیں؛ امام اعظمؒ، امام احمد حنبلؒ، امام شافعیؒ اور فی روایۃ امام مالکؒ جائز ہے وعن مالکؒ روایۃ بالمنع، وقال عطاء والحسن لایستباح التیمم بالمرض اصلا۔

لیکن اذا خاف الجنب علی نفسہ الموت یجوز لہ التیمم بلاخلاف (عمدہ)

خلاصہ یہ ہے کہ پیاس اور موت کے خوف سے تیمم کرنا بالاتفاق جائز ہے لا اختلاف فیہ۔

تیمم جنابت کیلئے عمرو بن العاصؓ کا اجتہاد

امام بخاریؒ اثبات ترجمہ کیلئے حضرت عمرو بن العاصؓ کے اجتہاد کا واقعہ پیش کر رہے ہیں اس واقعہ کی کچھ تفصیل ابوداؤد صـ۴۸ میں ہے۔

عمرو بن العاصؓ فرماتے ہیں کہ مجھے غزوۂ ذات السلاسل میں ایک سردی کی رات میں جنابت لاحق ہو گئی (یعنی احتلام ہو گیا) مجھے اندیشہ ہوا کہ اگر میں نے ٹھنڈے پانی سے غسل کیا تو ہلاک ہو جاؤں گا۔ چنانچہ میں نے تیمم کر کے صبح کی نماز پڑھا دی پھر سفر سے واپسی پر حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا تذکرہ کیا گیا تو آپؐ نے یہ سنکر ملامت نہیں کی بلکہ سکوت فرمایا۔

امام بخاریؒ یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ چونکہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا اس لئے حضورؐ کی تقریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ اگر ہلاکت وموت کا اندیشہ ہو تو تیمم کر سکتا ہے۔

فائدہ:- غزوہ ذات السلاسل کیلئے دیکھئے نصر الباری کتاب المغازی صـ۲۴۸

حدیث الباب

امام بخاریؒ نے ترجمہ کے ذیل میں دو حدیثیں نقل کی ہیں جن میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے مناظرہ کا ذکر ہے۔ پیش کردہ دونوں احادیث میں دو فرق ہیں ایک فرق تو یہ ہے کہ پہلی روایت مختصر ہے اور دوسری روایت میں تفصیل ہے دوسرا فرق یہ ہے کہ پہلی روایت میں تقدیم وتاخیر ہے اور دوسری روایت میں واقعہ کی اصل اور صحیح ترتیب ہے۔ نیز اگلے باب میں ابو معاویہ کی روایت آ رہی ہے اس میں بھی تقدیم وتاخیر ہے۔

بہر حال امام بخاریؒ نے دوسری روایت پیش کر کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی مناظرانہ گفتگو کی مکمل مرتب شکل ذکر کر دی۔

ابوموسیٰؓ کا استدلال

حضرت ابوموسیٰؓ نے حضرت ابن مسعودؓ سے کہا کہ اگر ایک جنبی کو پانی پر قدرت نہ ہو تو آپکی کیا رائے ہے؟ ابن مسعودؓ نے فرمایا جبتک پانی نہ پائے

نماز نہ پڑھے۔

ابو موسیٰ رضؓ نے کہا آپ قول عمار کی کیا تاویل کرینگے؟

ابو موسیٰ رضؓ کے اس استدلال کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت عمر رضؓ اور حضرت عمار رضؓ ایک سفر میں شریک تھے اتفاق سے دونوں کو غسل کی ضرورت پیش آ گئی۔ عمار رضؓ نے تو زمین پر لوٹ لگا کر نماز پڑھ لی اور حضرت عمر رضؓ نے نماز مؤخر کر دی، جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ واقعہ پیش کیا گیا تو حضور علیہ السلام نے عمار کے عمل کی اصلاح فرما دی کہ لوٹ لگانے کی ضرورت نہیں اور تیمم کا صحیح طریقہ بتا دیا مگر حضور اکرم علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ حالت جنابت میں تیمم کی ممانعت ہے۔

حضرت عبداللہ رضؓ نے اس استدلال پر نقض وارد کر دیا کہ جب شریک واقعہ حضرت عمر رضؓ ہی اس روایت سے مطمئن نہیں ہوئے تو پھر ہمارے اوپر یہ روایت کیسے حجت ہو سکتی ہے؟

تو اس کے بعد حضرت ابو موسیٰ رضؓ اشعری نے سورۂ مائدہ کی آیت تیمم اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاءَ فلم تجدوا ماءً فتیمموا صعیدا طیبا فامسحوا بوجوھکم وایدیکم منہ (آیت ۶) پیش کی۔ پھر عبداللہ بن مسعود رضؓ نے صاف طور پر فرما دیا کہ ہمارا تیمم للجنب کا انکار حقیقت کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ سدّ اللباب ہے یعنی کاہل اور سست لوگوں کیلئے راستہ بند کرنے کیلئے ہے۔

بہر حال رجوع ثابت ہے جیسا کہ علامہ نووی رح شرح مسلم صہ ۱۶۱ کے حوالہ سے ذکر کیا جا چکا ہے۔

(بَابُ ۲۲۹ التَّيَمُّمُ ضَرْبَةٌ)

تیمم (میں) صرف ایک ضربہ ہے

۳۳۹ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ سَلَامٍ قَالَ اَخْبَرَنَا اَبُوْ مُعَاوِيَةَ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ شَقِيْقٍ قَالَ كُنْتُ جَالِسًا مَعَ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰی لَوْ اَنَّ رَجُلًا اَجْنَبَ فَلَمْ يَجِدِ الْمَاءَ شَهْرًا اَمَا كَانَ يَتَيَمَّمُ وَيُصَلِّیْ قَالَ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَا يَتَيَمَّمُ وَاِنْ كَانَ لَمْ يَجِدْ شَهْرًا فَقَالَ لَهٗ اَبُوْ مُوْسٰی فَكَيْفَ تَصْنَعُوْنَ بِهٰذِهِ الْاٰيَةِ فِیْ سُوْرَةِ الْمَائِدَةِ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَقَالَ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ رُخِّصَ فِیْ هٰذَا لَهُمْ لَاَوْشَكُوْا اِذَا بَرَدَ عَلَيْهِمُ الْمَاءُ اَنْ يَّتَيَمَّمُوْا

الصعید قلت وانما کرھتم ھذا لذا قال نعم فقال ابو موسی الم تسمع قول عمار لعمر بن الخطاب بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حاجۃ فاجنبت فلم اجد الماء فتمرغت فی الصعید کما تمرغ الدابۃ فذکرت ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال انما کان یکفیک ان تصنع ھکذا وضرب بکفہ ضربۃ علی الارض ثم نفضھا ثم مسح بھا ظھر کفہ بشمالہ او ظھر شمالہ بکفہ ثم مسح بھما وجھہ فقال عبد اللہ افلم تر عمر لم یقنع بقول عمار وزاد یعلی عن الاعمش عن شقیق قال کنت مع عبد اللہ وابی موسی فقال ابو موسی الم تسمع قول عمار لعمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعثنی انا وانت فاجنبت فتمعکت بالصعید فاتینا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاخبرناہ فقال انما کان یکفیک ھکذا ومسح وجھہ وکفیہ واحدۃ

ترجمہ شفیق نے کہا میں عبد اللہ بن مسعود رضؓ اور ابو موسیٰ اشعری رضؓ کے پاس بیٹھا تھا تو ابو موسیٰ نے عبد اللہ رضؓ سے کہا کہ اگر کوئی شخص جنبی ہو جائے اور ایک مہینہ تک پانی نہ پائے تو کیا وہ تیمم نہ کرے اور نماز نہ پڑھے؟ شفیق کہتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ رضؓ نے کہا کہ وہ شخص تیمم نہیں کرے گا اگرچہ ایک مہینہ تک پانی نہ پائے تو ان سے ابو موسیٰ رضؓ نے کہا تو آپ سورہ مائدہ کی اس آیت کے بارے میں کیا کریں گے فلم تجدوا ماء فتیمموا صعیدا طیبا اگر تم پانی نہ پاؤ تو پاک مٹی پر تیمم کر لو۔

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ نے کہا اگر اس بارے میں لوگوں کو رخصت دیدی جائے تو قریب میں ایسا ہوگا جب ان کو پانی ٹھنڈا معلوم ہوگا وہ مٹی سے تیمم کر لیں گے اعمش کہتے ہیں کہ میں نے شقیق سے کہا تو تم نے جنب کیلئے تیمم اس لئے برا جانا۔ انہوں نے کہا ہاں پھر حضرت ابو موسیٰ رضؓ نے حضرت ابن مسعود رضؓ سے کہا کیا تم نے وہ نہیں سنا جو عمار رضؓ نے حضرت عمر رضؓ سے کہا تھا مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کام کیلئے بھیجا تھا پھر مجھے جنابت لاحق ہو گئی اور پانی نہ ملا تو میں جانور کی طرح مٹی میں لوٹا اور نماز پڑھ لی پھر میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا تجھکو ایسا کرنا کافی تھا پھر آپؐ نے ایک بار اپنا ہاتھ زمین پر مارا پھر اس کو جھاڑ دیا پھر بائیں ہاتھ سے داہنے ہاتھ کی پشت پر مسح فرمایا یا داہنے ہاتھ سے بائیں ہاتھ کی پشت کو مسح فرمایا پھر آپؐ نے ان دونوں ہاتھوں سے اپنے چہرہ پر مسح فرمایا۔ حضرت عبد اللہ رضؓ نے کہا تم نہیں دیکھتے حضرت عمر رضؓ نے حضرت عمار رضؓ کے قول پر قناعت نہیں کی اور یعلی بن عبید نے اس روایت میں اعمش سے انہوں نے شقیق سے

نقل کرکے اتنا زیادہ کیا میں عبداللہ بن مسعودؓ اور ابو موسیٰ اشعریؓ کے پاس تھا، ابو موسیٰؓ نے کہا کیا آپ نے عمارؓ کا حضرت عمرؓ سے یہ کہنا نہیں سنا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مجھے اور آپ کو کہیں بھیجا تھا مجھے جنابت لاحق ہوگئی تو میں (بغرض تیمم) زمین پر لوٹ گیا پھر ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپؐ سے بیان کیا آپؐ نے فرمایا تجھکو یہ کافی تھا اور آپؐ نے اپنے منہ اور ہتھیلیوں پر ایک بار مسح کیا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی اٰخر الحدیث " فقال انما کان یکفیک ھٰکذا ومسح وجھہ وکفیہ واحدۃ "۔

تعدد موضعہ | والحدیث ھھنا منہ ۵۰ ومر منہ ۵۰ ومنہ ۵۰ وابوداؤد ص۴۵ تا ص۴۶ قلت ای قال الاعمش لشقیق (قس) کما تمرغ الدابۃ برفع الغین وحذف احدی التائین تخفیفا کتلظی۔

مقصد | شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں: غرضہ اثبات ما یقولہ بعض العلماء خلافا للجمہور الخ (شرح تراجم)

یعنی امام بخاری کا مقصد بعض علماء یعنی امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کی تائید وموافقت ہے کہ تیمم میں ایک ہی بار زمین پر ہاتھ مار کر چہرے اور ہاتھوں کا مسح ثابت کریں اور یہ بیان گذر چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک دو ضربہ ہے۔

تشریح | امام بخاریؒ نے تیمم میں ضربہ واحدہ ثابت کرنے کیلئے یہاں مستقل باب قائم کیا ہے۔ تیمم کی کیفیت میں ائمہ عظام کے اقوال مختلف ہیں اور یہاں دو اختلاف ہیں۔

نمبر ۱ مسح یدین کے مقدار میں کہ مسح یدین کفین تک ہے یا مرفقین تک؟

اسکی تفصیل کیلئے دیکھئے باب نمبر ۲۳۶ بالخصوص حدیث نمبر ۳۳۵ کے تحت تفصیل گذر چکی ہے

نمبر ۲ عدد ضربہ۔ اور یہی اس باب کا اصل مقصد ہے اس میں ائمہ کے قول مختلف ہیں۔

(۱) امام احمد بن حنبلؒ، اسحاق بن راہویہؒ اور امام بخاریؒ کا مذہب یہ ہے کہ تیمم کیلئے ضربۂ واحدہ کافی ہے۔

(۲) امام اعظمؒ، امام شافعی سفیان ثوری رحمہم اللہ وغیرہ کے نزدیک ضربتین ہے۔

(۳) امام مالکؒ کے نزدیک بھی ضربتین ہے مگر ایک ضربہ واجب اور دوسرا سنت ہے۔

(۴) ابن سیرینؒ سے دو قول منقول ہیں نمبر ۱ ضربۃ للوجہ، دوسرا ضربہ للکفین تیسرا للذراعین۔ ابن سیرینؒ سے دوسرا قول یہ بھی منقول ہے کہ تیسرے ضربہ سے منہ اور ہاتھ دونوں کا مسح کیا جاوے گا

احناف وشوافع کی دلیل | حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے روایات ہیں:۔

حضرت جابر رضؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا التیمم ضربتان ضربة للوجه وضربة لليدين الى المرفقين رواه الدار قطنی والبيهقی والحاکم۔ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ولا يلتفت الى من منع صحته (عمدہ)

حضرت عبداللہ بن عمر رضؓ سے بھی یہی الفاظ مرفوعاً منقول ہیں:

جنابلہ اور امام بخاریؒ کا استدلال حضرت عمار بن یاسر رضؓ کی روایت سے ہے اس کا ایک جواب تو گذر چکا ہے کہ کافی اضطراب ہے اور مضطرب روایت قابل احتجاج نہیں۔

۲۔ علامہ کرمانیؒ نے خاص طور سے حدیث مذکور واحدۃ سے استدلال کو کمزور بتلایا کیونکہ جس طرح واحدۃ کیلئے موصوف ضربۃ ہو سکتا ہے جو امام بخاریؒ سمجھے ہیں مسحۃ بھی ہو سکتا ہے کہ مسح عضوین کا ایک ہی بار کیا گیا اور لفظ سے یہی ظاہر بھی ہے کیوں کہ مسح کے بعد آیا ہے لہٰذا تیمم ضربتین ہی سے کیا گیا ہوگا، حافظؒ نے بھی واحدۃ کی شرح مسحۃ واحدۃ سے کی ہے واللہ اعلم

باب ۲۴

ای هذا باب بالتنوين من غير ترجمة۔ ولفظ باب ساقط عند الاصيلی فيكون داخلا فی الترجمة السابقة۔

۳۴۰ (حدثنا عبدان قال اخبرنا عبدالله قال اخبرنا عوف عن ابی رجاء قال حدثنا عمران بن حصين الخزاعی ان رسول الله صلى الله عليه وسلم رای رجلا معتزلا لم يصل فی القوم فقال يا فلان ما منعك ان تصلی فی القوم فقال يا رسول الله اصابتنی جنابة ولا ماء قال عليك بالصعيد فانه يكفيك)

ترجمہ حضرت عمران بن حصین خزاعی رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو الگ تھلگ دیکھا جس نے لوگوں کے ساتھ نماز نہیں پڑھی تھی تو آپؐ نے فرمایا اے فلاں تجھکو لوگوں کیساتھ نماز پڑھنے سے کیا مانع ہوا؟ اس نے کہا یارسول اللہ مجھے جنابت لاحق ہو گئی اور پانی نہیں ہے آپؐ نے فرمایا مٹی سے تیمم کرلے وہ تجھکو کفایت کریگی۔

تشریح یہ باب اکثر نسخوں میں بلا ترجمہ ہے اس صورت میں کالفصل من الباب السابق ہے یا امام بخاریؒ نے باب قائم کر کے ترجمہ چھوڑ دیا مقصد تشحیذ اذہان ہے کہ روایت موجود ہے اس کے مناسب ترجمہ قائم کرلو یہاں یہ ترجمہ لگایا جاسکتا ہے:۔

"باب الجنب اذا لم يجد ماء تيمم وصلى"

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ اکثر صحیح نسخوں میں لفظ باب نہیں ہے اور وہی صحیح ہے اس صورت میں اس حدیث کا تعلق باب سابق سے ہوگا۔

براعت اختتام حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ ہر کتاب کے خاتمہ پر ایسی روایت لاتے ہیں جس سے ختم کتاب کی طرف اشارہ ہو چنانچہ یہاں فانه يكفيك ہے یعنی تیمم میں تمہارے لئے اتنا کافی ہے آگے دوسری کتاب یعنی کتاب الصلوٰۃ شروع ہو رہی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ ختم کتاب پر انسان کے خاتمہ کیطرف اشارہ فرماتے ہیں جس سے موت یاد آئے عليك بالصعيد مٹی کو لازم کر لو قبر کی طرف اشارہ ہے وفی القرآن الحکیم منها خلقناكم وفيها نعيدكم الخ

ع مٹی میں مل گئی انجام دنیا دیکھ لے۔

ع غ بیگوسرائے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(کتاب الصلوٰۃ)

ای ھذا کتاب الصلوٰۃ، وارتفاع کتاب علی انه خبر مبتدأ محذوف کما قدرناہ، ویجوز ان یکون مبتدأ محذوف الخبر ای کتاب الصلوٰۃ ھذا ویجوز ان ینصب علی تقدیر خذ کتاب الصلوٰۃ.

ربط ما قبل: امام بخاریؒ شرائط صلوٰۃ یعنی طہارت صغری، طہارت کبری نیز طہارت مائیہ اور طہارت ترابیہ سے فراغت کے بعد مشروط جو کہ مقصود ہے یعنی نماز کا بیان شروع فرما رہے ہیں طہارت نماز کیلئے شرط ہے اور وسیلہ بھی اور چونکہ شرط مقدم ہوتا ہے مشروط پر اور وسیلہ مقدم ہوتا ہے مقصود پر اس لئے شرط اور وسیلہ کے بعد مشروط اور مقصود کو بیان فرما رہے ہیں۔

صلوٰۃ الصلوٰۃ فی اللغۃ الغالبۃ الدعاء (عمدہ) یعنی صلوٰۃ کے معنی میں اکثر دعا کے ہیں قال تعالیٰ وصل علیھم ای ادع لھم (عمدہ) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اذا دعی احدکم الی طعام فلیجب وان کان صائما فلیصل، جب تم میں سے کسی کو کھانے پر بلایا جائے تو قبول کر لینا چاہئے اور اگر روزہ دار ہو تو داعی کے حق میں خیر و برکت کی دعا کرو۔
نیز صلوٰۃ کے معنی رحمت و استغفار کے بھی آتے ہیں۔

اور شریعت میں عبادت مخصوصہ کا نام ہے جس کا آغاز تکبیر سے اور اختتام تسلیم سے ہوتا ہے اور چونکہ یہ عبادت دعاؤں پر مشتمل ہوتی ہے اس لئے اس کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔

ماخذ اشتقاق:- اس میں چند اقوال ہیں ۱۔ قیل ھی مشتقۃ من صلیت العود علی النار اذا قومته، ٹیڑھی لکڑی کو آگ کی حرارت سے سیدھا کرنا، تو نماز کو صلوٰۃ اسلئے کہا گیا کہ انسان کی باطنی کجی جو نفس امارہ سے پیدا ہوئی وہ بھی نماز سے درست ہو جاتی ہے۔

امام نوویؒ نے کہا یہ صحیح نہیں ہے اس لئے کہ صلوٰۃ کا لام کلمہ واؤ ہے اور صلیت میں یاء ہے اور جب حروف اصلیہ میں اختلاف ہے تو اشتقاق کیسے درست ہوگا۔؟

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام نوویؒ کا باطل کہنا درست نہیں ہے اس لئے کہ حروف اصلیہ کا اتفاق واشتراک صرف اشتقاق صغیر میں ضروری ہے اشتقاق کبیر میں شرط نہیں۔
اشتقاق کی چند قسمیں ہیں اشتقاق صغیر، اشتقاق کبیر اور اشتقاق اکبر، واضح رہے کہ اخیرین میں اشتراک شرط نہیں
دوسرا قول یہ ہے کہ صلوٰۃ مشتق ہے صلوین سے جو صلا کا تثنیہ ہے بمعنی سرین کی ہڈی تو چونکہ رکوع اور سجدہ میں تحرک صلوین ہوتا ہے اسلئے صلوٰۃ کہا گیا۔
تیسرا قول یہ ہے کہ یہ ماخوذ ہے مصلی سے، میدان گھوڑ دوڑ میں جو گھوڑا دوسرے درجہ میں ہوتا ہے اس کو مصلی کہتے ہیں اور جو سب سے آگے ہوتا ہے اس کو مجلی کہتے ہیں مصلے کا سر مجلی کے پیچھے رہتا ہے یعنی دوسرے نمبر پر ہوتا ہے اور چوں کہ شہادتین کے بعد دوسرا درجہ نماز کا ہی ہے اسلئے اس کو صلوٰۃ کہا گیا وغیرہ ذالک۔

باب کَیْفَ فُرِضَتِ الصَّلٰوۃُ فِی الْاِسْرَاءِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ حَدَّثَنِیْ اَبُوْسُفْیٰنَ بْنُ حَرْبٍ فِیْ حَدِیْثِ هِرَقْلَ فَقَالَ یَاْمُرُنَا یَعْنِی النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم بِالصَّلٰوۃِ وَالصِّدْقِ وَالْعَفَافِ)

معراج (کی رات) میں نماز کس طرح فرض ہوئی۔ اور حضرت ابن عباس رضؓ نے فرمایا مجھ سے ابوسفیان بن حرب نے ہرقل کے قصے میں بیان کیا کہ آپ یعنی نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم ہم کو نماز پڑھنے اور سچ بولنے اور پاکدامنی (یعنی حرام سے بچے رہنے) کا حکم دیتے ہیں۔

۳۴۱ (حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ ثَنَا اللَّیْثُ عَنْ یُوْنُسَ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ کَانَ اَبُوْ ذَرٍّ یُحَدِّثُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ فُرِجَ عَنْ سَقْفِ بَیْتِیْ وَاَنَا بِمَکَّةَ فَنَزَلَ جِبْرَئِیْلُ علیہ السلام فَفَرَجَ صَدْرِیْ ثُمَّ غَسَلَهٗ بِمَاءِ زَمْزَمَ ثُمَّ جَاءَ بِطَسْتٍ مِنْ ذَهَبٍ مُمْتَلِئٍ حِکْمَةً وَاِیْمَانًا فَاَفْرَغَهٗ فِیْ صَدْرِیْ ثُمَّ اَطْبَقَهٗ ثُمَّ اَخَذَ بِیَدِیْ فَعَرَجَ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا فَلَمَّا جِئْتُ اِلَی السَّمَاءِ الدُّنْیَا قَالَ جِبْرَئِیْلُ علیہ السلام لِخَازِنِ السَّمَاءِ اِفْتَحْ قَالَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا جِبْرَئِیْلُ قَالَ هَلْ مَعَكَ اَحَدٌ قَالَ نَعَمْ مَعِیَ مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم فَقَالَ اُرْسِلَ اِلَیْهِ قَالَ نَعَمْ فَلَمَّا فَتَحَ عَلَوْنَا السَّمَاءَ الدُّنْیَا فَاِذَا رَجُلٌ قَاعِدٌ عَلٰی یَمِیْنِهٖ اَسْوِدَةٌ وَعَلٰی یَسَارِهٖ اَسْوِدَةٌ اِذَا نَظَرَ قِبَلَ یَمِیْنِهٖ ضَحِكَ وَاِذَا نَظَرَ قِبَلَ شِمَالِهٖ بَکٰی فَقَالَ مَرْحَبًا بِالنَّبِیِّ الصَّالِحِ وَالْاِبْنِ الصَّالِحِ قُلْتُ لِجِبْرَئِیْلَ مَنْ هٰذَا قَالَ هٰذَا اٰدَمُ وَهٰذِهِ الْاَسْوِدَةُ ....

عن یمینہ وشمالہ نسم بنیہ فاھل الیمین منھم اھل الجنۃ والاسودۃ التی عن شمالہ اھل النار فاذا نظر عن یمینہ ضحک واذا نظر قبل شمالہ بکی حتی عرج بی الی السماء الثانیۃ فقال لخازنھا افتح فقال لہ خازنھا مثل ما قال الاول ففتح قال انس فذکر انہ وجد فی السموات آدم وادریس وموسی وعیسی وابراھیم ولم یثبت کیف منازلھم غیر انہ ذکر انہ وجد آدم فی السماء الدنیا وابراھیم فی السماء السادسۃ قال انس فلما مر جبریل علیہ السلام بالنبی صلی اللہ علیہ وسلم بادریس قال مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح فقلت من ھذا قال ھذا ادریس ثم مررت بموسی فقال مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح قلت من ھذا قال ھذا موسی ثم مررت بعیسی فقال مرحبا بالنبی الصالح والاخ الصالح قلت من ھذا قال ھذا عیسی ثم مررت بابراھیم فقال مرحبا بالنبی الصالح والابن الصالح قلت من ھذا قال ھذا ابراھیم قال ابن شھاب فاخبرنی ابن حزم ان ابن عباس وابا حبۃ الانصاری کانا یقولان قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ثم عرج بی حتی ظھرت لمستوی اسمع فیہ صریف الاقلام قال ابن حزم وانس بن مالک قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم ففرض اللہ عزوجل علی امتی خمسین صلوۃ فرجعت بذالک حتی مررت علی موسی فقال ما فرض اللہ لک علی امتک قلت فرض خمسین صلوۃ قال فارجع الی ربک فان امتک لا تطیق ذالک فراجعت فوضع شطرھا فرجعت الی موسی فقال راجع ربک فقلت وضع شطرھا فقال راجع ربک فان امتک لا تطیق ذالک فراجعت فوضع شطرھا فرجعت الیہ فقال ارجع الی ربک فان امتک لا تطیق ذالک فراجعتہ فقال ھی خمس وھی خمسون لا یبدل القول لدی فرجعت الی موسی فقال راجع ربک فقلت استحییت من ربی ثم انطلق بی حتی انتھی بی الی السدرۃ المنتھی وغشیھا الوان لا ادری ما ھی ثم ادخلت الجنۃ فاذا فیھا حبائل اللؤلؤ واذا ترابھا المسک۔

ترجمہ حضرت انس بن مالک رض فرماتے ہیں کہ حضرت ابوذر غفاری رض حدیث بیان کرتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے گھر کی چھت کھولی گئی اور میں مکہ میں تھا پھر حضرت جبریل علیہ السلام

اترے اور انہوں نے میرے سینہ کو شق کیا پھر اس کو حضرت جبریئل ع نے آب زمزم سے دھویا پھر وہ سونے کا ایک طشت لائے جو ایمان اور حکمت سے لبریز تھا وہ انہوں نے میرے سینہ میں انڈیل دیا اس کے بعد سینہ کو بند کر دیا (یعنی درست کر دیا) پھر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور میرے ساتھ آسمان دنیا کیطرف چڑھے جب میں آسمان دنیا (یعنی پہلے آسمان) پر پہنچا (وہ بند تھا) جبریئل ع نے آسمان کے داروغہ سے کہا "کھولو" اس نے پوچھا کون ہے؟ جواب ملا جبریئل ع اس نے پوچھا تمہارے ساتھ اور کوئی ہے؟ جبریئل ع نے کہا ہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم میرے ساتھ ہیں اس نے پوچھا کیا وہ بلائے گئے ہیں؟ جبریئل ع نے کہا ہاں جیا سنے دروازہ کھول دیا تو ہم آسمان دنیا پر چڑھے دیکھا ایک شخص بیٹھے ہوئے ہیں جیسکے داہنے جانب بہت سے اشخاص ہیں اور بہت سے اشخاص اسکے بائیں جانب ہیں جب وہ اپنی داہنی جانب دیکھتے ہیں تو ہنستے ہیں اور جب بائیں جانب دیکھتے ہیں تو روتے ہیں، انہوں نے (مجھکو دیکھکر) فرمایا صالح نبی صالح فرزند خوش آمدید، میں نے جبریئل ع سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ آدم علیہ السلام ہیں اور یہ جو ان کے دائیں بائیں لوگ ہیں یہ ان کی اولاد کی روحیں ہیں ان میں سے داہنی جانب والے جنتی ہیں اور ان کے بائیں جانب والے لوگ دوزخی ہیں۔

چنانچہ جب حضرت آدم علیہ السلام اپنے داہنی طرف نظر کرتے ہیں (تو خوشی سے) ہنس دیتے ہیں اور جب بائیں طرف نظر کرتے ہیں (تو رنج سے) رو دیتے ہیں۔

یہاں تک کہ جبریئل ع مجھکو لیکر دوسرے آسمان کیطرف چڑھے اور اس کے داروغہ سے کہا کھولو تو اسنے داروغہ نے اسی قسم کی گفتگو کی جسطرح پہلے نے کی تھی پھر دروازہ کھول دیا حضرت انس رض نے کہا کہ ابوذر رض نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں میں حضرت آدم اور حضرت ادریس اور حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا لیکن حضرت ابوذر رض نے یہ نہیں تبلایا کہ ان کے منازل کس طرح ہیں؟ بس اتنا بیان کیا کہ آپ نے پہلے آسمان پر حضرت آدم ع کو پایا اور چھٹے آسمان پر حضرت ابراہیم کو۔ انس رض نے بیان کیا کہ جب جبریئل ع نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو لے کر حضرت ادریس ع کے پاس سے گذرے تو انہوں نے کہا نیک پیغمبر نیک بھائی خوش آمدید۔ میں نے (جبریئل ع سے) پوچھا یہ کون ہیں انہوں نے کہا یہ ادریس ع ہیں، پھر موسیٰ ع پر میرا گذر ہوا تو موسیٰ ع نے کہا خوش آمدید نیک پیغمبر نیک بھائی، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ جبریئل ع نے کہا یہ موسیٰ ع ہیں پھر میرا گذر عیسیٰ ع کے پاس ہوا انہوں نے کہا خوش آمدید نیک بھائی اور نیک پیغمبر، میں نے جبریئل سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ عیسیٰ ع ہیں پھر میرا گذر حضرت ابراہیم ع کے پاس ہوا تو انہوں نے کہا خوش آمدید نیک پیغمبر اور نیک بیٹے، میں نے جبریئل ع سے پوچھا یہ کون ہیں؟ انہوں نے کہا یہ ابراہیم ع ہیں۔

ابن شہاب نے کہا مجھکو ابوبکر بن حزم نے خبر دی کہ عبداللہ بن عباس رض اور ابوحبہ انصاری رض دونوں یوں

کہتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر مجھے (اوپر) چڑھایا گیا یہاں تک کہ میں ایک بلند ہموار مقام پر پہنچا جہاں میں قلموں کے چلنے کی آواز سنتا تھا۔ ابن حزم اور انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے کہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ نے میری امت پر پچاس۵۰ نمازیں فرض کیں (ہر رات دن میں) میں یہ حکم لے کر لوٹا یہاں تک کہ موسیٰ پر میرا گذر ہوا تو انہوں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے آپ کیلئے آپ کی امت پر کیا فرض کیا میں نے کہا پچاس۵۰ نمازیں فرض کیں، موسیٰ نے کہا آپ دوبارہ پروردگار کے پاس جائیں اسلئے کہ آپ کی امت اسکی طاقت نہیں رکھتی (کہ ہر روز وشب میں پچاس نمازیں پڑھیں) چنانچہ میں لوٹ گیا (اور عرض کیا) تو اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک حصہ معاف کردیا پھر میں موسیٰ کے پاس آیا اور کہا اللہ نے اس کا ایک حصہ معاف کردیا۔ حضرت موسیٰ نے کہا پروردگار کے پاس لوٹ کر جایئے اسلئے کہ آپکی امت اتنی طاقت نہیں رکھتی، پھر میں نے رجوع کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا ایک حصہ معاف کردیا پھر میں موسیٰ کے پاس لوٹ کر آیا تو موسیٰ نے کہا اپنے پروردگار کے پاس لوٹ کر جایئے اسلئے کہ آپ کی امت اسکی بھی طاقت نہیں رکھتی پھر میں لوٹا (ایسا ہی کئی بار ہوا) آخر اللہ نے فرمایا (عمل میں عدد کے اعتبار سے) پانچ نمازیں ہیں اور در حقیقت (یعنی ثواب کے اعتبار سے) پچاس۵۰ ہیں میرے نزدیک بات بدلی نہیں جاتی پھر میں موسیٰ کے پاس آیا انہوں نے کہا اپنے پروردگار کے پاس جایئے تو میں نے کہا اب مجھے پروردگار سے (عرض کرنے میں) شرم آتی ہے پھر جبرئیل مجھکو لے کر چلے یہاں تک کہ سدرۃ المنتہیٰ تک پہونچایا اور کئی طرح کے رنگوں نے اس کو ڈھانک لیا تھا میں نہیں جانتا وہ کیا تھے پھر مجھے جنت میں داخل کیا گیا دیکھا کہ اس میں موتیوں کے ہار ہیں اور اسکی مٹی مشک ہے

مطابقۃ للترجمۃ

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ: فقال ھی خمس وھی خمسون۔

تعدد موضعہ

والحدیث ھھنا ص۵۰ تا ص۵۱ ویاتی فی المناسک ص۲۲۱ وفی باب ذکر الملائکۃ ص۴۵۵ وص۴۷۰ تا ص۴۷۱ مطولا ایضا ص۴۸۱ وص۴۸۷ تا ص۴۸۸ وص۵۰۴ وفی باب المعراج ص۵۴۸ تا ص۵۵۰ وفی التوحید ص۱۱۲۰ تا ص۱۱۲۱ مطولا۔

لغات الحدیث ومعانیہ

فرج بضم الفاء وکسر الراء وبالجیم بمعنی فتح یعنی کھولا گیا۔
ففرج صدری بفتح الفاء والراء ماضی معروف ای شقہ یعنی میرے سینہ کو شق کیا۔

شق صدر

حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ نے لکھا کہ شق صدر کا وقوع چار مرتبہ ہوا ہے (۱) بچپن میں حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس شق صدر ہوا علقہ نکالنے کیلئے (یعنی دم غلیظ جو انسان کے اندر ام المفاسد اور

اصل المعاصی ہوتا ہے اس کو نکالا گیا) اور آپؐ سے فرمایا گیا ھٰذا حظ الشیطان یہ شیطان کا حصہ تھا چنانچہ آپؐ اثرات شیطانیہ سے محفوظ رہے (۲) دوسرا شق دس برس کی عمر میں ہوا (۳) تیسرا شق بعثت کے وقت چالیس سال کی عمر میں جبکہ حضرت جبرئیلؑ غار حرا میں وحی لائے تھے (۴) چوتھا شق یہ شب معراج کا تھا تاکہ آپؐ کے اندر اس رات میں پیش آنے والے امور کے مشاہدہ اور مناجات خداوندی کیلئے استعداد پیدا ہوسکے (فتح الباری ص۳۶۵) تقریباً علامہ عینیؒ نے بھی یہی لکھا ہے۔ (عمدہ پاکستانی ص۴۲)

اسودۃ بمعنی اشخاص (فتح) جمع سواد کالازمنۃ جمع زمان والسواد الشخص (عمدہ)

صالح وہ شخص جو حقوق اللہ اور حقوق العباد حتی الامکان ادا کرتا ہو نسم بنیہ النسم بفتح النون والسین جمع ہے بمعنی ارواح اس کا واحد نسمۃ روح اور ہر جاندار انسان ہو یا حیوان

صریف الاقلام قلم چلنے کی آواز (جو فرشتے لوح محفوظ سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی نقل کر رہے تھے۔

فوضع شطرھا صحیح اور محقق یہ ہے کہ یہاں شطر بمعنی نصف نہیں ہے بلکہ بمعنی جز ہے اگرچہ ابتدائی تخفیف کے متعلق نصف کا قول بھی منقول ہے یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک حصہ کم کر دیا۔

نسائی شریف کی اور بخاری شریف باب المعراج کی روایت میں دس دس کی تخفیف کا ذکر ہے لیکن ثابت کی روایت میں شروع سے آخر تک پانچ پانچ کی تخفیف مروی ہے یعنی ہر مرتبہ پانچ نمازیں معاف ہوتی تھیں واللہ اعلم۔

حبائل جمع حبالۃ وحبالۃ جمع حبل علی غیر قیاس (فتح) یعنی خلاف قیاس حبالۃ کی جمع ہے ذیل دوناہ ان فیہا عقودًا وقلائد من اللؤلؤ (قس) لیکن صحیح عند الاکثر جنابذ بفتح الجیم جمع جنبذ بضم الجیم وسکون النون بمعنی قبہ، گنبد یعنی موتیوں کے قبے اور گنبد۔

مختصر واقعہ معراج

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اجمالی طور پر معراج کا واقعہ نہایت اختصار کے ساتھ ہدیہ ناظرین کر دیا جائے تاکہ اجمالی طور پر از اول تا آخر واقعہ معراج کی ترتیب دقوعی معلوم ہوجائے وباللہ التوفیق۔

ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے سید الانبیاء والمرسلین محبوب رب العالمین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر مبارک اکیاون برس نو مہینے کی ہوئی تو یہ واقعہ اس طرح پیش آیا کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نماز عشاء کے بعد ام ہانی بنت ابی طالب کے مکان میں سو رہے تھے جس کو حضورؐ نے سقف بیتی کہا چونکہ ام ہانی رشتہ دار یعنی چچا زاد بہن تھی اسلئے گھر کی نسبت اپنی طرف کرلی۔ حضرت جبرئیلؑ فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ آپؐ کے پاس آئے اور معمول کے مطابق دروازے سے نہیں آئے بلکہ خلاف معمول مکان کی چھت کھول کر نزول فرمایا اس سے یہ تبلانا تھا کہ آج عجیب وغریب واقعات ہونگے۔

پھر ام ہانی کے مکان سے مسجد حرام میں لے گئے وہاں سینۂ مبارک چاک کیا اور قلب مبارک کو آب زمزم سے دھو کر اپنے مقام پر رکھدیا اور آپ کو براق پر سوار کر کے بیت المقدس لیگئے۔ جب آپؐ بیت المقدس پہونچ گئے، آپؐ براق سے اترے حضرت جبرئیلؑ نے براق کو ایک حلقہ میں باندھ دیا، مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام علیہم السلام آپ کے انتظار میں جمع تھے اور آسمان سے کچھ فرشتے بھی نازل ہوئے تھے اور سب صف بستہ تھے جبرئیل امین حضور پرنورؐ کو امامت کیلئے آگے بڑھایا آپؐ نے ان سب کی امامت فرمائی (زرقانی ص۲۵۶)

پھر آپؐ کیلئے ایک معراج (سیڑھی) لائی گئی، ابن سعد کی روایت میں ہے کہ یہ معراج (سیڑھی) جنت الفردوس سے لائی گئی (زرقانی) پھر اس معراج (سیڑھی) کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور جبرئیل امین دونوں آسمان پر پہنچے اور آسمان کا دروازہ کھلوایا۔

آسمان پر عروج اسی معراج (سیڑھی) کے ذریعہ ہوا اور براق کو بیت المقدس میں چھوڑ گئے۔ پہلے آسمان میں حضرت آدم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی اور جہاں ان کے خالہ زاد بھائی یحییٰ علیہ السلام بھی تھے پھر تیسرے آسمان میں حضرت یوسفؑ سے اور چوتھے آسمان میں حضرت ادریس علیہ السلام سے اور پانچویں آسمان میں حضرت ہارون علیہ السلام سے پھر چھٹے آسمان میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اور ساتویں آسمان میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، بعد ازاں آپؐ بیت معمور میں داخل ہوئے جو قبلہ ملائکہ ہے اور ستر ہزار فرشتے روزانہ اس کا طواف کرتے ہیں پھر قیامت تک عود نہیں کرتے، اور یہ بیت معمور جس میں آپؐ نے نماز پڑھی ساتویں آسمان میں ایک مسجد ہے جو عرش کے نیچے ہے اور خانہ کعبہ کی محاذات میں ہے۔

بالفرض اگر بیت معمور اپنی جگہ سے گرے تو خانہ کعبہ پر آکر گرے، اس کا حکم وہی ہے جو خانہ کعبہ کا ہے پھر جبرئیل امین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لیکر سدرۃ المنتہیٰ پر پہنچے۔

سدرۃ المنتہیٰ ایک درخت ہے جس کو انوار خداوندی ڈھانپے ہوئے ہے اور ہر طرف سے فرشتے اس کو گھیرے ہوئے ہیں یہ مقام اوپر سے اترنے والوں اور نیچے سے چڑھنے والوں کا انتہیٰ ہے کراماً کاتبین کا بھی منتہیٰ ہے، کراماً کاتبین اس سے اوپر نہیں جاتے اور یہی مقام حضرت جبرئیلؑ کا مستقر اور ٹھکانا ہے۔

اسی جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جبرئیل امین کو انکی اصلی صورت میں دیکھا چھ سو پر تھے اور سدرۃ المنتہیٰ ہی کے قریب آپؐ نے جنت کا مشاہدہ فرمایا اور آپؐ جنت میں داخل ہوئے اور وہاں کی سیر کی وہاں دیکھا کہ گنبد موتی کے ہیں اور مٹی مشک کی ہے، حق تعالیٰ شانہٗ کے اس ارشاد: ولقد راٰہ نزلۃ اخریٰ عند سدرۃ المنتہیٰ عندھا جنۃ الماویٰ اذ یغشی السدرۃ مایغشیٰ سے

معلوم ہوتا ہے کہ جنت سدرۃ المنتہیٰ کے قریب ہے اور اسی مقام میں آپؐ نے نہر کوثر کو دیکھا جس کا اللہ تعالےٰ نے آپؐ سے وعدہ کیا ہے (زرقانی) اور وہ چار نہریں جن کا ذکر قرآن کریم کی اس آیت میں ہے: فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى (سورہ محمد) یہ چاروں نہریں سدرۃ المنتہیٰ کی جڑ سے نکلتی ہیں۔ آپؐ نے اس مقام پر ان کا معائنہ فرمایا (زرقانی)

بعد ازاں آپؐ کو جہنم دکھلائی گئی جس میں آپؐ نے اللہ کے قہر اور غضب کا مشاہدہ کیا پھر بند کردی گئی بعد ازاں آپؐ کیلئے ایک سبز رفرف (جھولا یا تخت) لایا گیا آپؐ اس پر بیٹھے اور جبرئیل امین نے آپؐ کو اس فرشتے کے سپرد کیا جو رفرف کے ساتھ آیا تھا آپؐ ...... نے جبرئیل امین سے ساتھ چلنے کی درخواست کی جبرئیل امین نے کہا مجھے آگے جانے کی قدرت نہیں اگر ایک قدم بھی آگے بڑھوں تو جل جاؤں ہم میں سے ہر ایک کیلئے ایک مقام معلوم ہے اور اللہ تعالےٰ نے آپؐ کو اپنی آیات دکھلانے کیلئے بُلایا ہے (زرقانی) پس آپؐ نے جبرئیل امین کو الوداع کہا اور رفرف میں بیٹھکر اس کے فرشتے کے ہمراہ روانہ ہوئے یہاں تک کہ آپؐ ایک مستویٰ (بلند جگہ) پر جہاں آپ صریف الاقلام سنتے تھے یعنی ان قلموں کی کتابت کی آواز جو احکام الٰہیہ اور تقادیر ربانیہ کی کتابت کر رہے تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی رفرف پر جا رہے تھے، حضور پرنورؐ فرماتے ہیں کہ اسی اثناء میں یکایک ایک نورانی ابر نمودار ہوا جس نے مجھے اپنے اندر لے لیا اور میں تنہا رہ گیا اور وہ فرشتہ جو رفرف کے ساتھ تھا وہ پیچھے رہ گیا اور اس اثناء میں فرشتوں کی جو آوازیں سنائی دیتی تھیں وہ سب منقطع ہوگئیں اسی طرح میں بارگاہِ قدس اور مقام قرب میں عرش کے قریب پہنچا کما قال تعالےٰ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلَّىٰ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ أَوْ أَدْنَىٰ فَأَوْحَىٰ إِلَىٰ عَبْدِهِ مَا أَوْحَىٰ، اور مقام دنو اور تدلّی میں یعنی مقام قرب میں حق تعالےٰ نے مجھ سے کلام فرمایا اور پچاس نمازیں فرض کیں بعد ازاں میں بارگاہ خداوندی سے واپس ہوا، واپسی میں موسیٰ علیہ السلام کے مشورہ سے پھر بارگاہِ خداوندی میں واپس گیا اور تخفیف کی درخواست کی جو منظور ہوئی اس طرح یہ دس معراجیں ہوئیں سات معراجیں تو سات آسمانوں تک ہوئیں اور آٹھویں معراج سدرۃ المنتہیٰ تک ہوئی جہاں آپؐ لقاء خداوندی اور کلام خداوندی سے مشرف ہوئے بعد ازاں آسمانوں سے بیت المقدس واپسی ہوئی اور حسب سابق آپؐ براق پر سوار ہو کر صبح سے پہلے مکہ معظمہ پہونچ گئے اور صبح کی نماز مکہ معظمہ میں پڑھی اور صبح کی نماز کے بعد قریش کو اپنے سفر بیت المقدس اور عروج آسمانی کی خبر دی کسی نے مانا اور کسی نے نہ مانا (یعنی ایمان والوں نے مانا اور مشرکوں نے جھوٹ جانا)

(معارف حضرت کاندھلوی رح)

فوائد ۱: بیت المقدس کو مسجد اقصیٰ اس لئے کہتے ہیں کہ اقصیٰ کے معنی دور تر کے ہیں اور مسجد بیت المقدس خانہ کعبہ سے بہت دور ہے اور زمانہ نزول وحی میں مسجد حرام اور مسجد اقصیٰ کے سوا روئے زمین پر اور کوئی مسجد نہ تھی اور روئے زمین پر اس وقت مسجد اقصیٰ سے زیادہ کوئی مسجد دور نہ تھی (معارف کاندھلوی رحمہ ۲۷۵)

۲: علماء کی اصطلاح میں مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک کی سیر کو اسراء کہتے ہیں اور مسجد اقصیٰ سے لیکر ساتوں آسمانوں اور سدرۃ المنتہیٰ کی سیر کو معراج کہتے ہیں، اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ پر لفظ اسراء یا لفظ معراج کا بھی اطلاق کر دیا جاتا ہے۔ اسراء اور معراج سے حق تعالےٰ کا مقصود یہ تھا کہ اپنے برگزیدہ اور محبوب ترین بندہ کو اپنے عجائب قدرت دکھلائے صحابہ اور تابعین اور علماء ربانیین کے اتفاق سے یہ بات ثابت ہے کہ حضور پر نور ﷺ کو یہ معراج بحالت بیداری روح اور جسم دونوں کے ساتھ ہوئی اور یہ واقعہ اس قدر احادیث کثیرہ وصحیحہ وصریحہ سے ثابت ہے کہ جن کا نہ انکار ممکن ہے اور نہ ان میں کسی قسم کی تاویل ممکن ہے۔

قرآن حکیم نے واقعہ اسراء (یعنی معراج) کو سبحان الذی، سے اس لئے ذکر فرمایا کہ کوئی کوتاہ نظر بدعقل اور تاریک خیال اس کو ناممکن اور محال نہ سمجھے اللہ تعالےٰ ہر قسم کے ضعف اور عجز سے منزہ اور پاک ہے ہماری محدود اور ناقص عقلیں اگرچہ کسی شئے کو کتنا ہی مستبعد سمجھیں مگر رب العالمین کی لامحدود قدرت اور مشیت کے سامنے کوئی مشکل نہیں۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن ۔۔۔ کہ جاہا سپر باید انداختن

پھر مخالفین اور مشرکین کا اس شدت سے انکار و استہزاء اس بات کی واضح دلیل ہے کہ واقعہ معراج کی نوعیت خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی مشرکین نے بھی واقعہ معراج کو جسمانی معراج سمجھ کر بیت المقدس اور اپنے قافلہ کے حالات دریافت کرنے لگے۔

تو ان فلاسفہ اور معتزلہ کی سفاہت اور بدعقلی ان مشرکین سے بھی گئی گذری اور اس سفاہت نے یہاں سے راہ لی کہ یہ محدود عقل کے بندوں نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات مقدسہ اور جسم عنصری پر ساری محنت وعقل خرچ کر دی حالانکہ قرآن حکیم کے الفاظ میں غور و فکر کرتے تو ایک ذرہ برابر بھی اشکال نہ ہوتا کہ قرآن یہ نہیں کہتا کہ حضور اقدس ﷺ آسمانوں پر تشریف لے گئے بلکہ قرآن یہ کہتا ہے کہ اسریٰ بعبدہ یعنی وہ ذات پاک قادر مطلق اپنے بندہ کو لے گیا تو نظر و فکر کا محور اللہ تعالےٰ کی ذات کو بنانا چاہیئے کہ اس کی قدرت وطاقت کیا ہے؟ اس کے بعد قطعاً کوئی اشکال نہ کرۂ زمہریر کا ہوگا اور نہ کرۂ نار کا کہ ان سب کا خالق ہی جب چاہتا ہے تو پھر کیا اشکال ہے؟

قرآن حکیم میں اسرٰی بعبدہٖ کے یہ معنی لینا کہ خدا اپنے بندہ کو خواب میں یا محض روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص فاسرِ بعبادی، کے معنی لینے لگے کہ اے موسیٰ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں محض روحانی طور پر لے کر مصر سے نکل جاؤ۔

باقی لفظ رؤیا جو قرآن حکیم آیت " وماجعلنا الرؤیا التی اریناک الخ" میں آیا ہے اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضؓ کا ارشاد ہے: رؤیا عین اریھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یعنی یہ عجیب وغریب عینی نظارہ کے معنی میں ہے نہ کہ بمعنی خواب، اور خواب و نظارہ میں قدر مشترک یہ ہے کہ خارق عادت چیز کو بھی خاص رائی کے سوا اور کوئی نہیں دیکھتا جس طرح کہ رؤیا کو بھی صرف صاحب خواب دیکھتا ہے اس لئے عجیب وغریب عینی نظارہ کو اگرچہ وہ حالت بیداری ہی ہو رؤیا سے تعبیر کر دیتے ہیں اور اس پر قرینہ لفظ فتنۃ ہے کہ یہ واقعہ عجیبہ ذریعہ آزمائش تھا کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے شب معراج میں بیت المقدس اور وہاں سے آسمانوں پر جانے اور پھر صبح سے پہلے واپس آنے کا ذکر کیا تو بہت سے نومسلم جن میں ابھی ایمان راسخ نہ ہوا تھا اس واقعہ کی تکذیب کر کے مرتد ہو گئے۔

معلوم ہوا کہ یہ واقعہ آنحضورؐ نے بحالت بیداری کا بیان فرمایا ورنہ لوگوں کے مرتد ہو جانے کی کوئی وجہ نہ تھی کیوں کہ روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپؐ کے دعاوی ابتداء بعثت سے ہی تھے معراج روحانی یا منامی کا دعوی لوگوں کے لئے کوئی حیرت و تعجب خیز نہ تھا جو خصوصی طور پر ارتداد کا باعث بنتا۔

ہاں شریک کی روایت میں بعض الفاظ مثلاً استیقظت ضرور آئے ہیں جن سے اسراء کا بحالت نوم واقع ہونا معلوم ہوتا ہے مگر محدثین کے نزدیک شریک سئی الحفظ (خراب حافظہ والا) راوی ہے وقال النسائی لیس بالقوی، وذکرہ ابن حبان فی الثقات وقال ربما اخطاء وقال ابن الجارود لیس بالقوی وکان یحیی بن سعید لایحدث عنہ قال الساجی کان یری القدر۔

(تہذیب التہذیب ص۳۳۷/۴)

اسلئے بڑے بڑے حفاظ حدیث کے مقابلہ میں ان کی روایت منکر (غیر قابل استناد) ہے چنانچہ خود امام مسلم رحؒ نے شریک کی روایت پر تنقید کی اور فرمایا" وقدم فیہ واخر وزاد ونقص۔

(مسلم اول ص۹۲)

نیز قاضی عیاض، حافظ عسقلانی وغیرہ نے بھی اس حدیث پر کلام کیا ہے، یا پھر یہ روایت تعدد واقعہ پر محمول ہے کیوں کہ معراج روحانی و منامی آپؐ کو کئی بار ہوئی ہے۔

رہا حضرت معاویہ رضؓ کا یہ قول انہا رؤیا الخ سو حضرت معاویہ رضؓ اس وقت مشرف باسلام نہ تھے لہذا

کسی سے سنکر اس قول کو اختیار کیا یا اجتہاداً اس کے قائل ہوئے یا یہ کسی دوسرے واقعہ منامیہ کے متعلق کہا ہے فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال.

باقی حضرت عائشہ رضؓ سے منقول ہے مافقدت جسد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولکن اسری بروحہ ،،

تو حضرت عائشہ رضؓ اس وقت تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نکاح میں نہ آئی تھیں للذا ان کے مقابلہ میں دوسرے صحابہ کرام رضؓ کی روایات و تحقیقات راجح ہیں ۔ یا یہاں فقدان بمعنی طلب (تلاش کرنا) ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے ماذا تفقدون ،، ای تطلبون قالوا نفقد ای نطلب (کذا فی تنویر المقیاس) مطلب یہ ہے کہ معراج سے واپسی اس قدر جلدی ہوئی کہ کسی کو آپ ؐ کے جسد مبارک کے غائب ہونے کی اطلاع ہی نہ ہوئی کہ پھر متفکر ہو کر آپ ؐ کے تلاش کرنے کی نوبت آتی ۔

نیز اسکی سند میں بعض آل ابی بکر مجہول راوی ہے ، اور مجموعی جواب تو گذر ہی چکا ہے کہ یہ دوسرے واقعات منامیہ پر محمول ہے ۔

غرضکہ راجح اور صحیح یہی ہے کہ معراج و اسراء کا واقعہ حالت بیداری میں بجسدہ الشریف ہوا ہے ہاں اگر اس جسمانی معراج سے پہلے یا بعد میں خواب میں بھی اس قسم کے واقعات پیش آئے ہوں تو مستبعد نہیں ۔

قال ابن شہاب فاخبرنی ابن حزم الخ ابن حزم ہو ابوبکر بن محمد بن عمرو بن حزم انصاری ۔

یہاں سے امام زہری رحؒ آگے کا واقعہ جو دوسری سند سے سنا ہے اس کو ذکر کرتے ہیں چنانچہ کہتے ہیں کہ مجھ سے ابن حزم نے بیان کیا ۔ ابو حبۃ بفتح الحاء المہملۃ وتشدید الباء الموحدہ وھو المشہور ۔ وقال البعض حنۃ بالنون اور بعض نے کہا حیۃ بالیاء التحتیۃ لیکن صحیح نہیں ہے ۔

۳۴۲ ـ حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ صَالِحِ بْنِ كَيْسَانَ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ عَنْ عَائِشَةَ اُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ قَالَتْ فَرَضَ اللّٰهُ الصَّلٰوةَ حِيْنَ فَرَضَهَا رَكْعَتَيْنِ رَكْعَتَيْنِ فِى الْحَضَرِ وَالسَّفَرِ فَاُقِرَّتْ صَلٰوةُ السَّفَرِ وَزِيْدَ فِىْ صَلٰوةِ الْحَضَرِ)

ترجمہ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا جب اللہ تعالے نے (شب معراج میں) نماز فرض کی تو (ہر نماز کی) دو دو رکعتیں فرض کیں حضر اور سفر دونوں میں ، پھر سفر کی نماز تو اپنے حال پر برقرار رکھی گئی اور حضر کی نماز میں زیادتی کر دی گئی ۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ۔ فرض اللہ الصلوٰۃ حین فرضہا رکعتین رکعتین ۔ یعنی ترجمۃ الباب ہے کیف فرضت الصلوٰۃ اور اس حدیث سے کیفیت عددی بتادی گئی کہ دو دو رکعتیں فرض کی گئیں ۔

البتہ مغرب کی نماز میں راجح قول یہی ہے کہ ابتدا ہی سے تین رکعت ہے۔

تعدد موضعہ الحدیث ھہنا ص۵۱ ویاتی ص۱۴۸ وفی الھجرۃ ص۵۶۱ ومسلم اول ص۲۴۱ ابوداؤد فی باب صلوٰۃ المسافر ص۱۶۹ ونسائی اول باب کیف فرضت الصلوٰۃ ص۵۳۔

صلوٰۃ قصر کا حکم سفر میں قصر یعنی چار رکعت والی نماز دو رکعت پڑھنی عزیمت ہے یا رخصت؟ مطلب یہ ہے کہ مسافر کیلئے قصر ضروری اور واجب ہے یا اتمام بھی کر سکتا ہے؟

اگر کوئی مسافر اتمام کرے یعنی چار رکعت پڑھ لے تو چاروں فرض ہوں گی یا دو رکعت فرض اور دو رکعت نفل؟

حنفیہ کے نزدیک مسافر پر قصر واجب ہے اور اتمام ناجائز ہے، یہ زیر بحث حدیث عائشہؓ حنفیہ کا مستدل ہے کہ حالت سفر کی اصلی نماز دو ہی رکعت ہے۔

مزید تفصیل کیلئے نصر الباری کتاب المغازی ص۳۵۶ تا ص۳۶۱ ملاحظہ فرمائے۔

بابٌ۲۴۲ وُجُوبِ الصَّلٰوۃِ فِی الثِّیَابِ وقولِ اللہِ عزَّ وجلَّ "خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ، وَمَنْ صَلّٰی مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَیُذْکَرُ عَنْ سَلَمَۃَ بْنِ الْاَکْوَعِ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ یَزُرُّہٗ وَلَوْ بِشَوْکَۃٍ وَفِیْ اِسْنَادِہٖ نَظَرٌ، وَمَنْ صَلّٰی فِی الثَّوْبِ الَّذِیْ یُجَامِعُ فِیْہِ مَا لَمْ یَرَ فِیْہِ اَذًی وَاَمَرَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم اَنْ لَّا یَطُوْفَ بِالْبَیْتِ عُرْیَانٌ)

کپڑوں میں نماز کے واجب ہونے کا بیان، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد (سورۂ اعراف میں) ہر نماز کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور جس نے ایک کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھی (اس نے فرض ادا کرلیا) اور حضرت سلمہ بن اکوعؓ سے منقول ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر ایک کپڑا میں نماز پڑھے تو) اس کو ٹانک لے (یعنی گریبان کو بند کرلے) اگرچہ ایک ہی کانٹا سے ہو (تاکہ رکوع کے وقت شرم گاہ پر نظر نہ پڑے) اور اس کی سند میں کلام ہے۔ اور جس نے اس کپڑے میں نماز پڑھی جس کو پہنکر وہ جماع کرتا ہے (تو بھی درست ہے) جب تک اس میں کوئی گندگی (نجاست) نہ دیکھے اور نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔

۳۴۳ حَدَّثَنَا مُوْسَی بْنُ اِسْمٰعِیْلَ قَالَ حَدَّثَنَا یَزِیْدُ بْنُ اِبْرَاھِیْمَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اُمِّ عَطِیَّۃَ قَالَتْ اُمِرْنَا اَنْ نُّخْرِجَ الْحُیَّضَ یَوْمَ الْعِیْدَیْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَیَشْھَدْنَ جَمَاعَۃَ الْمُسْلِمِیْنَ وَدَعْوَتَھُمْ وَیَعْتَزِلُ الْحُیَّضُ عَنْ مُصَلَّاھُنَّ قَالَتِ امْرَاَۃٌ یَا رَسُوْلَ اللہِ اِحْدَانَا لَیْسَ لَھَا جِلْبَابٌ قَالَ

لِتُلبِسهَا صَاحِبتُهَا مِن جِلبَابِهَا وقال عبد الله بن رجاء حدثنا عِمران قال حدثنا محمد بن سيرين قال حدثتنا ام عطية سمعت النبي صلى الله عليه وسلم بهذا)

ترجمہ حضرت ام عطیہ رضہ سے روایت ہے کہ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ حائضہ اور پردہ نشین عورتوں کو عیدین کے دن باہر لائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعاؤں میں شریک ہوں اور حیض والی عورتیں نماز کی جگہ سے الگ رہیں ایک عورت نے عرض کیا یارسول اللہ ہم میں سے بعض عورت کو چادر نہیں ہوتی (وہ کیسے نکلے؟) آپ نے فرمایا اس کے ساتھ جانے والی اپنی چادر اوڑھادے۔ عبداللہ بن رجاء نے کہا ہم سے عمران نے بیان کیا کہا ہم سے محمد بن سیرین نے بیان کیا کہ ہم سے ام عطیہ رضہ نے یہ حدیث بیان کی کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة في لتلبسها صاحبتها من جلبابها"

تعدد موضعہ والحديث ههنا ص۵۱ ولم الحديث ص۴۶ وباقى ص۳۲ ص۱۳۳ و ص۱۳۴ ايضا ص۱۳۴ و ص۲۲۴۔

مقصد امام بخاری رح کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ نماز میں ستر عورت فرض ہے اور یہی جمہور ائمہ امام اعظم رح امام شافعی رح اور امام احمد بن حنبل رح کا مذہب ہے صرف حضرات مالکیہ کے نزدیک نماز میں ستر عورت سنت ہے۔

امام بخاری رح جمہور کی موافقت کر رہے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں باب وجوب الصلوٰۃ فی الثیاب" تو ہو سکتا ہے کہ امام بخاری رح کا مقصد اس باب سے مالکیہ پر رد کرنا ہے۔

تشریح امام بخاری رح فرضیت صلوٰۃ سے فارغ ہونے کے بعد شرائط صلوٰۃ بیان کر رہے ہیں اور چونکہ ستر عورت کا معاملہ نماز اور غیر نماز ہر حال میں ضروری اور لازم ہے اس لئے شرائط میں سے اس کو پہلے بیان فرمایا اور سب سے پہلے آیت قرآنی سے اس کو ثابت کیا خذوا زينتكم عند كل مسجد اى عند كل صلوٰة۔

امام بخاری رح کا ہم لوگوں پر عظیم ترین اور ناقابل فراموش احسان ہے کہ وہ تراجم ابواب میں حتی الامکان قرآن حکیم کی آیات بھی پیش کرتے ہیں جس سے امام بخاری رح کی قرآن حکیم کی مہارت اور بالغ نظری کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

ستر عورت بلا اختلاف فرض ہے، اختلاف صرف نماز کی حالت میں ستر عورت فرض ہے یا نہیں؟ اس اختلاف کا ثمرہ اس صورت میں ظاہر ہوگا کہ اگر کوئی شخص بند کمرہ میں تنہا بلا ستر عورت کے نماز پڑھے

تو جمہور ائمہ اور امام بخاری رح کے نزدیک نماز نہیں ہوگی۔ لیکن حضرات مالکیہ کے نزدیک نماز ہو جائے گی اگرچہ کراہت کے ساتھ۔
لیکن متاخرین مالکیہ نے جمہور کی موافقت کی ہے اور ستر عورت کو نماز میں بھی لازم قرار دیا ہے۔

بَابُ ۲۴۳ عَقْدِ الْإِزَارِ عَلَى الْقَفَا فِى الصَّلٰوةِ وَقَالَ اَبُوْحَازِمٍ عَنْ سَهْلِ بْنِ سَعْدٍ صَلَّوْا مَعَ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم عَاقِدِىْ اُزُرِهِمْ عَلٰى عَوَاتِقِهِمْ)

نماز میں تہبند کو گردن پر باندھ لینا (تاکہ وہ کھلے نہیں) اور ابوحازم نے سہل بن سعد سے روایت کیا ہے کہ صحابہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اپنے تہمدوں (چادروں) کو اپنے شانوں پر باندھ کر نماز پڑھی)

۳۴۴ (حَدَّثَنَا اَحْمَدُ بْنُ يُوْنُسَ قَالَ ثَنَا عَاصِمُ بْنُ مُحَمَّدٍ قَالَ حَدَّثَنِىْ وَاقِدُ بْنُ مُحَمَّدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ صَلّٰى جَابِرٌ فِىْ اِزَارٍ قَدْ عَقَدَهٗ مِنْ قِبَلِ قَفَاهُ وَثِيَابُهٗ مَوْضُوْعَةٌ عَلَى الْمِشْجَبِ فَقَالَ لَهٗ قَائِلٌ تُصَلِّىْ فِىْ اِزَارٍ وَاحِدٍ فَقَالَ اِنَّمَا صَنَعْتُ ذٰلِكَ لِيَرَانِىْ اَحْمَقُ مِثْلُكَ وَاَيُّنَا كَانَ لَهٗ ثَوْبَانِ عَلٰى عَهْدِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ (ایک مرتبہ) حضرت جابر رض نے ایسے تہبند میں نماز پڑھی جس کو انہوں نے اپنی گردن پر باندھ لیا تھا حالاں کہ ان کے کپڑے تپائی پر رکھے ہوئے تھے ایک کہنے والے (عباد بن ولید) نے ان سے کہا آپ صرف ایک تہبند میں نماز پڑھتے ہیں؟ (کپڑے ہوتے ہوئے) تو جابر رض نے فرمایا میں نے یہ اس لئے کیا ہے کہ تمہارے جیسا بیوقوف مجھ کو دیکھ لے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہم لوگوں میں سے کس کے پاس دو کپڑے تھے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "صلی جابر فی ازار قد عقدہ من قبل قفاہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا مرۃ وایضا متصلا مرۃ۔

۳۴۵ (حَدَّثَنَا مُطَرِّفٌ اَبُوْ مُصْعَبٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّحْمٰنِ بْنُ اَبِى الْمَوَالِىْ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْكَدِرِ قَالَ رَاَيْتُ جَابِرًا يُصَلِّىْ فِىْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ وَقَالَ رَاَيْتُ النَّبِىَّ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّىْ فِىْ ثَوْبٍ)

ترجمہ محمد بن منکدر روایت کرتے ہیں کہ میں حضرت جابرؓ کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اور جابرؓ نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "یصلی فی ثوب واحد"
در اصل یہ پہلی روایت کی شرح ہے کہ پہلی روایت میں حضرت جابرؓ کا عمل ہے اور اس روایت میں پہلی روایت کی شرح ہے کہ حضرت جابرؓ کا ایک کپڑے میں نماز پڑھنا اسلئے تھا کہ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا۔

مقصد امام بخاریؒ کا مقصد اس ترجمۃ الباب سے یہ ہے کہ اگر کسی کے پاس ایک سے زائد کپڑے موجود ہوں اس کے باوجود صرف ایک کپڑا لپیٹ کر نماز پڑھے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ افضل و بہتر یہی ہے کہ پورا لباس پہنکر ہی نماز ادا کرے لیکن صحت نماز کا مدار کپڑوں کی گنتی پر نہیں ہے صرف ستر عورت پر ہے، باقی مزید تفصیل آرہی ہے۔

باب ۲۴۴ الصلوٰۃ فی الثوب الواحد ملتحفا بہ وقال الزھری فی حدیثہ الملتحف المتوشح وھو المخالف بین طرفیہ علی عاتقیہ وھو الاشتمال علی منکبیہ وقالت ام ھانیؓ التحف النبی صلے اللہ علیہ وسلم بثوب لہ وخالف بین طرفیہ علی عاتقیہ)

صرف ایک کپڑے کو لپیٹ کر نماز پڑھنے کا بیان۔ اور امام زہریؒ نے اپنی حدیث میں بیان کیا ہے کہ ملتحف کے معنی متوشح کے ہیں اور متوشح وہ شخص ہے جو کپڑے کے دونوں کناروں کو الٹ کر اپنے مونڈھوں پر ڈال لے (یعنی چادر کے داہنے کنارہ کو بائیں بغل کے نیچے سے نکال کر اور بائیں کنارہ کو داہنی بغل کے نیچے سے نکال کر سینے پر باندھ لے)
اور یہی اشتمال علی المنکبین ہے (یعنی دونوں مونڈھوں پر لپیٹ لینا)
اور حضرت ام ہانیؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑا لپیٹا اور اس کے دونوں کناروں کو دونوں مونڈھوں پر الٹ لیا تھا (یعنی التحاف کیا)

۳۴۶ (حدثنا عبید اللہ بن موسیٰ قال انا ھشام بن عروۃ عن ابیہ عن عمر بن ابی سلمۃ ان النبی صلے اللہ علیہ وسلم صلی فی ثوب واحد قد خالف بین طرفیہ)

ترجمہ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور اس کے دونوں کناروں کو الٹ کر ڈال لیا تھا (یعنی اس کا داہنا گوشہ بائیں شانہ پر اور

بایاں گوشہ داہنے شانہ پر ڈال لیا)

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ فی ثوب واحد قد خالف بین طرفیہ "لان قولہ قد خالف بین طرفیہ" ھو الالتحاف الذی ھو التوشح والاشتمال علی المنکبین (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا صفحہ ۵۲ ایضا متصلا صفحہ ۵۲ صفحہ ۵۲ ومسلم صفحہ ۱۹۸ والترمذی اول صفحہ ۴۵ ابن ماجہ صفحہ ۴۷)

۳۴۷) حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰی قَالَ حَدَّثَنَا یَحْیٰی قَالَ ثَنَا ہِشَامٌ قَالَ حَدَّثَنِیْ اَبِیْ عَنْ عُمَرَ بْنِ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَنَّہٗ رَاَی النَّبِیَّ صلے اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَۃَ قَدْ اَلْقٰی طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ)

ترجمہ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو ام المومنین ام سلمہؓ کے گھر میں ایک کپڑے میں نماز پڑھتے دیکھا اس کے دونوں کناروں کو آپ نے اپنے دونوں مونڈھوں پر ڈال لیا تھا۔

۳۴۸) حَدَّثَنَا عُبَیْدُ بْنُ اِسْمٰعِیْلَ قَالَ ثَنَا اَبُوْ اُسَامَۃَ عَنْ ہِشَامٍ عَنْ اَبِیْہِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ اَبِیْ سَلَمَۃَ اَخْبَرَہٗ قَالَ رَاَیْتُ رَسُوْلَ اللہِ صلے اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُشْتَمِلًا بِہٖ فِیْ بَیْتِ اُمِّ سَلَمَۃَ وَاضِعًا طَرَفَیْہِ عَلٰی عَاتِقَیْہِ)

ترجمہ حضرت عمر بن ابی سلمہؓ نے عروہ سے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ ایک کپڑے میں اس کو لپیٹے ہوئے ام المومنین ام سلمہؓ کے گھر میں نماز پڑھ رہے تھے اس کے دونوں کنارے اپنے مونڈھوں پر ڈال لئے تھے۔

۳۴۹) حَدَّثَنَا اِسْمَاعِیْلُ بْنُ اَبِیْ اُوَیْسٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ مَالِکُ بْنُ اَنَسٍ عَنْ اَبِی النَّضْرِ مَوْلٰی عُمَرَ بْنِ عُبَیْدِ اللہِ اَنَّ اَبَا مُرَّۃَ مَوْلٰی اُمِّ ہَانِیٍٔ بِنْتِ اَبِیْ طَالِبٍ اَخْبَرَہٗ اَنَّہٗ سَمِعَ اُمَّ ہَانِیٍٔ بِنْتَ اَبِیْ طَالِبٍ تَقُوْلُ ذَہَبْتُ اِلٰی رَسُوْلِ اللہِ صلے اللہ علیہ وسلم عَامَ الْفَتْحِ فَوَجَدْتُّہٗ یَغْتَسِلُ وَفَاطِمَۃُ ابْنَتُہٗ تَسْتُرُہٗ قَالَتْ فَسَلَّمْتُ عَلَیْہِ فَقَالَ مَنْ ہٰذِہٖ فَقُلْتُ اَنَا اُمُّ ہَانِیٍٔ بِنْتُ اَبِیْ طَالِبٍ فَقَالَ مَرْحَبًا بِاُمِّ ہَانِیٍٔ فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ غُسْلِہٖ قَامَ فَصَلّٰی ثَمَانِیَ رَکَعَاتٍ مُلْتَحِفًا فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللہِ زَعَمَ ابْنُ اُمِّیْ اَنَّہٗ قَاتِلٌ رَجُلًا

قَدْ اَجَرْتُهٗ فلان بن هُبَيْرَةَ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم قَدْ اَجَرْنَا مَنْ اَجَرْتِ يَا اُمَّ هَانِئٍ قالت اُمُّ هَانِئٍ وَذَاكَ ضُحًى)

ترجمہ حضرت ام ہانی بنت ابی طالب رض روایت کرتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس فتح مکہ کے سال گئی میں نے آپ کو غسل کرتے ہوئے پایا اور حضرت فاطمہ رض آپ کی صاحبزادی آپ پر پردہ کئے ہوئے تھیں ام ہانی کہتی ہیں میں نے آپ کو سلام کیا آپ نے فرمایا کون ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں ام ہانی بنت ابی طالب ہوں چنانچہ آپ نے فرمایا "ام ہانی کو خوش آمدید ہو" پھر جب آپ غسل سے فارغ ہوئے تو کھڑے ہو گئے اور ایک کپڑا لپیٹ کر آٹھ رکعت نماز ادا کی، جب آپ نماز سے فارغ ہو گئے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ میری ماں کے بیٹے (یعنی حضرت علی رض) کہتے ہیں کہ وہ ہبیرہ (میرے خاوند) کے فلاں بیٹے کو مار ڈالیں گے جس کو میں نے پناہ دی ہے تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ام ہانی جس کو تم نے پناہ دی ہے اس کو ہم نے بھی پناہ دیدی حضرت ام ہانی نے فرمایا یہ چاشت کا وقت تھا۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في فصلي ثماني ركعات ملتحفا،

تعدد موضع والحديث ههنا ۵۲ وص ۴۳ وباقی ص ۱۴۹ وص ۱۵۷ وص ۴۴۹ وص ۶۱۴ تا ص ۶۱۵ و ص ۹۰۹ تا ص ۹۱۰۔

۳۵۰ ۔ حدثنا عَبْدُ اللهِ بن يُوسُفَ قال اَخْبَرَنَا مَالِكٌ عن ابنِ شهابٍ عن سَعِيدِ بنِ المُسَيَّبِ عن اَبِي هُرَيْرَةَ اَنَّ سَائِلًا سَاَلَ رسولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عليه وسلم عن الصَّلوٰةِ في ثَوْبٍ وَاحِدٍ فقال رسولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم اَوَلِكُلِّكُمْ ثَوْبَانِ)

ترجمہ حضرت ابو ہریرہ رض سے روایت ہے کہ ایک سائل (حضرت ثوبان رض) نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کا حکم پوچھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم میں سے ہر ایک کے پاس دو کپڑے ہیں؟

مطلب یہ ہے کہ بلا شبہ جائز ہے البتہ اگر کسی کے پاس ایک سے زائد کپڑے موجود ہوں تو افضل و بہتر یہی ہے کہ نماز کے وقت پورا لباس اختیار کرے اللہ تعالے نے جب وسعت دی ہے تو تحدیث نعمت ضرور کرے لیکن نفس جواز میں قطعاً شبہ نہیں ہے نفس جواز میں ائمہ اربعہ کا اتفاق ہے۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة ظاهرة لان السؤال فيه عن الصلوٰة في الثوب الواحد والجواب في الحقيقة ان الصلوٰة في الثوب الواحد جائزة

علی ما تقرر عن قریب (عمدہ)

تعدد موضعہ | والحدیث ھٰہنا ص۵۲ ویاتی الحدیث فی باب الصلوٰۃ فی القمیص والسراویل ص۵۲

مقصد | امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ جب صرف ایک کپڑے میں نماز پڑھنی ہو تو اس کو بدن پر لپیٹ لیا جائے۔

تشریح | ملتحف التحاف سے اسم فاعل کا صیغہ ہے التحاف کے لغوی معنی ہیں تغطّی یعنی کپڑا سے پورے بدن کو چھپانا، ڈھانکنا ملتحف کے معنی ہوئے پورے بدن پر کپڑا لپیٹنے والا امام زہری رح کہتے ہیں الملتحف المتوشح یعنی چادر کا داہنا کنارہ بائیں مونڈھے پر اور بایاں کنارہ کو داہنے مونڈھے پر ڈال لیا جائے اور یہی اشتمال کہلاتا ہے۔

ابن بطال رح فرماتے ہیں کہ اس طرح چادر اوڑھنے یعنی سینہ پر باندھ لینے کا فائدہ یہ ہے کہ حالت نماز میں رکوع کے وقت بدن کے واجب الستر یعنی شرمگاہ پر نظر نہیں پڑے گی علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ دوسرا فائدہ یہ بھی ہے کہ چادر رکوع اور سجدہ کی حالت میں بدن پر سے نہیں گرے گی۔

خلاصہ یہ ہے کہ کپڑا یعنی چادر کی تین قسمیں ہیں ضیق۔ وسیع۔ اوسع۔ (۱) ضیق جیساکہ ایک باب کے بعد آرہا ہے یعنی اگر کپڑا تنگ اور چھوٹا ہے تو لنگی کیطرح کمر میں باندھ لے۔ (۲) وسیع اگر چادر وسیع ہے تو التحاف کرے یعنی دونوں کناروں کو مونڈھے پر لاکر سینہ پر باندھ لے تاکہ شرمگاہ پر نظر بھی نہ پڑے اور نقل و حرکت میں کپڑا بدن سے گرنے بھی نہ پائے۔ (۳) اگر کپڑا اوسع ہے یعنی وسیع تر ہے تو صرف لپیٹ لینا کافی ہے اس مسئلے پر مزید مزید ابواب آرہے ہیں۔

تشریح حدیث ۳۴۹ | زعم ابن امی الخ حضرت علی رض حضرت ام ہانی رض کے سگے بھائی تھے یعنی ایک ماں اور باپ سے۔

حضرت ام ہانی رض نے حضرت علی رض کو ماں کا بیٹا اسلئے کہا کہ مادری بھائی بہن میں ایک کو دوسرے سے گہرا تعلق اور غیر معمولی محبت ہوتی ہے ایک دوسرے پر مہربان ہوتے ہیں گویا ام ہانی رض نے یہ ظاہر کرنا چاہا کہ حضرت علی رض میرے سگے بھائی ہونے کے باوجود مجھ پر مہربان نہیں ہیں۔

بہرحال مسئلہ یہی ہے علامہ عینی رح نے استنباط احکام کے تحت لکھا ہے " منہا جواز امان رجل حر او امرأۃ حرۃ لکافر الخ (عمدۃ)

یعنی اگر کسی کافر کو آزاد مسلمان نے امن دیدیا تو شرعاً مامون ہوجاتا ہے خواہ امن دینے والا مرد ہو یا عورت، اب اس کو قتل کرنے کا حق نہیں رہتا۔

لیکن اگر کسی مفسدہ کی وجہ سے قتل کرنا ہو تو پہلے نقض امان کا اعلان کرنا پڑے گا تاکہ وہ اپنا مستقبل سوچ سکے۔ ہوسکتا ہے کہ مسلمان ہوجائے۔

حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے ارشاد سے یہ شبہ نہ ہو کہ آپ نے امان دیا پہلے سے امان نہ تھا بلکہ امان تو پہلے ہی بل چکا تھا آپ نے ام ہانی کی تسکین خاطر و دفع تشویش کے لئے دستور و محاورہ کے مطابق ایسا فرمایا ہے کہ ہم تمہارے امان کو نقض نہیں کرتے۔

باب ۲۲۵

(اِذَا صَلّٰى فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَلْيَجْعَلْ عَلٰى عَاتِقَيْهِ)

جب ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کا کچھ حصہ اپنے کاندھوں پر ڈال لے

۳۵۱ (حَدَّثَنَا اَبُوْ عَاصِمٍ عَنْ مَالِكٍ عَنْ اَبِى الزِّنَادِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُصَلِّىْ اَحَدُكُمْ فِى الثَّوْبِ الْوَاحِدِ لَيْسَ عَلٰى عَاتِقَيْهِ شَيْءٌ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص ایسے ایک کپڑے میں نماز نہ پڑھے جس میں سے اس کے کاندھوں پر اس کپڑے کا کوئی حصہ نہ ہو۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " لا یصلی احدکم فی الثوب الواحد لیس علی عاتقیہ شیٔ "

۳۵۲ (حَدَّثَنَا اَبُوْ نُعَيْمٍ قَالَ حَدَّثَنَا شَيْبَانُ عَنْ يَحْيَى بْنِ اَبِىْ كَثِيْرٍ عَنْ عِكْرِمَةَ قَالَ سَمِعْتُهُ اَوْ كُنْتُ سَاَلْتُهُ قَالَ سَمِعْتُ اَبَا هُرَيْرَةَ يَقُوْلُ اَشْهَدُ اَنِّىْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ صَلّٰى فِىْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ فَلْيُخَالِفْ بَيْنَ طَرَفَيْهِ)

ترجمہ ہم سے ابونعیم فضل بن دکین نے بیان کیا کہا ہم سے شیبان بن عبد الرحمٰن نے انہوں نے یحییٰ بن ابی کثیر سے انہوں نے عکرمہ سے، یحییٰ نے کہا میں نے عکرمہ سے سنا تھا یا عکرمہ سے پوچھا تو انہوں نے کہا میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا وہ کہتے تھے میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ فرماتے تھے کہ جو شخص ایک کپڑے میں نماز پڑھے تو اس کے دونوں

کناروں میں مخالفت کرے۔
(یعنی داہنے کنارہ کو بائیں طرف اور بائیں کنارہ کو داہنی طرف ڈال لے)

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی " فلیخالف بین طرفیہ "

مقصد ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب رح فرماتے ہیں " ای ھو مستحب " یعنی فلیجعل علی عاتقیہ میں امر استحبابی ہے۔

اس صورت میں امام بخاری رح کا مسلک جمہور ائمہ ثلاثہ کے موافق ہوگا۔
لیکن اگر امر کو وجوبی لیا جائے جیساکہ امام احمد بن حنبل رح سے منقول ہے کہ مونڈھے کو ڈھانکنا واجب ہے مگر جمہور یہی کہتے ہیں کہ اگر کپڑا وسیع ہو تو مونڈھے پر ڈال کر نماز پڑھی جائے لیکن اگر کپڑا چھوٹا ہو تو لنگی کی طرح کمر میں باندھ لے نماز درست ہو جائے گی اس لئے کہ شرط صلوٰۃ فقط ستر عورت ہے کما مر۔

قال سمعتہ او کنت سالتہ یہ یحیی بن ابی کثیر کا شک ہے کہ عکرمہ نے یہ حدیث بغیر پوچھے بیان کی تھی اور میں نے سُنی یا میرے پوچھنے پر مجھ کو سُنایا جیساکہ ترجمہ سے ظاہر ہے۔

(بَابٌ [۲۴۶] اِذَا کَانَ الثَّوْبُ ضَیِّقًا)

جب کپڑا ضیق یعنی تنگ ہو (تو مصلّی کیا کرے؟)

۳۵۲ (حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ صَالِحٍ قَالَ حَدَّثَنَا فُلَیْحُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْحَارِثِ قَالَ سَأَلْنَا جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللّٰہِ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ خَرَجْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ بَعْضِ اَسْفَارِہٖ فَجِئْتُ لَیْلَۃً لِبَعْضِ اَمْرِیْ فَوَجَدْتُہٗ یُصَلِّیْ وَعَلَیَّ ثَوْبٌ وَّاحِدٌ فَاشْتَمَلْتُ بِہٖ وَصَلَّیْتُ اِلٰی جَانِبِہٖ فَلَمَّا انْصَرَفَ قَالَ مَا السُّرٰی یَا جَابِرُ؟ فَاَخْبَرْتُہٗ بِحَاجَتِیْ فَلَمَّا فَرَغْتُ قَالَ مَا ھٰذَا الْاِشْتِمَالُ الَّذِیْ رَاَیْتُ قُلْتُ کَانَ ثَوْبٌ قَالَ فَاِنْ کَانَ وَاسِعًا فَالْتَحِفْ بِہٖ وَاِنْ کَانَ ضَیِّقًا فَاتَّزِرْ بِہٖ)

ترجمہ سعید بن حارث کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رض سے ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کے

بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ میں ایک سفر میں (غزوہ بواط میں) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نکلا پھر ایک رات میں اپنی کسی ضرورت سے (آپؐ کے پاس) آیا تو میں نے دیکھا کہ آپؐ نماز پڑھ رہے ہیں اور اس وقت میرے بدن پر ایک ہی کپڑا تھا چنانچہ میں نے اس کپڑے کو لپیٹ لیا اور آپؐ کے پہلو میں (کھڑے ہوکر) نماز پڑھی جب آپؐ نماز سے فارغ ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا "اے جابر رات کو آنا کیسے ہوا؟" میں نے آپؐ کو اپنی ضرورت بتائی جب میں فارغ ہوا (یعنی جب اپنی ضرورت عرض کرچکا) تو آپؐ نے فرمایا یہ اشتمال کیسا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں (یعنی تو نے یہ کیا کیا؟ میں نے عرض کیا کہ ایک ہی کپڑا تھا (کیا کروں؟) آپؐ نے اگر کپڑا وسیع ہے تو اس سے التحاف کر لیا کرو اور اگر ضیق (تنگ ہو) تو اس کو تہبند (لنگی) بنا لیا کرو۔

مُطابقۃ للترجمۃ

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " وان کان ضیقا فاتزر بہ "

تعدد موضعہ

والحدیث ھھنا ص۵۲ ومر ص۵۱ ومسلم جلد ثانی ص۴۱۵ تا ص۴۱۸ فی حدیث جابر الطویل وابوداؤد ص۹۳۔

۳۵۴ (حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَىٰ عَنْ سُفْيَانَ قَالَ حَدَّثَنِي أَبُو حَازِمٍ عَنْ سَهْلٍ كَانَ رِجَالٌ يُصَلُّونَ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَاقِدِي أُزُرِهِمْ عَلَىٰ أَعْنَاقِهِمْ كَهَيْئَةِ الصِّبْيَانِ وَيُقَالُ لِلنِّسَاءِ لَا تَرْفَعْنَ رُءُوسَكُنَّ حَتَّىٰ يَسْتَوِيَ الرِّجَالُ جُلُوسًا)

ترجمہ

حضرت سہل بن سعد ساعدی رضؓ نے فرمایا کہ کچھ لوگ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس طرح نماز پڑھتے تھے کہ وہ بچوں کی طرح اپنی تہبندوں کو اپنی گردنوں پر باندھ لیتے اور (آپؐ کے زمانے میں) عورتوں سے کہدیا جاتا تھا تم (نماز میں) اپنا سر سجدے سے اس وقت تک نہ اٹھاؤ جبتک مرد سیدھے ہوکر نہ بیٹھ جائیں۔

مُطابقۃ للترجمۃ

حدیث کی مطابقت اشارۃً ہے عاقدی ازرھم الخ سے۔

تعدد موضعہ

والحدیث ھھنا ص۵۲ ویاتی ص۱۱۳ ومسلم اوّل ص۱۸۲ وابوداؤد اوّل ص۹۲ و نسائی اوّل فی " الصلوٰۃ فی الازار ص۸۵۔

مقصد ترجمہ

امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ اگر کپڑا ضیق ہو یعنی تنگ وچھوٹا ہو کہ جس کو لپیٹ نہ سکیں تو اس کو نماز میں کس طرح استعمال کریں۔ امام بخاری رحؒ نے حدیث پیش کرکے بتلادیا ان کان ضیقا فاتزر بہ "

چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحب رح شرح تراجم میں فرماتے ہیں " ای ینبغی حینئذ ان یتزر به ولا یلتحف الخ۔

تشریح باب ۲۴۴ میں گذر چکا ہے کہ کپڑے کے تین درجے واقسام ہیں۔ ضیق - وسیع اوسع تینوں کی صورتوں گذر چکی ہیں۔

قال ماهذا الاشتمال الخ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر رض پر اس وجہ سے انکار کیا کہ انہوں نے کپڑے کو سارے بدن پر اس طرح لپیٹ لیا ہوگا کہ ہاتھ وغیرہ سب اندر بند ہوگئے ہوں گے اس کو اشتمال صما کہتے ہیں یہ ممنوع ہے جیسے دوسری حدیث میں وارد ہے، مسلم شریف کی روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کپڑا تنگ تھا اور حضرت جابر رض نے ان دونوں کناروں میں مخالفت کی تھی اور زیادہ وسیع نہ ہونے کی وجہ سے ٹھوڑی سے دبا لیا تھا جس کی وجہ سے نماز میں ایک طرف کو جھکے ہوئے تھے تاکہ ستر نہ کھلے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بتلایا کہ یہ صورت جب ہے کہ کپڑا وسیع ہو لیکن اگر کپڑا تنگ ہو تو صرف تہبند کر لینا چاہیے (یعنی لنگی کی طرح کمر میں باندھ لینی چاہیے۔

باب ۲۴۷ الصَّلوٰة فی الجُبَّةِ الشَّامِيَّةِ وقال الحسنُ فی الثِّيابِ يَنْسِجُهَا المَجُوسِيُّ لم يَرَ بها بأساً وقال مَعْمَرٌ رأيتُ الزُّهرِيَّ يَلْبَسُ من ثيابِ اليَمَنِ ما صُبِغَ بالبولِ وصلّى عليٌّ فی ثوبٍ غيرِ مقصورٍ)

شام کے بنے جبے میں نماز پڑھنے کا بیان۔

حسن بصری رح نے فرمایا جن کپڑوں کو مجوس (آتش پرست) بنتے ہیں ان میں نماز پڑھنے میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اور معمر بن راشد نے کہا کہ میں نے ابن شہاب زہری کو دیکھا کہ وہ یمن کے کپڑے پہنتے جو پیشاب میں رنگا گیا تھا، اور حضرت علی رض نے ایک کورے کپڑے میں (بغیر دھوئے) نماز پڑھی۔

۳۵۵) حَدَّثنا يحيى قال حدثنا ابو مُعاويةَ عن الاعمشِ عن مُسلمٍ عن مَسْرُوقٍ عن مُغيرةَ بنِ شُعْبةَ قال كنتُ مع النبيِّ صلى الله عليه وسلم فی سفرٍ فقال يا مُغيرةُ خُذِ الإداوةَ فأخذتُها فانطلقَ رسولُ الله عليه وسلم حتى توارى عنّي فقضى حاجتَه وعليه جُبّةٌ شاميّةٌ فذهبَ ليُخرِجَ يدَه من كُمِّها فضاقت فأخرجَ يدَه من أسفلِها فصببتُ عليه فتوضّأ وُضوءَه للصلوٰة ومسح على خُفّيه ثم صلّى)

ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رض سے روایت ہے کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک سفر میں (غزوہ تبوک میں) تھا آپ نے فرمایا، اے مغیرہ لوٹا لے لو چنانچہ میں نے لوٹا لے لیا اور رسول اللہ صلی

صلی اللہ علیہ وسلم چلے (یعنی جنگل کیطرف تشریف لے گئے) یہاں تک کہ آپؐ نے اپنی حاجت پوری کی اور آپؐ اس وقت شامی جبہ پہنے ہوئے تھے پھر آپؐ نے اس کی آستین میں سے اپنا ہاتھ نکالنا چاہا لیکن وہ تنگ ہوئی تو آپؐ نے اپنے ہاتھ کو اس کے نیچے سے نکالا پھر میں نے آپؐ (کے اعضائے شریفہ) پر پانی ڈالا اور آپؐ نے نماز کے وضو کیطرح وضو فرمایا اور آپؐ نے موزوں پر مسح کیا پھر نماز پڑھی۔

مطابقۃ للترجمۃ

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "وعلیہ جُبّۃ شامیۃ"

تعدد موضعہ

والحدیث ھھنا ص۵۲ و مرضہ۳۰ و ص۳۳ و یاتی ص۵۶ ایضا ص۴۰۹ و ص۴۳۷ و ص۸۶۳ و ایضا ص۸۶۳۔

مقصد ترجمہ

امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ کافروں کے بنے ہوئے (تیار کردہ) کپڑوں کا استعمال کرنا جائز ہے اور کافروں کے تیار کئے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھنا بھی جائز و درست ہے اسی طرح دارالکفر کے تیار کئے ہوئے کپڑوں کا استعمال جائز ہے خواہ بُت پرستوں کے ہاتھ کا بُنا ہوا ہو یا یہود و نصاریٰ کا بنا ہوا ہو، بس کپڑا اگر پاک ہے تو ہر حال میں استعمال کرنا جائز ہے کیوں کہ کپڑے میں مدار استعمال طہارت و عدم طہارت ہے بُننے والے کے اوصاف و احوال اور بُننے والے کے ملک وغیرہ پر مدار نہیں ہے۔

چنانچہ علامہ عینی لکھتے ہیں "اذ الشام کانت بلاد کفر فلم تفتح بعد وانما اولنا بھذا لان الباب معقود لجواز الصلوٰۃ فی الثیاب التی تنسجھا الکفار مالم تتحقق نجاستھا،" (عمدہ)

خلاصہ یہ ہے کہ ملک شام اس وقت تک فتح نہیں ہوا تھا دارالکفر تھا تو چونکہ کفار و مشرکین پاکی دنا پاکی کی کچھ پرواہ نہیں کرتے بلکہ بعض نجاستوں کو پاک اور مزید برآں محترم سمجھتے ہیں اسلئے ان کے تیار کئے ہوئے کپڑوں کا استعمال ممنوع ہونا چاہیئے امام بخاری رح آثار و روایات سے اس کا جواز ثابت کر رہے ہیں، بخاری رح کا مقصد بس یہی ہے۔

علامہ ابن رجب حنبلی رح لکھتے ہیں "المقصود بھذا الباب جواز الصلوٰۃ فی الثیاب التی ینسجھا الکفار وسواء نسجوھا فی بلادھم وجُلبت منھا او نسجت فی بلاد المسلمین

(فتح الباری ابن رجب حنبلی رح جلد ثانی ص۳۷۲)

بعض بزرگوں نے یہ نقل کیا ہے کہ علامہ کشمیری رح کی رائے یہ ہے کہ امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ کفار کی وضع قطع کے کپڑے نماز کے وقت استعمال کئے جا سکتے ہیں یہ نسبت بچند وجوہ درست نہیں ہے۔ ۱۔ امام بخاری رح نے اس ترجمہ جو آثار نقل کئے ہیں اس سے کوئی موافقت و تائید نہیں ہے۔ ۲۔ بخاری شریف کے مستند شروح

کے خلاف ہے۔ ۳ احادیث مرویہ کے بھی یہ مقصد خلاف ہے من تشبہ بقوم فہو منہم، نیز ایاکم وزی الاعاجم"

تشریح وقال الحسن الخ حضرت حسن بصری رح کا یہ قول سند متصل کے ساتھ ان الفاظ میں نقل کیا ہے لاباس بالصلوٰۃ فی الثوب الذی ینسجہ المجوس قبل ان یغسل (عمدہ)

مجوس آتش پرست یعنی بت پرست ومشرک ہے، معلوم ہوا کہ مشرک کے بنے ہوئے کپڑے بغیر دھوئے پہنکر نماز پڑھنا درست ہے۔

رایت الزھری الخ امام بخاری رح کے بارے میں معمر کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا الخ مگر اس میں ایک نماز کا تذکرہ نہیں ہے، دوسرے یہ کہ ہوسکتا ہے امام زہری رح نے دھونے کے بعد استعمال کیا ہو اور یہی اغلب ہے۔

۳ یہ بھی احتمال ہے کہ پیشاب سے مراد ماکول اللحم (حلال جانوروں) کا پیشاب ہو چونکہ حلال جانوروں کا پیشاب امام زہری رح وغیرہ کے نزدیک پاک ہے چنانچہ حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں" وقولہ بالبول ان کان للجنس فمحمول علی انہ کان یغسلہ قبل لبسہ وان کان للعہد والمراد بول مایوکل لحمہ لانہ کان یقول بطہارتہ (فتح الباری جلد اول ص ۳۷۷)

وصلی علی الخ اور حضرت علی رض نے ایک کورے کپڑے میں (بغیر دھوئے) نماز پڑھی معلوم ہوا کہ دکانوں سے خریدے ہوئے کپڑوں میں تحقیق ضروری نہیں ہے کہ کہاں کا ہے؟ دارالاسلام کا تیار کردہ ہے یا دارالکفر کا؟ بس یہ کافی ہے کہ بظاہر اس میں کوئی نجاست نہیں ہے اور اصل طہارت ہے اس لئے استعمال جائز ہے البتہ کافروں کے مستعمل کپڑوں کو دھوکر ہی پہننا چاہیئے کیوں کہ کراہت سے خالی نہیں۔ روایت گذر چکی ہے۔

باب ۲۴۸

(کراھیۃ التعری فی الصلوٰۃ وغیرھا)

نماز میں اور غیر نماز میں ننگے ہونے کی کراہت کا بیان

۳۵۶ حدثنا مطر بن الفضل قال ثنا روح قال ثنا زکریا بن اسحاق قال ثنا عمرو بن دینار قال سمعت جابر بن عبد اللہ یحدث ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان ینقل معھم الحجارۃ

لِلْكَعْبَةِ وَعَلَيْهِ إِزَارُهُ فَقَالَ لَهُ الْعَبَّاسُ عَمُّهُ يَا ابْنَ أَخِي لَوْ حَلَلْتَ إِزَارَكَ فَجَعَلْتَ عَلَى مَنْكِبَيْكَ دُونَ الْحِجَارَةِ قَالَ فَحَلَّهُ فَجَعَلَهُ عَلَى مَنْكِبَيْهِ فَسَقَطَ مَغْشِيًّا عَلَيْهِ فَمَا رُئِيَ بَعْدَ ذٰلِكَ عُرْيَانًا)

ترجمہ حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ حدیث بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (نبوت سے پہلے) کعبہ (کی تعمیر) کیلئے قریش کے ساتھ پتھر ڈھوتے اور آپؐ تہبند باندھے ہوئے تھے اس وقت آپؐ کے چچا عباس رضؓ نے آپؐ سے کہا اے میرے بھتیجے کاش تم اپنے ازار (تہبند) کو کھول کر اپنے شانوں پر پتھر کے نیچے رکھ لیتے، حضرت جابر رضؓ نے بیان کیا کہ آپؐ نے تہبند کو اتار کر اپنے کاندھوں پر ڈال لیا لیکن آپؐ فوراً بیہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر اس کے بعد آپؐ کبھی برہنہ نہیں دیکھے گئے

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة في قوله " فما رئي بعد ذلك عريانا " لان ذلك يتناول ما بعد النبوة كما يتناول ما قبلها ثم بعمومه يتناول حالة الصلوٰة وغيرها (عمدہ)

مطلب یہ ہے کہ ما رئی میں عموم ہے واقعہ اگرچہ نبوت سے قبل کا ہے لیکن نبوت کے بعد کو عام اور شامل ہے نیز حالت نماز اور غیر حالت نماز سب کو عام اور شامل ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۵۲ و یاتی فی المناسک ص۲۱۵ و ص۵۴۰ و مسلم اول ص۱۵۴

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ تعرّی علی الاطلاق نماز اور غیر نماز ہر حال میں ممنوع ہے امام بخاریؒ کا استدلال یہ ہے کہ جب تعرّی غیر نماز میں مکروہ و ممنوع ہے تو نماز میں بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا اور یہ استدلال بالاولویت ہے۔

ممکن ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد مالکیہ پر رد کرنا ہو جو کہتے ہیں کہ نماز میں ستر عورت سنت ہے امام بخاریؒ نے " فی الصلوٰۃ وغیرها " سے بتا دیا کہ ستر عورت نماز میں ضروری اور فرض ہے رہا یہ اشکال کہ امام بخاریؒ نے یہاں " کراہت کا لفظ لایا ہے؟

جواب یہ ہے کہ کراہت سے مراد اصطلاحی کراہت نہیں ہے بلکہ لغوی معنی ہے یعنی ممنوع اور ناپسندیدہ جس میں ہر طرح کے ممنوعات داخل ہیں خواہ مکروہ ہو یا حرام واللہ اعلم

تشریح امام بخاریؒ نے واقعہ نقل کر دیا کہ قریش مکہ نے جب بیت اللہ کی تعمیر شروع کی تو حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم بھی پتھر اٹھا کر لا رہے تھے تو چونکہ پتھر کی رگڑ سے کندھے چھل جانے کا خطرہ تھا اور اس وقت تک آپؐ کی بعثت بھی نہیں ہوئی تھی یعنی یہ واقعہ آپؐ کی نبوت سے پہلے کا ہے

جب کہ قریش مکہ میں ستر عورت کی پرواہ بھی نہ ہوتی تھی حتی کہ خانہ کعبہ کا برہنہ طواف بھی کرتے تھے اسلئے ازراہ شفقت آپؐ کے چچا حضرت عباس رضؓ نے کہا " بھتیجے اپنی تہبند (لنگی) کھول کر کندھے پر رکھ لو اور اس پر پتھر رکھ لو تو سہولت ہوگی، آپؐ نے چچا کی بات مان لی اور تہبند کھول کر کندھے پر رکھنا چاہا کہ آپؐ پر غشی طاری ہوگئی اور آپؐ بیہوش ہو کر گر پڑے۔

اس میں محدثین کرام کے اقوال مختلف ہیں کہ اس وقت آپؐ کی عمر مبارک کیا تھی؟ علامہ عینی نے مختلف اقوال نقل کئے ہیں ۱؎ قال الزھری لما بنت قریش الکعبۃ لم یبلغ النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام الحلم۔

۲؎ وقال ابن بطال وابن التین کان عمرہ خمس عشر سنۃ۔

۳؎ وقال ھشام بین بناء الکعبۃ والمبعث خمس سنین وقیل الخ (عمدہ)

خلاصہ یہ ہے کہ ایک قول کے مطابق آپؐ کی عمر مبارک پندرہ سال کے قریب تھی اور اسی کے قریب امام زہری کا قول ہے کہ بلوغ سے قبل۔

اور ہشام کا قول ہے کہ پینتیس سال کی عمر کا واقعہ ہے۔

راوی کہتے ہیں کہ اس کے بعد آپؐ کو کبھی برہنہ نہیں دیکھا گیا نہ نبوت سے پہلے نہ نبوت کے بعد مگر تمام محدثین عظام اور علماء اسلام کا اتفاق ہے کہ یہ برہنگی کا واقعہ نبوت سے قبل کا ہے اور پھر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر غشی طاری کردی گئی کہ آئندہ اس کا اعادہ نہ ہو، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک فرشتہ آسمان سے اترا اور آپؐ کو تہبند باندھ دی۔

نیز ایک احتمال یہ بھی ہے کہ حضرت عباس رضؓ نے ازار یعنی تہبند کھول کر کندھے پر رکھنے کا مشورہ دیا تھا مگر اس میں قمیص یعنی کرتہ کا ذکر نہیں ہے اسلئے یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کامل برہنگی نہ ہوئی ہو، واللہ اعلم

بَابُ ۲۴۹ الصَّلٰوۃِ فِی الْقَمِیْصِ وَالسَّرَاوِیْلِ وَالتُّبَّانِ وَالْقَبَاءِ

قمیص اور پائجامہ اور جانگیہ اور قبا میں نماز پڑھنے کا بیان

یعنی نماز درست ہونے کے لئے کسی خاص قسم کا لباس ضروری نہیں اگر ستر ڈھنکا ہوا ہو تو ہر لباس میں نماز صحیح ہوجائیگی۔

۳۵۷ حَدَّثَنَا سُلَیْمٰنُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ ثَنَا حَمَّادُ بْنُ زَیْدٍ عَنْ اَیُّوْبَ عَنْ مُحَمَّدٍ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَامَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَسَاَلَہٗ عَنِ الصَّلٰوۃِ فِی الثَّوْبِ الْوَاحِدِ فَقَالَ اَوَ کُلُّکُمْ یَجِدُ ثَوْبَیْنِ ثُمَّ سَاَلَ رَجُلٌ عُمَرَ فَقَالَ اِذَا وَسَّعَ اللّٰہُ فَاَوْسِعُوْا جَمَعَ

رَجُلٌ عَلَيْهِ ثِيَابَهُ، صَلّٰى رَجُلٌ فِيْ اِزَارٍ وَرِدَاءٍ فِيْ اِزَارٍ وَقَمِيْصٍ فِيْ اِزَارٍ وَقَبَاءٍ فِيْ سَرَاوِيْلَ وَرِدَاءٍ فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَمِيْصٍ فِيْ سَرَاوِيْلَ وَقَبَاءٍ فِيْ تُبَّانٍ وَقَبَاءٍ فِيْ تُبَّانٍ وَقَمِيْصٍ قَالَ وَاَحْسِبُهُ قَالَ فِيْ تُبَّانٍ وَرِدَاءٍ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آکر کھڑا ہوا اور آپؐ سے سوال کیا کہ ایک کپڑے میں نماز پڑھنا کیسا ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا کیا تم سے ہر شخص کو دو کپڑے مل جاتے ہیں؟ پھر ایک شخص نے (یہی مسئلہ) حضرت عمرؓ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا جب اللہ وسعت دے تو تم بھی وسعت (کا اظہار) کرو آدمی کو چاہیے کہ اپنے کپڑے اپنے جسم پر جمع کرنے کوئی تہبند اور چادر میں نماز پڑھے کوئی تہبند اور قمیص میں کوئی تہبند اور قبا میں کوئی پاجامہ اور چادر میں کوئی پاجامہ اور قمیص میں کوئی پاجامہ اور قبا میں کوئی جانگیہ اور قبا میں کوئی جانگیہ اور قمیص میں حضرت ابوہریرہ رضؓ نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے یہ بھی کہا کوئی جانگیہ اور چادر میں (نماز پڑھے، یعنی حضرت ابوہریرہ رضؓ کو شک تھا کہ حضرت عمر رضؓ نے یہ اخیر کا لفظ بھی کہا یا نہیں)

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاہرۃ لانہا فی ذکر الصلوٰۃ فی الاشیاء الاربعۃ المذکورۃ (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ہہنا ص۵۲ تا ۵۳ ومر ایضا ص۵۲ یعنی حدیث نمبر ۳۵۰ باب نمبر ۲۴۴ کی آخری حدیث۔

۳۵۸ (حَدَّثَنَا عَاصِمُ بْنُ عَلِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ اَبِيْ ذِئْبٍ عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ سَالِمٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ سَاَلَ رَجُلٌ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ مَا يَلْبَسُ الْمُحْرِمُ فَقَالَ لَا يَلْبَسُ الْقَمِيْصَ وَلَا السَّرَاوِيْلَ وَلَا الْبُرْنُسَ وَلَا ثَوْبًا مَسَّهُ زَعْفَرَانٌ وَلَا وَرْسٌ فَمَنْ لَمْ يَجِدِ النَّعْلَيْنِ فَلْيَلْبَسِ الْخُفَّيْنِ وَ لْيَقْطَعْهُمَا حَتّٰى يَكُوْنَا اَسْفَلَ مِنَ الْكَعْبَيْنِ۔ وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم مِثْلَهُ)

ترجمہ حضرت ابن عمر رضؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ محرم کیا پہنے؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ محرم قمیص نہ پہنے اور نہ پاجامہ اور نہ برنس اور نہ ایسا کپڑا جسمیں زعفران لگ گیا ہو اور نہ ایسا کپڑا جس میں ورس لگا ہو، اور وہ شخص جس کے پاس جوتے نہ ہوں تو موزے پہن لے اور ان دونوں کو اتنا کاٹ دے کہ ٹخنوں سے نیچے ہو جائیں اور

ابن ابی ذئب نے اس حدیث کو نافع سے بھی روایت کیا انہوں نے حضرت عمرؓ سے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی کے مثل (یعنی حدیث سالم کے مثل روایت کی ہے جیساکہ کتاب العلم میں اس سند سے روایت گذر چکی ہے دیکھو بخاری اوّل صـ۲۵ ۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ من حیث جواز الصلوٰۃ بدون القمیص والسراویل وغیرہ (عمدہ)

مطلب یہ ہے کہ احرام کی حالت میں قمیص اور پائجامہ وغیرہ کا استعمال نہ کرے بلکہ بغیر سلے ہوئے کپڑے استعمال کرے، اور ظاہر ہے کہ محرم بغیر سلے ہوئے کپڑوں میں نماز پڑھتے ہیں تو معلوم ہوا کہ نماز کے لئے کپڑے کا سلا ہوا ہونا ضروری نہیں ہے۔

ﷲ ان مذکورہ فی الحدیث (قمیص و پائجامہ وغیرہ) کی ممانعت احرام کی حالت میں ہے اور خارج احرام ممانعت نہیں ہے لہٰذا معلوم ہوا کہ غیر محرم ان کپڑوں (قمیص و پائجامہ وغیرہ) میں نماز پڑھ سکتا ہے۔

البتہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ایک کپڑے کے بجائے دو کپڑے میں پڑھنا اولیٰ اور افضل ہے جس کی نو صورتیں مذکور ہوئیں۔

تعدد موضعہٗ والحدیث ھھنا صـ۵۳ ومرّ فی کتاب العلم۔
تفصیل کیلئے نصر الباری جلد اول کی آخری حدیث یعنی حدیث ۱۳۴ ملاحظہ فرمائے۔

تشریح الفاظ کی تحقیق جلد اول حدیث ۱۳۴ میں گذر چکی ہے۔

اس حدیث سے یہ ضرور معلوم ہوا کہ اگر مجبوری اور تنگی نہ ہو تو نماز میں کم از کم دو کپڑے ضرور استعمال کریں جیسا کہ ابوداؤد کی روایت ہے: اذا کان لاحدکم ثوبان فلیصل فیھما فان لم یکن الا ثوب فلیتزر بہ ولا یشتمل اشتمال الیھود (ابوداؤد اوّل باب من قال یتزر بہ اذا کان ضیقا صـ۹۳)

اسی باب کے تحت دوسری حدیث ہے:

نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان یصلی فی لحافٍ لا یتوشح بہ والاٰخر ان یصلی فی سراویل ولیس علیہ رداء۔	رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے کہ ایک چادر میں لپیٹے ہوئے نماز پڑھے اور دوسرا حکم یہ کہ صرف پائجامہ میں بغیر چادر کے نماز پڑھے۔

پائجامہ حضرت ابراہیمؑ کی سنت ہے علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: قال شیخنا زین الدین رحمہ اللہ تعالیٰ روینا من حدیث ابی ھریرۃ رضؓ مرفوعا ان اول من لبس السراویل ابراھیم علیہ السلام رواہ ابونعیم الاصبہانی وقیل ھٰذا ھو السبب فی اوّل من یکسی یوم القیامۃ کما ثبت فی الصحیحین الخ (عمدہ کتاب اللباس جلد ۲۱ صـ۳۰۶)

البتہ سید الاولین والآخرین حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا پائجامہ پہننا مختلف فیہ ہے لیکن خریدنا اور پسند فرمانا ثابت ہے۔
نیز اس میں بھی دو رائے نہیں ہے کہ پائجامہ تمام لباسوں میں سب سے زیادہ استر و ستر چھپانیوالا ہے واللہ اعلم۔
قبا بفتح القاف والباء الموحدۃ المخففۃ، اچکن، شیروانی۔
علامہ عینی رح لکھتے ہیں "اول من لبس القباء سلیمان بن داؤد علیہما الصلوٰۃ والسلام (عمدہ جلد ۴ ص۷۳)

باب ۲۵۰

(مَا يُسْتَرُ مِنَ الْعَوْرَةِ)

ستر عورت کا بیان

۳۵۹ حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ قَالَ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عُبَيْدِ اللهِ بْنِ عَبْدِ اللهِ بْنِ عُتْبَةَ عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخُدْرِيِّ أَنَّهُ قَالَ نَهَى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ اشْتِمَالِ الصَّمَّاءِ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ لَيْسَ عَلَى فَرْجِهِ شَيْءٌ (

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رض سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشتمال صماء سے منع فرمایا اور آپ نے منع فرمایا کہ آدمی ایک کپڑے میں احتباء کرے اس طرح کہ شرمگاہ پر کچھ نہ ہو (یعنی گوٹ مار کر بیٹھے کہ شرمگاہ کھلی رہے)

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "لیس علی فرجہ منہ شیٔ" چونکہ حدیث سے شرمگاہ کا مکشوف ہونا معلوم ہوا تو ثابت ہوگیا کہ شرمگاہ واجب الستر ہے اور ترجمۃ الباب ستر عورت کے بارے میں ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۵۳ ویاتی مختصرا فی الصوم ص۲۶۷ وفی البیوع فی باب بیع الملامسۃ ص۲۸۷ مقطعا من حدیث اخرو ص۲۸۸ پہلی حدیث۔ وفی اللباس فی باب اشتمال الصماء ص۸۱۵ و ص۸۶۶ و ص۹۳۰۔

۳۶۰ (حَدَّثَنَا قَبِيصَةُ بْنُ عُقْبَةَ قَالَ حَدَّثَنَا سُفْيَانُ عَنْ أَبِي الزِّنَادِ عَنِ الْأَعْرَجِ عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ بَيْعَتَيْنِ عَنِ اللِّمَاسِ وَالنِّبَاذِ وَأَنْ يَشْتَمِلَ الصَّمَّاءَ وَأَنْ يَحْتَبِيَ الرَّجُلُ فِي ثَوْبٍ وَاحِدٍ)

ترجمہ حضرت ابوہریرۃ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قسم کی بیع ملامسہ اور بیع منابذہ سے منع فرمایا ہے اور (منع فرمایا ہے) اشتمال صماء اور ایک کپڑے میں احتباء کرنے سے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "ان یحتبی الرجل فی ثوب واحد" کیوں کہ احتباء کی صورت میں شرمگاہ پر کپڑے کا کچھ حصہ نہیں ہوتا ہے جو واجب الستر ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۵۳ ویاتی فی مواقیت الصلوٰۃ ص۸۲ وفی الصوم ص۲۶۷ وفی البیوع ص۲۸۰ و ص۲۸۵ وبخاری جلد ثانی ص۸۶۵ ایضا ص۸۶۶ ابوداؤد ثانی ص۵۶۴ والترمذی فی اللباس ص۲۰۵

۳۶۱ (حَدَّثَنَا إِسْحَاقُ قَالَ حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ إِبْرَاهِيمَ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ أَخِي ابْنِ شِهَابٍ عَنْ عَمِّهِ قَالَ أَخْبَرَنِي حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ أَنَّ أَبَا هُرَيْرَةَ قَالَ بَعَثَنِي أَبُو بَكْرٍ فِي تِلْكَ الْحَجَّةِ فِي مُؤَذِّنِينَ يَوْمَ النَّحْرِ نُؤَذِّنُ بِمِنًى أَنْ لَا يَحُجَّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفَ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ ثُمَّ أَرْدَفَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلِيًّا فَأَمَرَهُ أَنْ يُؤَذِّنَ بِبَرَاءَةٌ قَالَ أَبُو هُرَيْرَةَ فَأَذَّنَ مَعَنَا عَلِيٌّ فِي أَهْلِ مِنًى يَوْمَ النَّحْرِ لَا يَحُجُّ بَعْدَ الْعَامِ مُشْرِكٌ وَلَا يَطُوفُ بِالْبَيْتِ عُرْيَانٌ)

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ مجھکو حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے اس حج میں (جو حجۃ الوداع سے ایک سال پہلے کیا تھا) یوم نحر (ذی الحجہ کی دسویں تاریخ) میں اعلان کرنے والوں کے ساتھ بھیجا تاکہ ہم منیٰ میں یہ اعلان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی ننگا بیت اللہ کا طواف کرے، حمید بن عبدالرحمٰن نے بیان کیا کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (حضرت ابوبکر رضؓ کو بھیجنے کے بعد) ان کے پیچھے حضرت علی رضؓ کو بھیجا اور ان کو حکم دیا کہ سورۃ براءۃ (کے

ابتدائی آیات) کا اعلان کردیں، حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے قربانی کے دن ہمارے ساتھ منیٰ والوں میں یہ اعلان کیا کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہ کرے اور نہ کوئی بیت اللہ کا ننگا طواف کرے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "ولایطوف بالبیت عریان" فان منع الطواف عاریا یدل علی وجوب ستر العورۃ (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۳ ویاتی فی الحج ص۲۲۰ و ص۴۵۱ فی باب کیف ینبذ الی اھل العھد وفی المغازی ص۶۲۶ وفی التفسیر ص۶۷۱، ص۶۷۱، ص۶۷۱ مسلم اول ص۴۳۵ ابوداؤد اول ص۲۶۵ نسائی جلد ثانی فی المناسک ص۳۱ فی باب قولہ "خذوا زینتکم عند کل مسجد۔

مقصد ترجمۃ امام بخاریؒ کا مقصد ستر عورت کو بتلانا ہے یعنی جسم کا وہ حصہ کیا ہے جس کا چھپانا واجب اور ضروری ہے وہ عورت ہے پھر عورت کی تعیین و مصداق میں فقہائے عظام کے اقوال مختلف ہیں حافظ عسقلانیؒ کہتے ہیں کہ امام بخاری کا مقصد اس باب سے خارج صلوٰۃ کا مسئلہ بیان کرنا ہے چوں کہ نماز میں کتنا ستر ضروری ہے اس کا بیان گذرچکا، اس لئے کہ باب کی پہلی حدیث میں احتباء کا ذکر ہے اور احتباء کیصورت خارج صلوٰۃ ہی ہوتی ہے داخل نماز میں احتباء متصور نہیں۔

لیکن علامہ عینیؒ فرماتے ہیں، "ھٰذا اعم من ان یکون فی الصلوٰۃ اوخارج الصلوٰۃ الخ (عمدہ)

تشریح یہاں ترجمۃ الباب ہے مایستر من العورۃ "ما مصدریہ ہے اور موصولہ بھی ہوسکتا ہے یستر معروف اور مجہول دونوں منقول ہے اور صحیح ہے۔ من العورۃ کا مِن علامہ عینیؒ اور حافظ عسقلانی رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ من بیانیہ ہے مِن بیانیہ میں مدخول کے تمام افراد پر حکم ہوتا ہے بخلاف مِن تبعیضیہ کے کہ اس میں صرف بعض پر ہوتا ہے اس لئے ظاہر یہی ہے کہ یہاں مِن بیانیہ ہی ہے کیوں کہ بالاتفاق ائمہ پوری عورت کا چھپانا واجب ہے۔

البتہ حد العورۃ یعنی عورت کی حد اور تعیین میں کچھ اختلاف ہے۔

تعیین عورت میں مذاہب ائمہ (۱) حنفیہ کے نزدیک من السرۃ الی الرکبہ یعنی ناف سے لیکر گھٹنے تک بایں طور کہ گھٹنہ داخل ہے اور سُرہ خارج۔

حرّہ عورت کیلئے تمام بدن باستثناء وجہ، کفین اور قدمین واجب الستر ہیں نماز میں بھی اور خارج نماز میں بھی، البتہ خارج نماز محارم یعنی باپ دادا اور بھائی بیٹا وغیرہ اعضاء مثلاً سر اور بازو وغیرہ پر

نظر جائز ہے۔
(۲) حضرات شافعیہ کے نزدیک مرد کیلئے واجب الستر حصہ ناف سے لیکر گھٹنہ تک ہے مگر ایک قول میں ناف اور گھٹنہ خارج ہے حنابلہ سے بھی ایک روایت یہی ہے۔
(۳) ظاہریہ کے نزدیک یعنی امام داؤد ظاہری رح وغیرہ کے نزدیک صرف سبیلین یعنی قبل ودبر واجب الستر عورت ہیں باقی بدن واجب الستر نہیں اور یہ ایک روایت امام مالک رح اور امام احمد بن حنبل رح سے بھی ہے بلکہ حضرت شیخ الحدیث رح نے امام مالک رح کا مذہب قرار دیا ہے (تقریر بخاری) امام بخاری رح کا رجحان بھی بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے اور استدلال لیس علی فرجه منه شئ، سے ہے۔

بیع ملاسہ وبیع منابذہ اس کیلئے احقر کی "نصر المنعم" دیکھئے ص۲۱۲ سوال نمبر ۹۶ مفصل بحث کتاب البیوع میں آئے گی انشاء اللہ الرحمٰن۔

اشتمال الصماء علامہ عینی رح فرماتے ہیں قلت تحقیق هذه الکلمة ان الاشتمال مضاف الی الصماء والصماء فی الاصل صفة یقال صخرة صماء اذا لم یکن خرق ولا منفذ (عمدہ)

خلاصہ یہ ہے کہ اشتمال الصماء میں اضافۃ الموصوف الی الصفت ہے اشتمال کے معنی گذر چکے ہیں دیکھئے باب نمبر ۲۴۶ کی آخری حدیث۔

مطلب یہ ہے کہ ایسے طور پر چادر لپیٹنے کو آپ ﷺ نے منع فرمایا جو صما ہو یعنی چادر اس طرح لپیٹ لی جائے کہ کوئی منفذ نہ رہے اور دونوں ہاتھ اندر بند ہو جائیں ہاتھوں کو باہر نکالنا مشکل ہو تو چونکہ اس صورت میں گرنے کا اندیشہ رہتا ہے اور اگر کسی موذی چیز کو دفع کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا ہے اس لئے حضور اقدس ﷺ نے شفقۃً، منع فرمایا۔

ان یحتبی الرجل الخ ان مصدر یہ ہے آپ ﷺ نے احتباء کرنے سے منع فرمایا۔ احتباء یہ ہے کہ سرین پر بیٹھکر دونوں گھٹنوں کو کھڑا کرلے اور ہاتھ سے دونوں پنڈلیوں کو باندھ لے یا کسی کپڑے سے پیٹھ اور پنڈلیوں کو باندھ لے۔

اس احتباء کی ممانعت اس صورت میں ہے جبکہ نیچے کوئی پائجامہ یا تہبند وغیرہ نہ ہو تو ظاہر ہے کہ شرمگاہ کے کھلے رہنے کی وجہ سے حرام ہے لیکن اگر نیچے پائجامہ وغیرہ سے شرمگاہ ڈھکی ہے تو یہ بیٹھک ممنوع نہیں۔

باقی حدیث نمبر ۳۶۱ کی تشریح کیلئے نصر الباری کتاب التفسیر ملاحظہ فرمائے از ص۲۵۱ تا ص۲۵۳

(باب۲۵۱ الصَّلوٰۃِ بِغَیْرِ رِدَاءٍ)

بغیر چادر کے نماز پڑھنے کا بیان

۳۶۲ (حَدَّثَنَا عَبْدُ الْعَزِیْزِ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ قَالَ حَدَّثَنِیْ ابْنُ اَبِی الْمَوَالِی عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْمُنْکَدِرِ قَالَ دَخَلْتُ عَلٰی جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ وَھُوَ یُصَلِّی فِیْ ثَوْبٍ وَاحِدٍ مُلْتَحِفًا بِہٖ وَرِدَاءُہٗ مَوْضُوْعٌ فَلَمَّا انْصَرَفَ قُلْنَا یَا اَبَا عَبْدِ اللّٰہِ تُصَلِّی وَرِدَاءُکَ مَوْضُوْعٌ قَالَ نَعَمْ اَحْبَبْتُ اَنْ یَرَانِی الْجُھَّالُ مِثْلُکُمْ رَاَیْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یُصَلِّی ھٰکَذَا)

ترجمہ محمد بن منکدر سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کے پاس گیا اور وہ ایک کپڑا لپیٹے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے اور ان کی چادر رکھی ہوئی تھی جب وہ فارغ ہوئے تو ہم نے کہا اے ابو عبداللہ (یہ جابر رضؓ کی کنیت ہے) آپ (ایک کپڑے میں) نماز پڑھ لیتے ہیں اور آپ کی چادر رکھی رہتی ہے؟ انہوں نے کہا ہاں میں نے یہ چاہا کہ تم جیسے جاہل لوگ مجھے دیکھ لیں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح (ایک کپڑے میں) نماز پڑھتے دیکھا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "ورداؤہ موضوع"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ۵۳ ومرّ ۵۱ بلفظ آخر۔

مقصد ترجمہ حضرت شیخ الحدیث رحؒ فرماتے ہیں کہ ماقبل میں (یعنی باب ۲۴۹ میں) حضرت عمر رضؓ کا ایک مقولہ اذا وسع اللّٰہ فاوسعوا، مذکور ہوا تھا جس سے وہم ہوتا ہے کہ وسعت کی صورت میں ایک کپڑے میں نماز جائز نہ ہو۔

امام بخاری رحؒ نے اس وہم کو دفع کرنے کیلئے یہ باب منعقد فرمایا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اگر کسی کے پاس دو کپڑے ہوں لیکن وہ پھر بھی ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھے تو جائز ہے دلیل یہ ہے کہ اس کے اندر حضرت جابر رضؓ کی روایت نقل کی گئی ہے کہ ان کے کپڑے مشجب پر رکھے تھے پھر بھی وہ ایک کپڑے میں نماز پڑھ رہے تھے تو معلوم ہوا کہ وسعت کے باوجود ایسا کرنا جائز ہے۔

تشریح یہاں ایک شبہ ہوتا ہے کہ کپڑے رہتے ہوئے ایک کپڑے پر اکتفا کرنا کراہت سے خالی نہیں! اس کا جواب حضرت اقدس مولانا گنگوہی رحمہ دیتے ہیں: ویرتفع الکراھۃ اذا کان الاقتصار علی ثوب واحد للتعلیم فان العامۃ تعامل بالسنن والاداب معاملۃ الواجب الخ (لامع جلد اول ص۱۴۵)

یعنی حضرت جابر رضہ نے چادر کے رہتے ہوئے بغیر چادر کے ایک کپڑے میں اسلئے نماز پڑھی کہ تعلیم مقصود تھی کیوں کہ عام لوگ سنن وآداب اور مستحبات کے ساتھ بھی واجب و فرض جیسا معاملہ کرتے ہیں (حالانکہ ہر ایک کو اپنے اپنے مرتبہ میں رکھنا چاہیئے) لہٰذا تعلیم ضروری تھی اور بہ نسبت قول کے عملی تعلیم سے زیادہ فائدہ ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بیان جواز کیلئے ایسا کیا ہے۔

بَابُ ۲۵۲ مَا يُذْكَرُ فِي الْفَخِذِ

قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللهِ وَيُرْوٰى عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ وَجَرْهَدٍ وَمُحَمَّدِ بْنِ جَحْشٍ عَنِ النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم الْفَخِذُ عَوْرَةٌ وَقَالَ اَنَسٌ حَسَرَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَنْ فَخِذِهٖ قَالَ اَبُوْ عَبْدِ اللهِ وَحَدِيْثُ اَنَسٍ اَسْنَدُ وَحَدِيْثُ جَرْهَدٍ اَحْوَطُ حَتّٰى نَخْرُجَ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ وَقَالَ اَبُوْمُوْسٰى غَطَّى النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم رُكْبَتَيْهِ حِيْنَ دَخَلَ عُثْمَانُ وَقَالَ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ اَنْزَلَ اللهُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ صلى الله عليه وسلم وَفَخِذُهٗ عَلٰى فَخِذِيْ فَثَقُلَتْ عَلَيَّ حَتّٰى خِفْتُ اَنْ تَرُضَّ فَخِذِيْ ۔

(ران کے بارے میں جو کچھ روایات مذکور ہیں ان کا بیان یعنی ران کا چھپانا ضروری ہے یا نہیں؟)

ابوعبداللہ امام بخاری رحمہ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضہ اور جرھد اور محمد بن جحش رضہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ ران عورت ہے، اور حضرت انس رضہ نے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (غزوۂ خیبر میں اپنی ران کھول دی تھی۔ ابوعبداللہ یعنی امام بخاری رحمہ نے کہا انس رضہ کی حدیث قوی السند ہے اور جرھد کی حدیث پر عمل کرنا احوط فی امر الدین (اور اقرب الی التقوی) ہے کہ علماء کے اختلاف سے نکل جاتے ہیں۔ اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں گھٹنوں کو چھپالیا جب حضرت عثمان رضہ آئے اور حضرت زید بن ثابت رضہ نے بیان کیا کہ (ایک مرتبہ) اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل کی اور آپ م کی ران میری ران کے اوپر تھی پس وہ مجھ پر اتنی بھاری ہوگئی کہ مجھے یہ خوف ہوگیا کہ میری ران ٹوٹ جائے گی۔

آثار مذکورہ سے ترجمۃ الباب کی مطابقت واضح ہے۔

۳۶۳ (حَدَّثَنَا يَعْقُوبُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا اِسْمٰعِيلُ بْنُ عُلَيَّةَ قَالَ اَخْبَرَنَا عَبْدُ الْعَزِيْزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم غَزَا خَيْبَرَ فَصَلَّيْنَا عِنْدَهَا صَلٰوةَ الْغَدَاةِ بِغَلَسٍ فَرَكِبَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَرَكِبَ اَبُوْ طَلْحَةَ وَاَنَا رَدِيْفُ اَبِيْ طَلْحَةَ فَاَجْرٰى نَبِيُّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فِيْ زُقَاقِ خَيْبَرَ وَاِنَّ رُكْبَتِيْ لَتَمَسُّ فَخِذَ نَبِيِّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم ثُمَّ حَسَرَ الْاِزَارَ عَنْ فَخِذِهٖ حَتّٰى اِنِّيْ اَنْظُرُ اِلٰى بَيَاضِ فَخِذِ نَبِيِّ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم فَلَمَّا دَخَلَ الْقَرْيَةَ قَالَ اللّٰهُ اَكْبَرُ خَرِبَتْ خَيْبَرُ اِنَّا اِذَا نَزَلْنَا بِسَاحَةِ قَوْمٍ فَسَاءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ قَالَهَا ثَلَاثًا قَالَ وَخَرَجَ الْقَوْمُ اِلٰى اَعْمَالِهِمْ فَقَالُوْا مُحَمَّدٌ قَالَ عَبْدُ الْعَزِيْزِ وَقَالَ بَعْضُ اَصْحَابِنَا وَالْخَمِيْسُ يَعْنِي الْجَيْشَ قَالَ فَاَصَبْنَاهَا عَنْوَةً فَجُمِعَ السَّبْيُ فَجَاءَ دِحْيَةُ فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَعْطِنِيْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ فَقَالَ اذْهَبْ فَخُذْ جَارِيَةً فَاَخَذَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ فَجَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ صلى الله عليه وسلم فَقَالَ يَا نَبِيَّ اللّٰهِ اَعْطَيْتَ دِحْيَةَ صَفِيَّةَ بِنْتَ حُيَيٍّ سَيِّدَةَ قُرَيْظَةَ وَالنَّضِيْرِ لَا تَصْلُحُ اِلَّا لَكَ قَالَ ادْعُوْهُ بِهَا فَجَاءَ بِهَا فَلَمَّا نَظَرَ اِلَيْهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم قَالَ خُذْ جَارِيَةً مِنَ السَّبْيِ غَيْرَهَا قَالَ فَاَعْتَقَهَا النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم وَتَزَوَّجَهَا فَقَالَ لَهٗ ثَابِتٌ يَا اَبَا حَمْزَةَ مَا اَصْدَقَهَا قَالَ نَفْسَهَا اَعْتَقَهَا وَتَزَوَّجَهَا حَتّٰى اِذَا كَانَ بِالطَّرِيْقِ جَهَّزَتْهَا لَهٗ اُمُّ سُلَيْمٍ فَاَهْدَتْهَا لَهٗ مِنَ اللَّيْلِ فَاَصْبَحَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم عَرُوْسًا فَقَالَ مَنْ كَانَ عِنْدَهٗ شَيْءٌ فَلْيَجِئْ بِهٖ وَبَسَطَ نِطَعًا فَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالتَّمْرِ وَجَعَلَ الرَّجُلُ يَجِيْءُ بِالسَّمْنِ قَالَ وَاَحْسِبُهٗ قَدْ ذَكَرَ السَّوِيْقَ قَالَ فَحَاسُوْا حَيْسًا فَكَانَتْ وَلِيْمَةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ

حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (سنہ ۷ھ میں) خیبر پر جہاد کیا تو ہم لوگوں نے صبح کی نماز خیبر کے قریب غلس (اندھیرے) میں پڑھی پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے اور ابو طلحہ رضؓ بھی (اپنی سواری پر) سوار ہوئے اور میں حضرت ابو طلحہ رضؓ کا ردیف تھا (یعنی ابو طلحہ رضؓ کے پیچھے ایک ہی سواری پر بیٹھا تھا) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر کی گلیوں میں اپنا جانور (یعنی اپنا گھوڑا) دوڑایا اور

(دوڑنے میں) میرا گھٹنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ران سے مس کرجاتا (چھو جاتا) پھر آپؐ نے اپنی ران سے تہبند ہٹا دی (ران کھولدی) یہاں تک میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ران کی سفیدی دیکھنے لگا پھر جب آپؐ (خیبر کی) بستی میں داخل ہو گئے تو آپؐ نے فرمایا اللہ اکبر خیبر برباد ہوا بے شک جب ہم کسی قوم کی سرزمین پر اترتے ہیں تو جو لوگ ڈرائے گئے ان کی صبح بری ہو جاتی ہے، آپؐ نے یہ کلمات تین مرتبہ فرمائے۔ حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ جب خیبر والے اپنے اپنے کاموں کے لئے باہر نکلے تو (آپؐ کو دیکھتے ہی) کہنے لگے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آگئے، عبد العزیز راوی کہتے ہیں "اور ہمارے بعض ساتھیوں نے کہا اور خمیس یعنی لشکر (بھی آ گیا) حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ہم نے خیبر کو زور سے فتح کیا پھر قیدی جمع کئے گئے تو دحیہ آئے اور انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہؐ قیدیوں میں سے ایک باندی مجھ کو دیجئے آپؐ نے فرمایا جاؤ ایک باندی لے لو چنانچہ حضرت دحیہؓ نے حضرت صفیہؓ بنت حیی کو لے لیا پھر ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور انہوں نے عرض کیا یا نبی اللہ آپ نے صفیہ بنت حیی جو بنی قریظہ و نضیر کی سردار تھی دحیہ کو دیدی؟ وہ آپؐ کے سوا کسی کے لائق نہیں ہیں آپؐ نے فرمایا دحیہ کو مع صفیہ کے بلاؤ چنانچہ حضرت دحیہ صفیہ کو لے کر آئے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو دیکھا تو دحیہ سے فرمایا کہ تم قیدیوں میں سے صفیہ کے علاوہ کوئی اور باندی لے لو۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ پھر نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے صفیہ کو آزاد کیا اور ان سے شادی کرلی۔ اس پر ثابت نے حضرت انسؓ سے پوچھا اے ابو حمزہ (کنیت حضرت انسؓ) حضرت صفیہؓ کو آپؐ نے مہر کیا دیا تھا انسؓ نے کہا خود ان کی ذات کو کہ آپؐ نے ان کو آزاد کیا اور ان سے نکاح کرلیا یہاں تک کہ آپؐ (خیبر سے واپسی میں) راستہ ہی میں تھے کہ ام سلیمؓ نے حضرت صفیہؓ کو دلہن بنایا (یعنی بناؤ سنگار کیا) اور رات میں حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجدیا چنانچہ صبح کو نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم دولہا (نوشاہ) تھے آپؐ نے فرمایا جس کے پاس کوئی چیز (کھانے کی) ہو وہ اس کو لے آئے اور آپؐ نے چمڑے کا دستر خوان بچھا دیا، چنانچہ کوئی کھجور لا رہا ہے اور کوئی گھی لے کر آ رہا ہے۔

عبد العزیز کہتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت انسؓ نے ستو کا بھی ذکر کیا۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ پھر (سب کو ملا کر) لوگوں نے مالیدہ بنایا پس یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ولیمہ تھا۔

مطابقتہ للترجمۃ

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "ثم حسر الازار عن فخذہ الخ"

تعدد موضعہ

والحدیث ھٰہنا ص۵۳ تا ص۵۴ و یاتی ص۸۶ و ص۱۲۹ و ص۲۹۷ و ص۲۹۸ ص۴۰۴ ص۴۰۵ و ص۴۱۳ ص۴۱۴ ص۴۲۰ ص۴۳۴ و ص۵۱۵ فی المغازی ص۶۰۳ و ص۶۰۴ " "

ص۶۰۶ ۔ ۔ فی النکاح ص۷۶۱ ، ص۷۷۵ و ص۷۷۷ و ص۸۱۱ و ص۸۱۶ ص۸۸۳ و ص۹۱۳ و ص۹۴۱
مسلم اول ص۴۵۸ تا ص۴۵۹ ومسلم ثانی ص۱۱۱ وابوداؤد جلد ثانی فی کتاب الخراج ص۴۲۱
ایضا ص۴۲۲ ونسائی جلد ثانی ص۷۰ و ص۷۱ ۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رح نے ترجمۃ الباب مجمل قائم کیا ہے اور یہ امام بخاری رح کی اکثر عادت ہے کہ امور اختلافیہ میں جہاں کوئی قطعی دلیل نہ ہو تو ترجمۃ الباب میں کوئی فیصلہ نہیں کرتے ہیں چنانچہ یہاں بھی باب الفخذ عورۃ یا باب الفخذ لیس بعورۃ ،، نہیں کہا بلکہ باب مایذکر فی الفخذ کہا ہے۔

تشریح فخذ یعنی ران عورت ہے یا نہیں؟ عنقریب باب ۲۵۰ میں گذر چکا۔
علامہ عسقلانی لکھتے ہیں فقال الجمہور من التابعین وابوحنیفۃ ومالک فی اصح اقوالہ والشافعی واحمد فی اصح روایتیہ وابو یوسف ومحمد الفخذ عورۃ ، وذھب ابن ابی ذئب (یعنی محمد بن عبدالرحمان بن ابی ذئب) وداود واحمد فی احدی روایتیہ والاصطخری من الشافعیۃ وابن حزم الی انہ لیس بعورۃ (قس ص۳۳۳)

بعض حضرات نے ابن جریر کو داؤد ظاہری رح کے ساتھ ذکر کیا ہے حافظ عسقلانی رح فرماتے ہیں قلت فی ثبوت ذالک عن ابن جریر نظر فقد ذکر المسئلۃ فی تھذیبہ ورد علی من زعم ان الفخذ لیست بعورۃ (فتح جلد اول ص۳۴۲)

شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رح نے لکھا ہے المذاھب فیہ مختلفۃ الخ (شرح تراجم ابواب)

یعنی امام شافعی، امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے نزدیک فخذ (ران) عورت ہے رکبہ وسرہ میں دونوں کا اختلاف ہے۔

امام مالک رح کے نزدیک فخذ عورت نہیں ہے اس بارے میں احادیث متعارض ہیں اور قوت من حیث الروایۃ مذہب مالک کو حاصل ہے۔

محقق علامہ ابن رشد مالکی رح نے لکھا ہے: امام مالک، امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رحمہم اللہ مرد کیلئے حد عورت ما بین السرہ الی الرکبہ قرار دیتے ہیں. کچھ لوگ صرف دونوں شرمگاہ کو عورت کہتے ہیں (بدایۃ المجتہد ص۹۵)

اوپر کی تفصیل سے جہاں محدث ابن جریر طبری کے بارے میں مغالطہ رفع ہوا ہے اسی طرح امام مالک کے بارے میں بھی رفع ہوجانا چاہئیے کیوں کہ علامہ ابن رشد مالکی رح نے تینوں ائمہ کا ایک ہی مذہب نقل کیا

اور دوسرے اقوال بغیر تصریح نام کے کچھ لوگوں کے بتلائے، دوسرے حضرات نے بھی امام مالکؒ کا اصح الاقوال موافق امام اعظمؒ اور امام شافعیؒ کے قرار دیا ہے۔

لہٰذا شاہ ولی اللہؒ کا امام مالکؒ کے بارے میں مطلقاً فخذ کے عورت نہ ہونے کا مذہب نقل کرنا اور پھر اس کو حیث الروایۃ قوی کہنا خلاف تحقیق ہے واللہ اعلم۔

چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ نے دو ٹوک فیصلہ فخذ عورت ہونے یا نہ ہونے کا نہیں کیا ہے بلکہ اگر دقیق نظر اور گہری نظر سے ان روایات پر غور کیا جائے جن کو امام بخاریؒ نے تین صحابہ سے تعلیقاً روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: الفخذ عورۃ، اور یہ روایت حدیث کی مختلف کتابوں میں موصولاً مذکور ہے مثلاً حضرت ابن عباسؓ کی حدیث کے لئے دیکھئے ترمذی جلد ثانی ص۱۰۳ جس میں صاف ہے أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الفخذ عورۃ۔

دوسری تعلیق حضرت جرھدؓ کی ہے (وکان جرھد من اصحاب الصفۃ) جو ترمذی جلد ثانی میں اسی ص۱۰۳ پر مختلف سندوں سے منقول ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جرہدؓ سے فرمایا غطِ فخذک فانہا من العورۃ،

تیسری روایت حضرت محمد بن جحشؓ کی ہے جو طبرانی میں موصولاً موجود ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے معمر سے فرمایا کہ اپنی رانوں کو ڈھانک لو کیوں کہ وہ دونوں عورت ہیں اس روایت کی تخریج امام احمدؒ نے اپنی مسند میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں بھی کی ہے (عمدہ)

امام بخاریؒ دونوں طرف کی روایات نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ حضرت انسؓ کی روایۃ سند کے اعتبار سے قوی ہے اور حضرت جرہدؓ کی روایت احوط ہے یعنی عمل کے اعتبار سے اس میں احتیاط زیادہ ہے تاکہ اختلاف علماء سے نکل جائیں، بچ جائیں اس لئے کہ اختلاف علماء کی صورت میں اس صورت پر عمل کرنا انسب وبہتر ہے جو متفق علیہ ہو۔

لہٰذا احوط وبہتر یہی ہے کہ فخذ (ران) کو عورت کہا جائے اس لئے کہ اگر ران کو چھپائے رکھیں تو فریقین میں سے کسی کے نزدیک گناہ نہیں اور نماز بالاتفاق درست ہوگی لیکن اگر ران کھلی رکھیں تو جمہور کے نزدیک گناہ بھی ہے اور ران کھول کر نماز پڑھنے سے نماز بھی فاسد ہوگی۔

بہر حال احوط یہی ہے کہ ران کو عورت مان کر چھپائے رکھیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ امام بخاریؒ کا رجحان جمہور کے ساتھ ہے۔ اور اگر احوط کا مقصد ورع و تقویٰ ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ فخذ اگرچہ عورت نہیں ہے مگر احتیاط اسی میں ہے کہ کشف نہ کرے۔

فریق مخالف کے مستدلات کا جواب

(۱) حضرت انسؓ کی روایت ہے وان رکبتی لتمس فخذ نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم حسر الازار عن فخذہ الخ

اس سے فریق مخالف کا استدلال دو طرح سے ہے ۱ حضرت انس رضؓ کے رکبہ (گھٹنہ) کا مس حضور اقدس ﷺ کے فخذ سے ہو رہا ہے۔

اور دوسرا استدلال حسر الازار سے ہے یعنی آپ ﷺ نے تہبند ہٹا دی۔

استدلال ۱ اسلئے درست نہیں کہ ایک روایت میں ہے وقدمی تمس قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ مسلم اول ص۴۹۶)

معلوم ہوا کہ روایت بالمعنی کی وجہ سے قدم یعنی پاؤں مراد ہے فاذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال ۲ یہ مس کپڑا کے اوپر سے یعنی حائل کے ساتھ تھا جس سے کشف پر استدلال صحیح نہیں۔ دوسرا ۲ استدلال حسر الازار سے کیا گیا ہے جمہور کہتے ہیں کہ یہ حُسر بضم الحاء بصیغہ مجہول ہے یعنی بغیر ارادہ کے لنگی سرک گئی۔ ہٹ گئی۔ اور اس کی تائید مسلم شریف جلد اول ص۴۵۸ کی روایت سے ہوتی ہے جس کے الفاظ ہیں وانحسر الازار عن فخذ النبی صلے اللہ علیہ وسلم یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ران سے لنگی سرک گئی آپ نے ہٹایا نہیں۔

اگر ہم بخاری ہی کے الفاظ حسر الازار کو لیں اور فاعل حضور اقدس ﷺ کو قرار دیں تب بھی کوئی اشکال نہیں کیوں کہ صاحب قاموس کہتے ہیں کہ حسر (از باب نصر وضرب) لازم اور متعدی دونوں آتا ہے نیز مصباح اللغات نے بھی دونوں معنی لکھا ہے کھلنا اور کھولنا اب غرض ہے کہ بصورت لازم تمام روایتوں میں مطابقت ہو جاتی ہے چوں کہ ایک روایت میں ہے فاجری نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی زقاق خیبر اذ خر الازار الخ (عمدہ جلد رابع ص۸۴ وفتح اول ص۳۸۲)

یہ لفظ خرّ خرور بروزن دخول سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں اوپر سے نیچے گرنا:

مطلب یہ ہے کہ خیبر کی گلیوں میں آپ ﷺ نے سواری دوڑائی تو سواری کے تیز دوڑنے کی وجہ سے لنگی گر گئی، ران سے سرک گئی۔

اب ایک اشکال یہ باقی رہ جاتا ہے کہ اگر بلا ارادہ سواری کی تیزی اور ہوا کی وجہ سے لنگی سرک گئی تھی تو بھی اگر فخذ (ران) واجب الستر عورت ہوتی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فوراً ڈھانک لیتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً نہیں ڈھانکا حتی انی انظر الی بیاض فخذہ ﷺ، اور نہ ہی بعد میں کوئی تنبیہ فرمائی؟

جواب یہ ہے کہ کسی مسئلہ میں اشکال کے وقت معاملہ کی نزاکت اور موقع کی اہمیت کا لحاظ کرنا ضروری ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم دشمنوں کی آبادی میں جہاد کے ارادہ سے گلیوں کے اندر چل رہے ہیں۔ دل ودماغ پورے طور پر فکر جہاد میں مشغول ہے اگر اس اہم ترین مہم میں انہماک کی وجہ سے اس طرف توجہ میں تاخیر ہوئی تو کیا استبعاد ہے؟

۲ جمہور کا جواب یہ ہے کہ منکرین عورت کے پیش کردہ روایات فعلی ہیں بخلاف اس کے حضرت ابن عباسؓ اور حضرت جرہدؓ کی حدیث قولی ہے جو فعلی پر مقدم ہوتی ہے۔

نیز حضرت انسؓ کی روایت میں حسر ازار ایک جزئی واقعہ اور ہنگامی حالت کا فعل ہے بخلاف اس کے حضرت جرہدؓ وغیرہ کی حدیث میں حکم کلی ہے۔

نیز جزئی واقعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت کا بھی احتمال ہے۔ غالباً ان ہی وجوہات کے پیش نظر امام بخاریؒ نے صاف کہدیا کہ عمل کے لحاظ سے حضرت جرہدؓ کی حدیث احوط ہے واللہ اعلم

باقی غزوہ خیبر کی تشریحات کیلئے احقر کی نصر الباری جلد ہشتم یعنی کتاب المغازی ص۲۶۲ سے مطالعہ فرمائیے۔

باب ۲۵۳

فِي كَمْ تُصَلِّي الْمَرْأَةُ مِنَ الثِّيَابِ وَقَالَ عِكْرِمَةُ لَوْ وَارَتْ جَسَدَهَا فِي ثَوْبٍ جَازَ

عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے؟ عکرمہ نے کہا کہ اگر عورت اپنا (سارا) بدن ایک ہی کپڑے سے چھپالے تو جائز ہے (یعنی نماز درست ہے)

۳۶۴ حَدَّثَنَا أَبُو الْيَمَانِ قَالَ أَنَا شُعَيْبٌ عَنِ الزُّهْرِيِّ قَالَ أَخْبَرَنِي عُرْوَةُ أَنَّ عَائِشَةَ قَالَتْ لَقَدْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم يُصَلِّي الْفَجْرَ فَيَشْهَدُ مَعَهُ نِسَاءٌ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ مُتَلَفِّعَاتٍ فِي مُرُوطِهِنَّ ثُمَّ يَرْجِعْنَ إِلَى بُيُوتِهِنَّ مَا يَعْرِفُهُنَّ أَحَدٌ

ترجمہ حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھتے تو آپؐ کے ساتھ کچھ مسلمان عورتیں حاضر ہوتیں اس حالت میں کہ وہ اپنی چادروں میں لپٹی ہوتی تھیں پھر نماز کے بعد اپنے گھروں کو واپس ہوتیں تو کوئی ان کو پہچان نہ سکتا تھا۔

مطابقة للترجمة مطابقة الحديث للترجمة في "متلفعات في مروطهن"

تعدد موضع | والحدیث ھٰھنا ص۵۴ ویاتی فی المواقیت فی باب وقت الفجر ص۸۲ وص۱۲۰ ایضا ص۱۲۰ مسلم اول ص۲۳۰ ابوداؤد اول "باب وقت الصبح ص۶۱ ترمذی اول ص۲۲ نسائی اول" التغلیس فی الحضر ص۶۴ ایضا نسائی اول باب الوقت الذی ینصرف فیه النساء ص۱۵۳ ابن ماجه ص۴۹۔

مقصد ترجمہ | اس ترجمۃ الباب سے امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ اگر عورت ایک ہی چادر سے اپنا سارا بدن چھپالے تو نماز درست ہے اور حضرت عکرمہؒ کے اثر کو نقل کرکے ثابت کردیا کہ اگر ایک ہی کپڑا ساتر ہے تو صحت نماز کیلئے کافی ہے۔
نیز حدیث الباب سے بھی یہی ظاہر ہے کہ عورتیں اپنے اپنے چادروں میں لپٹی ہوئی آتیں اور نماز پڑھتیں اس سے صاف معلوم ہوا کہ صحت صلوٰۃ کا مدار کپڑوں کی نوعیت اور عدد پر نہیں ہے صرف ستر عورت شرط ہے۔

تشریح | عورت کا عورت کتنا ہے؟ عورت کا سارا بدن عورت ہے الا الوجه والكفين، یعنی چہرہ اور دونوں ہتھیلی کے علاوہ سارا بدن عورت ہے، امام اعظمؒ اور ثوریؒ کے نزدیک قدمین بھی داخل ستر نہیں ہے لہذا اگر کھلے قدم نماز پڑھ لے گی تو نماز ہوجائے گی اگرچہ امام صاحبؒ سے دوسری روایت بھی ہے۔
پس معلوم ہوا کہ صحت نماز کیلئے کپڑوں کے معاملے میں صرف ستر عورت شرط ہے خواہ مرد ہو یا عورت البتہ مرد کیلئے عورت من السرۃ الی الرکبه ہے کما مر۔

لغات | متلفعات نصب علی الحال من النساء من التلفع بالفاء والعین المهملة ای ملتحفات (عمدہ)
یعنی سر سے پیر تک بڑے چادریں لپٹنے والی۔
مروطهن مروط مرط بکسر المیم کی جمع ہے بمعنی چادر۔
باقی فجر کی نماز غلس میں افضل ہے یا اسفار میں؟ کتاب المواقیت میں تفصیل آئے گی انشاء اللہ

بابٌ ۲۵۴ اِذَا صَلّٰى فِيْ ثَوْبٍ لَّهٗ اَعْلَامٌ وَنَظَرَ اِلٰى عَلَمِهَا

جب ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جسمیں نقش ونگار ہو (یعنی پھولدار ہو) اور اس نقش ونگار کی طرف دیکھے (تو کیا حکم ہے؟)

۳۶۵ (حدثنا احمد بن یونس قال حدثنا ابراهیم بن سعد قال حدثنا ابن شهاب عن عروۃ عن عائشة ان النبی صلی الله علیه وسلم صلی فی خمیصة لها اعلام فنظر الی اعلامها نظرۃ فلما انصرف قال اذهبوا بخمیصتی هذه الی ابی جهم وأتونی بانبجانیة ابی جهم فانها الهتنی آنفا عن صلوتی وقال هشام بن عروۃ عن ابیه عن عائشة قال النبی صلی الله علیه وسلم کنت انظر الی علمها وانا فی الصلوٰۃ فاخاف ان تفتننی)

ترجمہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسی چادر میں نماز پڑھی جس میں نقش تھے آپؐ کی ایک نظر اس کے نقوش پر پڑی تو جب آپؐ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا میری یہ چادر ابوجہم (عامر بن حذیفہ صحابیؓ) کے پاس لے جاؤ اور مجھے ابوجہم سے انبجانیہ چادر لادو اس لئے کہ اس منقش چادر نے ابھی مجھے اپنی نماز سے غافل کر دیا تھا۔ اور ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے روایت کی، عروہ نے حضرت عائشہؓ سے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نماز کی حالت میں اس کے نقش کیطرف دیکھنے لگا تو میں ڈرتا ہوں کہ کہیں مجھکو فتنہ میں نہ ڈالدے (یعنی نماز میں خلل نہ ڈالدے)

مطابقتہ للترجمۃ مطابقة الحدیث للترجمة ،،صلی فی خمیصة لها اعلام فنظر الی اعلامها نظرۃ،،

تعدد موضعہ والحدیث هٰهنا ص۵۴ ویاتی فی کتاب الاذان ص۱۰۴ وفی کتاب اللباس ص۸۶۵ ومسلم اول ص۲۰۸ ابوداؤد اول ص۱۳۲ ابوداؤد جلد ثانی،، باب من کرهه ص۵۶۱ نسائی فی کتاب القبلة الرخصة فی الصلوٰۃ فی خمیصة لها اعلام ص۸۸ تا ص۸۹ ابن ماجہ ص۲۶۲۔

مقصد ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں،، ای لا تفسد صلوته لکن ترکه اولیٰ،، (شرح تراجم) یعنی امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ نماز میں اگر ادھر ادھر کا خیال آجائے تو یہ معمولی وتھوڑی بے توجہی سے نماز فاسد نہیں ہوگی نماز ہوجائے گی اگر کسی نے پھولدار منقش کپڑے پہن کر نماز پڑھی اور نماز کے اندر اس نقش پر نظر بھی پڑگئی تو نماز ہوجائے گی اگر کپڑا ساتر اور طاہر ہے۔

مگر چوں کہ نماز میں خشوع خضوع مطلوب ہے اسلئے حتی الامکان اجتناب دپرہیز بہتر ہے اسیوجہ سے فقہائے کرام نے لکھا ہے کہ نماز کیحالت میں اِدھر اُدھر نظر کرنے کے بجائے سجدہ کی جگہ میں نظر رکھے۔

تشریح خمیصۃ بفتح المعجمۃ وکسر المیم، اونی کالی چادر جو پھولدار ہو،
یہ چادر ابو جہم عامر بن حذیفہ رضؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کے طور پر دیا تھا آپ ﷺ نے اس کو اوڑھ کر نماز پڑھی نماز سے فارغ ہوتے ہی اس کو اتار دیا اور فرمایا کہ اس پھول دار چادر کو ابو جہم کو دے آؤ اور ابو جہم سے انبجانیہ یعنی سادی چادر لے آؤ، اور یہ دوسری چادر آپ نے محض اس لئے منگائی کہ ابو جہم رضؓ کی دل شکنی نہ ہو کہ میرا ھدیہ دربار رسالت سے رد ہو گیا۔

انبجان ایک موضع کا نام ہے جس کی طرف اسکی نسبت ہے۔

اشکال اشکال یہ ہوتا ہے کہ جو چیز آپ کو ناپسند تھی وہ آپ نے ابو جہم کے پاس کیوں بھیجدی؟

جواب:- بھیجنے کا مقصد صرف یہ نہیں ہے کہ ابو جہم اس کو پہنکر نماز پڑھیں بلکہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ فروخت کر کے نفع حاصل کر لیں، یا کام کاج کے وقت، سوتے وقت استعمال کریں
۲ بعض نے کہا ہے کہ حضرت ابو جہم رضؓ کی بینائی جاتی رہی تھی اس لئے انہیں اندیشہ مذکور نہ تھا واللہ اعلم۔

اشکال ۲ دوسرا اشکال یہ ہے کہ فانہا الہتنی انفا میں اور ارشاد گرامی اخاف ان تفتننی میں بظاہر تعارض ہے؟

جواب۔ جواب یہ ہے کہ الہتنی کے اندر قرب فعل پر فعل کا اطلاق ہے یعنی کادت ان یلہتنی یعنی قریب تھا کہ مجھے غافل کر دیتی اب ہشام کی تعلیق اخاف ان تفتننی سے کوئی اشکال نہ ہوگا
بہرحال بالاتفاق علماء نماز میں معمولی درجہ کا فکری اشتغال یا دھیان کا انتشار مفسد صلوٰۃ نہیں واللہ اعلم۔

بَابٌ ۲۵۵ إِنْ صَلَّى فِي ثَوْبٍ مُصَلَّبٍ أَوْ تَصَاوِيرَ هَلْ تَفْسُدُ صَلَاتُهُ وَمَا يُنْهَى مِنْ ذٰلِكَ

اگر ایسے کپڑے میں نماز پڑھے جس پر صلیب کی شکل یا دیگر تصاویر بنی ہوں تو کیا اسکی نماز فاسد ہو جائیگی؟ اور اس بارے میں ممانعت کا بیان

۳۶۶ حَدَّثَنَا أَبُو مَعْمَرٍ عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ عَمْرٍو قَالَ نَا عَبْدُ الْوَارِثِ قَالَ نَا عَبْدُ الْعَزِيزِ بْنُ صُهَيْبٍ عَنْ أَنَسٍ قَالَ كَانَ قِرَامٌ لِعَائِشَةَ سَتَرَتْ

بِهٖ جَانِبَ بَيْتِهَا فقال النبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم اَمِيطِى عَنَّا قِرَامَكِ هٰذَا فَاِنَّهٗ لَاتَزَالُ تَصَاوِيْرُهٗ تَعْرِضُ فِى صَلٰوتِى۔

ترجمہ حضرت انس رضؓ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عائشہ رضؓ کے پاس ایک اونی رنگین پردہ تھا جس کو انہوں نے اپنے حجرے کے ایک طرف لٹکایا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (وہ پردہ دیکھکر) فرمایا تم اپنا یہ پردہ ہمارے سامنے سے ہٹادو اسلئے کہ اس کی تصویریں برابر میری نماز میں سامنے آتی رہتی رہیں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ لاتزال تصاویرہ تعرض فی صلوٰتی۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۴ ویاتی فی اللباس ص۸۸۱۔

مقصد ترجمہ شاہ ولی اللہ صاحب رحؒ فرماتے ہیں یعنی لاتفسد صلوٰتہ لکنہ مکروہ" (شرح تراجم ابواب)

یعنی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ نماز توڑا اور نہ نماز کا اعادہ کیا معلوم ہوا کہ نماز درست ہے لیکن آپ ؐ نے ناپسند کیا اور اس پردہ کو اتار کر پھاڑ دیا اس سے معلوم ہوا کہ مکروہ ہے۔

تشریح ثوب مصلب جس کپڑے پر صلیب کی شکل بنی ہوئی ہو، صلیب کی شکل اس طرح + ہے نصاریٰ کے گھروں یا بخصوص گرجا گھروں میں عام طور پر بناتے اور بابرکت جانتے ہیں۔

قرام بکسر القاف وتخفیف الراء وھو ستر رقیق من صوف ذوالوان (عمدہ)

اشکال یہاں اشکال یہ ہے کہ ترجمۃ الباب میں دو جز ہے ۱؎ ثوب مصلب ۲؎ ثوب مصور، جواب یہ ہے کہ امام بخاری رحؒ کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ کسی روایت کیطرف اشارہ مقصود ہوتا ہے چنانچہ یہاں بھی امام بخاری رحؒ نے حضرت عائشہ رضؓ کی اس روایت سے استدلال کیا جو کتاب اللباس ص۸۸۱ میں ہے حضرت عائشہ رضؓ فرماتی ہیں:- ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یترک فی بیتہ شیئًا فیہ تصالیب الانقضہ، بعض نے یہ جواب دیا ہے کہ صلیب کی شکل بھی تصویر ہی ہے اور تصویر ہی کے حکم میں ہے جو ممنوع ہے۔

اور جب آپ ؐ نے لٹکانے سے منع فرمایا ہے تو پہننا یعنی مصور کپڑے کا نمازی کے بدن پر ہونا بطریق اولیٰ ممنوع ہوگا۔

تفصیل مذاہب مصور کپڑا پہنکر اگر کوئی نماز پڑھ لے تو جمہور حنفیہ، شافعیہ کے نزدیک نماز ہوجائے گی مگر یہ فعل مکروہ ہوگا جیسا کہ مقصد ترجمہ میں مذکور ہوا، امام بخاری رح بھی جمہور کی تائید و موافقت کر رہے ہیں البتہ حنابلہ کا مشہور قول یہ ہے کہ نماز فاسد ہوگی، تو ہو سکتا ہے کہ امام بخاری رح کا مقصد رد کرنا ہو۔ واللہ اعلم

بَابُ ۲۵۶

(مَنْ صَلّٰى فِي فَرُّوْجِ حَرِيْرٍ ثُمَّ نَزَعَهٗ)

جس نے ریشمی قبا میں نماز پڑھی پھر اس کو اتار دیا

۳۶۷ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ حَدَّثَنَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ اَبِي الْخَيْرِ عَنْ عُقْبَةَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ اُهْدِيَ اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَرُّوْجُ حَرِيْرٍ فَلَبِسَهٗ فَصَلّٰى فِيْهِ ثُمَّ انْصَرَفَ فَنَزَعَهٗ نَزْعًا شَدِيْدًا كَالْكَارِهِ لَهٗ وَقَالَ لَا يَنْبَغِيْ هٰذَا لِلْمُتَّقِيْنَ)

ترجمہ حضرت عقبہ بن عامر رض نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں ریشم کی ایک قبا ہدیہ کی گئی آپ نے اسے پہن لیا اور اس میں نماز پڑھی پھر جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے اس کو زور سے کھینچکر اتار ڈالا کہ گویا آپ اس سے نفرت فرما رہے ہیں اور فرمایا یہ متقیوں کے لائق نہیں ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی فلبسہ فصلی فیہ ثم انصرف فنزعہ نزعًا الخ

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۵۲ ویاتی فی اللباس ص۸۶۳ ومسلم جلد ثانی ص۱۹۲ انسائی اول فی کتاب القبلہ ص۸۵ فی الصلوٰۃ فی الحریر۔

مقصد شاہ ولی اللہ رح فرماتے ہیں ای لاتفسد صلوٰتہ لکنہ مکروہ لانہ صلی اللہ علیہ وسلم یعد الصلوٰۃ ولکن نزعہ کالکارہ لہ صریح فی الکراھیۃ (شرح تراجم) یعنی امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ قبا رحریر میں نماز تو جائز ہے لیکن مکروہ ہے۔

تشریح شاہ صاحب رح نے شرح تراجم ہی میں لکھا ہے، قیل اول من لبسہ فرعون، فروج

بفتح الفاء وضم الراء المشددة علامہ نوویؒ فرماتے ہیں ھٰذا ھو الصحیح المشھور فی ضبطه ولم یذکر الجمھور غیرہ وھو قباء شق من خلفه (شرح مسلم ص۱۹۲)
یعنی ایسی قبا جس کا چاک پیچھے سے ہو یہ لباس حرب وجنگ اور سفر کیلئے مناسب تھا۔ بالخصوص گھوڑے پر سواری کے لئے۔

اھدی علی صیغة المجھول من الماضی، علامہ عینیؒ نے لکھا ہے کہ یہ قبا دُومۃ الجندل کے بادشاہ اُکیدر بن عبدالملک نے حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کو ہدیہ کیا تھا۔ للمتقین ای للمؤمنین وعبر بجمع المذکر لیخرج النساء لانه حلال لھن (قس) غزوہ تبوک کے سفر میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حضرت خالد بن ولیدؓ نے اکیدر کو دومۃ الجندل سے گرفتار کرکے خدمت اقدس میں پیش کیا تھا یہ بادشاہ نصرانی تھا صحیح یہی ہے کہ مسلمان نہیں ہوا تھا لیکن صلح کرلی تھی تفصیل کیلئے نصر الباری، کتاب المغازی ص۴۹۲ مطالعہ فرمائیے۔

تفصیل مذاہب امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک قبائے حریر میں نماز درست نہیں ہوگی ۲۔ امام مالکؒ کے نزدیک یعید فی الوقت ان وجد ثوبا غیرہ (کرمانی) ۳۔ احناف وشوافع رحمہم اللہ کے نزدیک کراہت کے ساتھ نماز ہوجائے گی مگر گنہگار ہوگا۔ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز کے بعد فوراً اتار دیا اور فرمایا نہانی جبرئیل الخ اسکی ممانعت نماز ہی کے بعد ہوئی لیکن حضور اقدسؐ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا۔

بہرحال ریشمی کپڑا پہننا مردوں کیلئے حرام ہے البتہ عورتوں کیلئے جائز ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ اللہ کے نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے داہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا پھر ارشاد فرمایا:

ان ھٰذین حرام علی ذکور امتی — یہ دونوں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔
(ابوداؤد جلد ثانی فی اللباس ص۵۶۱)

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:-

حرم لباس الحریر والذھب علی ذکور امتی واحل لاناثھم (ترمذی ص۲۰۵) — ریشم اور سونے کا پہننا میری امت کے مردوں پر حرام کردیا گیا ہے اور عورتوں کیلئے حلال یعنی جائز ہے۔

⁂

باب ۲۵۷ الصلوٰۃ فی الثوب الاحمر

سرخ کپڑے میں نماز پڑھنے کا بیان

۳۶۸ حدثنا محمد بن عرعرۃ قال حدثنی عمر بن ابی زائدۃ عن عون بن ابی جحیفۃ عن ابیہ قال رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی قبۃ حمراء من ادم ورایت بلالا اخذ وضوء رسول اللہ علیہ وسلم ورایت الناس یبتدرون ذاک الوضوء فمن اصاب منہ شیئا تمسح بہ ومن لم یصب منہ شیئا اخذ من بلل ید صاحبہ ثم رایت بلالا اخذ عنزۃ فرکزھا وخرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حلۃ حمراء مشمرا صلی الی العنزۃ بالناس رکعتین ورایت الناس والدواب یمرون من بین یدی العنزۃ۔

ترجمہ حضرت ابوجحیفہ (وہب بن عبداللہ رض) روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو چمڑے کے ایک سرخ خیمہ میں دیکھا اور میں نے حضرت بلال رض کو دیکھا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا پانی لیا اور میں نے لوگوں کو دیکھا کہ اس وضو کے پانی کو ہاتھوں ہاتھ لے رہے ہیں چنانچہ جس کو اس میں سے کچھ مل جاتا تو وہ اس کو (اپنے چہرہ میں) مل لیتا اور جس کو اس پانی میں سے کچھ نہ ملتا تو وہ اپنے ساتھی کے ہاتھ سے تری لے لیتا پھر میں نے بلال رض کو دیکھا کہ ایک نیزہ لیا اور اس کو گاڑ دیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سرخ جوڑے میں تہبند اٹھائے ہوئے برآمد ہوئے آپ نے اس نیزے کیطرف رخ کر کے (یعنی نیزہ کو سترہ بنا کر) لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائیں اور میں نے لوگوں کو اور جانوروں کو دیکھا کہ نیزہ کے سامنے سے گذر رہے تھے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ خرج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حلۃ حمراء الخ

تعدد موضع والحدیث ھنا صفحہ ۵۴ وص ۳۱ وباقی ص ۷ ایضا ص ۷ وص ۷۲ وص ۸۹ وص ۵۰۲ وص ۵۰۳ وص ۸۶ وص ۸۷ ومسلم جلد اول ص ۱۹۵ وص ۱۹۶ ابوداؤد جلد اول فی "باب مایستر المصلی ص ۱۰۰ وترمذی جلد اول باب ماجاء فی ادخال الاصبع الاذن عند الاذان

صفحہ ۲۷ نسائی اول الصلوٰۃ فی الحریر صفحہ ۸۵ ونسائی جلد ثانی کتاب الزینۃ فی باب اتخاذ القباب الحمر صفحہ ۲۵۷ تا صفحہ ۲۵۸ ابن ماجہ فی الاذان باب السنۃ فی الاذان صفحہ ۵۲۔

مقصد ترجمہ شاہ ولی صاحب رح فرماتے ہیں ای ھی جائزۃ بلا کراھیۃ ان کان الاحمر غیر معصفر (شرح تراجم) یعنی اگر کسم کا رنگ نہ ہو تو جائز ہے۔

تشریح ویبتدرون ذاک الوضوء لوگ اس پانی کے حصول کیلئے مسابقت کر رہے ہیں۔ اس پانی سے مراد وہ مستعمل پانی اور غسالہ ہے جو وضو فرماتے وقت اعضاء شریفہ سے گرتا تھا۔

یہ حدیث حنفیہ کے خلاف ہرگز نہیں ہے کیوں کہ حنفیہ کے نزدیک اگر سرخ رنگ عصفر (کسم) کا ہو تو مکروہ تحریمی ہے پہننے والے کو گناہ ہوگا۔

۲ اگر اس کے علاوہ رنگ ہے تو اگر گہرے سرخ رنگ اور شوخ ہو تو مکروہ تنزیہی ہے۔

۳ اور اگر ہلکا و پھیکا رنگ ہو تو بلا کراہت جائز ہے۔

۴ اور اگر سفید کپڑے پر سرخ دھاریاں ہوں تو بعض بزرگوں نے مستحب بھی کہا ہے کیوں کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا حلہ اسی قسم کا دھاری دار تھا۔ حلہ ایک قسم کے کپڑے کا جوڑا جس کو آج کل سوٹ کہتے ہیں۔

پس اگر ہلکے رنگ کا جوڑا اتباع رسول ص کی نیت سے کوئی استعمال کرے تو بلا شبہ سنت اور باعث ثواب ہے۔

حافظ عسقلانی رح نے فتح الباری میں مسلک حنفیہ کے سلسلے میں انصاف سے کام نہیں لیا ہے یا مذہب حنفیہ سے پوری واقفیت اس مسئلے میں نہیں حاصل کی واللہ اعلم

استنباط الاحکام علامہ عینی رح لکھتے ہیں کہ اس سے ثوب احمر کا پہننا اور اس کو پہنکر نماز پڑھنے کا جواز معلوم ہوا اور یہی مقصد ترجمہ ہے۔ ۲ وفیہ التبرک باثار الصالحین ۳ جنگل اور میدان میں نماز پڑھنے کیلئے سترہ گاڑنا وغیرہ۔

(بَابُ ۲۵۸ الصَّلٰوۃِ فِی السُّطُوْحِ وَالْمِنْبَرِ وَالْخَشَبِ قَالَ اَبُوْعَبْدِاللّٰہِ وَلَمْ یَرَالْحَسَنُ بَأْسًا اَنْ یُّصَلّٰی عَلَی الْجَمَدِ وَالْقَنَاطِرِ وَاِنْ جَرٰی تَحْتَھَا بَوْلٌ اَوْفَوْقَھَا اَوْ اَمَامَھَا اِذَا کَانَ بَیْنَھُمَا سُتْرَۃٌ وَصَلّٰی اَبُوْھُرَیْرَۃَ عَلٰی ظَھْرِ الْمَسْجِدِ بِصَلٰوۃِ الْاِمَامِ وَصَلَّی ابْنُ عُمَرَ عَلَی الثَّلْجِ)

چھتوں پر اور منبر پر اور لکڑیوں (یعنی تختوں) پر نماز پڑھنے کا بیان۔

امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ حضرت حسن بصریؒ نے جمے ہوئے پانی (برف) اور پلوں پر نماز پڑھنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا اگرچہ پلوں کے نیچے یا اس کے اوپر یا اس کے سامنے پیشاب بہہ رہا ہو جبکہ ان دونوں (یعنی نمازی اور پیشاب) کے درمیان کوئی حائل موجود ہو۔ حضرت ابوہریرہ رضؓ نے مسجد کی چھت پر امام کے ساتھ شریک ہو کر (یعنی امام کے پیچھے) نماز پڑھی (یعنی امام نیچے تھا اور حضرت ابن عمر رضؓ نے برف پر نماز پڑھی۔

۳۶۹ (حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا اَبُوْحَازِمٍ قَالَ سَاَلُوْا سَهْلَ بْنَ سَعْدٍ مِنْ اَيِّ شَيْءٍ الْمِنْبَرُ فَقَالَ مَا بَقِيَ فِي النَّاسِ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ هُوَ مِنْ اَثْلِ الْغَابَةِ عَمِلَهٗ فُلَانٌ مَوْلٰى فُلَانَةَ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَامَ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ عُمِلَ وَوُضِعَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ كَبَّرَ وَقَامَ النَّاسُ خَلْفَهٗ فَقَرَاَ وَرَكَعَ وَرَكَعَ النَّاسُ خَلْفَهٗ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ الْقَهْقَرٰى فَسَجَدَ عَلَى الْاَرْضِ ثُمَّ عَادَ عَلَى الْمِنْبَرِ ثُمَّ قَرَاَ ثُمَّ رَكَعَ ثُمَّ رَفَعَ رَاْسَهٗ ثُمَّ رَجَعَ قَهْقَرٰى حَتّٰى سَجَدَ بِالْاَرْضِ فَهٰذَا شَاْنُهٗ قَالَ اَبُوْعَبْدِ اللّٰهِ قَالَ عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ سَاَلَنِيْ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ عَنْ هٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ وَاِنَّمَا اَرَدْتُّ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اَعْلٰى مِنَ النَّاسِ فَلَا بَاْسَ اَنْ يَّكُوْنَ الْاِمَامُ اَعْلٰى مِنَ النَّاسِ بِهٰذَا الْحَدِيْثِ قَالَ فَقُلْتُ فَاِنَّ سُفْيَانَ بْنَ عُيَيْنَةَ كَانَ يُسْاَلُ عَنْ هٰذَا كَثِيْرًا فَلَمْ تَسْمَعْهُ مِنْهُ قَالَ لَا)

ترجمہ: ابوحازم سلمہ بن دینار نے بیان کیا کہ لوگوں نے حضرت سہل بن سعد رضؓ سے دریافت کیا کہ منبر (رسول) کس چیز کا تھا؟ تو سہل رضؓ نے کہا کہ اب لوگوں میں اس بات کا مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی باقی نہیں رہا وہ مقام غابہ کے جھاؤ کا تھا اس کو فلاں شخص (میمون یا باقوم) نے جو فلانی عورت (عائشہ انصاریہ یا مینا) کا غلام تھا اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے لئے بنایا تھا جب وہ بن چکا اور (مسجد میں) رکھا گیا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہوئے اور قبلہ رو ہو کر تکبیر (تحریمہ) کہی اور لوگ آپؐ کے پیچھے کھڑے ہوئے پھر آپؐ نے قرأت کی اور رکوع کیا اور لوگوں نے آپؐ کے پیچھے رکوع کیا پھر آپؐ نے (رکوع سے) اپنا سر اٹھایا پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹے اور زمین پر سجدہ کیا پھر آپؐ منبر پر تشریف لے گئے پھر قرأت کی اور رکوع کیا پھر (رکوع

سے اپنا سر اٹھایا اور پھر الٹے پاؤں پیچھے ہٹے اور زمین پر سجدہ کیا یہ منبر کا حال ہے (جس کے بارے میں سوال کیا گیا)

امام بخاری رح کہتے ہیں کہ علی بن عبد اللہ مدینی نے کہا کہ مجھ سے امام احمد بن حنبل رح نے یہ حدیث پوچھی اور کہا کہ میرا مقصد یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (نماز میں) لوگوں سے بلند جگہ پر تھے اس لئے اس حدیث کی رو سے اس میں کوئی حرج نہیں کہ امام لوگوں (مقتدیوں) سے اوپر ہو۔ علی بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ میں نے (امام احمد بن حنبل رح سے) کہا (آپ کے استاذ) سفیان بن عیینہ سے تو یہ حدیث اکثر پوچھی جاتی تھی تو کیا آپ نے یہ حدیث ان سے نہیں سنی؟ انہوں نے کہا نہیں۔

اشکال: یہاں ایک اشکال ہے کہ جب امام احمد رح نے سفیان سے نہیں سنی تو مسند احمد میں یہ روایت کیسے بیان کر دی؟

علامہ عینی رح نے اس اشکال کا جواب دیا ہے کہ ثم ان المنفی ھو جمیع الحدیث لانہ صریح فی ذالک ولا یلزم من ذالک عدم سماع البعض الخ (عمدہ)

مطلب یہ ہے کہ پوری حدیث نہیں سنی، اس سے بعض کی نفی نہیں ہوتی یعنی مختصر سنی ہے، ھو من اثل الغابۃ، حضرت سہل رض نے جواب دیا کہ وہ منبر غابہ کے جھاؤ کی لکڑی کا تھا، باقی تفصیل سفیان سے نہیں سنی۔

مطابقۃ للترجمۃ: مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "قام علیہ" ای علی المنبر۔ ترجمہ میں تین چیزوں کا ذکر تھا چھت، منبر، لکڑی۔ اس حدیث میں تینوں کا ذکر آگیا اسلئے کہ آپ نے منبر پر نماز پڑھی جو لکڑی کا تھا اور سطح زمین سے بلند تھی۔

تعدد موضعہ: والحدیث ھہنا ص۵۵ وباقی ص۶۴ و ص۱۲۵ وفی البیوع ص۲۸۱ وفی کتاب الہبۃ ص۳۴۹ ومسلم اول کتاب المساجد ص۲۰۶ ابوداؤد جلد اول ص۱۵۴ تا ص۱۵۵ نسائی جلد اول مساجد الصلوٰۃ علی المنبر ص۸۵ تا ص۸۶ ابن ماجہ اول باب ماجاء فی بدء شان المنبر ص۱۰۳

۳۷۰ حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحِيمِ قَالَ حَدَّثَنَا يَزِيدُ بْنُ هَارُونَ قَالَ أَخْبَرَنَا حُمَيْدٌ الطَّوِيلُ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَقَطَ عَنْ فَرَسِهِ فَجُحِشَتْ سَاقُهُ أَوْ كَتِفُهُ وَآلَى مِنْ نِسَائِهِ شَهْرًا فَجَلَسَ فِي مَشْرُبَةٍ لَهُ دَرَجَتُهَا مِنْ جُذُوعٍ فَأَتَاهُ أَصْحَابُهُ يَعُودُونَهُ فَصَلَّى بِهِمْ جَالِسًا وَهُمْ قِيَامٌ فَلَمَّا سَلَّمَ قَالَ إِنَّمَا جُعِلَ الْإِمَامُ لِيُؤْتَمَّ بِهِ فَإِذَا كَبَّرَ فَكَبِّرُوا وَإِذَا رَكَعَ فَارْكَعُوا وَإِذَا سَجَدَ فَاسْجُدُوا وَإِنْ صَلَّى قَائِمًا فَصَلُّوا قِيَامًا وَنَزَلَ لِتِسْعٍ وَعِشْرِينَ فَقَالُوا

یارسول اللہ انک آلیت شھرا فقال ان الشھر تسع وعشرون)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (ایک مرتبہ) اپنے گھوڑے سے گر گئے تو آپؐ کی پنڈلی یا شانہ چھل گیا اور آپؐ نے ایک مہینہ تک اپنی بیویوں کے پاس نہ جانے کی قسم کھالی چنانچہ آپؐ اپنے ایک بالاخانہ میں بیٹھ رہے جس کی سیڑھی کھجور کے تنوں کی تھی تو آپؐ کے اصحاب آپؐ کی عیادت کیلئے آپؐ کے پاس آئے آپؐ نے انہیں بیٹھ کر نماز پڑھائی اور وہ کھڑے تھے پھر جب آپؐ نے سلام پھیر دیا تو فرمایا کہ امام صرف اسلئے بنایا گیا ہے کہ اس کی اقتدار کیجائے لہذا جب امام تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ رکوع کرے تو تم لوگ بھی رکوع کرو اور جب وہ سجدہ کرے تو تم بھی سجدہ کرو اور اگر وہ (امام) کھڑے ہو کر نماز پڑھے تو تم بھی کھڑے ہو کر نماز پڑھو اور آپؐ انتیس دن کے بعد بالاخانہ سے اتر آئے (یعنی ازواج مطہرات کے پاس گئے) لوگوں نے کہا یارسول اللہ آپؐ نے تو ایک مہینہ کی قسم کھائی تھی فرمایا مہینہ انتیس دن کا ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی صلوٰتہ علیہ الصلوٰۃ والسلام باصحابہ علی الواح المشربۃ وخشبھا (عمدہ)

مطلب صاف ہے کہ اس روایت سے چھت پر نماز پڑھنا نیز لکڑی کے تختہ پر نماز پڑھنا ثابت ہے

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۵۵ ویاتی ص۹۶ وص۱۰۰ ایضا متصلا ص۱۰۱ وص۱۱۰ تا ص۱۱۱ وص۱۵۰ وص۲۵۰ وص۳۳۵ وفی النکاح ص۷۸۳ وص۷۹۴ وص۹۹۱ مسلم اول ص۱۷۶ تا ۱۷۷

ابوداؤد اول باب الامام یصلی من قعود ص۸۸ تا ص۸۹ ترمذی اول باب ماجاء اذا صلی الامام قاعد افصلوا قعودا ص۱۲ نسائی اول ,, الایتمام بالامام ص۱۲۹ ابن ماجہ انما جعل الامام لیوتم بہ ص۸۸۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رحؒ کا مقصد اس ترجمہ سے یہ ہے کہ حدیث میں جو آیا ہے وجعلت لی الارض مسجدا وطھورا، اس کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ نماز صرف زمین ہی پر لازم ہے غیر جنس ارض پر نماز جائز نہیں بلکہ جنس ارض کے علاوہ مثلا چھت منبر اور لکڑی وغیرہ پر بھی نماز درست ہے اذا کان طاھرا (شرح تراجم)

اس حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ جمیع ارض پہ نماز پڑھنے کی اجازت ہے جواز نماز کیلئے مسجد شرط نہیں

۲ امام بخاری رحؒ کا مقصد ان حضرات پر رد کرتا ہے جو جنس ارض ہی پر جواز نماز کا قائل ہیں مثلا حسن بصریؒ

اور ابن سیرینؒ سے صلوٰۃ علی الخشب کی کراہت منقول ہے۔
بعض تابعینؒ سے صلوٰۃ علی السطح کی کراہت منقول ہے۔
امامؒ نے اثبات ترجمہ کیلئے تین آثار نقل فرمائے ہیں جس سے ترجمۃ الباب کے تینوں اجزاء بخوبی ثابت ہوتے ہیں۔

تشریح جمد بفتح الجیم وسکون المیم وفی اخرہ دال جما ہوا پانی، برف۔
اگر برف کی تہ جمی ہوئی اور سخت ہے کہ اس پر سر ٹک سکے تو عند الاحناف بھی نماز درست ہے بشرطیکہ استقرار راس ہو لیکن اگر برف کی ٹھنڈک کے سخت نہ ہونے کی بنا پر صرف ہاتھ پر زور دیکر سر سے زمین کو مس کر دیا، چھوڑ دیا تو نماز جائز نہ ہوگی۔

اثل الغابہ غابہ مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے یہیں وہ چراگاہ ہے جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹ چرتے تھے اور عکل وعرینہ کے اونٹوں کو لے بھاگنے کا حادثہ پیش آیا تھا۔

اثل بفتح الہمزہ وسکون المثلثہ (فتح) جھاؤ کا بڑا درخت چھوٹے جھاؤ کو طرفار کہتے ہیں۔ مولیٰ فلانۃ کنایہ ہے علم مؤنث سے اسلئے علمیت اور تانیث کی وجہ سے غیر منصرف ہے۔

المنبر قال اھل اللغۃ مشتق من النبر وھو الارتفاع یعنی بلند جگہ جمع منابر۔
امام نوویؒ فرماتے ہیں: وکان المنبر ثلاث درجات الخ (شرح مسلم ص۲۰۶)
یعنی اس منبر کی تین سیڑھیاں تھیں اور ایک نشست گاہ یعنی بیٹھنے کی جگہ، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اونچے والی سیڑھی پر قیام فرماتے اور بین الخطبتین مستراح پر بیٹھتے۔ پھر حضرت ابوبکر صدیقؓ دوسری سیڑھی پر قیام فرماتے اور بعدہ حضرت عمر فاروقؓ تیسری سیڑھی یعنی سب سے نیچے والی سیڑھی پر۔ اب عثمان غنیؓ کیلئے کوئی سیڑھی باقی نہ رہی تو حضرت عثمانؓ نے سب سے اوپر والی سیڑھی پر کھڑے ہو کر خطبہ پڑھا۔ لوگوں کے سوال کرنے پر فرمایا اگر میں دوسری سیڑھی پر کھڑا ہوتا تو لوگ خیال کرتے کہ میں صدیق اکبرؓ کا ہمسر ہوں اور اگر تیسری سیڑھی پر کھڑا ہوتا تو فاروق اعظمؓ کے ساتھ برابری کا وہم ہوتا اس لئے وہاں کھڑا ہوا جہاں برابری کا کوئی شائبہ وہم بھی نہیں ہو سکتا۔ اتخاذ منبر میں اقوال مختلف ہیں۔ حافظ عسقلانیؒ نے دو قول نقل کئے ۱ ابن سعد سے ۷ھ ساتھ ہی ساتھ لکھتے ہیں۔ فیہ نظر ۲ دوسرا قول ۸ھ کا نقل کرکے فرماتے ہیں فیہ نظر حافظ عسقلانیؒ کا رجحان ۹ھ معلوم ہوتا ہے (فتح ص۳۱۲ ج۲ باب الخطبۃ علی المنبر) مگر اسکی صحت مشکل ہے اسلئے کہ واقعہ افک میں آپ ﷺ کا منبر پر بیٹھنا حدیث بخاری سے ثابت ہے اور یہ واقعہ افک غزوہ مریسیع کا جو صحیح تر قول میں ۵ھ کا غزوہ ہے البتہ اگر اتخاذ منبر ۵ھ سے پہلے مانا جائے تو اشکال نہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔ وصلی ابو ھریرۃؓ اس سے امام بخاریؒ نے یہ تبلایا کہ اگر امام نیچے ہو اور مقتدی اوپر

کسی دو منزلہ پر یا چھت وغیرہ پر تب بھی نماز درست ہوگی یہی مذہب حنفیہ کا بھی ہے اگر امام کے انتقالات وحرکات کا علم مقتدی کو ہو سکے کسی دریچی یا کھڑکی وغیرہ کے ذریعہ تو اقتدار درست ہے چنانچہ آجکل بہت سی مسجدوں میں اس پر عمل بھی ہے۔

تشریح حدیث ۳۷ سقط من فرسہ الخ وکان ذلک فی ذی الحجۃ سنۃ خمس من الہجرۃ (عمدۃ) حافظ عسقلانیؒ بھی ابن حبان سے یہی نقل کرتے ہیں۔ (فتح ۱۴۱/۲)

یعنی آپ ذی الحجہ ۵ھ میں ایک برق رفتار گھوڑے پر غابہ تشریف لیجا رہے تھے گھوڑا کے بدکنے کی وجہ سے آپ ایک کھجور کے درخت کی جڑ میں گر پڑے۔ یہاں تو شک کے ساتھ ہے کہ پنڈلی یا شانہ چھل گیا لیکن بخاری ص۹۶ میں اور ابوداؤد کی روایت میں ہے فجحش شقہ الایمن یعنی دائیں جانب خراش آگئی ابوداؤد ہی میں ایک روایت کے الفاظ ہیں انفکت قدمہ آپ کے قدم مبارک میں موچ آگئی حافظؒ فرماتے ہیں فلا ینافی ذالک کون قدمہ انفکت لاحتمال وقوع الامرین (فتح ص۱۴۱/۲) یعنی ساق اور شانہ میں خراش بھی آئی اور قدم مبارک میں موچ آگئی تھی اس لئے اس عذر کی بنا پر آپ بالاخانہ پر رہتے تھے اور وہیں بیٹھکر نماز پڑھتے تھے صحابہ کرامؓ عیادت کیلئے تشریف لاتے اور موقعہ پاکر آپ کے پیچھے نماز میں شریک ہوجاتے۔

اس روایت میں دوسرا واقعہ ایلاء کا ہے جو ۹ھ میں پیش آیا۔

یہ ایلاء آلیۃ بروزن عطیہ بمعنی قسم سے ماخوذ ہے۔ ایلاء کے لغوی معنی ہیں حلف اٹھانا قسم کھانا۔ شریعت کی اصطلاح میں یہ ہے کہ کوئی شخص اس طرح قسم کھائے کہ چار مہینے یا اس سے زائد اپنی بیوی کے پاس نہیں جاؤں گا، اسکی تفصیل اپنی جگہ آئے گی۔ انشاءاللہ

یہ ایلاء لغوی تھا یعنی آپ نے صرف ایک مہینے تک اپنی ازواج سے الگ رہنے کی قسم کھائی اور بغرض تخلیہ بالاخانہ پر قیام فرمایا۔

اس حدیث سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ واقعہ سقوط اور ایلاء ایک ہی سال کا ہے چنانچہ بڑے بڑے حضرات مثلاً علامہ قسطلانی شارح بخاری، علامہ زرقانی شارح موطا امام مالک نیز اردو سیرت نگاروں میں علامہ شبلی دھوکہ کھا گئے ملاحظہ فرمائیے سیرۃ النبی جلد اول ص۵۵۱ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں علیحدہ علیحدہ دو واقعے ہیں مگر چونکہ دو باتوں میں اشتراک ہے اسلئے دھوکا ہوا ہے۔

۱ یہ کہ دونوں واقعے میں بالاخانہ میں قیام رہا ۲ قیام کی مدت ۲۹ دن۔

حالانکہ دونوں واقعے کے درمیان چار سال کا فاصلہ ہے اور نوعیت قیام میں بہت فرق ہے مثلاً واقعہ سقوط میں انفکاک قدم کی وجہ سے مسجد تشریف نہیں لیجاتے بالاخانہ ہی میں نماز ادا فرماتے بخلاف اسکے

ایلاء کے واقعہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں نمازیں پڑھتے۔

نیز واقعہ ایلاء میں ازواج مطہرات ومتعلقین میں جو بے چینی تھی وہ واقعہ سقوط میں نہیں دونوں قصوں کی یہی مغایرت کافی ہے۔

وان صلی قائما فصلوا قیاما اس پر تفصیلی بحث بخاری ملا۹۶ کی حدیث میں آئیگی انشاءاللہ الرحمٰن۔

باب ۲۵۹

(إِذَا أَصَابَ ثَوْبُ الْمُصَلِّي امْرَأَتَهُ إِذَا سَجَدَ)

جب سجدہ کرتے وقت نمازی کا کپڑا اس کی بیوی کو لگ جائے؟ (تو کیا حکم ہے؟)

۳۷۱ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ عَنْ خَالِدٍ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ الشَّيْبَانِيُّ عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَيْمُونَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي وَأَنَا حِذَاءَهُ وَأَنَا حَائِضٌ وَرُبَّمَا أَصَابَنِي ثَوْبُهُ إِذَا سَجَدَ قَالَتْ وَكَانَ يُصَلِّي عَلَى الْخُمْرَةِ

ترجمہ حضرت میمونہ رضؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا کرتے تھے اور میں حیض کی حالت میں آپؐ کے سامنے لیٹی ہوتی اور بسا اوقات آپؐ کا کپڑا مجھ سے لگ جاتا جب آپؐ سجدہ کرتے، اور حضرت میمونہ رضؓ نے یہ بھی بیان کیا کہ آپؐ چھوٹے بوریئے پر نماز پڑھتے تھے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ربما اصابنی ثوبہ اذا سجد،

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۵۵ ومر الحدیث ص۴۷ ویاتی ص۴۰ مسلم اول ص۲۴۴ ابوداؤد اول ص۹۶ وابن ماجہ ص۶۹ فی باب من صلی وبینہ وبین القبلۃ شیٔ۔

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ اگر نمازی کے قریب اسکی بیوی لیٹی ہوئی ہو خواہ سامنے ہو یا دائیں بائیں نمازی کے کپڑے کا کوئی گوشہ سجدہ وغیرہ میں جاتے وقت بیوی کے بدن پر پڑ جائے تو نماز فاسد نہیں ہوگی اور یہ مسئلہ متفق علیہ ہے۔

اور یہ زرین اصول ہمیشہ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کسی کا ق

وقول حجت نہیں۔

۲ بعض حضرات کے نزدیک امام بخاری رحمہ کا مقصد حنفیہ پر رد ہے کیوں کہ حنفیہ محاذاۃ مرأۃ کو مفسد صلوٰۃ قرار دیتے ہیں اور یہاں روایت میں تصریح ہے کہ حضرت میمونہ رضہ سامنے ہوتی تھیں بلکہ روایت میں لفظ حذاء کی صراحت ہے۔

جواب:۔ اولاً تو امام بخاری رحمہ کا یہ مقصد بتانا صحیح نہیں کہ نہ اشارہ ہے نہ کنایہ ثانیاً حنفیہ کے نزدیک مطلقاً محاذاۃ مفسد صلوٰۃ نہیں بلکہ ایک اہم شرط یہ ہے کہ عورت نماز میں شریک ہو وغیرہ تفصیل اپنی جگہ آئے گی انشاء اللہ۔

بَابُ ۲۶ الصَّلوٰةِ عَلَى الْحَصِيْرِ وَصَلَّى جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ وَاَبُوْ سَعِيْدٍ فِي السَّفِيْنَةِ قَائِمًا وَقَالَ الْحَسَنُ تُصَلِّيْ قَائِمًا مَالَمْ تَشُقَّ عَلٰى اَصْحَابِكَ تَدُوْرُ مَعَهَا وَاِلَّا فَقَاعِدًا!

چٹائی پر نماز پڑھنے کا بیان۔ اور جابر بن عبد اللہ رضہ اور ابو سعید خدری رضہ نے کشتی میں کھڑے ہوکر نماز پڑھی (حسن بصری رحمہ سے جب لوگوں نے پوچھا کہ کشتی میں نماز کس طرح پڑھیں) حسن بصری رحمہ نے فرمایا کہ کشتی میں کھڑے ہوکر نماز پڑھے جب تک کہ اس سے تیرے ساتھیوں پر شاق نہ ہو، کشتی کے ساتھ (سمت قبلہ کی طرف) گھومتے جاؤ ورنہ بیٹھ کر پڑھو۔

۳۷۲ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِكٌ عَنْ اِسْحَاقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ اَبِيْ طَلْحَةَ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ جَدَّتَهُ مُلَيْكَةَ دَعَتْ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِطَعَامٍ صَنَعَتْهُ لَهُ فَاَكَلَ مِنْهُ ثُمَّ قَالَ قُوْمُوْا فَلِاُصَلِّيَ لَكُمْ قَالَ اَنَسٌ فَقُمْتُ اِلٰى حَصِيْرٍ لَنَا قَدِ اسْوَدَّ مِنْ طُوْلِ مَا لُبِسَ فَنَضَحْتُهُ بِمَاءٍ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَصَفَفْتُ اَنَا وَالْيَتِيْمُ وَرَاءَهُ وَالْعَجُوْزُ مِنْ وَّرَائِنَا فَصَلّٰى لَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَتَيْنِ ثُمَّ انْصَرَفَ)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضہ سے روایت ہے کہ ان کی نانی ملیکہ رضہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے کیلئے بلایا جو خاص آپ ہی کیلئے انہوں نے تیار کیا تھا چنانچہ آپؐ نے وہ کھانا تناول فرمایا پھر فرمایا تم لوگ کھڑے ہو جاؤ تاکہ میں تمہارے لئے (یعنی تمہارے گھر میں برکت کیلئے) نماز پڑھادوں انس کہتے ہیں کہ میں اپنی ایک چٹائی کی طرف متوجہ ہوا جو کثرت استعمال کی وجہ سے سیاہ ہو گئی تھی تو میں نے اس کو پانی سے دھویا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اس پر کھڑے ہو گئے اور میں نے اور یتیم

نے آپؐ کے پیچھے صف باندھ لی اور بوڑھی (نانی) ہمارے پیچھے کھڑی ہوگئیں چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو دو رکعت نماز پڑھائی پھر آپؐ واپس تشریف لے گئے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فقمت الی حصیر لنا الخ

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۵ ویاتی ص۱۰۱ وص۱۱۹ وص۱۲۰ وص۱۵۶ مسلم اول ص۲۳۴ ابوداؤد اول باب اذا کانوا ثلثۃ کیف یقومون ص۹۰ ترمذی اول باب ما جاء فی الرجل یصلی ومعہ رجال ونساء ص۳۲ نسائی اول امامۃ اذا کانوا ثلثۃ وامرأۃ ص۹۲

مقصد ترجمہ امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ نماز کی صحت وجواز کیلئے زمین ہی ضروری وواجب نہیں ہے نماز زمین کے علاوہ حصیر، خمرہ اور فرش وغیرہ سب پر درست ہے اس کیلئے امام بخاری رحؒ نے ان تمام افعال پر ترجمہ قائم کیا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہوئے ہیں اس لئے یہاں باب الصلوٰۃ علی الحصیر قائم کیا اس کے بعد باب الصلوٰۃ علی الخمرہ اور باب الصلوٰۃ علی الفرش لائیں گے۔

اور ترجمۃ الباب میں امام بخاری رحؒ نے حضرت جابرؓ اور حضرت ابوسعیدؓ کا اثر پیش کیا ہے مقصد یہ ہے کہ نماز چٹائی پر ہو یا کشتی کے تخت پر دونوں زمین کے علاوہ پر نماز ہے۔

۲؎ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس باب سے امام بخاری رحؒ کا مقصد ازالہ شبہات ہے مثلاً حضرت عمر بن عبدالعزیز رحؒ سے منقول ہے کہ جب چٹائی پر نماز پڑھتے تو سجدہ زمین ہی پر کرتے اور اگر چٹائی بڑی ہوتی تو سجدہ کی جگہ پر مٹی ڈال لیتے، نیز عروہ سے بھی یہ عمل منقول ہے۔

نیز ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت رباح سے فرمایا ترّب وجھک یعنی اپنی پیشانی کو خاک آلود کرو، بخاری رحؒ نے ان ابواب سے بتایا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے چٹائی و فرش وغیرہ پر نماز پڑھنا ثابت ہے زمین کا ہونا شرط نہیں۔

امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ چٹائی پر نماز پڑھنا درست ہے ان حضرات کا عمل تواضع پر محمول ہے یعنی امام بخاری رحؒ جمہور کے ساتھ ہیں۔

تشریح حدیث جدتہ ملیکۃ ضمیر کے مرجع میں علامہ عینی رحؒ نے دو قول نقل کیا ہے۔

۱؎ ابن عبدالبر وغیرہ کہتے ہیں یعود علی اسحاق وصححہ النووی اور ابن سعد وابن مندہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یعود الضمیر فی جدتہ علی انس رضؓ ولا تنافی بین کون ملیکۃ جدۃ انس وبین کونھا جدۃ اسحاق (عمدہ)

ملیکۃ حضرت انس بن مالک رضؓ کی والدہ ام سلیم رضؓ کی والدہ ہیں یعنی حضرت انس رضؓ کی نانی ہیں ام سلیمؓ

کے پہلے شوہر مالک بن نضر سے حضرت انس رضؓ ہیں، پھر ام سلیم رضؓ نے ابو طلحہ سے شادی کی جس سے عبداللہ وغیرہ پیدا ہوئے اور عبداللہ ہی کے بیٹے اسحاق ہیں جو حدیث کے راوی ہیں فافہم
دعوت رسول اللہ ﷺ اس دعوت میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے کھانا تناول فرمایا بعد میں نماز پڑھی۔ اور حضرت عتبان بن مالک رضؓ کے یہاں پہلے نماز پڑھی بعد میں کھانا تناول فرمایا حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں: فبدأ فی کل منہما باصل ما دعی لاجلہ، یعنی دونوں دعوت کے مقصد میں فرق تھا۔ عتبان رضؓ کے یہاں اصل مقصد نماز ہی تھی لیکن حضرت ملیکہ کے یہاں اصل مقصد دعوت تھی۔

کشتی میں نماز بیچ دریا میں چلتی ہوئی کشتی کے اندر نماز پڑھنے کی نوبت آئے اور دوران سر کا غالب گمان ہو تو بیٹھ کر نماز درست ہے لیکن اگر کشتی کنارے پر کھڑی ہے تو اتر کر زمین پر پڑھنا چاہیئے، اور اگر کشتی بندھی ہوئی مستقر ہے تو کھڑے ہو کر کشتی میں پڑھ لینا درست ہے لیکن باہر نکل کر زمین پر پڑھنا بہتر ہے کیوں کہ کوئی عذر نہیں ہے امام اعظم رحؒ سے منقول ہے کہ چلتی کشتی میں بیٹھ کر بھی نماز درست ہے کیوں کہ کشتی میں مسافر اکثر مشقت میں ہوتا ہے، دوران سر کی پریشانی ہوتی ہے لہٰذا سبب کو مسبب کے قائم مقام قرار دیا گیا جس طرح سفر کو قائم مقام مشقت کے قرار دیا گیا کہ ہر سفر میں قصر کا حکم ہو گیا۔
امام صاحب رحؒ کا استدلال حضرت انس رضؓ کی حدیث سے ہے۔ دوسرے حسن بن زیاد نے اپنی کتاب میں سوید بن غفلہ کی سند سے روایت کیا کہ میں نے حضرت ابو بکر رضؓ اور حضرت عمر رضؓ سے کشتی میں نماز کے بارے میں سوال کیا تو دونوں نے فرمایا کہ کشتی چلتی ہو تو نماز بیٹھکر پڑھے۔
(انوار الباری ص۱۰۱)

(بَابُ الصَّلٰوۃِ عَلَی الْخُمْرَۃِ) ۲۶۱

خمرہ یعنی چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھنے کا بیان

۳۷۳) حَدَّثَنَا اَبُوالْوَلِیْدِ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَۃُ قَالَ حَدَّثَنَا سُلَیْمَانُ الشَّیْبَانِیُّ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ شَدَّادٍ عَنْ مَیْمُوْنَۃَ قَالَتْ کَانَ النَّبِیُّ صلے اللہ علیہ وسلم یُصَلِّیْ عَلَی الْخُمْرَۃِ)

ترجمہ ام المومنین حضرت میمونہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چھوٹی چٹائی پر نماز پڑھتے تھے

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "یصلی علی الخمرۃ"

تعدد موضعہ | والحدیث ھھنا ص۵۵ و مر ص۴۷ و ص۵۵ یعنی حدیث ۳۷۱ ویاتی ص۷۴۔

مقصد ترجمہ | باب سابق میں حصیر پر نماز پڑھنے کا ثبوت بتایا تھا اب اس باب میں خمرہ پر نماز کا ثبوت پیش کررہے ہیں۔

حصیر۔ بڑی چٹائی جو قدم سے لیکر سجدہ گاہ تک ہو یعنی پورا مصلّی۔
اور خمرہ چھوٹی چٹائی یعنی نصف مصلّی کے مانند اور پیشانی چٹائی پر ہو تو قدم زمین پر یا اس کا برعکس۔
بخاری رح اس باب سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ دونوں طرح کی چٹائی پر نماز درست ہے۔ رہا یہ اشکال کہ ایک باب قبل یعنی باب ۲۵۹ میں یہ حدیث آچکی تھی پھر یہاں مستقل عنوان قائم کرکے اسی قطعہ حدیث کو لانے کی کیا ضرورت تھی؟
جواب صاف ہے کہ امام بخاری رح کا مقصد صرف جمع احادیث نہیں ہے بلکہ جمع احادیث کے علاوہ اختلاف سند، استنباط مسائل و احکام وغیرہ بھی ہے پھر کہیں تفصیل کہیں اختصار۔ اس لئے تکرار کا شبہ و اعتراض صحیح نہیں جیساکہ دونوں کے مقصد ترجمہ سے واضح ہے۔ واللہ اعلم

باب ۲۶۲ الصلوٰۃ علی الفراش وصلی انس بن مالک علی فراشہ وقال انس کنا نصلی مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فیسجد احدنا علی ثوبہ)

فرش (بچھونے) پر نماز پڑھنے کا بیان۔ اور حضرت انس بن مالک رض نے اپنے بچھونے پر نماز پڑھی اور حضرت انس رض نے فرمایا کہ ہم لوگ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں سے کوئی اپنے کپڑے پر بھی سجدہ کرلیتا۔

۳۷۴ (حدثنا اسمعیل قال حدثنی مالک عن ابی النضر مولی عمر بن عبید اللہ عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن عن عائشۃ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انھا قالت کنت انام بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورجلای فی قبلتہ فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی واذا قام بسطتھما قالت والبیوت یومئذ لیس فیھا مصابیح)

ترجمہ | نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ رض نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

کے سامنے سوتی تھی اور میرے دونوں پیر آپؐ کے قبلہ کی جانب ہی ہوتے تھے تو جب آپؐ سجدہ کرتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے دونوں پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپؐ کھڑے ہو جاتے تو میں انہیں پھیلا دیتی اور حضرت عائشہ رضؓ نے یہ بھی فرمایا کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہ تھے۔

مطابقة للترجمة | مطابقة الحديث للترجمة فى قولها "كنت انام" "لان نومها كان على الفراش وقد صرحت فى حديثها الآخر بقولها على الفراش، (عمده)

تعدد موضعه | والحديث ههنا ص۵۵ تا ص۵۶ ، وص۷۲ وص۷۳ ، ، ص۷۴ وفى الوتر ص۱۳۶ وفى النوافل، فى باب ما يجوز من العمل فى الصلوٰة ص۱۶۱ وفى الاستيذان فى باب السرير ص۹۲۸ ومسلم ص۱۹۸ . ابوداؤد اول المرأة لا تقطع الصلوٰة ص۱۰۳ ونسائى اول فى ترك الوضوء من مس الرجل المرأته من غير شهوة ص۲۱ .

۳۷۵ (حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ بُكَيْرٍ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ عُقَيْلٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ قَالَ اَخْبَرَنِى عُرْوَةُ اَنَّ عَائِشَةَ اَخْبَرَتْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ وَهِىَ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلٰى فِرَاشِ اَهْلِهٖ اِعْتِرَاضَ الْجَنَازَةِ)

ترجمہ | حضرت عائشہ رضؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے ہوتے تھے اور وہ (یعنی میں عائشہ) آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان آپؐ کے گھر کے فرش پر جنازہ کے مثل لیٹی ہوتی تھیں

مطابقة للترجمة | مطابقة الحديث للترجمة فى "على فراش اهله"

تعدد موضعه | والحديث ههنا ص۵۶ باقی کیلئے حدیث ۳۷۴ کے صفحات دیکھیے۔

۳۷۶ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوْسُفَ قَالَ نَا اللَّيْثُ عَنْ يَزِيْدَ عَنْ عِرَاكٍ عَنْ عُرْوَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّىْ وَعَائِشَةُ مُعْتَرِضَةٌ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ عَلَى الْفِرَاشِ الَّذِىْ يَنَامَانِ عَلَيْهِ)

ترجمہ | حضرت عروہ رحؒ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تھے اور حضرت عائشہ رضؓ آپؐ کے اور آپؐ کے قبلہ کے درمیان اس فرش پر لیٹی رہتیں جس پر دونوں سوتے تھے۔

مطابقة للترجمة | مطابقة الحديث للترجمة فى "على الفراش الذى ينامان عليه"

تعدد موضعه | والحديث ههنا ص۵۶ وباقى ص۷۲ ص۷۳ ، ، وص۱۳۶ ص۱۶۱ وص۹۲۸

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ نماز کیلئے حصیر و خمرہ کی تخصیص نہیں ہے ہر طرح کے فرش پر نماز پڑھنا درست ہے، اور جو بعض صحابہ وغیرہ سے منقول ہے کہ ٹاٹ چٹائی اور فرش وغیرہ پر نماز نہیں پڑھتے تھے اس کا ایک جواب گذر چکا ہے کہ تواضع پر محمول ہے۔
نیز منقول ہے کہ کانوا یکرھون الطنافس الخ یعنی وہ فرش قالین وغیرہ پر مکروہ سمجھتے تھے اس کا جواب یہ ہے کہ مراد مکروہ تنزیہی ہے اور مکروہ تنزیہی جواز کو مانع نہیں۔

تشریح باب کی پہلی حدیث یعنی حدیث ۳۷۴ میں ہے والبیوت یومئذ لیس فیھا مصابیح اس سے حضرت عائشہ رض دفع دخل مقدر فرما رہی ہیں کہ مجھ پر اعتراض نہ کرنا کہ میں پیر کیوں نہیں موڑ لیا کرتی تھی اسلیئے کہ چراغ نہیں تھا اس وجہ سے پتہ نہیں چلتا تھا کہ آپ ﷺ کب رکوع اور سجدہ میں جائینگے آپ ﷺ کا قیام بہت طویل ہوتا تھا چار چار پارے آپ ﷺ پڑھا کرتے تھے اس لئے میں دوبارہ پیر پھیلا لیا کرتی تھی۔ واللہ اعلم

عن عراک عن عروۃ اس باب کی تیسری روایت یعنی آخری حدیث سے مصنف رح پر یہ اعتراض کہ امام بخاری رح نے روایت مرسل کیسے نقل فرمائی؟
جواب:- جواب یہ ہے کہ یہ حدیث سابق حدیث کی تائید کیلئے ہے کہ سابق مطلق فرش ہے اس مرسل حدیث کو ذکر فرما کر بتلا دیا کہ فرش نرم تھا۔

بَابُ ۲۶۳ السُّجُودِ عَلَى الثَّوْبِ فِي شِدَّةِ الْحَرِّ وَقَالَ الْحَسَنُ كَانَ الْقَوْمُ يَسْجُدُونَ عَلَى الْعِمَامَةِ وَالْقَلَنْسُوَةِ وَيَدَاهُ فِي كُمِّهٖ

گرمی کی شدت میں کپڑے پر سجدہ کرنے کا بیان۔ اور حسن بصری رح نے فرمایا ہے کہ لوگ (یعنی صحابہ کرام) عمامہ اور ٹوپی پر سجدہ کر لیا کرتے تھے اور ان میں سے ہر ایک کے دونوں ہاتھ آستین میں ہوتے۔

۳۷۷ حَدَّثَنَا أَبُو الْوَلِيدِ هِشَامُ بْنُ عَبْدِ الْمَلِكِ قَالَ نَا بِشْرُ بْنُ الْمُفَضَّلِ قَالَ حَدَّثَنِي غَالِبُ الْقَطَّانُ عَنْ بَكْرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ كُنَّا نُصَلِّي مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَيَضَعُ أَحَدُنَا طَرَفَ الثَّوْبِ مِنْ شِدَّةِ الْحَرِّ فِي مَكَانِ السُّجُودِ

ترجمہ حضرت انس بن مالک رض نے فرمایا ہے کہ ہم لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتے تھے تو ہم میں بعض لوگ گرمی کی شدت کی وجہ سے اپنے کپڑے کا کنارہ سجدے کی جگہ رکھ لیتا۔

مطابقۃ للترجمۃ | مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی۔ فیضع احدنا طرف الثوب من

شدۃ الحر،

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۵۶ ویاتی فی المواقیت ص۷۷ وفی القهور ص۱۶۱ مسلم اول ص۲۲۵ کی چوتھی حدیث۔ ابوداؤد اول باب الرجل یسجد علی ثوبه ص۹۹ ترمذی اول ص۶۱ کی پہلی حدیث۔ نسائی اول باب السجود علی الثیاب ص۱۲۵ ابن ماجه اول باب السجود علی الثیاب فی الحر والبرد ص۷۳۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ زمین کے سخت گرم ہونے کی وجہ سے یا سخت سرد ہونے کی وجہ سے سجدہ کرنا دشوار ہو تو کپڑے پر سجدہ کر سکتے ہیں اب اگر منفصل موجود ہے تو جیسے تولیہ یا رومال تو اس کو رکھ کر سجدہ کرے۔ ولا خلاف فیه۔

لیکن اگر کپڑا منفصل یعنی الگ نہیں ہے تو متصل پر بھی سجدہ کرنا جائز ہے یعنی پہنے ہوئے کپڑے مثلاً عمامہ کے ایک پیچ کو پیشانی پر بڑھالے۔ یا ٹوپی پیشانی تک بڑھ سکتی ہے تو بڑھا کر سجدہ کرلے۔ نیز ہاتھ کی جگہ اگر زمین پر دشواری ہو تو آستین بڑھا کر ہاتھ رکھ لے یہی جمہور حنفیہ و مالکیہ کا مذہب ہے خلافاً للشافعی رح امام شافعی رح کے نزدیک منفصل پر جائز ہے چنانچہ علامہ نووی شافعی رح فرماتے ہیں " فیه دلیل لمن اجاز السجود علی طرف ثوبه المتصل به وبه قال ابو حنیفة والجمهور ولم یجوزه الشافعی وتاول هٰذا الحدیث وشبهه علی السجود علی ثوب منفصل به (شرح نووی ص۲۲۵)

اس سے امام بخاری رح کا مقصد جمہور کی تائید اور امام شافعی رح کی تردید ہے واللہ اعلم

امام بخاری رح نے باب کے تحت سب سے پہلے حضرت حسن بصری رح کا اثر نقل کیا ہے مگر ایک ٹکڑا، علامہ عینی رح نے پورا اثر نقل کیا ہے:-

ان اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم کانوا یسجدون وایدیهم فی ثیابهم ویسجد الرجل منهم علی قلنسوته وعمامته

صحابہ کرام رض اس حال میں سجدہ کرتے کہ ان کے ہاتھ کپڑوں میں ہوتے اور ان میں سے کچھ لوگ اپنی ٹوپی اور عمامہ پر سجدہ کرتے۔

(عمدۃ القاری، فتح الباری)

حنفیہ و مالکیہ کے نزدیک کور عمامہ پر مع الکراہت درست ہے۔

امام شافعی اور داؤد ظاہری و فی روایة امام احمد رح کے نزدیک سجدہ جائز نہیں علامہ عینی رح لکھتے ہیں کہ حضرت علی رض اور حضرت عبادہ بن صامت رض ابن عمر رض، ابراہیم نخعی و ابن سیرین وغیرہ یکرهون السجود علی العمامة (عمدہ)

حضرت انس بن مالک رضؓ کی روایت سے صاف معلوم ہوا کہ طرف الثوب پر سجدہ کرتے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وسامنے۔

نیز طرف الثوب سے ظاہر ہے کہ ثوب ملبوس مراد ہے۔

حضرات شوافع رحؒ اس کو ثوب منفصل کی تاویل کرتے ہیں یا فرماتے ہیں کہ بہت بڑا اور لمبا کپڑا ہوگا کہ سجدہ میں ڈالا ہو اگوشہ مصلی کی حرکت سے متحرک نہ ہو، اگر متحرک ہوتا ہے تو نماز صحیح نہیں ہوگی۔

(بَابُ ۲۶۴ الصَّلٰوۃِ فِی النِّعَالِ)

چپلوں کے ساتھ نماز پڑھنے کا بیان

والمناسبة بين البابين من حيث ان فی الباب السابق تغطیة الوجه بالثوب الذی یسجد علیه وفی هذا الباب تغطیة بعض القدمین (عمدہ)

۳۷۸ (حَدَّثَنَا اٰدَمُ بْنُ اَبِیْ اِیَاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَنَا اَبُوْمَسْلَمَةَ سَعِیْدُ بْنُ یَزِیْدَ الْاَزْدِیُّ قَالَ سَاَلْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِكٍ اَكَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیه وسلم یُصَلِّیْ فِیْ نَعْلَیْهِ قَالَ نَعَمْ)

ترجمہ ابو مسلمہ سعید بن یزید ازدی رحؒ نے بیان کیا کہ میں نے حضرت انس بن مالک رضؓ سے پوچھا کہ کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چپلوں کے ساتھ نماز پڑھتے تھے؟ تو حضرت انس رضؓ نے فرمایا "ہاں"

مطابقة للترجمة مطابقة الحدیث للترجمة فی "یصلی فی نعلیه قال نعم"

تعدد موضعه والحدیث ههنا ص۵۶ ویاتی فی اللباس ص۸۶۸ مسلم اول ص۲۰۸ کی پہلی حدیث ترمذی باب ماجاء فی الصلوٰۃ فی النعال ص۵۳ نسائی اول الصلوٰۃ فی النعلین ص۹۸

مقصد ترجمہ چوں کہ قرآن حکیم میں ارشاد الٰہی ہے: اِنِّیْٓ اَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ نَعْلَیْكَ اِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًی" (سورہ طٰہٰ)

اس سے شبہ ہوسکتا ہے کہ جب میدان طویٰ میں حضوری رب کیلئے جوتے اتارنے کا حکم ہے تو مسجد میں بطریق اولیٰ جوتا اتارنا چاہیئے اور جوتا پہن کر نماز جائز نہ ہونا چاہئے۔

امام بخاری رحؒ نے اس باب کے ذریعہ اس شبہ کا ازالہ کردیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے جوتے

پہنکر نماز پڑھنا ثابت ہے البتہ شرائط نماز کا لحاظ ضروری ہے کہ جوتا پاک ہونا پاک ہونے کی صورت میں نماز باطل۔
۲ سجدہ صحیح ہو یعنی ایسا چپل ہو کہ جس سے پیر کی انگلیاں زمین سے لگ سکتی ہوں لیکن ہمارے یہاں کے جوتے میں سجدہ صحیح نہیں ہوگا اور نہ نماز صحیح ہوگی۔ البتہ ایسا چپل ہو کہ جس سے وضع القدم علی الارض ہو اور پاک ہو تو نماز درست ہوگی۔
بلکہ اس ارشاد نبوی پر عمل کرنے کی نیت سے کم از کم گھر پر یا کسی بھی مسجد سے باہر ایک دو مرتبہ پڑھنا باعث ثواب ہوگا۔ انشاء اللہ

(باب ۲۶۵ الصلوٰۃ فی الخفاف)

موزوں میں (موزے پہنکر) نماز پڑھنے کا بیان

۳۷۹ (حدثنا ادم قال حدثنا شعبة عن الاعمش قال سمعت ابراهيم يحدث عن همام بن الحارث قال رأيت جرير بن عبدالله بال ثم توضأ ومسح على خفيه ثم قام فصلى فسئل فقال رأيت النبي صلى الله عليه وسلم صنع مثل هذا قال ابراهيم فكان يعجبهم لان جريرا كان من اخر من اسلم)

ترجمہ ہمام بن حارث سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے جریر بن عبداللہؓ کو دیکھا انہوں نے پیشاب کیا پھر وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا پھر وہ کھڑے ہوئے اور نماز پڑھی (یعنی موزوں سمیت) تو حضرت جریرؓ سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح کرتے دیکھا ہے ابراہیم نخعیؒ کہتے ہیں کہ حضرت جریرؓ کی یہ حدیث لوگوں کو بہت پسند تھی کیوں کہ حضرت جریرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو آخر میں اسلام لائے تھے (یعنی حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کے سال صرف چند مہینے قبل)

مطابقة للترجمة | مطابقة الحديث للترجمة فی «ومسح على خفيه ثم قام فصلى»

تعدد موضعه | والحديث ههنا ۵۶ وخرجه مسلم اول ۱۳۲ تا ۱۳۳ ترمذی اول ۱۴ ونسائی

اول باب المسح علی الخفین ص۱۱۔

۳۸۰ (حدثنا اسحاق بن نصر قال حدثنا ابو اسامة عن الاعمش عن مسلم عن مسروق عن المغيرة بن شعبة قال وضأت النبي صلى الله عليه وسلم فمسح على خفيه وصلى)

ترجمہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو وضو کرایا آپؐ نے خفین پر مسح فرمایا اور نماز پڑھی۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " فمسح علی خفیہ وصلی "

تعدد موضعہ والحدیث ھٰہنا ص۵۶ و ص۳۰ و ص۴۹ و ص۶۳ و ص۸۲۳۔

مقصد ترجمہ باب کی دونوں حدیثوں سے خفین پر مسح کا جواز ثابت ہوا اور امام بخاریؒ نے نعال کے بعد خفاف کو بیان کرکے شیعہ وغیرہ کی تردید کردی چونکہ شیعہ کہتے ہیں کہ آیت وضو سے مسح علی الخفین منسوخ ہے امام بخاری نے حضرت جریر رضؓ کی حدیث لاکر یہ بتلادیا کہ منسوخ نہیں ہے اسلئے کہ حضرت جریر رضؓ آیت مائدہ کے بعد سنہ۱۰ھ رمضان المبارک میں مشرف باسلام ہوئے جب صحابہ نے حضرت جریر کی حدیث سنی تو بہت خوش ہوئے کہ مسح علی الخفین کا جواز بدستور باقی ہے اور شیعہ کی پوری پوری تردید ہوگئی۔

باب ۲۶۶ اذا لم يتم السجود

جب مصلی سجدہ پورا نہ کرے؟ (تو کیا حکم ہے؟)

۳۸۱ (حدثنا الصلت بن محمد قال نا مهدي عن واصل عن ابي وائل عن حذيفة انه رأى رجلا لا يتم ركوعه ولا سجوده فلما قضى صلوته قال له حذيفة ما صليت قال واحسبه قال لو مت مت على غير سنة محمد صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ حضرت حذیفہ رضؓ سے روایت ہے کہ انھوں نے ایک شخص کو دیکھا جو (نماز میں) اپنے رکوع

اور سجدہ کو پورا نہیں کرتا تھا، جب وہ اپنی نماز پوری کر چکا تو حضرت حذیفہؓ نے اس سے کہا تو نے نماز نہیں پڑھی (یعنی تیری نماز واجب الاعادہ ہے) ابو وائل کہتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ حضرت حذیفہؓ نے اس سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر تو (اس حالت میں) مرا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر نہ مرے گا۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "لا یتم رکوعہ ولا سجودہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰہنا ص۵۶ وباقی ص۱۰۹ وص۱۱۲

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح نماز کیلئے ستر عورت شرط ہے جس کے فوت ہونے سے نماز فوت ہو جائے گی باقی اعضاء کا ستر بھی مطلوب ہے اگرچہ درجہ شرط میں نہیں۔

ٹھیک اسی طرح نماز میں رکوع وسجدہ نماز کا رکن وجزء ہے جس کے فوت ہونے سے نماز فوت ہو جائے گی اسلئے سجدہ کی تمامیت ضروری ہے نیز سجدہ کی صحت کیلئے دو شرطیں بنیادی ہیں ۱۔ وضع الجبہۃ علی الارض یعنی پیشانی کا زمین پر رکھنا۔

۲۔ سجدہ کے وقت قدم کا زمین پر رہنا اگر پورے سجدہ میں قدمین زمین سے اٹھائے رکھا تو سجدہ نہیں ہوگا اس لئے امام بخاری نے اتمام سجدہ کی بحث کو یہاں ذکر کیا ہے اور اسی سجدہ کی مناسبت سے بعد والا باب ذکر کیا ہے۔

تشریح یہ باب اذا لم یتم السجود اور اس سے ملحق باب "باب یبدی ضبعیہ الخ" دونوں باب مع حدیث ص۱۱۲ پر آرہا ہے اسی لئے شراح بخاری یعنی علامہ عینیؒ اور حافظ عسقلانیؒ فرماتے ہیں یہ ابواب مستملی کے نسخہ میں نہیں ہیں۔ مزید حافظ عسقلانی کہتے ہیں "وھو الصواب" کیونکہ ان ابواب کا تعلق صفۃ الصلوٰۃ سے ہے اسلئے اس کا محل بھی وہیں ہے ان ابواب کا اس جگہ ہونا ناسخین کی غلطی ہے چنانچہ فتح الباری شرح بخاری لابن رجب حنبلی میں یہ ابواب اس جگہ نہیں ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ کی بھی یہی رائے ہے شاہ صاحبؒ "شرح تراجم" میں فرماتے ہیں کہ فربری سے منقول ہے کہ کتاب یعنی صحیح بخاری کے بعض اوراق کتاب سے علیحدہ تھے بخاری کے بعض ناسخین سے غلطی ہوئی کہ ان اوراق کو مصنفؒ کے مقصد کے خلاف جگہ میں ملحق کر دیا اور حقیقت بھی یہی ہے اگر صفحہ ۱۱۲ کو بغور دیکھا جائے۔ واللہ اعلم

باب ۲۶۷

یُبْدِیْ ضَبْعَیْہِ وَیُجَافِیْ جَنْبَیْہِ فِی السُّجُوْدِ

سجدے میں (نمازی) اپنے بازوؤں کو ظاہر کرے اور بازوؤں کو پہلوؤں سے الگ رکھے

۳۸۲ (حَدَّثَنَا یَحْیٰی بْنُ بُکَیْرٍ قَالَ حَدَّثَنِیْ بَکْرُ بْنُ مُضَرَ عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ ابْنِ ھُرْمُزَ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَالِكٍ ابْنِ بُحَیْنَۃَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم کَانَ اِذَا صَلّٰی فَرَّجَ بَیْنَ یَدَیْہِ حَتّٰی یَبْدُوَ بَیَاضُ اِبْطَیْہِ وَقَالَ اللَّیْثُ حَدَّثَنِیْ جَعْفَرُ بْنُ رَبِیْعَۃَ نَحْوَہٗ)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو (سجدے میں) اپنے دونوں ہاتھوں کے درمیان اتنی کشادگی رکھتے کہ آپ کے دونوں بغلوں کی سفیدی ظاہر ہو جاتی۔ اور لیث نے کہا کہ مجھ سے جعفر بن ربیعہ نے اسی طرح روایت بیان کی۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "کان اذا صلی فرج" لان المراد صلی، سجد من قبیل اطلاق الکل وارادۃ الجزء، یعنی کل بولکر جزء مراد لیا گیا۔ جیسا کہ یہی روایت عبد اللہ بن مالک ابن بحینہ رضی اللہ عنہ کی ص۵۰۳ میں ہے جس میں بجائے اذا صلی کے اذا سجد ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۵۶ وباقی ص۱۱۳ وص۵۰۳ ومسلم ص۱۹۴ نسائی اول باب صفۃ السجود ص۱۲۴۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رحمہ اللہ اس باب میں باب سابق یعنی اتمام سجدہ والی روایت کی مزید تشریح کر رہے ہیں کہ سجدہ میں ہاتھوں کو کشادہ اور پہلوؤں سے الگ رکھنا چاہیے جیسا کہ حدیث الباب سے ظاہر ہے۔

تشریح عبد اللہ بن مالک ابن بحینۃ علامہ نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں الصواب فیہ ان ینون مالك ویکتب ابن بالالف الخ (شرح مسلم ص۱۹۴)

یعنی مالك پر تنوین پڑھنا چاہیے اور ابن بحینۃ میں ابن کے الف کو لکھنا چاہیے اس لئے کہ یہاں ابن مالک کی صفت نہیں ہے چونکہ بحینہ عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی والدہ اور مالک والد ہیں عام دستور سے ہٹ کر

حضرت عبداللہ بن مالکؓ کا انتساب ماں باپ دونوں کی طرف کیا جاتا ہے فوسج بین یدیہ یہ حکم صرف مردوں کیلئے ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں کی طرف سے اونچے اور ہتھیلیوں کی طرف نیچے چنانچہ مردوں کیلئے افتراش ذراعین کی ممانعت ہے البتہ عورتوں کیلئے چونکہ تستر غایت درجہ مطلوب ہے اسلئے سہولت رکھی گئی تفصیل صفت الصلوٰۃ میں آئے گی۔ انشاء اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(بَابُ فَضْلِ اِسْتِقْبَالِ الْقِبْلَةِ يَسْتَقْبِلُ بِاَطْرَافِ رِجْلَيْهِ الْقِبْلَةَ قَالَهُ اَبُوْحُمَيْدٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)[۲۶۸]

استقبال قبلہ کی فضیلت کا بیان، نمازی نماز میں اپنے پیروں کی انگلیوں کا رُخ بھی قبلہ کیطرف رکھے، اسکو ابوحمیدؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے

وسیاتی فی الاذان موصولا ص۱۱۴

۳۸۳ (حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَبَّاسٍ قَالَ حَدَّثَنَا ابْنُ مَهْدِيٍّ قَالَ حَدَّثَنَا مَنْصُوْرُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مَيْمُوْنِ بْنِ سِيَاهٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ صَلّٰى صَلٰوتَنَا وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا وَاَكَلَ ذَبِيْحَتَنَا فَذٰلِكَ الْمُسْلِمُ الَّذِيْ لَهٗ ذِمَّةُ اللهِ وَذِمَّةُ رَسُوْلِهٖ فَلَا تُخْفِرُوا اللهَ فِيْ ذِمَّتِهٖ)

ترجمہ حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص ہماری طرح نماز پڑھے اور ہمارے قبلے کیطرف (نماز میں) منہ کرے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو یہ وہ مسلمان ہے جس کیلئے اللہ اور اس کے رسول کا ذمہ ہے تو اللہ کی ذمہ داری میں خیانت نہ کرو۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی واستقبل قبلتنا،،

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۵۶ و ص۵۷ والنسائی ثانی ۔ صفۃ المسلم ص۲۳۰۔

۳۸۴ (حَدَّثَنَا نُعَيْمٌ قَالَ نَا ابْنُ الْمُبَارَكِ عَنْ حُمَيْدٍ الطَّوِيْلِ عَنْ اَنَسٍ

بن مالك قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أمرت أن أقاتل الناس حتى يقولوا لا إله إلا الله فإذا قالوها وصلوا صلوتنا و استقبلوا قبلتنا و اكلوا ذبيحتنا فقد حرمت علينا دماؤهم و اموالهم إلا بحقها وحسابهم على الله وقال علي بن عبد الله حدثنا خالد بن الحارث قال نا حميد قال سأل ميمون بن سياه انس بن مالك فقال يا ابا حمزة ما يحرم دم العبد وماله فقال من شهد ان لا اله الا الله و استقبل قبلتنا و صلى صلوتنا و اكل ذبيحتنا فهو المسلم له ما للمسلم و عليه ما على المسلم وقال ابن ابي مريم انا يحيى بن ايوب قال نا انس عن النبي صلى الله عليه وسلم)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی سے روایت ہے کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجھے اس وقت تک لوگوں سے جنگ کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک وہ لا الہ الا اللہ نہ کہدیں تو جب وہ یہ (کلمہ) کہدیں اور ہماری طرح نماز پڑھنے لگیں اور ہمارے قبلہ کا استقبال کریں اور ہمارے ذبیحہ کو کھائیں تو بلاشبہ ہم پر ان کے خون اور مال حرام ہو گئے مگر اس (جان و مال) کے حق کی بنا پر اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔ اور علی بن عبداللہ نے کہا کہ ہم سے خالد بن حارث نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ ہم سے حمید طویل نے بیان کیا کہ میمون بن سیاہ نے حضرت انس بن مالک رض سے پوچھا کہ اے ابوحمزہ (کنیت انس بن مالک رض) کونسی چیز انسان کی جان اور اس کے مال کو حرام قرار دیتی ہے؟ تو حضرت انس رض نے فرمایا کہ جو شخص اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور ہمارے قبلہ کا استقبال کرے اور ہمارے نماز کی طرح نماز پڑھے اور ہمارا ذبیحہ کھائے تو وہ مسلمان ہے جو ایک مسلمان حق کا ہے وہ اس کا حق ہے اور جو مسلمان پر لازم ہے وہ اس پر لازم ہے اور ابن ابی مریم نے کہا کہ یحییٰ بن ایوب نے بیان کیا انھوں نے کہا کہ ہم سے حمید نے بیان کیا کہ ہم سے حضرت انس بن مالک رض نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة في "استقبل قبلتنا"۔

تعدد موضعہ والحديث هنا ص۵۶ تا ص۵۷۔

مقصد ترجمہ علامہ عینی رح فرماتے ہیں کہ مصنف رح ستر عورت کے احکام بانواعہا کے بیان سے فراغت کے بعد نماز کی دوسری شرط استقبال قبلہ کا بیان شروع کر رہے ہیں اور یہ ترتیب بھی

امام بخاری رحؒ کی دقت نظر و بالغ نظری پر دال ہے اسلئے کہ انسان جب نماز شروع کرنے کا ارادہ کرتا ہے تو سب سے پہلے ستر عورت کی ضرورت ہو گی پھر قبلہ رو ہو کر نماز شروع کرے گا، اسی ضمن میں مساجد کے احکام بھی بیان کرینگے۔

امام بخاری رحؒ کا مقصد قبلہ کی عظمت و رفعت شان ظاہر کرنا ہے جیساکہ حدیث باب سے معلوم ہوگا کہ استقبال قبلہ ان خصائل و شعائر میں سے ہے جو اسلام و کفر کے درمیان فارق وخط امتیاز ہے فالحمد

ابوحمید یہ صفحہ ۱۱۴ پر آرہا ہے۔

تشریح ہمارے ہندوستانی نسخوں میں اس باب کے آغاز میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" صحیح بخاری شریف میں بسم اللہ کی مختلف صورتیں ہیں جس کی کچھ تفصیل نصر الباری جلد اول ص۱۷،۲ امیں دیکھی جاسکتی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ کتاب الصلوٰۃ نہ ابتدا ہے نہ انتہا ہے ؟ یہ درمیان کتاب میں بسملہ کی کیا وجہ ہے ؟

مختصر جواب یہ ہے کہ لکھتے لکھتے کسی ضرورت یا کسی عذر کی بنا پر لکھنا موقوف ہوتا پھر جب امام بخاری لکھنا شروع فرماتے تو بسم اللہ سے شروع کرتے۔ مطلب یہ ہوا کہ بعد الفترۃ لکھنے کی ابتدا ہے

امام بخاری رحؒ نے اس باب کے تحت دو روایت ذکر فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوا کہ جو آدمی ظاہری طور پر اسلامی کلمہ کا اقرار کرے اسلامی شعار ظاہر کرے مثلاً فقط اپنے منہ سے کہدے اسلمت میں مسلمان ہوگیا میں مسلمان ہوں یا کلمۂ ایمانی پڑھ لے تو اس سے تعرض جائز نہیں وحسابہم علی اللہ یعنی دل کی حالت اللہ کے حوالے ہے۔

الا بحقہا ای الا بحق الدماء والاموال (عمدہ) یعنی اگر ایسے شخص پر جان یا مال کا قصاص یا تاوان واجب ہو تو وہ اس سے ضرور وصول کیا جائے گا جیسے کوئی ایسا کام کرے جن پر اسلام میں حفظ دم نہیں ہے تو پھر حفظ دم نہیں ہوگا مثلاً کسی کو قتل کردے تو قصاص میں قتل کیا جائے گا یا محصن زنا کرے تو رجم کیا جائے گا۔ (قال ابن ابی مریم اخبرنا یحیی قال حدثنا حمید قال حدثنا انس

امام بخاری رحؒ نے اس تعلیق کو اسلئے ذکر فرمایا کہ حمید طویل کے متعلق تدلیس کا قول منقول ہے اور انہوں نے حضرت انس رضؓ سے عن کے ساتھ روایت نقل کی ہے اور مدلس کے معنعنہ میں انقطاع کا احتمال ہے اسلئے تحدیث ثابت کرنے کیلئے حدثنا انس ذکر فرمایا۔

بَابُ ۲۶۹ قِبْلَةِ اَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَاَهْلِ الشَّامِ وَالْمَشْرِقِ لَيْسَ فِي الْمَشْرِقِ وَلَا فِي الْمَغْرِبِ قِبْلَةٌ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا

مدینہ والوں اور شام والوں کے قبلے کا بیان۔ اور مشرق (اور مغرب) کا بیان (یعنی مدینہ منورہ سے مشرق کیجانب

رہنے والوں اور مغرب کیجانب رہنے والوں کا بیان) مشرق اور مغرب میں (مدینہ اور شام والوں کا) قبلہ نہیں ہے اس لئے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (مدینہ والوں سے) پیشاب یا پاخانہ کے وقت قبلہ کیطرف منہ نہ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رُخ کر لو۔

۳۸۵ (حَدَّثَنَا عَلِيُّ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ نَا سُفْيَانُ قَالَ نَا الزُّهْرِيُّ عَنْ عَطَاءِ بْنِ يَزِيْدَ اللَّيْثِيِّ عَنْ أَبِي أَيُّوْبَ الْأَنْصَارِيِّ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِذَا أَتَيْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوْهَا وَلٰكِنْ شَرِّقُوْا أَوْ غَرِّبُوْا قَالَ أَبُوْ أَيُّوْبَ فَقَدِمْنَا الشَّامَ فَوَجَدْنَا مَرَاحِيْضَ بُنِيَتْ قِبَلَ الْقِبْلَةِ فَنَنْحَرِفُ وَنَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ وَعَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ أَبَا أَيُّوْبَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ)

ترجمہ حضرت ابو ایوب انصاری سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم قضائے حاجت کیلئے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف رُخ کرو اور نہ قبلہ کی طرف پیٹھ کرو بلکہ مشرق یا مغرب کی طرف رخ کر لو۔

حضرت ابو ایوب انصاری رضؓ کا بیان ہے کہ پھر ہم شام گئے تو ہم نے وہاں قبلہ رُخ بنے ہوئے بیت الخلاء دیکھے چنانچہ ہم مڑ جاتے تھے اور اللہ تعالےٰ سے استغفار کرتے۔

اور زہری رحؒ نے عطار سے روایت کی عطار نے کہا کہ میں نے حضرت ابو ایوب رضؓ سے سُنا انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے۔

مطابقۃ للترجمۃ مُطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "شرقوا وغربوا"، لانہ قال فیھا لیس فی المشرق ولا فی المغرب قبلۃ فاذا لم تکن فیھما قبلۃ یتوجہ المستنجی الیھا اما یشرق واما یغرب (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۲۵ ومضیٰ ص۲۶ مسلم اول باب الاستطابۃ ص۱۳۰ نسائی اول النھی عن استدبار القبلۃ عند الحاجۃ ص۵ ترمذی اول باب فی النھی عن استقبال القبلۃ بغائط او بول ص۳ ابوداؤد اول باب کراھیۃ استقبال القبلۃ ص۳ ابن ماجہ باب النھی عن استقبال القبلۃ بالغائط والبول ص۲۷

مقصد ترجمہ امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ اہل مدینہ اور اہل شام کا قبلہ نہ مشرق میں ہے نہ مغرب میں بلکہ ان لوگوں کا قبلہ جنوب کیجانب ہے۔

والمشرق یہاں مشرق کا قاف مجرور ہے اور مراد عام اہل مشرق نہیں ہے بلکہ خاص ہے کہ جو مدینہ سے ٹھیک

مشرق میں یا مغرب میں ہیں ان کا حکم ہے لیس فی المشرق ولا فی المغرب قبلۃ، جیسے امام بخاری رح کا وطن بخارا اور مرو وغیرہ۔

ورنہ مطلق اہل مشرق کا قبلہ بلا شبہ مغرب کی جانب ہے جیسے ہم ہند و پاک اور بنگلہ دیش وغیرہ کے رہنے والے اہل مشرق ہیں ہمارا قبلہ مغرب ہی کی جانب واقع ہے۔ یہاں لفظ والمشرق اکتفا کے قبیل سے ہے مراد مشرق و مغرب دونوں ہیں یعنی احد المتقابلین کے ذکر پر اکتفا کرلیا۔ کما فی القرآن الحکیم وجعل لکم سرابیل تقیکم الحر پ۱۴ ع ۱۷ ای والبرد۔

ع۲ وقال البعض امام بخاری رح کا مقصد ابو عوانہ وغیرہ کا رد ہے جو کہتے ہیں کہ استقبال و استدبار عند الحاجت کی ممانعت صرف اہل مدینہ کیلئے ہے۔

باقی اقوال فقہاء و دیگر تفصیلات کیلئے ملاحظہ فرمائیے باب ۱۹۶ کی حدیث ۱۴۴۔

باب ۲۷

(قولِ اللہِ عزّ وجلّ وَاتَّخِذُوا مِن مَّقَامِ اِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى)

اللہ تعالٰی کا ارشاد " اور مقام ابراہیم کو نماز کی جگہ بناؤ

۳۸۶ (حدَّثنا الحُمَيدِيُّ قال نا سُفيانُ قال نا عَمرُو بنُ دِينارٍ قال سَأَلنا ابنَ عُمَرَ عن رَجُلٍ طافَ بالبيتِ لِلعُمرةِ ولم يَطُفْ بَينَ الصَّفا والمروةِ أيأتي امرأتَهُ فقال قَدِمَ النبيُّ صلى الله عليه وسلم فطافَ بالبيتِ سَبعًا وصَلّى خَلفَ المَقامِ رَكعتَينِ وطافَ بَينَ الصَّفا والمروةِ وقد كانَ لكم في رسولِ اللهِ أُسوةٌ حسنةٌ وسَألنا جابرَ بنَ عبدِ اللهِ فقال لا يَقرَبَنَّها حتى يَطوفَ بَينَ الصَّفا والمروةِ)

ترجمہ عمرو بن دینار نے بیان کیا کہ ہم نے حضرت ابن عمر رض سے پوچھا کہ ایک شخص نے عمرہ کے لئے بیت اللہ کا طواف کیا اور صفا و مروہ کے درمیان سعی نہیں کی تو کیا وہ اپنی بیوی کے پاس جا سکتا ہے (یعنی کیا صحبت کرسکتا ہے؟) تو حضرت ابن عمر رض نے فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم (مکہ میں) تشریف لائے تو بیت اللہ کا طواف کا سات مرتبہ طواف کیا اور مقام ابراہیم کے پیچھے دو رکعتیں پڑھیں اور صفا و مروہ کے درمیان سعی کی اور بیشک تمہارے لئے اللہ کے رسول صلی اللہ وسلم کی ذات میں عمدہ نمونہ

موجود ہے اور عمرو بن دینار نے کہا اور ہم نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ سے بھی اس مسئلہ کو پوچھا تو انہوں نے کہا وہ شخص عورت سے اس وقت تک صحبت نہ کرے جب تک صفا و مروہ کے درمیان سعی نہ کرلے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "وصلی خلف المقام رکعتین"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۷ ویاتی فی المناسک ص۲۲ وایضا فی باب من صلی رکعتی الطواف خلف المقام ص۲۲ و ص۲۲۳ و ص۲۴۱ مسلم اول ص۴۰۵ نسائی ثانی فی "این یصلی رکعتی الطواف ص۳۱ وطواف من اھل بعمرۃ ص۲۹ وذکر خروج النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی الصفا الخ ص۳۲ وابن ماجہ فی المناسک باب الرکعتین بعد الطواف ص۲۱۸۔

۳۸۷ (حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ سَيْفٍ يَعْنِي ابْنَ اَبِي سُلَيْمَانَ قَالَ سَمِعْتُ مُجَاهِدًا قَالَ أُتِيَ ابْنُ عُمَرَ فَقِيْلَ لَهُ هٰذَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ الْكَعْبَةَ فَقَالَ ابْنُ عُمَرَ فَاَقْبَلْتُ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ خَرَجَ وَاَجِدُ بِلَالًا قَائِمًا بَيْنَ الْبَابَيْنِ فَسَاَلْتُ بِلَالًا فَقُلْتُ اَصَلّٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْكَعْبَةِ قَالَ نَعَمْ رَكْعَتَيْنِ بَيْنَ السَّارِيَتَيْنِ اللَّتَيْنِ عَلٰى يَسَارِهِ اِذَا دَخَلْتَ ثُمَّ خَرَجَ فَصَلّٰى فِي وَجْهِ الْكَعْبَةِ رَكْعَتَيْنِ)

ترجمہ سیف ابن ابی سلیمان سے روایت ہے انھوں نے کہا کہ میں نے مجاہدؒ سے سنا کہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس کوئی شخص آیا اور بتایا کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کعبہ کے اندر تشریف لے گئے ہیں حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ یہ سنکر میں (خانہ کعبہ کے پاس) پہنچا تو آپ باہر آچکے تھے اور میں دیکھتا ہوں کہ حضرت بلالؓ دونوں دروازوں کے درمیان کھڑے ہیں میں نے بلالؓ سے پوچھا کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے اندر نماز پڑھی ہے؟ انھوں نے فرمایا کہ ہاں دو رکعت ان دو ستونوں کے درمیان جو تمہارے اندر جاتے وقت بائیں ہاتھ کی طرف پڑتے ہیں پھر حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکلے اور کعبہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "فصلی فی وجہ الکعبۃ"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۷ ویاتی ص۶۷ و ص۷۲ " و ص۱۵۷ فی المناسک ص۲۱۷ و ص۲۱۹

وفی المغازی ص۶۱۴ و ص۶۳۱ مسلم اول فی الحج ص۴۲۸، ابوداؤد اول فی المناسک فی باب الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۲۷۷ نسائی کتاب المساجد فی الصلوٰۃ فی الکعبۃ ص۸۰۔

۳۸۸ (حَدَّثَنَا اِسْحٰقُ بْنُ نَصْرٍ قَالَ حَدَّثَنَا عَبْدُ الرَّزَّاقِ قَالَ اَخْبَرَنَا ابْنُ جُرَیْجٍ عَنْ عَطَاءٍ قَالَ سَمِعْتُ ابْنَ عَبَّاسٍ قَالَ لَمَّا دَخَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الْبَیْتَ دَعَا فِیْ نَوَاحِیْہِ کُلِّھَا وَلَمْ یُصَلِّ حَتّٰی خَرَجَ مِنْہُ فَلَمَّا خَرَجَ رَکَعَ رَکْعَتَیْنِ فِیْ قُبُلِ الْکَعْبَۃِ وَقَالَ ھٰذِہٖ ھِیَ الْقِبْلَۃُ)

ترجمہ عطا بن ابی رباح رحؒ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں حضرت ابن عباس رضؓ سے سُنا انہوں نے کہا کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ میں داخل ہوئے تو آپؐ نے خانہ کعبہ کے تمام گوشوں میں دعا کی اور نماز نہیں پڑھی حتی کہ آپؐ باہر تشریف لائے پھر جب آپؐ باہر آگئے تو آپؐ نے کعبہ کے سامنے دو رکعتیں پڑھیں اور فرمایا کہ قبلہ یہی ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "رکع رکعتین فی قبل الکعبۃ"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۷ وفی المناسک ص۲۱۵ وفی کتاب الانبیاء ص۴۷۳ و فی المغازی ص۶۱۴۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ نمازوں میں کعبہ معظمہ کا استقبال ضروری و لازم ہے اور اس سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ امام بخاری رحؒ کے نزدیک آیۃ کریمہ مذکورہ میں واتخذوا بصیغہ امر ہے جو مشہور قرأت ہے اور امر ایجابی ہے۔

نیز اس صورت میں مقام ابراہیم سے مراد کعبہ مکرمہ ہے۔

بعض علماء کرام کا خیال یہ ہے کہ امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ بتانا ہے کہ اتخذوا میں امر استحبابی ہے چونکہ حضرت بلال رضؓ کی روایت میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ مکرمہ کے اندر نماز پڑھی ہے تو ظاہر ہے کہ مقام ابراہیم کا استقبال نہ تھا معلوم ہوا کہ امر استحبابی ہے۔

امر کو استحبابی ماننے کی صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ نماز سے مراد خاص رکعتی الطواف ہے یعنی طواف کعبہ کے بعد دو رکعت مقام ابراہیم کے پاس پڑھنا افضل و زیادہ بہتر ہے۔

مقام ابراہیم مقام ابراہیم سے کیا مراد ہے؟ مفسرین کے اقوال مختلف ہیں علامہ عینی رحؒ لکھتے ہیں "اختلف المفسرون فی المراد بالمقام ماھو؟

پھر تفصیل اقوال نقل کرتے ہیں:- (۱) مقام ابراہیم الحرم کلہ یعنی پورا حرم شریف۔ یہی منقول ہے، مجاہد، اور عطار وغیرہ سے۔
(۲) عرفہ، مزدلفہ اور منیٰ یعنی مواقف حج (۳) وہ مقام جہاں وہ پتھر رکھا ہوا ہے۔ جسپر کھڑے ہوکر حضرت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ کی تعمیر کی اور اس پر حضرت ابراہیمؑ کے نشانات قدم ہیں۔
(۴) بیت اللہ شریف، آیت کریمہ میں یہی مراد ہے جیسا کہ باب کی تیسری یعنی آخری حدیث میں تصریح ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ کے سامنے دو رکعت پڑھ کر فرمایا ھی القبلۃ یہی قبلہ ہے۔

نیز اس صورت میں باب کی ذکر کردہ تمام روایات ترجمہ سے منطبق ہوجاتی ہیں۔ اور اگر مقام ابراہیم سے مراد وہی مقام پتھر لیا جائے تو امر استحبابی ہوا اور مراد رکعتی الطواف ہوگی۔ اسلئے علماء اسلام کا اس پر اتفاق ہے کہ بیت اللہ شریف کا کسی حصہ کا استقبال فرض ہے حتی کہ اگر کوئی اس طرح کھڑا ہوکر نماز پڑھے کہ بیت اللہ شریف کے کسی حصہ کا استقبال نہ ہو تو نماز نہیں ہوگی۔
اور اگر دوسرا قول یعنی عرفہ وغیرہ مراد لی جائے تو معنی ہوں گے کہ ان مقامات کو مقام دعا بناؤ کہ ان مواضع میں دعا مقبول ہوتی ہے۔

سالنا ابن عمر حضرت ابن عمرؓ کے جواب سے معلوم ہوا کہ صرف طواف کے بعد عمرہ سے حلال نہ ہوگا سعی بین الصفا والمروہ ضروری ہے چونکہ حضرت ابن عمرؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل پیش کرکے آیت کریمہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تلاوت فرمادی۔
ولم یصل الخ تیسری روایت حضرت ابن عباسؓ کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ آپؐ نے نماز نہیں پڑھی لیکن اس سے اوپر حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ حضرت بلالؓ نے تبلایا کہ آپؐ نے دو رکعت پڑھی۔
جواب ۱۔ نفی واثبات میں تعارض ہوجائے تو اثبات کو ترجیح ہوگی۔
۲۔ صلوٰۃ نافلہ پڑھی نہ کہ فرض ۳۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا دخول کعبہ دو مرتبہ ہوا ہے ایک فتح مکہ کے موقعہ پر، دوسرے حجۃ الوداع میں، تو پڑھنا محمول ہے ایک موقعہ پر اور نہ پڑھنا محمول ہے دوسرے مرتبہ پر۔
باب کی دوسری حدیث ابن عمرؓ سے معلوم ہوا کہ بیت اللہ کے اندر نماز پڑھنا درست ہے نیز جمہور حنفیہ وشافعیہ کے نزدیک بیت اللہ کے چھت پر بھی نماز درست ہے لیکن ترک تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہے لیکن حنابلہؒ کے نزدیک فرض نماز نہ بیت اللہ کے اندر درست اور نہ چھت پر، تفصیل کے لئے کتب فقہ کیطرف رجوع کیجئے۔

باب التوجه نحو القبلة حيث كان وقال ابو هريرة قال النبي صلى الله عليه وسلم استقبل القبلة وكبر)

جہاں بھی ہو (نماز میں) قبلہ کی طرف توجہ کرنا۔ اور حضرت ابو ہریرہ رضؓ نے کہا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قبلہ کا استقبال کرو اور تکبیر کہو (یعنی نمازی رو بہ قبلہ ہو کر تکبیر تحریمہ کہے) اس ترجمہ سے امام بخاریؒ نے فرض نماز کیلئے جہت قبلہ کیطرف توجہ کرنے کی فرضیت بتلائی خواہ نمازی سفر میں ہو یا حضر میں جہت کعبہ کافی ہے کیوں کہ عین کعبہ کی طرف منہ کرنا دوسرے ملک والوں کیلئے مشکل ہے بلکہ تکلیف مالایطاق ہے لیکن جن لوگوں کو کعبہ نظر آئے تو ان کیلئے عین کعبہ کیطرف رُخ کرنا ضروری ہے جہت کعبہ کافی نہیں

قال ابو هريرة یہ روایت کتاب الاستیذان میں موصولاً آرہی ہے ص۹۲۴ پر۔

۳۸۹ (حدثنا عبد الله بن رجاء قال نا اسرائيل عن ابي اسحاق عن البراء قال كان رسول الله صلى الله عليه وسلم صلى نحو بيت المقدس ستة عشر شهرًا او سبعة عشر شهرًا وكان رسول الله صلى الله عليه وسلم يحب ان يوجه الى الكعبة فانزل الله عز وجل قد نرى تقلب وجهك في السماء فتوجه نحو القبلة وقال السفهاء من الناس وهم اليهود ما ولهم عن قبلتهم التي كانوا عليها قل لله المشرق والمغرب يهدي من يشاء الى صراط مستقيم فصلى مع النبي صلى الله عليه وسلم رجل ثم خرج بعد ما صلى فمر على قوم من الانصار في صلوٰة العصر يصلون نحو بيت المقدس فقال هو يشهد انه صلى مع رسول الله صلى الله عليه وسلم وانه توجه نحو الكعبة فتحرف القوم حتى توجهوا نحو الكعبة)

ترجمہ حضرت براء بن عازبؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سولہ مہینے یا سترہ مہینے تک بیت المقدس کی طرف نماز پڑھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (دل سے) یہ چاہتے تھے کہ (نماز میں) کعبہ کی طرف رُخ کرنے کا حکم آجائے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی قد نری تقلب الخ (سورہ بقرہ) یعنی ہم آپ کے چہرہ کا بار بار آسمان کیطرف اٹھنا دیکھ رہے ہیں الخ پھر آپؐ نے قبلہ کعبہ کی طرف رُخ کر لیا اس پر بیوقوف لوگوں نے جو یہود تھے کہا کہ ان لوگوں کو کس نے اس قبلہ سے پھیر دیا جس کی طرف پہلے متوجہ تھے (اے پیغمبر) آپ فرما دیجئے کہ مشرق و مغرب سب اللہ کے ہیں وہ جس کو چاہتے ہیں سیدھی راہ دکھا دیتے ہیں، پھر ایک شخص نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی (یعنی تحویل

قبلہ کے بعد خانہ کعبہ کی طرف نماز پڑھی) پھر وہ نماز پڑھنے کے بعد نکلا اور کچھ انصار کے پاس سے گذرا جو عصر کی نماز بیت المقدس کی طرف پڑھ رہے تھے اس نے کہا کہ وہ یعنی میں اس بات کی شہادت دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی اور آپؐ نے کعبہ کی طرف رُخ کیا چنانچہ یہ سنتے ہی سب نمازی گھوم گئے اور سب نے کعبہ کی طرف اپنا رخ کر لیا۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "توجہ نحو الکعبۃ فتحرف القوم الیٰ اٰخرہ۔"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۷ و مر ص۱۱۱ و باقی فی التفسیر ص۶۴۴ و ص۶۴۵ و صفحہ ۱۰۷۷۔

۳۹۰) حَدَّثَنَا مُسْلِمُ بْنُ اِبْرَاهِيْمَ قَالَ حَدَّثَنَا هِشَامُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ اَبِيْ كَثِيْرٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ حَيْثُ تَوَجَّهَتْ بِهٖ فَاِذَا اَرَادَ الْفَرِيْضَةَ نَزَلَ فَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ)

ترجمہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی سواری پر (نفل) نماز پڑھ لیا کرتے تھے وہ سواری جس طرف آپؐ کو لیجاتی لیکن جب آپؐ فرض نماز پڑھنے کا ارادہ فرماتے تو سواری سے اتر جاتے اور قبلہ (کعبہ) کیطرف رُخ کر کے نماز پڑھتے۔

مُطابقتہ للترجمۃ

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "فاستقبل القبلۃ"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۷ تا ص۵۸ (و فی باب صلوٰۃ التطوع علی الدواب حیثما توجہت بہ ص۱۴۸ (و فی باب ینزل للمکتوبۃ ص۱۴۸) و مغازی ص۵۹۳۔

۳۹۱) حَدَّثَنَا عُثْمَانُ قَالَ حَدَّثَنَا جَرِيْرٌ عَنْ مَنْصُوْرٍ عَنْ اِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُ اللّٰهِ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لَا اَدْرِيْ زَادَ اَوْ نَقَصَ فَلَمَّا سَلَّمَ قِيْلَ لَهٗ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ كَذَا وَكَذَا فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَاسْتَقْبَلَ الْقِبْلَةَ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ ثُمَّ سَلَّمَ فَلَمَّا اَقْبَلَ عَلَيْنَا بِوَجْهِهٖ قَالَ اِنَّهٗ لَوْ حَدَثَ فِي الصَّلٰوةِ شَيْءٌ لَنَبَّاْتُكُمْ بِهٖ وَلٰكِنْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ اَنْسٰى كَمَا تَنْسَوْنَ فَاِذَا نَسِيْتُ فَذَكِّرُوْنِيْ

وَاِذَا شَكَّ اَحَدُكُمْ فِيْ صَلٰوتِهٖ فَلْيَتَحَرَّ الصَّوَابَ فَلْيُتِمَّ عَلَيْهِ ثُمَّ لِيُسَلِّمْ ثُمَّ يَسْجُدْ سَجْدَتَيْنِ ۔

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھی (یعنی پڑھائی) ابراہیم نخعی رح کہتے ہیں کہ مجھکو معلوم نہیں کہ آپؐ نے (نماز میں) زیادہ کر دیا تھا یا کم کر دیا۔ تما نیس جب آپؐ نے سلام پھیر دیا تو آپؐ سے عرض کیا گیا یا رسول اللہ کیا نماز میں کوئی نیا حکم آ گیا؟ آپؐ نے فرمایا وہ کیا؟ صحابہ نے عرض کیا آپؐ نے اس اس طرح نماز پڑھی (یعنی اتنی اتنی رکعتیں پڑھیں) یہ سنکر آپؐ نے اپنے دونوں پیروں کو موڑا اور قبلہ کا استقبال کیا اور (سہو کے) دو سجدے کئے پھر سلام پھیرا پھر چہرہ مبارک سے ہماری طرف متوجہ ہوئے ارشاد فرمایا کہ اگر نماز میں کوئی نیا حکم آیا ہوتا تو تمہیں ضرور اس کی اطلاع دیتا لیکن میں بھی تمہاری طرح ایک بشر ہوں جس طرح تم بھولتے ہو میں بھی بھول جاتا ہوں لہٰذا جب میں بھول جاؤں تو تم مجھے یاد دلا دیا کرو اور جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو ٹھیک بات معلوم کرنے کی کوشش کرے (یعنی غور کر کے غلبۂ ظن پر عمل کرے) پھر اس ٹھیک پر اپنی نماز پوری کرے پھر سلام پھیرے اور (سہو کے) دو سجدے کرے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "فثنی رجلیہ واستقبل القبلۃ"

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۵۸ ویاتی ایضا ص۵۸ و ص۱۶۳ وایضا ص۹۸۷ و ص۱۰۷۷ ومسلم اول ص۲۱۱ تا ص۲۱۲ ابو داؤد اول ص۱۴۶۔

مقصد ترجمہ باب کے تحت امام بخاری رح کا مقصد بیان کر دیا گیا ہے کہ نمازی جہاں کہیں بھی ہو سفر میں ہو یا حضر میں، کعبہ مکرمہ کے قریب ہو یا دور ہر ایک کے لئے ہر صورت میں فرض نماز کیلئے استقبال قبلہ فرض ہے البتہ حالات عذر مستثنیٰ ہیں مثلاً سواری سے اترنے پر جان کا خطرہ ہے تو یہ عذر ہے اور عذر میں سواری پر فرض نماز بھی درست ہے۔ رہ گیا یہ مسئلہ کہ عین کعبہ کا استقبال ضروری ہے یا جہت کعبہ کافی ہے؟

اصح ترین قول عند الجمہور یہ ہے کہ اگر کعبہ مکرمہ مشاہد ہے تو عین کعبہ کا استقبال ضروری ہے اور غیر مشاھد کیلئے جہت کعبہ کافی ہے جیسا کہ امام بخاری رح نے ترجمہ قائم کیا ہے "التوجہ نحو القبلۃ"۔ اور ظاہر ہے کہ نحو القبلہ کے معنی ہیں جہت کعبہ، کما فی القرآن الحکیم "حیث ما کنتم فولوا وجوھکم شطرہ" اور شطر کے معنی اکثر و بیشتر نے جہت و جانب کے لیا ہے

تشریح حدیث باب کی پہلی حدیث یعنی حدیث ۳۸۹ کی تشریح کیلئے نصر الباری جلد اول ص۲۰۱ سے ۲۰۷

ملاحظہ فرمایئے۔

اس سے معلوم ہوا کہ احکام کا نسخ درست ہے اور یہی جمہور علماء کا مذہب ہے۔

دوسری حدیث یعنی حدیث نمبر ۳۹ سے معلوم ہوا کہ نفل نماز سواری پر درست ہے، بحالت سفر تو بالاتفاق درست ہے جیسا کہ اس حدیث سے ظاہر ہے لیکن فرض نماز کیلئے آپ سواری سے اتر جاتے تھے یہی مسئلہ فرض نمازوں کے علاوہ وتر کا بھی ہے کہ سواری پر درست نہیں۔

نمبر۲ امام اعظم رح اور امام شافعی رح کے نزدیک حضر میں نفل نماز بھی سواری پر درست نہیں۔ صرف امام ابو یوسف رح کے نزدیک نفل نماز حضر میں بھی سواری پر درست ہے۔

تفصیل کیلئے کتب فقہ کا مطالعہ کیجئے۔

تشریح حدیث نمبر ۳۹۱ قال ابراھیم لا ادری زاد او نقص منصور کہتے ہیں کہ امام ابراہیم کو شک ہو گیا کہ ابراہیم نخعی رح فرماتے ہیں کہ مجھکو معلوم نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز میں زیادہ کر دیا تھا یا کم؟ جس کی وجہ سے سجدہ سہو لازم ہوا تھا۔ آئندہ باب کی تیسری روایت میں ہے کہ حضور اقدس صلعم نے ظہر کی نماز پانچ رکعتیں پڑھیں حدیث نمبر ۳۹۴۔ سوال یہ ہے کہ یہ روایت بھی ابراہیم نخعی رح کی ہی ہے اس میں بلاشک زیادتی منقول ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جب ابراہیم رح نے منصور سے بیان کیا تو خیال نہیں آیا اور تردد ہو گیا اور جب حکم سے بیان کیا تو شک دور ہو گیا اور زیادتی کا یقین ہو گیا۔ فلا اعتراض۔ فثنی رجلیہ واستقبل الخ اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے استقبال قبلہ کا اس قدر اہتمام کیا کہ سجدہ سہو بھی آپ صلعم نے قبلہ رو ہو کر فرمایا اس سے یہ ثابت ہوا کہ استقبال قبلہ شرط صلوٰۃ ہے خواہ اول صلوٰۃ ہو یا آخر صلوٰۃ استقبال قبلہ ضروری ہے۔

سجد سجدتین ثم سلم اس سلام سے مراد وہ سلام ہے جو سجدہ سہو کے بعد تشہد پڑھ کر آخر میں کیا جاتا ہے۔

اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ سجدۂ سہو قبل السلام ہے یا بعد السلام؟

حنفیہ کے نزدیک سجدہ سہو مطلقاً بعد السلام ہے اور امام شافعی رح کے نزدیک مطلقاً قبل السلام۔

امام مالک رح کے نزدیک تفصیل ہے کہ اگر سجدہ سہو نماز میں کسی نقصان کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو سجدہ سہو قبل السلام ہوگا۔ کسی زیادتی کی وجہ سے واجب ہوا ہے تو بعد السلام ہوگا، امام مالک رح کے مسلک کو یاد رکھنے کیلئے آسان طریقہ یہ ہے القاف بالقاف والدال بالدال یعنی القبل بالنقصان والبعد بالزیادۃ۔

امام احمد رح فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہو کی جن صورتوں میں سجدۂ قبل السلام کیا ہے ہم بھی اس سہو میں سجدہ قبل السلام کرینگے اور جن صورتوں میں آپ صلعم نے بعد السلام سجدہ سہو کیا ہے ہم بھی سجدہ

بعد السلام کرینگے۔

یہ بات ذہن نشین رہے کہ یہ اختلاف محض افضیلت میں ہے چوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قبل السلام اور بعد السلام دونوں طریقے ثابت ہیں۔

انسیٰ کما تنسون الخ یہاں صرف نسیان میں تشبیہ ہے چوں کہ انبیاء کرام علیہم السلام بشر ہیں اور بشر کے لئے صفات بشریہ لازم ہیں جن سے مقام نبوت داغدار نہ ہوتا ہو علامہ نووی ؒ فرماتے ہیں فیه دلیل علی جواز النسیان علیه صلی اللہ علیه وسلم فی احکام الشرع وھو مذھب جمھور العلماء الخ (شرح نووی ص ۲۱۲)

یعنی انبیاء کرام علیہم السلام پر احکام شرعیہ میں نسیان ہوتا ہے یہی جمہور علماء کا مذہب ہے مگر فوراً اطلاع ضروری ہے البتہ اقوال بلاغیہ میں نسیان بالاتفاق محال ہے۔

بہر حال انبیاء کرام علیہم السلام سے افعال و اعمال میں نسیان ممکن و جائز ہے اور یہ بھی دینی مصلحت کے پیش نظر ہے کہ اس میں مسائل سجدہ سہو کی تشریع و تعلیم ہے۔

اذا شک احدکم الخ جب تم میں سے کسی کو اپنی نماز میں شک ہو جائے تو صواب و صحت کو معلوم کرنے کیلئے تحری کر کے ظن غالب کے مطابق اپنی نماز پوری کرے۔

اس مسئلہ میں اختلاف روایات کی وجہ سے ائمہ کرام کے اقوال مختلف ہیں:۔

حنفیہ کے یہاں شک کی الگ الگ صورتوں میں تین حکم ہیں ۱۔ اگر نمازی کو پہلی مرتبہ شک ہوا ہے کہ تو نماز کا اعادہ کرے یعنی از سر نو نماز کو لوٹانا واجب ہے۔

اور اگر بار بار شک پیش آتا رہتا ہے تو اعادہ واجب نہیں بلکہ تحری کرے۔ یعنی غور و فکر کرکے غلبۂ ظن پر عمل کرے۔ اور اگر کسی جانب گمان غالب نہ ہو تو بناء علی الاقل کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

امام شافعی ؒ اور فی روایۃ امام احمد ؒ کے نزدیک ہر حال میں بناء علی الاقل کرے گا۔ مثلاً کسی کو شک ہو گیا کہ تین رکعت ہوئی یا چار؟ تو شوافع فرماتے ہیں کہ تین چوں کہ یقینی ہے اس لئے اسی کا اعتبار کر کے نماز پوری کرے۔

بَابُ ۲۷۲ مَا جَاءَ فِی الْقِبْلَةِ وَمَنْ لَا یَرَی الْاِعَادَةَ عَلٰی مَنْ سَھَا فَصَلّٰی اِلٰی غَیْرِ الْقِبْلَةِ وَقَدْ سَلَّمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ رَکْعَتَیِ الظُّھْرِ وَاَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ بِوَجْھِهٖ ثُمَّ اَتَمَّ مَا بَقِیَ)

ان چیزوں کا بیان جو قبلہ کے سلسلے میں وارد ہوئی ہیں (حکم مذکور کے علاوہ) اور جو لوگ بھولکر غیر قبلہ کی طرف نماز پڑھنے والے کیلئے اعادہ ضروری نہیں سمجھتے اور بیشک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ظہر کی

دو رکعت پر سلام پھیر دیا اور لوگوں کی طرف اپنا چہرہ کر لیا پھر (یاد دلانے پر) باقی نماز کو پورا کیا۔

۳۹۲ (حَدَّثَنَا عَمْرُو بْنُ عَوْنٍ قَالَ حَدَّثَنَا هُشَيْمٌ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ أَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَافَقْتُ رَبِّي فِي ثَلٰثٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ لَوِ اتَّخَذْنَا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى فَنَزَلَتْ وَاتَّخِذُوا مِنْ مَقَامِ إِبْرَاهِيمَ مُصَلًّى وَآيَةُ الْحِجَابِ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَوْ أَمَرْتَ نِسَاءَكَ أَنْ يَحْتَجِبْنَ فَإِنَّهُ يُكَلِّمُهُنَّ الْبَرُّ وَالْفَاجِرُ فَنَزَلَتْ آيَةُ الْحِجَابِ وَاجْتَمَعَ نِسَاءُ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَيْرَةِ عَلَيْهِ فَقُلْتُ لَهُنَّ عَسٰى رَبُّهُ إِنْ طَلَّقَكُنَّ أَنْ يُبْدِلَهُ أَزْوَاجًا خَيْرًا مِنْكُنَّ فَنَزَلَتْ هٰذِهِ الْآيَةُ قَالَ أَبُو عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ أَبِي مَرْيَمَ أَنَا يَحْيَى بْنُ أَيُّوبَ قَالَ حَدَّثَنِي حُمَيْدٌ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسًا بِهٰذَا)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے اپنے پروردگار سے تین باتوں میں موافقت کی (ایک یہ کہ) میں نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر ہم مقامِ ابراہیم کو نماز کی جگہ بنالیں تو بہتر ہو اس پر یہ آیت نازل ہوئی واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی اور (دوسری بات یہ کہ) حجاب کی آیت نازل ہوئی (میری خواہش کے مطابق) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ کاش آپ اپنی عورتوں کو پردہ کرنے کا حکم دیدیں اسلئے کہ ان سے ہر نیک و بد گفتگو کرتا ہے چنانچہ حجاب کی آیت نازل ہوئی، اور (تیسری بات یہ ہے کہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویاں آپ پر نسوانی جذبہ رشک کے تحت جمع ہوئیں تو میں نے ان سے کہا اگر حضور علیہ السلام تم سب کو طلاق دے دیں تو کچھ بعید نہیں کہ آپ کا پروردگار آپ کو تم سے بہتر بیویاں عطا فرمادے جو فرمانبردار ہوں گی چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی۔

ابوعبداللہ یعنی امام بخاریؒ کہتے ہیں کہ سعید بن ابی مریم نے اس حدیث کو اس سند سے بیان کیا کہ ہم کو یحییٰ بن ایوب نے خبر دی انھوں نے کہا ہم سے حمید نے بیان کیا انہوں نے کہا کہ میں نے انسؓ سے یہ حدیث سنی۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی الجزء الاول وھو قولہ "لو اتخذنا من مقام ابراھیم مصلّی" والمراد من مقام ابراھیم الکعبۃ ۱۲

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ۵۵ ویاتی فی تفسیر سورۃ البقرۃ ۶۴۴ وایضاً فی التفسیر

ص۴۰۶ وایضاً ص۱۰۷۳ و ترمذی جلد ثانی تفسیر سورۃ بقرہ ص۱۲۰ ابن ماجہ ص۷۲۔

۳۹۳ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكُ بْنُ أَنَسٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ دِيْنَارٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ بَيْنَ النَّاسُ بِقُبَاءٍ فِي صَلٰوةِ الصُّبْحِ إِذْ جَاءَهُمْ آتٍ فَقَالَ إِنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ أُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ أُمِرَ أَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْكَعْبَةَ فَاسْتَقْبِلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ إِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا إِلَى الْكَعْبَةِ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے انھوں نے فرمایا کہ (ایک مرتبہ) لوگ مسجد قبا میں صبح کی نماز پڑھ رہے تھے کہ یکایک ایک آنے والا (عبادہ بن بشرؓ) ان کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر رات قرآن نازل ہوا ہے اور حکم دیا گیا ہے کہ نماز میں کعبہ کا استقبال کیا کریں۔ اسلئے آپ لوگ بھی کعبہ کا رُخ کرلو اس وقت ان لوگوں کا رخ شام (بیت المقدس) کی طرف تھا چنانچہ سب نے اپنا رخ کعبہ کیطرف پھیر لیا۔

مُطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "وقد امران یستقبل الکعبۃ" نیز آخری جملہ سے بھی مطابقت ہے فاستداروا الی الکعبۃ"

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۵۸ ویاتی فی التفسیر ص۶۴۵ حدیث ۱۵ وحدیث ۱۷ و ۱۸ و حدیث ۲۰ و ۲۱ وفی اخبار الاحاد ص۱۰۷۷ مسلم اول ص۲۰۰ ونسائی اول باب استبانۃ الخطاء بعد الاجتہاد ص۵۷۔

۳۹۴ (حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قَالَ حَدَّثَنَا يَحْيٰى عَنْ شُعْبَةَ عَنِ الْحَكَمِ عَنْ إِبْرَاهِيْمَ عَنْ عَلْقَمَةَ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ صَلَّى النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الظُّهْرَ خَمْسًا فَقَالُوْا أَزِيْدَ فِي الصَّلٰوةِ قَالَ وَمَا ذَاكَ قَالُوْا صَلَّيْتَ خَمْسًا فَثَنٰى رِجْلَيْهِ وَسَجَدَ سَجْدَتَيْنِ)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے (ایک مرتبہ بھول سے) ظہر کی پانچ رکعتیں پڑھ لیں صحابہؓ نے عرض کیا کیا نماز میں زیادتی ہوگئی ہے؟ آپؐ نے فرمایا کیا بات ہے؟ صحابہ نے کہا آپ نے پانچ رکعتیں پڑھی ہیں چنانچہ (یہ سنکر) آپؐ نے اپنے پیروں کو موڑا اور (سہو کے) دو سجدے کیے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحديث للترجمة التي هي قوله "ومن لايرى الاعادة على من سها فصلى" ظاهرة لانه صلى الله عليه وسلم سهى فصلى ولم يعد تلك الصلوٰة (عمدہ)

مطلب یہ ہے کہ ترجمہ کے دوسرے جز سے اس تیسری حدیث کی مطابقت ظاہر ہے۔

تعدد موضعہ

والحديث هاهنا ۵۸ ومضى عن قريب يعني حديث نمبر ۳۹۱۔

مقصد ترجمہ ترجمۃ الباب کے دو جز ہیں (۱) ماجاء في القبلة (۲) من لايرى الاعادة الخ حافظ عسقلانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ پہلا جز ماجاء في القبلة کا مطلب یہ ہے کہ غیر ماتقدم یعنی قبلہ کے متعلق مصنف کچھ اور باتیں متعلقات قبلہ بیان کرنا چاہتے ہیں۔

اور حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ماجاء في القبلة بطور مسائل شتی متفرقات کے ہے۔ اور دوسرا جز بمنزلہ جزئیات کے ہے۔

دونوں قول میں کوئی منافات نہیں ہے کہ متعلقات قبلہ میں سب سے اہم مسئلہ اور جزئیہ قبلہ میں غلطی اور سہو کا ہے جو ترجمہ کا دوسرا جز ہے من لایری الاعادة على من سها الخ اس مسئلہ میں اختلاف ہے کہ اگر کسی نے بھول کر غیر قبلہ سمجھکر نماز پڑھ لی تو اس کا کیا حکم ہے؟

اقوال ائمہ اگر تحری کرکے نماز پڑھا تو اگر حقیقۃً وہی قبلہ تھا تو نہ کوئی اختلاف ہے اور نہ کوئی اشکال۔

لیکن اگر اس تحری میں غلطی معلوم ہو جائے کہ غیر قبلہ کی طرف نماز ہوئی تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک قول جدید میں مطلقاً اعادہ واجب ہے خواہ غلطی کا علم وقت کے اندر ہو یا وقت گذرنے کے بعد بہر صورت نماز کو دوبارہ پڑھنا واجب ہے۔

نمبر۲ امام مالک رحمہ اللہ و امام زہری رحمہ اللہ کے نزدیک اگر یہ غلطی وقت کے اندر ہی معلوم ہو جائے تو نماز کا اعادہ ہے اور اگر وقت گذرنے کے بعد معلوم ہو تو اعادہ کی ضرورت نہیں۔

نمبر۳ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ اور امام شافعی رحمہ اللہ فی قول قدیم اور امام احمد رحمہ اللہ فی روایۃ و سعید بن مسیب، اور عطاء بن ابی رباح وغیرہ جمہور کے نزدیک اعادہ واجب نہیں ہے یہی امام بخاری رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔

اس ترجمہ سے امام بخاری رحمہ اللہ کا مقصد امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کی تائید و موافقت ہے۔

چنانچہ شیخ المشائخ حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں " ظاهر هذه الترجمة الاشارة الى ماذهب اليه ابوحنيفة رضي الله عنه من ان المصلي لو اخطأني تحري القبلة في ليلة ظلماء وصلى الى غير القبلة فصلاته جائزة وليس عليه ان يعيد الخ (شرح تراجم)

آگے شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ امام بخاری رح کا استدلال حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ہے کہ آپؐ نے نماز کے بعد قبلہ سے چہرۂ مبارک پھیر کر مقتدیوں کی طرف کرلیا تھا اور قبلہ رو نہ رہے لیکن آپؐ نے نماز کا اعادہ نہیں فرمایا بلکہ اس پر بنا کر کے بقیہ نماز پوری فرمائی۔

تشریح امام بخاری رح نے اس باب میں تین روایات نقل فرمائی ہیں۔ پہلی روایت یعنی حدیث ۳۹۲ کی تشریح کیلئے نصر الباری کتاب التفسیر کی حدیث ۱ ملاحظہ فرمائیے۔ دوسری حدیث یعنی ۲۹۳ کیلئے نصر الباری کتاب التفسیر کی حدیث ۱۵ تا ۲۰ دیکھئے۔

باب کی تیسری حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رض کی روایت ہے کہ ایکمرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر کی نماز میں بجائے چار رکعات کے سہواً پانچ رکعتیں پڑھ لیں اور سلام کے بعد مقتدیوں کی طرف متوجہ ہو گئے پھر صحابہ کے یاد دلانے کے بعد قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر ما بقی پوری کی معلوم ہوا کہ قبلہ سے پشت کرنے کی حالت میں بھی آپؐ حکماً نماز میں ہی تھے لہٰذا معلوم ہوا کہ صلوٰۃ الی غیر القبلہ سہواً سے نماز درست ہے اعادہ واجب نہیں مگر یہ اس وقت ہے جب کہ تحری کے بعد نماز پڑھے اور اگر بغیر تحری کے سہو معلوم ہو تو نماز کا اعادہ لازم ہے۔ واللہ اعلم

باب ۳۴

(حك البزاق باليد من المسجد)

مسجد میں تھوک پڑا ہو تو ہاتھ کے ذریعہ کھرچ ڈالنے کا بیان

۳۹۵ (حَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ قَالَ نَا اِسْمٰعِيْلُ بْنُ جَعْفَرٍ عَنْ حُمَيْدٍ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِي الْقِبْلَةِ فَشَقَّ ذٰلِكَ عَلَيْهِ حَتّٰى رُئِيَ فِي وَجْهِهٖ فَقَامَ فَحَكَّهٗ بِيَدِهٖ فَقَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ اِذَا قَامَ فِي صَلَاتِهٖ فَاِنَّهٗ يُنَاجِي رَبَّهٗ اَوْ اِنَّ رَبَّهٗ بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْقِبْلَةِ فَلَا يَبْزُقَنَّ اَحَدُكُمْ قِبَلَ قِبْلَتِهٖ وَلٰكِنْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهٖ ثُمَّ اَخَذَ طَرَفَ رِدَائِهٖ فَبَصَقَ فِيْهِ ثُمَّ رَدَّ بَعْضَهٗ عَلٰى بَعْضٍ فَقَالَ اَوْ يَفْعَلُ هٰكَذَا)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رض سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار قبلہ پر بلغم لگا ہوا

دیکھا تو یہ آپ ﷺ پر نہایت شاق گذرا یہاں تک کہ اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر محسوس کیا گیا چنانچہ آپ کھڑے ہوئے اور اپنے ہاتھ سے اس کو کھرچ ڈالا پھر فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ بیشک اپنے رب سے مناجات (سرگوشی) کرتا ہے یا یہ فرمایا کہ اس کا رب اس کے اور قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اسلئے تم میں سے کوئی اپنے قبلہ کی جانب ہرگز نہ تھوکے لیکن اپنی بائیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھوک سکتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنی چادر کا ایک گوشہ لیا اور اس میں تھوکا پھر اس کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے رگڑ دیا اور فرمایا کہ یا اس طرح کرے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "فحکہ بیدہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۵۸ و مر ص۳۸ و یاتی ص۵۹ " " وص۶۰ وص۱۶۲ و مسلم اول ص۲۰۷۔

۳۹۶ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِکٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عُمَرَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رَاٰی بُصَاقًا فِیْ جِدَارِ الْقِبْلَۃِ فَحَکَّہٗ ثُمَّ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ یُصَلِّیْ فَلَا یَبْصُقْ قِبَلَ وَجْہِہٖ فَاِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ قِبَلَ وَجْہِہٖ اِذَا صَلّٰی)

ترجمہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیوار قبلہ پر تھوک دیکھا تو اس کو کھرچ ڈالا پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہوئے اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز پڑھے تو اپنے سامنے کی جانب نہ تھوکے اسلئے کہ جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اللہ تعالیٰ سبحانہ اس کے چہرہ کے سامنے ہوتے ہیں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "رای بصاقا فی جدار القبلۃ" "فحکہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۵۸ و یاتی ص۱۰۴ وص۱۶۲ وص۹۰۲ و مسلم اول ص۲۰۷ نسائی اول النہی عن ان یتنخم الرجل فی قبلۃ المسجد ص۸۴۔

۳۹۷ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَخْبَرَنَا مَالِکٌ عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ اُمِّ الْمُؤْمِنِیْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللّٰہ علیہ وسلم رَاٰی فِیْ جِدَارِ الْقِبْلَۃِ مُخَاطًا اَوْ بُصَاقًا اَوْ نُخَامَۃً فَحَکَّہٗ)

ترجمہ ام المومنین حضرت عائشہ رضؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی دیوار پر رینٹ (ناک کی رطوبت) یا تھوک یا بلغم دیکھا تو آپؐ نے اس کو کھرچ دیا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ ظاھرۃ فی " رآی فی جدار القبلۃ مخاطا او بصاقا او نخامۃ فحکہ "

تعدد موضعہ

والحدیث ھھنا ص۵۸ و مسلم اول ص۲۰۷۔

مقصد ترجمہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں " لما فرغ من بیان احکام القبلۃ شرع فی بیان احکام المساجد والمناسبۃ ظاھرۃ (عمدہ)

یعنی قبلہ اور مسجد کے درمیان مناسبت ظاہر ہے کہ اگر کسی کو قبلہ کی جہت میں شبہ ہو تو مسجد کے ذریعہ جہت قبلہ آسانی سے معلوم کر لیتا ہے چونکہ مساجد کے اندر قبلہ کا خاص لحاظ ہوتا ہے اور انتہائی اہتمام کیا جاتا ہے قبلہ ہی کی طرف مسجدیں بنائی جاتی ہیں۔

امام بخاریؒ کا مقصد مسجد کی تعظیم و احترام ہے چونکہ مساجد کے بارے میں تشدیدات و وعیدات کثرت سے وارد ہوئی ہیں۔

تشریح امام بخاریؒ یہاں سے یعنی باب حک البزاق سے لیکر باب سترۃ الامام تک چھپن الواب ہیں جن میں مسجدوں کے احکام بیان کئے گئے ہیں۔ امام بخاریؒ ترجمۃ الباب میں بالید کی قید لگائی ہے۔

اس باب کے تحت امام بخاریؒ نے تین روایات نقل فرمائی ہیں لیکن ید کا ذکر صرف ایک روایت یعنی پہلی روایت میں ہے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں: سواء کان بآلۃ اولا " یعنی ید کی قید احترازی نہیں ہے بلکہ ترجمہ کے اندر تعمیم ہے خواہ ہاتھ سے ہو یا کسی آلہ سے، مقصد اس گندگی کو خانہ خدا سے دور کرنا ہے۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ بالید کی قید سے اشارہ مقصود ہے کہ خود کرنا چاہیئے کسی کا انتظار نہ کرے۔

بزاق اس میں مشہور لغت دو ہے بالزای بزاق۔ وبالصاد بصاق ولغۃ قلیلۃ بساق بالسین۔ بصاق اور بزاق کے معنی ہیں تھوک۔ نخامۃ۔ بضم النون بلغم کھنکار جو سینہ سے یا حلق سے نکلے۔ فی القبلۃ ای فی حائط القبلہ۔ یناجی ربہ مناجات کے معنی ہیں سرگوشی کرنا۔ اللہ کی طرف اس اعتبار سے نسبت ہے کہ مناجات کے وقت اللہ تعالیٰ کی توجہ و رحمت کا نزول ہوتا ہے۔

او ان ربہ بینہ وبین القبلۃ الخ اس سے مراد خصوصی تجلی ہے یعنی جب بندہ نماز میں مشغول ہوتا

ہے تو پروردگار عالم کی توجہ اس کے اور قبلہ کے درمیان ہے۔
معتزلہ کی سمجھ میں یہ حدیث نہیں آئی اسلئے کہ محدود عقل کو غیر محدود سمجھنا جہالت وسفاہت ہے
تیسری روایت یعنی باب کی آخری روایت میں ایک لفظ ہے مخاط جس کے معنی ہیں ناک رطوبت، رینٹ۔
امام نے تین روایات کو ذکر فرما کر یہ بتایا ہے کہ یہ تینوں چیزیں گھناؤنی قابل نفرت ہیں اور مسجد کے معاملہ میں تینوں کا حکم یکساں ہے جو کوئی مسجد کی دیوار پر دیکھے بلا تاخیر و بلا انتظار خادم فوراً صاف کردے خواہ ہاتھ سے ہو یا لکڑی و کنکری وغیرہ سے۔

باب[۲۷۴] حَكِّ الْمُخَاطِ بِالْحَصٰى مِنَ الْمَسْجِدِ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اِنْ وَطِئْتَ عَلٰى قَذَرٍ رَطْبٍ فَاغْسِلْهُ وَاِنْ كَانَ يَابِسًا فَلَا

رینٹ کا بذریعہ کنکریوں کے کھرچ دینے (صاف کردینے) کا بیان، اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اگر تو تر نجاست (گیلی نجاست) پر چلے تو اسے دھو ڈالو اور اگر خشک (سوکھے) گندگی پر چلے تو دھونا ضروری نہیں

۳۹۸ (حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ اِسْمٰعِيْلَ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ قَالَ اَنَا ابْنُ شِهَابٍ عَنْ حُمَيْدِ بْنِ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَنَّ اَبَا هُرَيْرَةَ وَاَبَا سَعِيْدٍ حَدَّثَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَاٰى نُخَامَةً فِيْ جِدَارِ الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَ حَصَاةً فَحَتَّهَا فَقَالَ اِذَا تَنَخَّمَ اَحَدُكُمْ فَلَا يَتَنَخَّمَنَّ قِبَلَ وَجْهِهٖ وَلَا عَنْ يَمِيْنِهٖ وَلْيَبْصُقْ عَنْ يَسَارِهٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِهِ الْيُسْرٰى)

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابوسعیدؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم دیکھا تو آپؐ نے ایک کنکری لی اور اس کو کھرچ ڈالا اور فرمایا جب تم میں سے کوئی بلغم تھوکے تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے اور نہ اپنی داہنی جانب بلکہ اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی فتناول حصاۃ فحتہا" ایک نسخہ جو حاشیہ پر مذکور ہے فحکہا ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۵۹ تا ۵۹ دیاتی ایضا ص۵۹ ۔ مسلم اول ص۲۰۷۔

مقصد ترجمہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کا مقصد یہ ہو جس کیطرف بعض علماء گئے ہیں کہ مخاط وغیرہ گندگی کے ساتھ ناپاک بھی ہے اسلیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو صاف کرنے کیلیے کنکری استعمال فرمایا ہے، اس صورت میں حضور اکرمؐ کا حکم تطہیر کے لئے ہوگا نہ کہ تنظیف کیلیے۔

۲۔ نیز یہ بھی احتمال ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد قائلین نجاست کا ابطال و تردید ہو، اس کے بعد آخر میں فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک عمدہ ترین توجیہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ کا مقصد تکثیر طرق ہے۔ بخاری نے ترجمہ میں مخاط کے ساتھ کنکری کی قید لگائی ہے بخلاف بصاق کے، اس کی وجہ ظاہر ہے کہ مخاط میں لزوجت ہوتی ہے جو بصاق میں نہیں ہے۔

قال ابن عباسؓ بخاریؒ کا مقصد اس اثر کے نقل سے یہ بتانا ہے کہ حک مخاط کا حکم احترام قبلہ ہے ورنہ نفس مسجد کے معاملے میں تر و خشک کا کوئی فرق نہیں کیا جائے گا بلکہ ہر گندی قابل نفرت چیز کو مسجد سے کھرچ کر ہٹا دیا جائے گا۔

باب ۲۷۵

لا یبصق عن یمینہ فی الصلوٰۃ

نماز میں اپنی داہنی طرف نہ تھوکے

۳۹۹ حدثنا یحیی بن بکیر قال نا اللیث عن عقیل عن ابن شہاب عن حمید بن عبد الرحمن ان ابا ہریرۃ وابا سعید اخبراہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رای نخامۃ فی حائط المسجد فتناول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حصاۃ فحتہا ثم قال اذا تنخم احدکم فلا یتنخم قبل وجہہ ولا عن یمینہ ولیبصق عن یسارہ او تحت قدمہ الیسری

ترجمہ حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابو سعیدؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد کی دیوار پر بلغم کو دیکھا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کنکری لی اور اس کو کھرچ دیا پھر فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی شخص بلغم تھوکے تو نہ اپنے منہ کے سامنے تھوکے اور نہ اپنے داہنی طرف بلکہ اپنی بائیں

جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی قولہ "فلا یتنخم قبل وجہہ ولا عن یمینہ" ترجمہ میں اگرچہ بصاق کا لفظ ہے مگر دونوں کا حکم ایک ہے جیسا کہ حضرت انس رضی کی حدیث گذری ہے کہ حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم نے نخامہ دیکھکر لا یبزقن فی قبلتہ فرمایا۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۵۹ ومر سابقا ص۵۸ تا ۵۹ ویاتی مرارا مسلم اول ص۲۰۷۔

۴۰۰ (حَدَّثَنَا حَفْصُ بْنُ عُمَرَ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ اَخْبَرَنِیْ قَتَادَۃُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسًا قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَتْفُلَنَّ اَحَدُکُمْ بَیْنَ یَدَیْہِ وَلَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَلٰکِنْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ رِجْلِہِ الْیُسْرٰی)

ترجمہ حضرت انس رضی نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ اپنی داہنی طرف لیکن اپنی بائیں جانب یا بائیں پیر کے نیچے تھوکنا چاہیئے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی لا یتفلن احدکم الخ لان معنی لا یتفلن لا یبزقن"

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۵۹ ومر ص۵۸ ومر مختصرا ص۳۸ ویاتی ص۷۶ وص۱۶۲ مسلم اول ص۲۰۷۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد واضح ہے کہ اگر نماز کی حالت میں تھوکنے کی ضرورت ہو تو اپنے سامنے اور داہنی جانب تھوکنے کی اجازت نہیں ہے سامنے کی وجہ گذر چکی ہے۔ داہنی جانب تھوکنے سے نیکیوں کے لکھنے والے فرشتہ کی توہین ہے۔ جو امیر بھی ہے البتہ بائیں طرف اور قدم کے نیچے تھوکنے کی اجازت ہے امام بخاری رح نے ترجمہ میں فی الصلوٰۃ کی قید لگا کر اشارہ کیا ہے کہ خارج صلوٰۃ میں داہنی طرف تھوکنے میں کوئی قباحت نہیں۔

باب ۲۷۶ لِیَبْصُقْ عَنْ یَسَارِہٖ اَوْ تَحْتَ قَدَمِہِ الْیُسْرٰی

۴۰۱ (حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ ثَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا قَتَادَۃُ قَالَ سَمِعْتُ اَنَسَ بْنَ مَالِکٍ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُؤْمِنَ اِذَا کَانَ فِی الصَّلٰوۃِ فَاِنَّمَا یُنَاجِیْ

ربّہ فلا یبزقنّ بین یدیہ ولا عن یمینہ ولکن عن یسارہ او تحت قدمہ)
باب :- اپنی بائیں جانب یا اپنے بائیں قدم کے نیچے تھوکنا چاہیئے۔

ترجمہ حدیث حضرت انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مومن جب نماز میں ہوتا ہے تو وہ اپنے پروردگار سے مناجات کرتا ہے اسلئے اپنے سامنے نہ تھوکے اور نہ اپنی داہنی جانب تھوکے لیکن اپنی جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھوکے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "ولکن عن یسارہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۹ ومرّ ص۳۸ وص۵۸ ویأتی ص۷۶ وص۱۶۳

۴۰۲ (حدثنا علیّ قال نا سفیان قال نا الزھری عن حمید بن عبد الرحمٰن عن ابی سعیدٍ انّ النبیّ صلی اللہ علیہ وسلم ابصر نخامۃً فی قبلۃ المسجد فحکّھا بحصاۃٍ ثمّ نھیٰ ان یبزق الرجل بین یدیہ او عن یمینہ ولکن عن یسارہ او تحت قدمہ الیسریٰ وعن الزھری سمع حمیدًا عن ابی سعید الخدری نحوہ)

ترجمہ حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مسجد کے قبلہ کی جانب بلغم کو دیکھا تو آپؐ نے اس کو ایک کنکری سے کھرچ دیا پھر آپؐ نے منع کر دیا کہ کوئی شخص اپنے سامنے یا اپنی داہنی جانب تھوکے لیکن اپنی بائیں جانب یا بائیں پیر کے نیچے تھوکنے کی اجازت دی۔
دوسری روایت زہری رحؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے حمید سے سنا انہوں نے حضرت ابوسعید خدری رضؓ سے اسی طرح۔
مقصد اس سند کے بیان کرنے سے یہ ہے کہ امام زہری رحؒ کا سماع حمید سے معلوم ہو جائے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "ولکن عن یسارہ"

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۹ ومرّ ص۵۸۔

مقصد ترجمہ مقصد بالکل واضح ہے کہ نمازی کو مواجہت کا احترام کرنا چاہیئے کیوں کہ بحالت نماز نمازی کی حق تعالیٰ

سے مناجات وسرگوشی ہے نیز امام بخاری رحمہ اللہ نے ترجمہ کو مطلق رکھ کر اشارہ کیا ہے کہ بائیں جانب تھوکنا اور تحت القدم تھوکنا صلوٰۃ وغیر صلوٰۃ ہر حال میں درست ہے لیکن یہ ذہن نشین رہے کہ سب سے بہتر صورت یہی ہے کہ حتی الامکان نماز کی حالت میں تھوک نگل جائے لیکن اگر ممکن نہ ہو تو کپڑے میں تھوک لے بالخصوص آجکل تحت القدم فرش مسجد ہے اسلئے درست نہیں واللہ اعلم۔

(بَابُ ۲۷۷ كَفَّارَةِ الْبُزَاقِ فِي الْمَسْجِدِ)

مسجد میں تھوکنے کے کفارہ کا بیان

۴۰۳ (حَدَّثَنَا آدَمُ قَالَ حَدَّثَنَا شُعْبَةُ قَالَ نَا قَتَادَةُ قَالَ سَمِعْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْبُزَاقُ فِي الْمَسْجِدِ خَطِيئَةٌ وَكَفَّارَتُهَا دَفْنُهَا)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مسجد میں تھوکنا گناہ ہے اور اس گناہ کا کفارہ اس کو دفن کر دینا ہے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ البزاق فی المسجد خطیئۃ وکفارتھا دفنھا۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس باب سے واضح کر دیا کہ بزاق (بصاق) فی المسجد گناہ ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اسکو دفن کر دے، اب اس کی مختلف صورتیں ہیں اگر فرش پختہ ہے تو کپڑے سے بالکل صاف کر دے اور اگر خام مٹی ہے تو اسی میں اس کو دفن کر دے اور دفن کا طریقہ یہ ہونا چاہیئے کہ زمین کو کھود کر اتنا نیچے دفن کیا جائے کہ اس پر بیٹھنے اور چلنے پر گندگی کا اثر نہ ہو۔

اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ حالت مجبوری میں بصاق فی المسجد جائز ہے لیکن دفن نہ کرنا گناہ ہے امام بخاری رحمہ اللہ نے حدیث بیان کر کے ان کی تردید کر دی۔

(بَابُ ۲۷۸ دَفْنِ النُّخَامَةِ فِي الْمَسْجِدِ)

مسجد میں بلغم کے دفن کر دینے کا بیان

۴۰۴ حدثنا اسحٰق بن نصر قال انا عبد الرزاق عن معمر عن همام سمع ابا هریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذا قام احدکم الی الصلوٰۃ فلا یبصق امامہ فانما یناجی اللہ ما دام فی مصلاہ ولا عن یمینہ فان عن یمینہ ملکا ولیبصق عن یسارہ او تحت قدمہ فیدفنہا

ترجمہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز کیلئے کھڑا ہو تو وہ اپنے سامنے نہ تھوکے کیوں کہ وہ جب تک اپنی نماز کی جگہ میں ہے وہ اللہ تعالیٰ سے مناجات کر رہا ہے اور نہ اپنی داہنی جانب تھوکے اسلئے کہ اسکی داہنی جانب ایک فرشتہ ہے اور اس کو اپنی بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکنا چاہیئے پھر اسکو دفن کر دے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی " فیدفنہا "۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۹ و مرّ الحدیث ص۵۹ مقرونا مع ابی سعید رضی اللہ عنہ

مقصد ترجمہ مقصد واضح ہے کہ مسجد کو ان گندگیوں سے پاک صاف رکھا جائے اگر کسی نے تھوک یا نخامہ مجبوری میں ڈالدیا تو گناہ کیا جس کا کفارہ دفن کرنا ہے جس کا طریقہ سابق میں گذر چکا

اشکال اشکال یہ ہے کہ فرشتہ جس طرح داہنی جانب ہے اسی طرح بائیں جانب بھی ہے پھر فرق کی کیا وجہ ہے؟

جواب:۔ داہنی جانب کا فرشتہ کاتب حسنات ہے جو امیر کی حیثیت رکھتا ہے اس کے احترام میں داہنی جانب نہیں تھوکنا چاہیئے اور چوں کہ نمازی افضل العبادات میں ہے اس لئے اس وقت کاتب سیئات کی ضرورت نہیں رہتی ہے۔

علامہ عینیؒ نے طبرانی سے ایک روایت نقل کی ہے۔ فانہ یقوم بین یدی اللہ وملکہ عن یمینہ وقرینہ عن یسارہ (عمدۃ القاری پاکستانی ص۱۵۴)

اس لئے کہ نمازی اللہ کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور اس کا فرشتہ اس کے دائیں جانب ہے اس کا قرین (شیطان) بائیں جانب ہے۔

علامہ عینیؒ لکھتے ہیں کہ فلعل المصلی اذا تفل عن یسارہ یقع علی قرینہ وھو الشیطان ولا یصیب الملک منہ شئی۔

باب ۲۷۹

اذا بدرہ البزاق فلیاخذ بطرف ثوبہ

جب تھوک کا غلبہ ہوا کہ منہ سے نکالنے پر مجبور کر دے، تو اپنے کپڑے کے گوشہ میں لے لینا چاہیے

۴۰۵ (حدثنا مالک بن اسمٰعیل قال نا زھیر قال نا حمید عن انس بن مالک ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رای نخامۃ فی القبلۃ فحکھا بیدہ ورُئی منہ کراھیۃ او رُئی کراھیتہ لذالک وشدتہ علیہ وقال ان احدکم اذا قام فی صلاتہ فانما یناجی ربہ او ربہ بینہ وبین القبلۃ فلا یبزقن فی قبلتہ ولکن عن یسارہ او تحت قدمہ ثم اخذ طرف ردائہ فبزق فیہ ورد بعضہ علی بعض قال او یفعل ھکذا)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضی سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبلہ کی جانب (مسجد میں) بلغم دیکھا تو اس کو آپ نے اپنے ہاتھ سے کھرچ ڈالا اور اس سے آپ کی ناخوشی دیکھی گئی یا (شک راوی) اس بلغم کی وجہ سے آپ کی ناگواری اور شدید ناگواری معلوم ہوئی اور آپ نے فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی نماز کیلئے کھڑا ہوتا ہے تو اپنے پروردگار سے مناجات کرتا یا (یہ فرمایا کہ) اس کا پروردگار اس کے اور اس کے قبلہ کے درمیان ہوتا ہے اسلئے وہ اپنے قبلہ کیجانب ہرگز نہ تھوکے البتہ اپنی بائیں جانب یا اپنے قدم کے نیچے تھوک لے پھر آپ نے اپنی چادر کا کنارہ لیا اور اس میں تھوکا اور اس کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے مل دیا۔ اور فرمایا یا اس طرح کرلے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی ثم اخذ طرف ردائہ فبزق فیہ، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں الترجمۃ مشتملۃ علی شیئین اولھما مبادرۃ البزاق والآخر ھو اخذ المصلی بزاقہ بطرف ثوبہ وفی الحدیث مایطابق الثانی (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۵۹ وص۳۸ ، وص۵۸ وص۵۹ ویاتی ص۷۶ ،، وص۱۶۲ ومسلم جلد اول ص۲۰۷۔

مقصد ترجمہ مقصد یہ بتانا ہے کہ نماز کیحالت میں اگر تھوکنے کی ضرورت پیش آجائے تو دو صورتیں متعدد

روایات میں گذر چکی ہیں لیکن بسا اوقات بائیں جانب اور قدم کے نیچے مشکل ہے بالخصوص آجکل کی صورت حال میں، تو امام بخاری رح ایک تیسری صورت بتلا رہے ہیں کہ کپڑے میں تھوک لے اور دوسرے حصہ سے رگڑ کر ملدے، آجکل مکہ مکرمہ میں احقر نے بعض حضرات کو دیکھا کہ چپل کے تلے پر تھوک کر دوسرے چپل سے مل دیتے ہیں تاکہ مسجد ملوث نہ ہو۔

بہر حال یہ صورت آسان بھی ہے اور بہتر بھی۔ واللہ اعلم۔

باب ۲۸۰

(عِظَةِ الْاِمَامِ النَّاسَ فِی اِتْمَامِ الصَّلٰوۃِ وَذِکْرِ الْقِبْلَۃِ)

ارکان نماز کو پورے طور پر ادا کرنے کے سلسلے میں امام کا لوگوں کو نصیحت کرنے اور قبلہ کا بیان

۴۰۶ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِکٌ عَنْ اَبِی الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ ھَلْ تَرَوْنَ قِبْلَتِیْ ھٰھُنَا فَوَاللّٰہِ مَا یَخْفٰی عَلَیَّ خُشُوْعُکُمْ وَلَا رُکُوْعُکُمْ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ)

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ میرا قبلہ یہاں ہے؟ (یعنی میرا رخ قبلہ کیطرف سامنے ہے؟ میں تمہیں نہیں دیکھتا ہوں) خدا کی قسم مجھ پر نہ تمہارا خشوع چھپتا ہے نہ تمہارا رکوع، رکوع میں تمہیں اپنی پیٹھ کے پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں۔

مطابقۃ للترجمۃ: مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "من حیث ان فی ھذا الحدیث وعظا لھم وتذکیرا وتنبیھا بانہ لا یخفی علیہ رکوعھم ومحودھم یظنون انہ لا یراھم لکونہ مستد برا لھم ولیس الامر کذالک لانہ یری من خلفہ مثل ما یری من بین یدیہ (عمدہ)

تعدد موضعہ: والحدیث ھٰھنا مـ۵۹ ویاتی فی "باب الخشوع فی الصلوٰۃ مـ۱۰۲ وخرج مسلم اول مـ۱۸۱

۴۰۷ (حَدَّثَنَا یَحْیَی بْنُ صَالِحٍ قَالَ نَا فُلَیْحُ بْنُ سُلَیْمَانَ عَنْ ھِلَالِ بْنِ عَلِیٍّ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ صَلّٰی لَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃً ثُمَّ

رَقِیَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ فِی الصَّلٰوۃِ وَفِی الرُّکُوْعِ اِنِّیْ لَاَرَاکُمْ مِنْ وَّرَائِیْ کَمَا اَرَاکُمْ)

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم لوگوں کو ایک نماز پڑھائی پھر منبر پر تشریف لے گئے اور نماز کے بارے میں اور رکوع کے بارے میں فرمایا میں تم لوگوں کو اپنے پیچھے سے ایسی اسی طرح دیکھتا ہوں جیسے (سامنے سے) تمہیں دیکھتا ہوں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ مثل مطابقۃ الحدیث الذی قبلہ (عمدہ)

مطلب یہ ہے کہ باب کی دونوں حدیثوں میں وعظ و تذکیر ہے بالخصوص ارکان نماز کی ادائے گی کے سلسلے میں تنبیہ ہے کہ میں قبلہ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہونے کے باوجود مقتدیوں کے رکوع، سجود کو بھی دیکھتا ہوں اسلئے ارکان کی ادائے گی اچھی طرح کرو۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰھنا ص۵۹ ویاتی فی باب الخشوع فی الصلوٰۃ ص۱۰۲ وفی کتاب الرقاق ص۹۵۷ ومسلم ص۱۸۰

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ امام کو چاہیئے کہ مقتدیوں کی نگہداشت رکھے اگر ارکان نماز کی ادائے گی میں کوئی کوتاہی دیکھے تو تنبیہ کرے نصیحت کرے اور بتلادے۔

معلوم ہوا کہ اس باب سے مقصود بالذات تو موعظۃ الامام تھا مگر چونکہ حدیث میں ھل ترون قبلتی ھٰھنا آیا تھا اس لئے قبلہ کا ذکر ضمناً آگیا اور آپؐ نے بتادیا کہ تم یہ سمجھتے ہو، تمہارا یہ گمان ہے کہ میں صرف سامنے دیکھتا ہوں اور پیچھے کی کوئی خبر نہیں یہ خیال صحیح نہیں بلکہ میں تو پیچھے کے احوال بھی دیکھتا رہتا ہوں۔

ما یخفی علی خشوعکم ولا رکوعکم بعض حضرات خشوع کو دیکھکر رکوع سے مراد خضوع لیتے ہیں مگر بہتر وانسب یہ ہے کہ خشوع تو عام ہے کہ نماز کے سارے ارکان وافعال مراد ہیں مگر چوں کہ عام طور پر لوگ رکوع میں غلطی کرتے ہیں ذرا سی کمر جھکادی یا رکوع سے ذرا سر اٹھاکر سجدہ میں چلے گئے غرضیکہ رکوع میں عام طور پر لوگ تساہل سے کام لیتے ہیں اور ایسی جلد بازی سے کام لیتے ہیں کہ نماز واجب الاعادہ ہے بخلاف سجدہ کے کہ صرف زمین پر سر کو رکھدینا ہے اسلئے حضور اقدس صلعم نے خاص کر رکوع کا ذکر فرمادیا۔

انی لاراکم من وراء ظہری علامہ عینی رح فرماتے ہیں اختلفوا ھٰھنا فی موضعین الاول فی معنی ھٰذہ الرؤیۃ الخ (عمدہ)

یعنی علماء امت کا محل غور و فکر دو ہے بہ۱ رویت سے کیا مراد ہے؟ بعض حضرات نے کہا علم مراد ہے اب وہ علم بذریعہ وحی ہو یا بطور الہام ہو، علامہ عینیؒ فرماتے ہیں ھذا لیس بشئ اور یہ ظاہر ہے کیوں کہ علم مراد لینے کی صورت میں بیٹھ پیچھے دیکھنے کی قید بے فائدہ معلوم ہوتی ہے۔
(۲) دوسرا قول یہ ہے کہ رویت سے مراد رویت بصری ہے جیساکہ علامہ نوویؒ فرماتے ہیں: قال القاضی قال احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ وجمہور العلماء ھذہ الرویۃ رویۃ بالعین حقیقۃ (شرح مسلم ص۱۸۰)
(۳) آپ گوشہ چشم سے دائیں بائیں دیکھ لیا کرتے تھے۔
اس پر اشکال یہ ہے کہ پھر اس صورت میں حضور اقدس ﷺ کی کیا خصوصیت ہے گوشہ چشم سے تو سب ہی دیکھ سکتا ہے اس سے نماز میں کوئی فساد نہیں لازم آتا ہے۔
(۴) چوتھا قول یہ ہے کہ دیوار قبلہ میں آئینہ کی طرح مقتدیوں کی صورتیں منقش ہو جاتی ہیں شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ عامہ مشائخ نے اسی کو اختیار فرمایا ہے۔
(۵) اور جمہور کی رائے جو صواب و صحیح بھی ہے یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سامنے کی طرح پیچھے بھی دیکھنا بطور معجزہ حضور ﷺ کے خصائص میں سے تھا اور وہی علم و ادراک حقیقی کا سبب تھا جو بطور خرق عادت آپ ﷺ کو حاصل تھا۔ واللہ اعلم

(بَابٌ ۲۸۱ هَلْ يُقَالُ مَسْجِدُ بَنِي فُلَانٍ)

کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ مسجد فلاں قبیلہ کی ہے (فلاں جماعت کی ہے)

۴۰۸ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰهِ بْنُ يُوسُفَ قَالَ أَخْبَرَنَا مَالِكٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ أَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صلى الله عليه وسلم سَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي أُضْمِرَتْ مِنَ الْحَفْيَاءِ وَأَمَدُهَا ثَنِيَّةُ الْوَدَاعِ وَسَابَقَ بَيْنَ الْخَيْلِ الَّتِي لَمْ تُضَمَّرْ مِنَ الثَّنِيَّةِ إِلَى مَسْجِدِ بَنِي زُرَيْقٍ وَأَنَّ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عُمَرَ كَانَ فِيمَنْ سَابَقَ بِهَا)

ترجمہ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان گھوڑوں کے درمیان جو (جہاد کیلئے) تیار کئے گئے تھے حفیاء سے دوڑ کرائی اس دوڑ کی حد ثنیۃ الوداع تک تھی (یعنی حفیاء سے

ثنیۃ الوداع تک دوڑ کرائی، اور جو گھوڑے تیار نہیں کئے گئے تھے ان کی دوڑ ثنیۃ الوداع سے بنی زریق کی مسجد تک کرائی اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے اس گھوڑ دوڑ میں شرکت کی (یعنی حصہ لیا)

مُطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمہ فی قولہ "الی مسجد بنی زریق"

تعدد موضعہ والحدیث ھہنا ص۵۹ تا ص۶۰ وفی کتاب الجہاد فی سباب السبق بین الخیل ص۴۰۲ وباب اضمار الخیل ص۴۰۲ وباب غایۃ للسبق للخیل ص۴۰۲ وفی کتاب الاعتصام فی باب ماذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ص۱۰۹ ومسلم جلد ثانی ص۱۳۲ ابوداؤد فی الجہاد ص۳۴۵ والترمذی اول فی الجہاد ص۲۰۳ ونسائی ثانی کتاب الخیل والسبق فی باب غایۃ السبق التی لم تضمر ص۱۰۶ وفی باب اضمار الخیل للسبق ص۱۰۵ تا ص۱۰۶۔

مقصد ترجمہ امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے یہ ہے کہ مسجد کی نسبت بنانے والے یا اس کے انتظام کرنے والے متولی وغیرہ کیطرف نسبت کرنا جائز ہے اور استدلال میں امام بخاریؒ نے روایت پیش کردی الی مسجد بنی زریق، کہ اس روایت میں مسجد کی اضافت بنی زریق کی طرف ہے اور یہی جمہور کا مذہب ہے گویا امام بخاریؒ جمہور کی تائید وموافقت کر رہے ہیں۔

صرف ابراہیم نخعیؒ سے منقول ہے کہ وہ اس اضافت ونسبت کو مکروہ سمجھتے تھے لقولہ تعالےٰ وان المساجد للہ (سورۂ جن)

جمہور اس کا جواب دیتے ہیں کہ اضافت کسی متولی یا بانی وغیرہ کی طرف بطور مجاز تمیز وتعریف کیلئے ہے ملکیت کیلئے نہیں، اور اللہ کیطرف نسبت حقیقی ہے اور تملیک کیلئے ہے۔ فلا تعارض۔

سوال وجواب اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب روایت میں صاف الی مسجد بنی زریق اضافت کی تصریح ہے تو پھر امام بخاریؒ نے ھل یقال الخ ترجمہ میں لفظ ھل سے تردد کیوں بیان کیا؟

جواب یہ ہے کہ امام بخاریؒ بہت باریک بین ہیں اسلئے لفظ ھل سے یہ اشارہ کردیا ہے کہ روایت میں جو مسجد بنی زریق کا لفظ آیا ہے اسمیں یہ نسبت حضور اقدس صلعم کے زمانے میں رہی ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ حضور اقدس صلعم کے بعد تعریف کیلئے مسجد بنی زریق کہدیا۔ اور ظاہر ہے کہ اس دوسری صورت میں استدلال تمام نہ ہوگا۔

اسی احتمال کیوجہ سے امام بخاری نے تردد کے ساتھ ترجمہ قائم فرمایا۔ واللہ اعلم

تشریح سابق از مسابقت باب مفاعلۃ آگے بڑھنے میں مقابلہ کرنا، اضمرت بضم الھمزہ

علی صیغۃ المجہول من الاضمار و ضمر از تضمیر کے معنی ہیں لاغر و دبلا کرنا، چھریرا بنانا، اضمر الفرس گھوڑے کو سواری کیلئے، جہاد کی تیاری کے لئے تیار کرنا۔

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ گھوڑوں کو پہلے خوب کھلا پلا کر موٹا کرتے ہیں پھر دانا و چارہ کم کر دیتے ہیں اور گھر میں باندھ کر اوپر سے جھول ڈال دیتے ہیں جس سے خوب پسینہ آتا ہے اور ہر روز دوڑاتے ہیں یہ عمل چالیس دن کرنے سے گھوڑا تیز رو ہو جاتا ہے اور اس کا دم بڑھ جاتا ہے۔

حفیاء بفتح الحاء وسکون الفاء ایک جگہ کا نام ہے امد بفتح الہمزہ وفتح المیم الغایۃ ثنیۃ الوداع وہ جگہ ہے جہاں انصار مدینہ نے ہجرت کے موقع پر سید الاولین والآخرین خاتم الانبیاء والمرسلین حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کا شاندار استقبال کیا تھا نیز یہی وہ جگہ ہے جہاں اہل مدینہ اپنے اعزہ و اقرباء کو رخصت کرنے کیلئے عام طور پر جاتے ہیں۔ علامہ عینی رحمہ نے لکھا ہے کہ حفیاء اور ثنیۃ الوداع کے درمیان کا فاصلہ پانچ یا چھ یا سات میل کا ہے بنی زریق بضم الزای وفتح الراء بنی زریق انصار مدینہ کے مشہور قبیلے خزرج کی ایک شاخ ہے ثنیۃ الوداع اور مسجد بنی زریق کے درمیان صرف ایک میل کا فاصلہ ہے۔

بَابُ ۲۸۲ الْقِسْمَةِ وَتَعْلِيقِ الْقِنْوِ فِي الْمَسْجِدِ قَالَ اَبُوعَبْدِ اللهِ الْقِنْوُ الْعِذْقُ وَالْاِثْنَانِ قِنْوَانِ وَالْجَمَاعَةُ اَيْضًا قِنْوَانٌ مِثْلُ صِنْوٍ وَصِنْوَانٍ وَقَالَ اِبْرَاهِيْمُ يَعْنِي ابْنَ طَهْمَانَ عَنْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ بْنِ صُهَيْبٍ عَنْ اَنَسٍ قَالَ اُتِيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَالٍ مِنَ الْبَحْرَيْنِ فَقَالَ انْثُرُوْهُ فِي الْمَسْجِدِ وَكَانَ اَكْثَرَ مَالٍ اُتِيَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَخَرَجَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى الصَّلٰوةِ وَلَمْ يَلْتَفِتْ اِلَيْهِ فَلَمَّا قَضَى الصَّلٰوةَ جَاءَ فَجَلَسَ اِلَيْهِ فَمَا كَانَ يَرٰى اَحَدًا اِلَّا اَعْطَاهُ اِذْ جَاءَهُ الْعَبَّاسُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اَعْطِنِيْ فَاِنِّيْ فَادَيْتُ نَفْسِيْ وَفَادَيْتُ عَقِيْلًا فَقَالَ لَهُ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خُذْ فَحَثَا فِيْ ثَوْبِهِ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَلَمْ يَسْتَطِعْ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ اِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ ذَهَبَ يُقِلُّهُ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللهِ اُؤْمُرْ بَعْضَهُمْ يَرْفَعْهُ اِلَيَّ قَالَ لَا قَالَ فَارْفَعْهُ اَنْتَ عَلَيَّ قَالَ لَا فَنَثَرَ مِنْهُ ثُمَّ احْتَمَلَهُ فَاَلْقَاهُ عَلٰى كَاهِلِهِ ثُمَّ انْطَلَقَ فَمَا زَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُتْبِعُهُ بَصَرَهُ حَتّٰى خَفِيَ عَلَيْنَا عَجَبًا مِنْ حِرْصِهِ فَمَا قَامَ رَسُوْلُ اللهِ

صلے اللہ علیہ وسلم وثمہ منہا درھم)

مسجد میں (مال) تقسیم کرنے اور کھجور کے خوشے (گچھے) لٹکانے کا بیان۔

ابو عبداللہ (امام بخاری رح) نے کہا کہ قنو کے معنی عذق یعنی خوشہ کھجور کے ہیں اس کا تثنیہ قنوان آتا ہے اور جمع بھی قنوان ہے جیسے صنو اور صنوان (یعنی صنو مفرد ہے اور اس کا تثنیہ اور جمع صنوان ہے) اور ابراہیم بن طہمان عبدالعزیز بن صہیب سے روایت کی انہوں نے حضرت انس بن مالک رض سے حضرت انس رض نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے مال لایا گیا تو آپ نے فرمایا کہ اسکو مسجد میں پھیلا دو اور یہ مال تمام ان مالوں سے زیادہ تھا جو اب تک رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نماز کیلیے تشریف لائے اور مال کیطرف کوئی توجہ نہیں کی جب آپ نماز پوری کر چکے تو اس مال کے پاس آکر بیٹھ گئے اور آپ جسے بھی دیکھتے اسے عطا فرماتے اتنے میں حضرت عباس رض آپ کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ مجھے بھی دیجیے اس لیے کہ (غزوہ بدر کے موقعہ پر) میں نے اپنی ذات کا بھی فدیہ دیا تھا اور عقیل بن ابی طالب کا بھی فدیہ ادا کیا تھا اسی پر آپ نے حضرت عباس رض سے فرمایا آپ خود لے لیجیے چنانچہ حضرت عباس رض نے اپنے کپڑے میں مال بھر لیا پھر اس کو اٹھانے لگے تو (وزن کی زیادتی کیوجہ سے) اٹھا نہ سکے تو انہوں نے کہا یارسول اللہ کسی کو حکم دیجیے کہ مجھکو یہ بوجھ اٹھا دے آپ نے فرمایا نہیں (یہ نہیں ہوسکتا) تو حضرت عباس رض نے کہا کہ پھر آپ ہی اٹھا دیجیے آپ نے فرمایا نہیں پھر حضرت عباس نے اس میں سے کچھ گرا دیا پھر اس کو اٹھانے لگے اور کہا یارسول اللہ کسی کو حکم دیجیے کہ اٹھا دے آپ نے فرمایا نہیں پھر انہوں نے کہا کہ آپ ہی اٹھا دیجیے آپ نے فرمایا نہیں تو پھر اس میں سے کچھ گرا دیا پھر اس کو اٹھایا اور اپنے کاندھے پر ڈال لیا اور چل دیئے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کی حرص پر تعجب کرتے ہوئے ان کو دیکھتے رہے۔ یہاں تک کہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے اس وقت تک نہ اٹھے جب تک ایک درہم بھی باقی رہا۔

تعدد موضعہ والحدیث ذکرہ البخاری ھہنا تعلیقا منا وایضا یاتی الحدیث معلقا فی الجہاد ص۴۲۸ وص۴۴۸۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں نماز، تلاوت قرآن اور اذکار کے علاوہ بوقت ضرورت حالات کے تقاضے کے مطابق دیگر امور بھی انجام دیئے جا سکتے ہیں بشرطیکہ احترام مسجد کے خلاف نہ ہو۔

جیسے ضرورتمندوں اور محتاجوں کو مال دینا، محتاجوں کیلیے کھجور وغیرہ کے خوشے لٹکا دینا جائز ہے کہ باغ والے خوشے لٹکا دیں اور وہ نادار و محتاج جن کے پاس نہیں ہے وہ کھا سکیں، جیسے ضرورت کیوقت

مسجد میں سامان رکھا جاتا ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے حتی کہ نمازی حضرات اپنی جوتیاں بھی رکھتے ہیں۔

چوں کہ بعض روایت سے عدم جواز کا شبہ ہو سکتا تھا جیسے ایک حدیث میں آیا ہے فان المساجد لم تبن لہذا (ابوداؤد اول ص۶۵)

اور مسلم شریف کی ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مسجد میں سنے کہ ایک شخص اپنی گم شدہ چیز کا اعلان کر رہا ہے تو اس اعلان کرنے والے کو کہنا چاہیے۔

لا ردھا اللہ علیک فانما المساجد لم تبن لہذا (مسلم اول ص۲۱۰) — خدا تیری چیز تجھے نہ لوٹائے اسلئے کہ مسجدیں اس کام کے لئے نہیں بنائی گئیں۔

امام بخاری رحؒ نے اس باب سے مواضع حاجات کو مستثنیٰ کر دیا ہے اور مسلسل چند ابواب قائم کرکے بتا دیا ہے کہ عند الضرورت یہ افعال جائز ہیں البتہ بلا ضرورت اور مستقل طور پر عادت بنانا درست نہیں۔

اشکال و ترجمۃ الباب کے دو جز ہیں ۱ مسجد میں مال کی تقسیم ۲ کھجور کے خوشے لٹکانا لیکن امام بخاری رحؒ نے حضرت انس رضؓ کی جو روایت ذکر فرمائی ہے اس سے صرف پہلا جز تقسیم مال ثابت ہوتا ہے اس میں دوسرے جز خوشہ لٹکانے کا کوئی تذکرہ نہیں ہے۔ فقال ابن بطال اغفلہ، و قال ابن التین انسیہ ولیس کما قالا الخ (فتح الباری) یعنی امام بخاری رح کو غفلت ہو گئی یا بھول گئے۔

حافظ عسقلانی فرماتے ہیں کہ یہ نہیں ہے جو مذکورہ دو بزرگوں نے کہا ہے، بلکہ صحیح یہ ہے کہ امام بخاری رحؒ نے دوسرا جز تعلیق القنو کا ترجمہ میں اضافہ کرکے اس روایت کی طرف اشارہ کیا ہے جس کو نسائی نے عوف بن مالک اشجعی سے نقل کیا ہے قال۔

خرج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وبیدہ عصا وقد علق رجل قنا حشف فجعل یطعن فی ذلک القنو ویقول لو شاء رب ھذہ الصدقۃ تصدق باطیب من ھذا (فتح الباری) — رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لائے اور آپ کے دست مبارک میں لاٹھی تھی اور ایک شخص نے حشف یعنی ردی کھجوروں کا ایک خوشہ لٹکا دیا ہے آپؐ نے اس خوشہ میں مارتے ہوئے فرمایا اگر اس خوشے والا چاہتا تو اس سے بہتر کا صدقہ کر سکتا تھا۔

ولیس ھو علی شرطہ۔ یہ توجیہ بھی بلاشبہ صحیح ہے۔ نیز ابوداؤد اول ص۲۲۷ میں یہ ہے بعض الفاظ کے تغیر کے ساتھ۔ لیکن اس سے بہتر اور عمدہ قول وہ ہے کہ جو علامہ عینی رح لکھتے ہیں کہ ابو محمد بن قتیبہ نے

غریب الحدیث میں اسی روایت کے ساتھ یہ اضافہ بایں الفاظ ذکر کیا ہے:۔

انہ لما خرج رای اقناء معلقۃ فی المسجد وکان امر بین کل حائط بقنو یعلق فی المسجد لیاکل منہ من لاشیئ لہ الخ

جب آپؐ مسجد میں تشریف لائے تو آپ نے مسجد میں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے دیکھے اور آپؐ نے یہ حکم دے رکھا تھا کہ مسجد کے ہر دیوار کے درمیان خوشہ لٹکا دیا جائے تاکہ جن کے پاس کچھ نہ ہو وہ کھا سکیں۔

اور یہ امام بخاریؒ کا قاعدہ ہے کہ ترجمۃ الباب سے روایات منقولہ کیطرف اشارہ کرتے ہیں مختصر جواب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مسجد میں جو دراہم پھیلائے گئے تھے وہ لوگوں کے درمیان تقسیم کیلئے، اسی طرح خوشہ کھجور کا لٹکانا بھی لوگوں میں تقسیم ہی کے لئے تھا تو شرکت فی التقسیم سے ترجمہ کے دونوں جزء کا اثبات ہوگیا۔

بعض روایتوں میں ہے یہ مال جو بحرین سے آیا تھا وہ ایک لاکھ دراہم تھے۔
احوال بحرین کے متعلق نصر الباری کتاب المغازی ص۱۶ میں حدیث ۱۲ ملاحظہ فرمائیے۔

باب ۲۸۳

(مَنْ دُعِیَ لِطَعَامٍ فِی الْمَسْجِدِ وَمَنْ اَجَابَ مِنْہُ)

جسکو مسجد میں کھانے کی دعوت دیجائے اور وہ مدعو مسجد ہی میں دعوت قبول کرے (تو یہ جائز ہے)

۴۰۹ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ یُوْسُفَ قَالَ اَنَا مَالِکٌ عَنْ اِسْحٰقَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ اَنَّہٗ سَمِعَ اَنَسًا قَالَ وَجَدْتُ النَّبِیَّ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فِی الْمَسْجِدِ وَمَعَہٗ نَاسٌ فَقُمْتُ فَقَالَ لِیْ اَرْسَلَکَ اَبُوْطَلْحَۃَ فَقُلْتُ نَعَمْ قَالَ لِطَعَامٍ قُلْتُ نَعَمْ فَقَالَ لِمَنْ حَوْلَہٗ قُوْمُوْا فَانْطَلَقَ وَانْطَلَقْتُ بَیْنَ اَیْدِیْہِمْ)

ترجمہ حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد میں پایا اور آپؐ کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے میں کھڑا ہوگیا تو آپؐ نے مجھ سے پوچھا کیا تجھ کو ابو طلحہ نے بھیجا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں آپؐ نے فرمایا کھانے کیلئے بلایا ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ تو آپؐ نے ان سب لوگوں سے فرمایا جو آپؐ کے پاس موجود تھے" اٹھو یعنی چلو، پھر آپؐ چلے اور میں ان سب کے آگے چلا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی " قال لطعام قلت نعم" مطلب یہ ہے کہ ترجمۃ الباب کا ایک جزء دعوت دینا ہے اور اس کا ثبوت لطعام قلت نعم سے ہے، اور حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا حاضرین سے فرمانا، قوموا الخ یہ اجابت دعوت ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا صـ۶۰ ویاتی مطولا صـ۵۰۵ وصـ۸۱۱ وصـ۸۱۹ ج صـ ج صـ وفی کتاب الایمان والنذور صـ۹۸۹ ومسلم ثانی صـ۱۷۸ تا صـ۱۷۹۔

مقصد ترجمہ چوں کہ حدیث میں دنیاوی گفتگو سے ممانعت آئی ہے اور مساجد کے سلسلے میں ارشاد نبوی ہے انما بنیت المساجد لذکر اللہ والصلوٰۃ وغیرہ اسلئے امام بخاریؒ اس ترجمہ سے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بوقت ضرورت مباح کلام مسجد میں بھی جائز ہے چنانچہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:۔

غرضہ من عقد ھٰذا الباب جواز الکلام المباح فی المسجد (شرح تراجم)

چنانچہ حدیث الباب سے ثابت ہے کہ مسجد میں کھانے کی دعوت دینا اور پھر مدعو کا دعوت کو قبول کرنا حضور اقدس ﷺ سے ثابت ہے والتفصیل فی المناقب۔ ان شاء اللہ الرحمٰن۔

باب ۲۸۴

(القضاءِ وَاللِّعَانِ فِی المسجِدِ بَیْنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ)

مسجد میں مردوں اور عورتوں کے درمیان فیصلہ کرنے اور لعان کرانے کا بیان

۴۱۰ حَدَّثَنَا یَحْیٰی نا عَبْدُ الرَّزَّاقِ انا ابْنُ جُرَیْجٍ انا ابْنُ شِہَابٍ عَنْ سَہْلِ بْنِ سَعْدٍ اَنَّ رَجُلًا قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَاَیْتَ رَجُلًا وَجَدَ مَعَ امْرَاَتِہٖ رَجُلًا اَیَقْتُلُہٗ فَتَلَاعَنَا فِی الْمَسْجِدِ وَاَنَا شَاہِدٌ۔

ترجمہ حضرت سہل بن سعدؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ فرمائیے اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے ساتھ کسی مرد کے (بدفعلی کرتے ہوئے) پائے تو کیا وہ اس کو قتل کردے؟ پھر ان دونوں (شوہر اور بیوی) نے مسجد میں لعان کیا اور میں وہیں موجود تھا۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی " فتلاعنا فی المسجد " اس لئے کہ مسجد کے اندر لعان کرانا قضاء فی المسجد ہوا اور لعان چونکہ بین الرجال

والنسار ہی ہوتا ہے لہذا قضار بین الرجال والنسار ثابت ہو گیا۔

تعدد موضعہ والحدیث ھٰہنا ص۶۰ و یاتی فی تفسیر النور مفصلا و مطولا ص۶۹۴ ایضا ص۶۹۵ و فی الطلاق ص۷۹۱ و ص۷۹۹ تا ص۸۰۰ و فی باب التلاعن فی المسجد ص۸۰۰ و ص۱۰۱۳ و مختصرا ص۱۰۶۲ ، و ص۱۰۸۵۔ مسلم اول فی کتاب اللعان ص۴۸۸ و ص۴۸۹ و ابوداؤد اول فی کتاب الطلاق ص۳۰۵ نسائی جلد ثانی فی کتاب الطلاق فی باب بدر اللعان ص۹۱ و ابن ماجہ فی ابواب الطلاق فی باب اللعان ص۱۵۰۔

مقصد ترجمہ چوں کہ قضار فی المسجد کے سلسلے میں ائمہ عظام کے اقوال مختلف ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ و امام احمدؒ و جمہور علمار کے نزدیک مسجد بلکہ جامع مسجد میں قاضی کا بیٹھ کر معاملات و مقدمات بین الناس کا فیصلہ کرنا جائز ہے بلکہ مستحسن ہے۔

امام شافعیؒ سے منقول ہے کہ معمول بنانا مکروہ ہے البتہ اگر کبھی اتفاقاً مسجد میں فیصلہ کرنے کی نوبت آگئی تو بلا کراہت جائز ہے۔

امام بخاریؒ کا مقصد اس باب سے ائمہ ثلاثہ و جمہور کی موافقت و تائید ہے اور شوافع کی تردید۔

تشریح ترجمۃ الباب میں لعان کا عطف قضار پر من عطف الخاص علی العام یعنی تخصیص بعد التعمیم ہے (عمدہ) اسلیے کہ قضار عام ہے لعان میں ہو یا غیر لعان میں

بعض نسخہ میں بین الرجال والنساء کی زیادتی نہیں ہے چنانچہ علامہ عینیؒ اور علامہ عسقلانی واکثر شراح کہتے ہیں یہ حشو (یعنی زائد) و لغو ہے ولھذا لم یثبت الا فی روایۃ المستملی (عمدہ)

لیکن حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں " میری ذاتی رائے یہ ہے کہ شراح کو جو اشکال پیش آیا اسکی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے بین الرجال والنساء کو اللعان سے جوڑ دیا اور اس کے متعلق کر دیا، میری رائے یہ ہے کہ یہ لعان سے متعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق قضار سے ہے اور مطلب یہ ہوا:- باب القضاء فی المسجد بین الرجال والنساء ، اور مقصود بالذات بھی (یہاں) یہی ہے، لعان کا لفظ تو روایت کی وجہ سے بڑھا دیا۔ کیوں کہ اس میں لعان کا ذکر موجود ہے ورنہ اصل مسئلہ تو قضار کا بیان کیا جا رہا ہے الخ (تقریر بخاری جلد دوم ص۱۵۳) البتہ فی زماننا مسجد میں مقدمات کے فیصلے سے احتراز ہی انسب ہے۔

باقی لعان کی تعریف اور طریقہ کی تفصیل کیلئے نصر الباری کتاب التفسیر ص۴۴ سے ص۴۶ کا مطالعہ فرمائیے، اور کچھ تفصیل اپنی جگہ آئے گی انشاء اللہ الرحمٰن۔

باب ۲۸۵

(اِذَا دَخَلَ بَيْتًا يُصَلِّي حَيْثُ شَاءَ اَوْ حَيْثُ اُمِرَ وَلَا يَتَجَسَّسُ)

باب: جب کسی کے گھر میں جائے تو جہاں چاہے یا جہاں گھر والا کہے نماز پڑھ لے اور تجسّس نہ کرے (یعنی زیادہ پوچھ پاچھ نہ کرے کہ یہ جگہ پاک ہے یا ناپاک؟ نماز کیلئے ہر جگہ ہے جبتک کہ نجاست کا یقین نہ ہو)

۴۱۱ (حَدَّثَنَا عَبْدُ اللهِ بْنُ مَسْلَمَةَ قَالَ نَا اِبْرَاهِيْمُ بْنُ سَعْدٍ عَنِ ابْنِ شِهَابٍ عَنْ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ عَنْ عِتْبَانَ بْنِ مَالِكٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتَاهُ فِيْ مَنْزِلِهٖ فَقَالَ اَيْنَ تُحِبُّ اَنْ اُصَلِّيَ لَكَ مِنْ بَيْتِكَ قَالَ فَاَشَرْتُ لَهٗ اِلٰى مَكَانٍ فَكَبَّرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ)

ترجمہ حضرت عتبان بن مالک رضؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ تم کس جگہ کو پسند کرتے ہو کہ تمہارے لئے تمہارے گھر میں نماز پڑھوں؟ عتبان رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے ایک جگہ کی طرف اشارہ کر دیا پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تکبیر کہی (یعنی اللہ اکبر کہکر نیت باندھی) اور ہم نے آپؐ کے پیچھے صف باندھی اور آپؐ نے دو رکعت نماز پڑھائی۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ فی "این تحب ان اصلی لک"

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۶۰ ویاتی مطولا ص۶۰ وص۹۲ وص۹۵ وص۱۱۲ مختصرا ایضا ص۱۱۶ ومفصلا ص۱۵۸ وفی المغازی ص۵۷۲ ومطولا ص۸۱۳ وص۹۵۰ وص۱۰۲۵ ومسلم اول ص۲۳۳ ونسائی اول فی الصلوٰۃ فی باب امامۃ الاعمی ص۹۰۔

مقصد ترجمہ ترجمۃ الباب کے دو جز ہیں ایک یصلی حیث شاء، یعنی جانیوالا جب اجازت حاصل کرکے گھر میں داخل ہوا ہے تو اختیار ہے کہ جہاں مناسب سمجھے نماز پڑھ لے۔ دوسرا جز حیث امر" یعنی جس جگہ کیلئے کہا جائے ۔ امام بخاریؒ نے دونوں کے درمیان کلمہ او ذکر کیا ہے جس سے دونوں امروں میں تردد معلوم ہوتا ہے بخاری نے روایت سے بتادیا کہ جہاں اجازت دیجائے وہاں پڑھے اور تجسس نہ کرا سلئے کہ حضور اکرم

نے پوچھا کہ بتاؤ کہاں پڑھوں؟

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ لایتجسس کا تعلق شق ثانی سے ہے کہ جہاں کہا جائے وہیں پڑھے اور تجسس نہ کرے۔ اور اِدھر اُدھر نہ دیکھے۔

شیخ المشائخ شاہ ولی اللہؒ کی رائے یہ ہے کہ لایتجسس دونوں کے متعلق ہو سکتا ہے یعنی شاہ صاحبؒ کا خیال ہے کہ دونوں ہی صورتوں کی اجازت ہے اور تجسس ممنوع ہے (شرح تراجم) البتہ اگر گھر والا از خود کہے کہ فلاں جگہ پڑھئے تو پھر حیث شاء نہیں پڑھ سکتا ہے واللہ اعلم۔

باب ۲۸۶

(المساجد فی البیوت وصلی البراء بن عازب فی مسجد دارہ جماعۃ)

باب، گھروں میں مسجد بنانے کا بیان۔ اور حضرت براء بن عازبؓ نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی

۴۱۲ حدثنا سعید بن عفیر قال نا اللیث قال حدثنی عقیل عن ابن شھاب قال اخبرنی محمود بن الربیع الانصاری ان عتبان بن مالک وھو من اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ممن شھد بدرا من الانصار انہ اتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا رسول اللہ قد انکرت بصری وانا اصلی لقومی فاذا کانت الامطار سال الوادی الذی بینی وبینھم لم استطع ان اتی مسجدھم فاصلی بھم وددت یا رسول اللہ انک تاتینی فتصلی فی بیتی فاتخذہ مصلی قال فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سافعل ان شاء اللہ تعالیٰ قال عتبان فغدا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وابو بکر حین ارتفع النھار فاستاذن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاذنت لہ فلم یجلس حین دخل البیت ثم قال این تحب ان اصلی من بیتک قال فاشرت لہ الی ناحیۃ من البیت فقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فکبر فقمنا فصففنا فصلی رکعتین ثم سلم قال وحبسناہ علی خزیرۃ صنعناھا لہ قال فثاب فی البیت رجال من

مِنْ اَهْلِ الدَّارِ ذَوُو عَدَدٍ فَاجْتَمَعُوْا فَقَالَ قَائِلٌ مِّنْهُمْ اَيْنَ مَالِكُ بْنُ الدُّخَيْشِنِ اَوْ ابْنُ الدُّخْشُنِ فَقَالَ بَعْضُهُمْ ذٰلِكَ مُنَافِقٌ لَا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَقُلْ ذٰلِكَ اَلَا تَرَاهُ قَدْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يُرِيْدُ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّا نَرٰى وَجْهَهٗ وَنَصِيْحَتَهٗ اِلَى الْمُنَافِقِيْنَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ قَالَ ابْنُ شِهَابٍ ثُمَّ سَاَلْتُ الْحُصَيْنَ بْنَ مُحَمَّدٍ الْاَنْصَارِيَّ وَهُوَ اَحَدُ بَنِيْ سَالِمٍ وَهُوَ مِنْ سَرَاتِهِمْ عَنْ حَدِيْثِ مَحْمُوْدِ بْنِ الرَّبِيْعِ فَصَدَّقَهٗ بِذٰلِكَ)

ترجمہ حضرت محمود بن ربیع انصاری رضؓ نے بیان کیا کہ حضرت عتبان بن مالک رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابی تھے اور قبیلہ انصار کے ان لوگوں میں سے تھے جو غزوۂ بدر میں حاضر تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ میں اپنی بینائی کو کمزور محسوس کرتا ہوں اور میں اپنی قوم کو نماز پڑھاتا ہوں لیکن جب بکثرت بارش ہوتی ہے تو وہ نالہ جو میرے اور ان لوگوں کے درمیان ہے بہنے لگتا ہے اور میں ان کی مسجد تک نہیں جا سکتا کہ انھیں نماز پڑھاؤں اور میری تمنا ہے یا رسول اللہ کہ آپ میرے گھر تشریف لائیں اور میرے گھر میں نماز پڑھ دیں تاکہ میں اس جگہ کو نماز پڑھنے کیلئے مقرر کرلوں، عتبان رضؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبان سے یہ فرمایا کہ میں ایسا کرونگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ حضرت عتبان رضؓ فرماتے ہیں چنانچہ دوسرے دن صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق رضؓ دن چڑھنے کے بعد تشریف لائے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اندر آنیکی اجازت چاہی اور میں نے اجازت دی، پھر جب آپ گھر کے اندر تشریف لائے تو ابھی بیٹھے بھی نہ تھے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم اپنے گھر میں کس جگہ کو پسند کرتے ہو کہ میں نماز پڑھوں، عتبان رضؓ کہتے ہیں کہ میں نے گھر کے ایک گوشہ کیطرف اشارہ کر دیا۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور تکبیر کہی (یعنی اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرمادی) اور ہم لوگ بھی (آپ کے پیچھے) کھڑے ہوگئے اور صف بستہ ہوگئے۔ آپ نے دو رکعت نماز پڑھی پھر سلام پھیر دیا حضرت عتبان رضؓ کہتے ہیں کہ ہم نے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کو اس خزیرہ (حلیم) کھانے کے لئے روک لیا جو ہم نے آپ ہی کیلئے تیار کیا تھا عتبان کہتے ہیں کہ پھر محلہ والوں میں سے متعدد لوگ گھر میں جمع ہو گئے اور ان میں سے ایک نے کہا کہ مالک ابن دخیشن یا (یہ کہا) ابن دخیشن کہاں ہے؟ ان ہی میں سے کسی نے کہا وہ تو منافق ہے اللہ اور اس کے رسول

سے محبت نہیں رکھتا یہ سنکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ مت کہو کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے لا الٰہ الا اللہ کہا ہے اور اس سے اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنا ہے اس پر اس شخص نے کہا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جاننے والے ہیں ہم تو بظاہر اس کی توجہ اور اس کی خیرخواہی منافقوں کے ساتھ دیکھتے ہیں (اسلئے زبان سے یہ بات نکل گئی) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز وجل نے دوزخ کو اس شخص پر حرام کر دیا ہے جو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتے اور اس کا مقصد اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہو ابن شہاب کہتے ہیں کہ پھر میں نے حصین بن محمد انصاری سے پوچھا اور وہ قبیلہ بنی سالم کے ایک فرد اور ان کے سرداروں میں تھے محمود بن الربیع کی حدیث کے متعلق پوچھا تو انہوں نے اس کی تصدیق کی۔

مطابقۃ الحدیث للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " فصلی رکعتین " اس لئے کہ یہ دو رکعت نماز حضرت عتبان رضؓ کے گھر میں پڑھی گئی اور یہاں مسجد سے مراد سجدگاہ یعنی لغوی مسجد ہے۔

۲ نیز فاتخذہ مصلی سے بھی مطابقت ہوسکتی ہے اسلئے کہ اس سے اتخاذ المسجد فی البیت ثابت ہوتا ہے۔

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۶۰ تا ص۶۱ و یاتی ص۹۲ و ص۹۵ و مختصرا ص۱۱۶ ۔ ۔ و مفصلا ص۱۵۸، ص۸۱۳ و ص۹۵۰ و ص۱۰۲۵ ابن ماجہ باب المساجد فی الدور ص۵۵

مقصد ترجمہ اس ترجمۃ الباب سے امام بخاری رحؒ کا مقصد کیا ہے؟ ایک قول یہ ہے کہ امام بخاری رحؒ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ گھروں میں مسجد یعنی نماز و عبادت کے لئے جگہ مقرر کرنا مستحب و مستحسن ہے تاکہ عبادت کرنے میں یکسوئی اور سہولت ہو۔

دوسرا قول یہ ہے کہ امام بخاری رحؒ نے حدیث عائشہ رضؓ کیطرف اشارہ کیا ہے جو ابوداؤد جلد اول ص۶۶ میں ہے قالت امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ببناء المساجد فی الدور وان تنظف وتطیب،

اس سے امام بخاری رحؒ کا مقصد یہ ہے کہ گھروں میں نماز پڑھنے کی جگہ متعین کرلیں، اب اگر بوقت ضرورت گھر کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھی جائے تو بلاشبہ جماعت کا ثواب حاصل ہو جائے گا، مگر جماعت مسجد کا ثواب نہیں ملے گا۔

امام بخاری رحؒ نے تائید میں حضرت براء بن عازب رضؓ کا عمل پیش کر دیا کہ انھوں نے اپنے گھر کی مسجد میں جماعت کے ساتھ نماز پڑھی اور یہ جلیل القدر صحابی ہیں۔

اس کے بعد حضرت عتبان بن مالک رضؓ کی تفصیلی روایت ذکر کی کہ حضرت عتبان رضؓ نے فاتخذہ مصلی فرمایا ہے جس سے اتخاذ المسجد فی البیوت ثابت ہو گیا۔ البتہ یہ مسجد شرعی مسجد نہیں ہوگی کیوں کہ شرعی

مسجد کسی کی ملک نہیں ہوتی نہ اس میں وراثت جاری ہوتی، حالت جنابت میں داخل ہونا جائز نہیں۔

برخلاف مسجد فی البیوت کے کہ گھر کی مسجد گھر والوں کی ملکیت ہوتی ہے اس میں وراثت بھی جاری ہوگی، اور حالتِ جنابت میں داخل ہونا بھی جائز وغیرہ۔

تشریح | انہ اتی | اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عتبان خود خدمت اقدس میں حاضر ہوئے مگر مسلم شریف جلد اول کتاب الایمان صـ۴۶ کی روایت میں ہے فبعث الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عتبان رضؓ نے دربار رسالت میں قاصد کو بھیجا تھا جواب یہ ہے کہ پہلے قاصد بھیجا پھر خود حاضر خدمت ہوئے۔

| انکرت بصری | اکثر روایتوں سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ بینائی کمزور ہو گئی تھی چنانچہ صـ۱۱۶ اور صـ۱۵۸ وغیرہ کے الفاظ یہی ہیں لیکن بخاری صـ۹۲ میں ہے کان یؤم قومہ وھو اعمیٰ، بظاہر تعارض ہے جوابـ۱ انکار بصارت کا اطلاق کبھی ضعف بصارت پر ہوتا ہے اور کبھی اس پر بھی ہوتا ہے کہ بینائی بالکلیہ جاتی رہی۔

جوابـ۲ وھو اعمیٰ کا مطلب یہ ہے کہ بینائی کا اکثر حصہ ختم ہو گیا یعنی قریب العمی پر اعمیٰ کا اطلاق کر دیا گیا۔

| ثم قال این تحب ان اصلی الخ | یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہونچتے ہی فرمایا کہ تم نماز کیلئے کس جگہ کو پسند کرتے ہو اور حضرت ام سلیم رضؓ کے واقعہ میں ہے آپؐ نے پہلے کھانا تناول فرمایا پھر بعد میں نماز پڑھی۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت عتبان رضؓ کے یہاں اصل اور بالذات مقصد نماز پڑھنا تھا اس لئے اس کو مقدم کر دیا اور ام سلیم رضؓ کے واقعہ میں اصل دعوت تھی اور نماز پڑھنا برکت کیلئے تبعًا تھا اسلئے مؤخر فرما دیا۔

| این مالک بن الدخیشن الخ | یہاں پر شک کے ساتھ ہے اور مسلم شریف صـ۴۶ میں دخشم مکبراً ہے اور صـ۴۷ میں دخیشم مصغراً ہے۔

حضرت شیخ الحدیث رحؒ سے منقول ہے کہ صحیح مالک بن الدخشم بالمیم ہے (تقریر بخاری) بلاشبہ یہ بدری صحابی ہیں نیز مسجد ضرار کے گرانے اور جلانے میں بھی شریک تھے، اس سے معلوم ہوا کہ صاحب فضیلت صحابی ہیں پھر سوال یہ ہے کہ صحابہ نے ان کو منافق کیوں کہا؟

جواب:۔ جن صحابہ کرام رضؓ نے ان کو دیکھا کہ منافقین سے تعلقات رکھتے ہیں اس لئے ظاہری حالات کی بنا پر منافق کہدیا۔

پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ صحابی ہو کر منافقوں سے تعلق کیوں رکھتے تھے؟

جواب یہ ہے کہ بعض مجبوریاں ہوتی ہیں جو دوسروں کو معلوم نہیں ہوتیں ہیں۔ مثلاً قرابت و رشتہ داری اور اصلاح احوال کی امید ہو وغیرہ جیسا کہ حضرت حاطب بن بلتعہ رضؓ کا واقعہ ہے۔ اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعہ ان کا ایمان معلوم ہوگیا ہوگا اس لئے آپ نے فرمایا الیسامت کہو کیوں کہ یہ کلمہ ایمانی کا معتقد و مقر ہے۔

قال ابن شہاب الخ یہاں سوال یہ ہے کہ جب محمود بن ربیع صحابی نے ابن شہاب امام زہری سے حدیث نقل کر دی تو پھر دوسرے سے پوچھنے کی کیا ضرورت پڑی؟

چوں کہ روایت سے بظاہر اہمال اعمال مفہوم ہوتا ہے کہ صرف ایمان کافی ہے اعمال کے بغیر بھی نار جہنم حرام ہے حالانکہ نصوص قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

اسی اشکال کی وجہ سے ابن شہاب نے دوسرے سے تصدیق کے لئے پوچھا تاکہ اطمینان قلبی ہوجائے لیکن اس کی ضرورت اسلئے نہیں تھی کہ اس سے مراد تحریم خلود ہے۔

ابن شہاب کے پوچھنے کا سبب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ محمود بن الربیع کم سن صحابی تھے شک ہوا ہوگا کہ واقعہ یاد بھی ہے یا نہیں؟ واللہ اعلم محمد عثمان غنی البہاری عفر اللہ الباری

باب ۲۸۷

التَّيَمُّنِ فِي دُخُولِ الْمَسْجِدِ وَغَيْرِهِ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ يَبْدَأُ بِرِجْلِهِ الْيُمْنَى فَإِذَا خَرَجَ بَدَأَ بِرِجْلِهِ الْيُسْرَى

مسجد میں داخل ہوتے وقت اور اسکے علاوہ دوسرے کاموں میں داہنی طرف سے شروع کرنیکا بیان اور حضرت ابن عمرؓ مسجد میں داخل ہونے کیلئے داہنے پاؤں سے ابتدا کرتے تھے اور جب مسجد سے باہر نکلتے تو پہلے بایاں پاؤں نکالتے

۴۱۳ حَدَّثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ قَالَ نَا شُعْبَةُ عَنِ الْأَشْعَثِ بْنِ سُلَيْمٍ عَنْ أَبِيهِ عَنْ مَسْرُوقٍ عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُحِبُّ التَّيَمُّنَ مَا اسْتَطَاعَ فِي شَأْنِهِ كُلِّهِ فِي طُهُورِهِ وَتَرَجُّلِهِ وَتَنَعُّلِهِ)

ترجمہ | حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم جہاں تک ممکن ہوتا اپنے تمام کاموں میں

داہنی طرف سے شروع کرنے کو پسند فرماتے تھے طہارت میں اور کنگھا کرنے اور جوتا پہننے میں۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ "یجب التیمن ما استطاع فی شانہ کلہ"

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۶۱ ومر الحدیث ص۲۹ ویاتی ص۸۱۰ وص۸۷۰ وص۸۷۸۔

مقصد ترجمہ امام بخاری رح کا مقصد یہ ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کیلئے داہنا پیر پہلے داخل کرنا مستحب اور باعث ثواب ہے۔

وغیرہ ضمیر کا مرجع مسجد کی طرف راجع ہے اور مطلب یہ ہے کہ مسجد کے علاوہ بھی جن چیزوں میں شرافت وخیریت پائی جائے تو داہنی جانب سے شروع کرنا مسنون ہے مثلاً کرتا پہننا پائجامہ پہننا جوتا پہننا داہنی جانب سے شروع کرنا چاہئے اور کرتا اتارنا، پائجامہ اور جوتا کھولنا بائیں جانب سے وغیرہ۔

بَابُ ۲۸۸ هَلْ تُنْبَشُ قُبُوْرُ مُشْرِكِي الْجَاهِلِيَّةِ وَيُتَّخَذُ مَكَانُهَا مَسَاجِدَ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ أَنْبِيَائِهِمْ مَسَاجِدَ وَمَا يُكْرَهُ مِنَ الصَّلٰوةِ فِي الْقُبُوْرِ وَرَأَى عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ يُصَلِّي عِنْدَ قَبْرٍ فَقَالَ الْقَبْرَ الْقَبْرَ وَلَمْ يَأْمُرْهُ بِالْإِعَادَةِ)

باب: ایام جاہلیت کے مشرکوں کی قبریں کھود کر ان کی جگہ مسجدیں تعمیر کیجا سکتی ہیں؟ (یعنی مسجد بنانا درست ہے) اس لئے کہ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ انہوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجدیں بنالیں، اور قبروں پر نماز کے مکروہ ہونے کا بیان۔

۴۱۴ (حَدَّثَنَا مُحَمَّدُ بْنُ الْمُثَنّٰى قَالَ نَا يَحْيٰى عَنْ هِشَامٍ أَخْبَرَنِي أَبِي عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ أُمَّ حَبِيْبَةَ وَأُمَّ سَلَمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَأَيْنَهَا بِالْحَبَشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ إِنَّ أُولٰئِكَ إِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَصَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرَ أُولٰئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)

ترجمہ حضرت عائشہ رضہ سے روایت ہے کہ حضرت ام حبیبہ رضہ اور حضرت ام سلمہ رضہ نے ایک گرجا گھر کا تذکرہ کیا جس کو انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا اس میں تصویریں تھیں ان دونوں نے اس کا تذکرہ جب

نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ یہ وہ لوگ تھے کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی مر جاتا تو یہ لوگ اس قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں بنا دیتے اور یہ لوگ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک ساری مخلوق سے بدتر ہوں گے۔

مطابقتہ للترجمۃ مطابقۃ الحدیث للترجمۃ " فمات بنوا علی قبرہ مسجدا " انبیاء علیہم السلام اور صلحاء کرام کی قبروں کو سجدہ گاہ و مسجد بنانے میں تعظیم و تکریم کا پہلو نکلتا ہے جو بت پرستی کے مشابہ ہے اور باعث لعنت ہے۔

لیکن مشرکین کی قبروں کو اکھاڑ کر مسجد کی تعمیر میں اس لئے حرج نہیں ہے کہ ان کی تعظیم و تکریم کا وہم بھی پیدا نہیں ہو سکتا، اس کے علاوہ قبور مشرکین کی اہانت جائز ہے۔

علامہ عینیؒ فرماتے ہیں " وجہ مطابقۃ ھذا الحدیث للترجمۃ فی قولہ لعن اللہ الیہود " من حیث انہ یوافقہ وذالک انہ صلی اللہ علیہ وسلم لعن الیہود لکونہم اتخذوا قبور انبیائہم مساجد وفی ھذا الحدیث ذم النصاری بشئی اعظم من اللعن فی کونہم کانوا اذا مات الرجل الصالح فیہم بنوا علی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ تصاویر (عمدہ)

تعدد موضعہ والحدیث ھھنا ص۶۱ ویاتی فی باب الصلوٰۃ فی البیعۃ ص۶۲ وفی الجنائز ص۱۷۹ وفی ھجرۃ الحبشہ ص۵۴۷ ومسلم اول ص۲۰۱ ونسائی اول فی باب النہی عن اتخاذ القبور مساجد ا ص۸۲۔

۴۱۵ حَدَّثَنَا مُسَدَّدٌ قال حَدَّثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عن اَبِی التَّیَّاحِ عن اَنَسِ بن مَالِکٍ قال قَدِمَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم الْمَدِیْنَۃَ فَنَزَلَ اَعْلَی الْمَدِیْنَۃِ فِی حَیٍّ یقال لھُمْ بَنُو عَمْرِو بن عَوْفٍ فاقام النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم فیھِمْ اربعًا وعشرین لیلۃً ثم ارسَلَ اِلٰی بَنِی النَّجَّارِ فجاءُوا مُتَقَلِّدِیْنَ السُّیُوفَ فکَاَنِّی اَنْظُرُ اِلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم عَلٰی رَاحِلَتِہٖ وَاَبُوْبَکْرٍ رِدْفُہٗ ومَلَأُ بَنِی النَّجَّارِ حَوْلَہٗ حتی الْقٰی بِفِنَاءِ اَبِی اَیُّوْبَ وَکَانَ یُحِبُّ اَنْ یُصَلِّیَ حَیْثُ اَدْرَکَتْہُ الصَّلوٰۃُ وَیُصَلِّی فِی مَرَابِضِ الْغَنَمِ وَاَنَّہٗ اَمَرَ بِبِنَاءِ الْمَسْجِدِ فَاَرْسَلَ اِلٰی مَلَأٍ بَنِی النَّجَّارِ فقال یا بَنِی النَّجَّارِ ثَامِنُوْنِی بِحَائِطِکُمْ ھٰذَا قالوا لا وَاللّٰہِ لا نَطْلُبُ ثَمَنَہٗ اِلَّا اِلَی اللّٰہِ عَزَّ وَجَلَّ قال اَنَسٌ فکان فِیْہِ مَا اَقُوْلُ لَکُمْ قُبُوْرُ الْمُشْرِکِیْنَ وَفِیْہِ خَرِبٌ وَفِیْہِ نَخْلٌ فَاَمَرَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ

وسلم بقبور المشرکین فنبشت ثم بالخرب فسویت وبالنخل فقطع فصفوا النخل قبلة المسجد وجعلوا عضادتیه وجعلوا ینقلون الصخر وهم یرتجزون والنبی صلی الله علیه وسلم معهم وهو یقول اللهم لا خیر الا خیر الآخره، فاغفر للانصار والمهاجره

ترجمہ حضرت انس بن مالک رضؓ نے بیان کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ کے بالائی علاقہ میں ایک قبیلہ میں نزول فرمایا جنہیں بنی عمرو بن عوف کہا جاتا تھا چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں چوبیس دن قیام فرمایا پھر آپؐ نے بنی نجار کے پاس (بلوانے کیلئے) پیغام بھیجا تو وہ لوگ تلواریں لٹکائے ہوئے حاضر خدمت ہوئے (آپؐ ان کے ساتھ روانہ ہوئے) حضرت انس رضؓ کا بیان ہے گویا میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہا ہوں کہ اپنی سواری (قصواء) پر سوار ہیں اور ابوبکرؓ آپؐ کے پیچھے سوار ہیں اور قبیلہ بنی نجار کے لوگ آپؐ کے چاروں طرف ہیں یہانتک کہ آپؐ نے ابوایوبؓ کے صحن میں اپنا سامان اتار دیا، اور آپؐ پسند کرتے تھے کہ جہاں بھی نماز کا وقت آجائے وہیں نماز پڑھ لیں اور آپؐ بکریوں کے باڑے میں بھی نماز پڑھ لیتے تھے اور آپؐ نے مسجد بنانے کا حکم دیا چنانچہ بنی نجار کے لوگوں کو بلوایا اور فرمایا اے بنی نجار تم اپنے اس باغ کی قیمت مجھ سے لے لو ان لوگوں نے کہا" جی نہیں بخدا ہم اس کی قیمت صرف اللہ عز وجل سے طلب کرینگے۔ حضرت انس رضؓ نے بیان کیا کہ اس باغ میں یہ سب تھا جو میں تمہیں بتلا رہا ہوں کہ اس میں مشرکوں کی قبریں تھیں اور کچھ کھنڈرات تھے اور کچھ کھجور کے درخت تھے پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کی قبروں کے بارے میں حکم دیا تو وہ قبریں اکھاڑ دی گئیں (اور ان کی ہڈیاں پھینکدی گئیں) پھر کھنڈر کے بارے میں حکم ہوا تو سب برابر کردے گئے اور کھجور کے دونوں طرف (مضبوطی کے لئے) پتھر لگا دیئے اور صحابہ رضؓ پتھر ڈھوتے تھے اور رجز پڑھتے تھے اور خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان صحابہ کے ساتھ تھے اور آپؐ فرماتے تھے:
اے اللہ آخرت کی بھلائی کے علاوہ کوئی اور بھلائی (قابل توجہ) نہیں اس لئے انصار اور مہاجرین سب کی مغفرت فرمادے۔

مطابقۃ للترجمۃ مطابقة الحدیث للترجمة فی" بقبور المشرکین فنبشت"

تعدد موضعہ والحدیث ههنا ص۶۱ و مر ص۳۷ مختصرا۔ و یاتی ص۲۵۱ و ص۲۸۳ و ص۳۸۹ و مفصلا ص۵۵۹ تا ص۵۶۰ ابوداؤد فی" باب بناء المسجد ص۶۵ مسلم ص۲۰۰ نسائی

اول بنش القبور واتخاذ ارضہا مسجدا ص۸۱ تا ص۸۲ وابن ماجہ فی ابواب المساجد فی باب این یجوز بناء المساجد ص۵۴۔

مقصد ترجمہ شیخ المشائخ شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "ای ھو جائز" یعنی مشرکین کی قبروں پر مسجد بنانا جائز ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ قبروں کو کھود کر ہڈیاں نکالدی جائیں پھر اس پر مسجد تعمیر کر لیں، کہ اب یہ خالی زمین کے مانند ہو گئی۔

اور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ قبرستان میں نماز پڑھنا مکروہ ہے مگر اعادہ واجب نہیں۔

تشریح ھل تنبش الخ سوال یہ ہے کہ حدیث سے صاف معلوم ہو گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے قبور مشرکین کو صاف کروا کر مسجد تعمیر فرمائی تو ھل سے ترجمہ کیوں قائم کیا گیا؟

جواب، ھل استفہام تقریری یعنی تحقیق کیلئے بمعنی قد ہے کما فی القرآن الکریم ھل اتی علی الانسان حین من الدھر"

لقول النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعن اللہ الیہود الخ ترجمہ گذر چکا ہے۔

اس میں لام تعلیلیہ ہے ترجمہ کے واسطے بمنزلہ دلیل ہے اب سوال یہ ہے کہ دعوی اور دلیل میں مناسبت کیا ہے؟

جواب:- یہ ہے کہ ترجمہ کا مقصد یہ تھا کہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مقابر کو مساجد بنانا جائز نہیں ہے اس لئے کہ مسجد بنانے کی ایک صورت یہ ہے کہ قبریں اکھاڑی نہ جائیں بلکہ قبروں کو باقی رکھ کر مسجد بنالیں، تو اس صورت میں بت پرستی کی مشابہت لازم آئے گی۔ اور دوسری صورت یہ ہے کہ بنش قبور کریں یعنی قبروں کو کھود کر صاف کر کے مسجد بنائیں، اسی صورت میں قبور انبیاء کی اہانت لازم آئے گی۔ اور دونوں صورتیں ممنوع ہیں۔

برخلاف اس کے مشرکین و کفار کی قبریں صاف کرنا اس لئے جائز ہے کہ اسکی اہانت ممنوع نہیں تو بخاریؒ نے حدیث سے ثابت کر دیا کہ قبور مشرکین کو صاف کر کے مسجد بنانا جائز ہے۔

نیز اس تقریر سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ ترجمہ کا جز نہیں ہے بلکہ یہ بمنزلہ دلیل ہے۔

وما یکرہ من الصلوۃ فی القبور حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ یہ ترجمہ کا جز نہیں ہے بلکہ لام کے تحت میں داخل ہے اور قول پر عطف ہے اور یہ بھی ایک علت ہے (تقریر بخاری) اس صورت میں یہ اشکال بھی نہ رہا کہ ترجمہ کے دو جز تھے مگر دوسرے جز وما یکرہ الخ کے لئے امام بخاریؒ نے کوئی روایت ذکر نہیں کی اور شراح نے یہ جواب دیا ہے کہ حضرت انس بن

مالک رضؓ کے اثر پر اکتفا کرلیا گیا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث فرماتے ہیں کہ میرے قول کی بنا پر جب یہ ترجمہ میں داخل ہی نہ رہا تو روایت کی ضرورت ہی نہ رہی۔

نیز اگر ترجمہ کا جز قرار دیا جائے تو اشکال ہوگا کہ آئندہ صفحہ ۶۲ پر امام بخاری رحؒ نے مستقل باب قائم کیا ہے "باب کراھیۃ الصلوٰۃ فی المقابر" اس سے تکرار ترجمہ کا اشکال ہوگا گرچہ شراح نے جواب دیا ہے کہ یہاں ص۶۱ کراہیت صلوٰۃ ضمناً وتبعاً ہے اور صفحہ ۶۲ پر اہتمام کیوجہ سے صراحۃً بالاستقلال ترجمہ قائم کیا۔ لیکن شیخ الحدیث رحؒ کی تقریر مذکور پر نہ یہ اشکال ہوگا اور نہ جواب کی ضرورت۔

حدیث ۴۱۴ اسی سند سے اگلے صفحہ ۶۲ پر آرہی ہے۔

حدیث ۴۱۵ قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت کا واقعہ ہے کہ آپ ﷺ نے دوشنبہ کے روز بماہ ربیع الاول سنہ سے پہلے قبا میں نزول فرمایا فنزل اعلی المدینۃ یعنی آپ ﷺ نے دخول مدینہ کیلئے بالائی علاقہ بلندی والا راستہ اختیار فرمایا جس سے علماء نے آپ کے دین کی بلندی کی نیک فالی نکالی کہ دین کی سربلندی ہوگی چنانچہ ایسا ہی ہوا فالحمدللہ علی ذالک۔

فاقام النبی فیھم اربعا وعشرین الخ یعنی آپ ﷺ نے قبا میں قبیلہ بنو عمرو بن عوف کے یہاں چوبیس ۲۴ روز قیام فرمایا۔ لیکن بعض روایات میں اربع عشرۃ لیلۃ ہے یعنی قبا میں چودہ دن قیام رہا جیساکہ حاشیہ میں درج ہے نیز بخاری ص۵۶ کی پہلی سطر میں ہے نیز ابو داؤد اول ص۶۵ میں بھی مسدد ہی سے نقل ہے:

فاقام فیھم اربع عشرۃ لیلۃ بظاہر تعارض ہے۔

اکثر روایات کی رو سے حضور علیہ السلام دوشنبہ کے دن قبا میں داخل ہوئے اور جمعہ کے روز آپ ﷺ مدینہ تشریف لے گئے اب اگر آنے والا ہی جمعہ مراد ہو تو کل پانچ روز بنتے ہیں اور اگر آئندہ جمعہ مراد ہو تو بارہ دن بنتے ہیں مزید دو ہفتہ بڑھانے پر چھبیس ۲۶ دن ہوں گے اس صورت میں۔ یوم الدخول اور یوم الخروج کا دن نکالدیں تو چوبیس ۲۴ ہی دن بیٹھتے ہیں۔ چنانچہ حضرت شیخ الحدیثؒ فرماتے ہیں کہ میری رائے یہ ہے کہ چوبیس دن والی روایت صحیح ہے اور اس کی صورت یہ ہے کہ یوم الدخول اور یوم الخروج کو شمار نہیں کیا گیا تو پیر تو یوم الدخول فی قباء تھا اور جمعہ یوم الخروج منہ تھا اور دونوں کو نکال کر چوبیس ۲۴ صحیح ہو جاتے ہیں۔

(تقریر بخاری جلد دوم نیز الابواب والتراجم ص۲۱۴/۲)

اس پوری تقریر سے معلوم ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام قبا میں تین جمعوں تک رہا لیکن آپؐ نے دیہات ہونے کی وجہ سے جمعہ نہیں پڑھا اسی وجہ سے اکثر مشائخ حنفیہ اور اکابر علماء دیوبند کہتے ہیں کہ جمعہ فی القری جائز نہیں۔

واللہ اعلم ع، غ بیگوسرائے۔

فہرست مضامین نصر الباری جلد دوم

العناقيد الغالية

من

الأسانيد العالية

جمع فيه المؤلف أسانيد مشائخ ديوبند
إلى الشاه ولى الله الدهلوى ثم منه إلى
أصحاب الكتب الستة وغيرها مع فوائد
ثمينة يحتاج إليها المحدث والطالب.

تاليف

المحدث الجليل

مولانا محمد عاشق إلهى البرنى المظاهرى

رحمه الله تعالى

الناشر

مكتبة الشيخ

۳/۴۴۵، بهادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

اہل علم کی طرف
سے
طلبہ کے لیے قیمتی نصائح

تالیف

مولانا محمد روح اللہ نقشبندی غفوری

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵، بہادر آباد، کراچی نمبر ۵۔

مؤلف دامت برکاتہم کی طرف سے تصحیح اغلاط
اور اضافات کے ساتھ پہلی بار

الدر المنضود

علی

سنن ابی داود

افادات درسیہ مع اضافات ونظر ثانی

مولانا محمد عاقل صاحب صدر المدرسین مظاہر علوم

تلمیذ رشید

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہٗ

ناشر

مکتبۃ الشیخ

۳/۴۴۵ - بہادر آباد - کراچی ۵